100 صد سالہ عرس رضوی اعلیٰ حضرت کے پربہار موقع پر

100 Years
URS-E-AALAHAZRAT

سہ ماہی

سنی پیغام نیپال

کا علمی و تاریخی خصوصی شمارہ

فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر

ترتیب و پیش کش

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی
عبد الرحیم مصباحی
محمد اظہار النبی حسینی مصباحی

سہ ماہی سنی پیغام نیپال
کا علمی و تاریخی خصوصی شمارہ
فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر

• ابتدائیہ • تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت • فروغ رضویات میں شخصی طور پر علمائے اہل سنت کی خدمات • فروغ رضویات مختلف ذرائع سے
• فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے • فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت کا کردار • تحریری مباحثہ • متفرقات

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائیل میں فری
حاصل کرنے کے لیئے
ٹیلیگرام چینل لنک
https://t.me/tehqiqat
آرکاریو لنک
/@zohaibhasanattari
بلوگسپوٹ لنک
https://ataunnabi.blogspot
.com/?m=1

طالب دعا۔ زوہیب حسن عطاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفیض روحانی | اعلیٰ حضرت امام اہل سنت شاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زیر سرپرستی: مفتی اعظم نیپال فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی مدظلہ العالی

زیر نگرانی: قاضی القضاۃ فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی

صد سالہ 100 عرس رضوی ۱۴۴۰ھ کے پر بہار موقع پر

سہ ماہی سنی پیغام نیپال

کا علمی و تاریخی خصوصی شمارہ

فروغ رضویات اور علماے نیپال نمبر

محرم الحرام تا ربیع الاول | October to December

جلد ۲ | ۱۴۴۰ھ | 2018 | شمارہ ۵

نگران مجلس مشاورت

مناظر اہل سنت فقیہ ملت شیر اعلیٰ حضرت مفتی عبد المنان کلیمی مدظلہ العالی

مجلس مشاورت

- پروفیسر سید طلحہ رضوی برق، پٹنہ
- مولانا مبارک حسین مصباحی، مبارک پور
- مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) کولکاتا
- مفتی عبد العزیز مصباحی، بیلا
- مفتی حبیب اللہ جامعہ حبیبہ، بیلا
- مولانا شمس الدین، بیلا
- مولانا مستقیم مصباحی، جنک پور
- مولانا داؤد حسین مصباحی، بھرپورہ
- مولانا علیم الدین جامعہ عائشہ، بیلا،
- مولانا سعادت حسین اشرفی، علی پٹی
- مولانا یوسف القادری، نوسہ بیگھ

شرف انتساب

- سراج السالکین ابو الحسین احمد نوری مارہروی
- اعلیٰ حضرت علی حسین اشرفی کچھوچھوی
- تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی
- مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان، بریلی شریف
- سید الاولیا حضرت مسکین شاہ کشمیری، کاٹھ مانڈو
- امام الاولیا حضرت غیاث الدین کشمیری، کاٹھ مانڈو
- زبدۃ الاتقیا حضرت گدا علی شاہ، روضہ گڑھی
- زبدۃ الاصفیا حضرت رحم علی شاہ، روضہ گڑھی
- زبدۃ السالکین حضرت بہار علی شاہ، روضہ گڑھی
- قطب نیپال علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی، علی پٹی
- حنیف ملت حضرت علامہ حنیف القادری، کٹیا
- پاسبانِ ملت علامہ محمد یوسف قادری، بیلا جنک پور
- محدثِ اعظم نیپال مفتی محمد کلیم الدین، رحمان پور مہدیا رحمہم اللہ

مجلس مشاورت

- مولانا اسلم القادری، جنک پور
- مولانا الیاس برکاتی، برداہا
- مولانا شفیق اللہ امجدی چترویدی، برداہا
- مولانا عباس نوری، دنولی
- مولانا شمس الحق فیضی، مہدیا
- مولانا عبد الرحمٰن، رجول
- مولانا رحمت اللہ، بھگوتی پور
- مولانا عبد القادر، پڑریا
- مولانا اکبر شاہی، بندھی
- مفتی محمد تبارک حسین، ہنومان نگر
- حافظ اصغر علی ازہری، گورکھا، نیپال

مجلس ادارت

- مفتی محمد محبوب رضا مصباحی، بھیونڈی
- مفتی نور محمد جگرؔ مصباحی، میرٹھ
- مولانا طفیل احمد مصباحی، مبارک پور
- مفتی توفیق احسن برکاتی، مبارک پور
- مولانا محمد اظہار النبی حسینی، مبارک پور
- مفتی محمد مجاہد رضا امجدی، برداہا
- مفتی محمد مبارک امجدی، علی پٹی

مدیر اعلیٰ

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

مدیر

مولانا عبد الرحیم ثمرؔ مصباحی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

سہ ماہی **سنی پیغام**
نزد جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگرے،
جنک پور دھام، نیپال

THE SUNNI PAIGHAM
Nizd Jamia Hanafia Barkatia,
Janki Nagar, Janakpur Dham, Nepal
sunnipaigham@gmail.com

"آل نیپال سنی جمعیۃ العلما" اور "فخر ملت فاؤنڈیشن" نے اس رسالے کی طباعت کروا کر دفتر "سہ ماہی سنی پیغام" سے شائع کیا۔

تفصیلات ممبرشپ

قیمت فی شمارہ	50
سالانہ	200

اس شمارے کی قیمت
300/-
(انڈین روپے)

نوٹ: مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ سہ ماہی "سنی پیغام" کا اتفاق ضروری نہیں لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف کوئی مضمون قابل قبول نہیں اگر کبھی عدم توجہی کی وجہ سے شائع ہو جائے تو اسے کالعدم سمجھا جائے۔

Aslam Misbahi: 8127502520

انتساب بنام

(۱) بحر العلوم، مولانا عبد العلی فرنگی محلی لکھنوی	(وصال ۱۲۲۵ھ/ ۱۸۱۰ء)
(۲) شمسُ العارفین، سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی	(وصال ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء)
(۳) سراجُ الھند، شاہ عبد العزیز محدِّث دہلوی	(وصال ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء)
(۴) امامُ الحکمۃ والکلام، مولانا فضلِ حق خیر آبادی	(وصال ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)
(۵) سیفُ اللّٰہِ المَسْلُول، مولانا فضلِ رسول عثمانی بدایونی	(وصال ۱۲۸۹ھ/ ۱۸۷۲ء)
(۶) خاتمُ الاکابر، سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی	(وصال ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۹ء)
(۷) استاذُ العُلما، مفتی ارشاد حسین مجدِّدی، رام پوری	(وصال ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۳ء)
(۸) محبِّ رسول، تاجُ الفحول، مولانا عبد القادر عثمانی بدایونی	(وصال ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)
(۹) حافظِ بخاری، خواجہ سید عبد الصَّمد مودودی چشتی سَہسوانی	(وصال ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء)
(۱۰) نورُ العارفین، سید شاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی	(وصال ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)
(۱۱) خاتم الحکما، مولانا ہدایت اللہ جون پوری	(وصال ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)
(۱۲) امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا الشاہ محمد احمد رضا قادری برکاتی بریلوی	(وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)
(۱۳) شیخ المشائخ، سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی	(وصال ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء)
(۱۴) حجۃُ الاسلام، مولانا الشاہ محمد حامد رضا قادری برکاتی بریلوی	(وصال ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء)
(۱۵) صدرُ الشریعہ، مولانا محمد امجد علی اعظمی رضوی	(وصال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)
(۱۶) صدرُ الافاضل، مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی	(وصال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء)
(۱۷) محدِّث اعظمِ ہند، سید محمد اشرفی کچھوچھوی	(وصال ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)
(۱۸) مفتیِ اعظمِ ہند، مولانا محمد مصطفی رضا قادری برکاتی نوری	(وصال ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء)
(۱۹) حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی	(وصال ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء)
(۲۰) حضور زاہد ملت علامہ شاہ زاہد حسین مجیبی نیپالی	(وصال ۱۹۸۷ء)۔ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ اَجْمَعِیْن.

اِن کا سایہ اِک تجلی، اِن کا نقشِ پا چراغ
یہ جدھر گذرے، اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

آئینۂ مضامین

نمبر شمار	عنوانات	مقالہ نگاران	صفحہ نمبر
باب اوّل - ابتدائیہ			
۱	اداریہ	محمد عطاء النبی حسینی مصباحی	۹
۲	**پیغامات و تاثرات**	مفتی محمد اسرئیل رضوی برکاتی نوری مصباحی، مفتی محمد عبد المنان کلیمی، مفتی محمد عثمان قادری رضوی، مولانا مبارک حسین مصباحی، مولانا محمد عمر رضا قادری نوری، مولانا محمد اسماعیل حسینی، مولانا محمد سعادت حسین اشرفی، مفتی عبد العزیز رضوی، مفتی محمد مصلح الدین قادری، مفتی محمد ممتاز عالم مصباحی، مولانا محمد داؤد حسین رضوی مصباحی، مولانا محمد علیم الدین نوری، مولانا محمد صفی اللہ قادری، مولانا محمد محبوب رضا قادری۔	۱۴
باب دوم - تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ			
۳	تذکرہ علامہ نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ادارہ	۳۱
۴	اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں	ادارہ	۳۳
۵	تذکرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ	فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی	۳۴
۶	تذکرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مولانا علیم الدین نوری	۴۱
۷	استاذ زمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں	ادارہ	۴۹
۸	تذکرہ استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مفتی عبد الغفار ثاقب	۵۰
۹	حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں	ادارہ	۵۵

۱۰	تذکرہ حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مفتی محمد مصلح الدین قادری برہانی	۵۷
۱۱	مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں	ادارہ	۶۳
۱۲	تذکرہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قاضی نیپال مفتی محمد عثمان رضوی	۶۵
۱۳	تذکرہ تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	محمد عطاء النبی حسینی مصباحی	۷۱

باب سوم-فروغ رضویات میں ضلعی طور پر علمائے اہل سنت کی خدمات

۱۴	فروغ رضویات میں علمائے مہوتری کی خدمات	ابوالعارف عبدالرحیم ثمر مصباحی	۹۱
۱۵	فروغ رضویات میں علمائے دھنوشا کی خدمات	مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی	۱۱۹
۱۶	فروغ رضویات میں علمائے سرلاہی کی خدمات	مولانا پھول محمد نعمت رضوی	۱۴۴
۱۷	فروغ رضویات میں علمائے روتہٹ کی خدمات	مولانا مسعود رضا برکاتی	۱۵۵

باب چہارم-فروغ رضویات مختلف ذرائع سے

۱۸	فروغ رضویات بذریعہ ردو مناظرہ	محمد عطاء النبی حسینی مصباحی	۱۶۱
۱۹	فروغ رضویات بذریعہ تحریر و قلم	مفتی محمد رضا مصباحی	۱۷۰
۲۰	فروغ رضویات بذریعہ شعر و سخن	مفتی نور محمد رضا جگر مصباحی	۱۷۹
۲۱	فروغ رضویات بذریعہ قیام مدارس و مساجد و تنظیمات	مولانا غلام غوث مصباحی	۲۰۰
۲۲	فروغ رضویات بذریعہ اجلاس و کانفرنس	مولانا قمر الہدیٰ امجدی	۲۱۴
۲۳	فروغ رضویات بذریعہ درس و تدریس	مفتی محمد محبوب رضا مصباحی	۲۲۰

باب پنجم-فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے

۲۴	زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	محمد غلام مرتضیٰ	۲۲۷

۲۵	حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	مولانا صفی اللہ گلاب پوری	۲۲۹
۲۶	پاسبان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	مولانا محمد عنایت اللہ امجدی	۲۳۱
۲۷	محدث اعظم نیپال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	حافظ محمد تحسین رضا مرکزی	۲۳۴
۲۸	مناظر اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	محمد مرتضی رضوی مرکزی	۲۳۶
۲۹	حمید ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	مولانا محمد علاء الدین امن رضوی	۲۳۷
۳۰	مصنف تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات	حافظ محمد انعام الدین (نیّر)	۲۴۲

باب ششم- فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت کا کردار

۳۱	فخر نیپال اور فروغ رضویات	مولانا فضل یزدانی امجدی	۲۴۷
۳۲	قاضی نیپال اور فروغ رضویات	قمر رضا مصباحی	۲۵۱
۳۳	مصلح ملت اور فروغ رضویات	مولانا محمد صفی اللہ گلاب پوری	۲۵۵
۳۴	حکیم ملت اور فروغ رضویات	محمد محبوب رضا مصباحی	۲۵۹
۳۵	عزیز ملت اور فروغ رضویات	مولانا محمد مصطفی رضا مصباحی	۲۶۵
۳۶	مجاہد دوراں اور فروغ رضویات	مولانا رحمت علی امجدی	۲۶۹
۳۷	شیخ الادب اور فروغ رضویات	مولانا محمد بدر عالم نظامی فیضی	۲۷۰
۳۸	مفتی شہر کان پور اور فروغ رضویات	خود نوشت	۲۷۴
۳۹	محبوب العلما اور فروغ رضویات	خود نوشت	۲۷۹
۴۰	ادیب لبیب اور فروغ رضویات	مولانا محمد سمیع الدین قادری	۲۸۲
۴۱	عزیز العلما اور فروغ رضویات	مفتی مجاہد امجدی	۲۸۶
۴۲	بلبل نیپال اور فروغ رضویات	مولانا ہدایت اللہ امجدی	۲۸۷

۴۳	نجم الفقہا اور فروغ رضویات	مولانا سمیع الدین قادری	۲۸۹
۴۴	مفتی شہر رائے بریلی اور فروغ رضویات	خود نوشت	۲۹۴
۴۵	خطیب ملت اور فروغ رضویات	حافظ محمد اظہر القادری	۲۹۷
۴۶	فخر بھیونڈی اور فروغ رضویات	مولانا صدام امجدی	۳۰۱
۴۷	مؤرخ نیپال اور فروغ رضویات	جاوید اختر رضوی	۳۰۴
۴۸	محقق نیپال اور فروغ رضویات	محمد معراج احمد مصباحی	۳۰۸
۴۹	ثمر مصباحی اور فروغ رضویات	محمد شاہد رضا	۳۱۷
۵۰	مولانا حسینی اور فروغ رضویات	محمد عبد القادر	۳۲۱

باب ہفتم ۔ تحریری مباحثہ

۵۱	مسلک اعلی حضرت اور فروغ رضویات کے لیے تدابیر ولائحہ عَمل اور اس راہ کی رکاوٹیں اور ان کا سدباب	مفتی عبد المنان کلیمی، مفتی محمد اسرائیل رضوی، مفتی محمد عثمان رضوی، مفتی محمد نجم الدین قادری، مفتی محمود اختر مصباحی	۳۲۷

باب ہشتم ۔ متفرقات

۵۲	مسلک اعلی حضرت کی توضیح وتشریح	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۳۴۵
۵۳	مرکز سے علمائے نیپال کے روابط	مولانا محمد محبوب رضا قادری	۳۵۶

باب اول

ابتدائیہ

- ★ اداریہ
- ★ پیغامات وتاثرات

اداریہ

یہ نمبر آپ کے ہاتھوں کی زینت کیسے بنا؟

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی ؓ عشق رسول اکرم اور اپنے تجدیدی کارناموں کی وجہ سے شہرہ آفاق شخصیت کے حامل ہیں۔ اصحاب علم وفضل، عوام وخواص، اپنے بیگانے، سب ان کی عظمت کے قائل اور معترف ہیں۔ پچاس سے زیادہ علوم وفنون میں ان کی گراں قدر تصانیف سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایسا عظیم الشان محقق و مصنف، فقیہ و محدث صدیوں میں نظر نہیں آتا۔ فقہ وافتا میں قوت استحضار، ندرت استدلال، دلائل کی کثرت، فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق و ترجیح ان سب کے ساتھ فضل الٰہی وعطاے رسول اکرم سے علم وہبی کے دلکش نظاروں نے امام احمد رضا محدث بریلوی ؒ کی ذات کو اصحاب علم وفضل اور عوام سبھی کا مرجع فتاویٰ بنا دیا۔ بلا شبہہ وہ اپنے زمانے کے سب سے عظیم محدث وفقیہ ہونے کے ساتھ دیگر کئی علوم میں بھی فائق اور ان کے امام تھے۔

ایسے عظیم وجلیل اور فقید المثال شخصیت کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا، اس لحاظ سے سال رواں ۱۴۴۰ھ میں آپ کے وصال کو سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس رواں سال کو یادگار بنانے کے لیے محبین و معتقدینِ اعلیٰ حضرت کچھ خاص کرنے جا رہے ہیں۔ جس کے لیے مختلف شخصیات نے مختلف تجاویز پیش کیں جن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

(۱) ہندوستان کے بڑے شہروں میں ہر ماہ امام احمد رضا کانفرس منعقد کی جائے۔

(۲) رسائل وجرائد کے تحت ضخیم خصوصی شمارے اور نمبرات اچھے انداز میں شائع کیے جائیں۔

(۳) اعلی حضرت کی جو کتابیں اب تک شائع نہیں ہو سکی ہیں، انہیں منظر عام پر لانے کی جدوجہد کی جائے۔

(۴) اعلی حضرت کے نام سے دینی وعصری مدارس وجامعات میں ہونہار اور محنتی غریب طلبہ کے لیے اسکالرشپ جاری کیے جائیں۔

(۵) اپنے علاقہ میں اگر کوئی روڈ کسی نام سے منسوب نہیں تو اس کا نام امام احمد رضا روڈ رکھنے کے لیے حکومت وقت سے سیاسی جدوجہد کی جائے۔

(۶) امام احمد رضا کے نام سے کتنے مدارس چل رہے ہیں اور ان پر اب تک کتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور عصری جامعات یا دینی مدارس میں کتنے تحقیقی مقالے لکھے جا چکے ہیں جن پر پی ایچ ڈی کی ڈگری ایوارڈ کی جا چکی ہے، اس کی تفصیل شائع کی جائے۔

(۷) دینی مدارس میں طلبہ کے درمیان امام احمد رضا کی شخصیت پر تقریری اور تحریری مقابلے کرائے جائیں۔

(۸) مدارس کے علاوہ امام احمد رضا کے نام پر ہاسپیٹل کھولنے کے لیے بھی جدوجہد کی جائے۔

(۹) اہل سنت و جماعت کے کسی ایک نمائندہ ادارہ کو جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی شرطوں پر پورا اتر رہا ہو اسے یونیورسٹی کا درجہ دلانے کی جد و جد کی جائے۔

(۱۰) امام احمد رضا ایوارڈ تعلقات، علاقائیت تعصب کو بالاے طاق رکھ کر ہر سال کسی ایسی شخصیت کو دیا جائے جن کی علمی و دینی خدمات مجموعی طور پر قابل ستائش ہوں۔

پھر ان تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عاشقان اعلیٰ حضرت مصروف عمل ہو گئے اور سب سے پہلے اس سویں سال کو ”رضا صدی“ سے منسوب کرتے ہوئے ”جشن رضا صدی“ کا ہر طرف سے اعلان ہونے لگا، کہیں سے سیمینار، کانفرنس، سمپوزم اور جلسے منعقد کر کے جشن رضا صدی منانے کا اعلان ہوا، کہیں سے رسائل و جرائد کے تحت اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات یا اعلیٰ حضرت کی حیات زندگی کے کسی خاص گوشے پر نمبر شائع کرنے کی صدا باز گشت ہوئی، کہیں سے آپ کی اور آپ پر شائع شدہ پرانی کتابوں کو نئے رنگ و آہنگ سے شائع کرنے کی آواز بلند ہوئی۔ اس تعلق سے سرزمین ہند سے سب سے زیادہ کام اور سب سے اہم کام کا اعلان ہوا کہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف کی جانب سے صد سالہ عرس رضوی کے مبارک موقع پر رضویات یعنی اعلی حضرت اور آپ کے دونوں شہزادگان حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کی تصانیف اور سیرت و سوانح پر مشتمل کامل سیٹ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) جلدوں میں منظر عام پر لائی جا رہی ہے۔ ان اعلانات کے علاوہ بھی کئی ایک اعلانات ہوئے۔ ان اعلانات کی جھرمٹ میں ناچیز راقم اور ملک نیپال کے شاید اور بھی بہت سے افراد ملک نیپال سے رضویات پر کسی کام کے اعلان کا انتظار کر رہے تھے لیکن...

خیر! ناچیز راقم، برادر صغیر علامہ محمد اظہار النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور محب محترم مولانا عبد الرحیم ثمر مصباحی صاحب قبلہ انفرادی طور پر رضویات پر کسی کام میں مصروف تھے لیکن انتظار تھا کہ کہیں سے اجتماعی کام کا اعلان ہو لیکن کیا کہیے شاید ملک نیپال کے علماے اہل سنت کسی اور کار خیر میں مصروف عمل تھے اور ہیں اس لیے یہ انتظار ختم نہیں ہوا۔ اس درمیان راقم کی ادارت میں چل رہے سہ ماہی سنی پیغام کی طرف ذہن منتقل ہونے لگا، یہ اور بات ہے کہ اس کی نیت پہلے سے تھی کہ سہ ماہی کے تحت جشن صد سالہ میں کوئی خصوصی شمارہ نکالا جائے لیکن سہ ماہی کی نوعمری کے سبب ہمت نہیں ہو پا رہی تھی۔ لیکن ایک دن اپنے رفقاے کار علامہ محمد اظہار النبی اور مولانا ثمر مصباحی سے اس کا ذکر کیا ادھر ہماری ادارتی ٹیم اور اراکین فخر ملت فاونڈیشن کی طرف سے بھی انفرادی انفرادی اس تعلق سے گفتگو ہوئی پھر ایک دن بذریعہ ایمو (IMO) گروپ کال کے وسیلے سے اراکین فخر ملت فاونڈیشن خصوصاً شہزادۂ فخر نیپال علامہ فضل یزدانی امجدی، مولانا امن رضوی، حافظ اختر، مولانا رحمت علی اور ادارتی ٹیم خصوصاً مفتی محبوب رضا مصباحی، بھیونڈی، مفتی نور محمد جگر مصباحی، میرٹھ، علامہ اظہار النبی حسینی مصباحی، مبارک پور اور مولانا عبد الرحیم ثمر مصباحی، جزیرہ انڈمان کی مشاورت ہوئی اور بات یہ طے پائی کہ جشن صد سالہ میں سہ ماہی سنی پیغام کے تحت رضویات پر کوئی خصوصی نمبر شائع کیا جائے لیکن اس کی تعیین کے بعد اب یہ مرحلہ تھا کہ رضویات ایک وسیع موضوع ہے تو ان میں سے رضویات کے کس پہلو پر کام شروع کیا جائے۔ مختلف اور کارآمد عناوین و موضوعات شرکاے مشاورت نے پیش کیے اسی میں علامہ محمد اظہار النبی حسینی نے فرمایا کہ ہم رضویات پر کام کریں لیکن اس طرح کہ اس سے رضویات پر کام بھی ہو اور رضویات پر علماے نیپال کی

خدمات بھی شامل ہوجائے اور اس کے لیے **"فروغ رضویات اور علماے نیپال نمبر"** کا عنوان پیش کیا جو سبھی شرکا کو پسند آیا پھر اسی پر اتفاق بھی ہوگیا اور مشورہ اختتام پذیر ہوا۔ اب ایک مرحلہ اس نمبر کی خاکہ سازی کا تھا جو خود میں مشکل کام تھا اس لیے دوبارہ بذریعہ ایمو پھر مشورہ کیا گیا جس میں علامہ محمد اظہار النبی حسینی نے اس مشکل کام کا حل پیش کرتے ہوئے ایک خاکہ تیار کر کے اسی وقت گروپ میں ارسال کردیا جسے جزوی ترمیم اور کچھ اضافے کے بعد حتمی شکل دے دیا گیا۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد اپنے اکابرین خصوصًا امین شریعت حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی معرف بہ فخر نیپال اور فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی قادری مدظلہ العالی معروف بہ قاضی نیپال دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں ہم سبھوں نے اپنے عزم و حوصلہ کا اظہار کیا، ان حضرات نے خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے دعاؤں سے بھی نوازا اور کام کا آغاز کرنے کا حکم بھی دیا۔ پھر کیا تھا جیسے ہمارے حوصلے آسمان چھو رہے ہوں۔ اصحاب فکر و نظر اور ارباب قرطاس و قلم سے رابطے کر کے ہر ایک کو ایک عنوان پر خامہ فرسائی کی دعوت دی گئی۔ جن سے بھی رابطہ ہوا خوش ہوئے، دعائیں دیں اور مقالہ تحریر کر کے بروقت ارسال کرنے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن ہوا وہی جس کا ڈر تھا مستقل رابطے میں رہنے کے باوجود مقالات موصول ہونے میں تاخیر ہوئی اور اس قدر ہوئی کہ ایک وقت ایسا بھی محسوس ہونے لگا کہ اب شاید صد سالہ عرس رضوی میں یہ نمبر قارئین کے نظر نواز نہ ہوسکے گا لیکن فیضانِ رضا ہی کہیے کہ تاخیر در تاخیر کے باوجود یہ نمبر پریس کے حوالے ہوا اور اشاعت و طباعت کے مرحلے سے گزر کر اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مذکورہ گفتگو میں رضویات، رضویات اور رضویاتی خدمات پڑھ پڑھ کر ذہن میں بات آئی ہوگی کہ یہ رضویات کیا ہے؟ اس سے کیا مراد ہے؟ تو ملاحظہ فرمائیں کہ رضویات اور رضویاتی خدمات سے کیا مراد ہے تاکہ نمبر میں شامل مضامین سمجھنے میں آسانی ہو:

امام احمد رضا کے کتب رسائل کی اشاعت اور ان کا ترجمہ، تلخیص، تحشیہ، تخریج، توضیح، تقدیم، اور ترتیب جدید کے ساتھ اشاعت۔

اعلیٰ حضرت یا خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات یا کسی ایک جہت سے کوئی تحریری نقش۔ خواہ مضامین کی شکل میں، رسالے کی شکل میں یا مستقل کتاب کی شکل میں۔

رسائل و جرائد میں شامل ہوکر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا خانوادۂ اعلیٰ حضرت پر نمبر نکلوانا، ان پر خصوصی مقالات لکھوانا، یا شائع کروانا اور ان کی کی تعداد کیا ہے انھیں ڈھونڈ کر ذکر کرنا۔

امام احمد رضا محقق بریلوی کے عقائد و نظریات اور تصنیفات و تالیفات پر مخالفین اور معترضین کے اعتراضات کا جواب اور علمی محاکمہ۔

اعلی حضرت کے افکار و نظریات پر مشتمل کتابیں اور پمفلٹ مفت تقسیم کرنا۔

افکارِ رضا کی ترویج و اشاعت کے لیے اشاعتی اداروں، تحریکوں اور تنظیموں کا قیام کرنا اور اس کے ذریعے اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے افکار و نظریات اور تجدیدی مشن کو فروغ دینا۔

تقریر و خطابت اور وعظ و نصیحت میں حضرت رضا، خانوادۂ رضا یا افکار رضا کا تذکرہ کر کے اس کی اشاعت کرنا یا کروانا۔

بدمذہبوں سے رد و مناظرہ کے ذریعے اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت یا افکار و نظریات مسلک اعلیٰ حضرت پر ہوئے یا

کیے جانے والے اعتراضات کا منہ توڑ جواب دینا اور مسلک اعلیٰ حضرت اور افکار رضا کی صحیح توضیح و تشریح مخالفین تک پہنچانا۔

ان کے نام پر جلسے، کانفرنس، سیمینار اور سمپوزم منعقد کر کے عوام تک مثبت تعمیری پیغام پہنچانا۔

اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے نام پر مدرسہ، مسجد، سڑک، چوک، لائبریری، کتب خانہ یا اپنے رسائل و جرائد کا نام رکھنا۔

عصری اداروں میں اعلی حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کی کتابیں شامل نصاب کرنا، ان پر کسی قسم کا سیمینار، سمپوزیم منعقد کرنا، لائبریری میں ان پر کوئی مستقل شعبہ قائم کروانا، اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایم فل یا پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے خود کوشش کرنا، یا کوشش کرنے والے کی معاونت کرنا۔

اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں منظوم خراج عقیدت پیش کرنا۔

ہاں! تو آپ کے ہاتھوں میں موجود "**فروغ رضویات اور علماے نیپال نمبر**" میں علماے اہل سنت کی کس قسم کی خدمات کا ذکر ہو گا واضح ہو گیا ہو گا۔ اب ذرا ایک نظر اس نمبر کے مشمولات پر بھی فرمائیں۔ یہ نمبر کل آٹھ ابواب پر مشتمل ہے:

باب اول: پیغامات و تاثرات:- اس باب میں اکابر و معاصر علماے اہل سنت کے اس نمبر کے تئیں پُر خلوص و حوصلہ افزا تاثرات ہیں۔ اس باب میں زیادہ تاثرات جمع کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تاکہ زیادہ تاثرات کے سبب ضخامت زیادہ نہ ہو۔ البتہ اس نمبر کی اشاعت کے بعد قارئین کے تعریفی اور تنقیدی دونوں طرح کے قیمتی تاثرات کے منتظر رہیں گے اور ان شاء اللہ ان کو آئندہ شمارے میں شکریہ کے ساتھ شامل شمارہ کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔

باب دوم: تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ:- نام ہی سے واضح ہے کہ اس باب میں خانوادۂ امام اہل سنت کی عظیم شخصیات کے تذکرے ہیں ان میں رئیس المتکلّمین علامہ نقی علی خان، امام اہل سنت امام احمد رضا خان، استاذ زمن علامہ حسن رضا خان، حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان، مفتی اعظم ہند مفتی مصطفیٰ رضا خان اور حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان رحمۃ اللہ علیہم کا تذکرہ اختصار سے کیا گیا ہے۔

باب سوم: فروغ رضویات میں ضلعی طور پر علماے اہل سنت کی خدمات:- اس باب میں ملک نیپال کے مختلف اضلاع کے علماے اہل سنت کے رضویاتی خدمات کو اجتماعی طور پر حیطۂ تحریر میں لایا گیا ہے۔ اس باب کے لیے صرف چار ضلع کا انتخاب کیا گیا تھا اور ہمارے قلم کار حضرات نے حتی المقدور موضوع کا حق ادا کرنے کی انتھک سعی کی ہے لیکن ہمارے منتخب کردہ چار میں سے صرف تین اضلاع کے علماے اہل سنت کی رضویاتی خدمات کو ہی قارئین کی بارگاہ میں پیش کر پا رہے ہیں اور ایک کسی ناگہانی سبب سے شامل نہیں کر پا رہے ہیں۔

باب چہارم: فروغ رضویات مختلف ذرائع سے:- اس باب میں کل پانچ عناوین ہیں جن پر ہمارے تجربہ کار اصحاب قرطاس و قلم نے اپنی تلاش و جستجو اور جد و جہد کے بعد لکھنے کی کوشش کی ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی بھی پوری پوری کوشش کی ہے۔

باب پنجم: فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے: اس باب میں اسلاف کرام اور ان کی ذات بابرکات اور رضویاتی

خدمات کا ذکر ہے۔

بابِ ششم :فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار : - اس باب میں اس وقت موجود علماے اہل سنت خواہ اکابر سے ہوں یا اصاغر سے، سب کا مختصر تذکرہ اور فروغ رضویات میں ان کی قابل قبول کاوشوں کو سپرد قرطاس کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس باب میں علماے اہل سنت نیپال کا ذکر کما حقہ نہیں ہو سکا ہے۔

بابِ ہفتم: تحریری مباحثہ :- اس باب میں ہمارے اکابر اور ماہر مفتیان کرام کی بارگاہ میں ادارہ کی جانب سے پیش کیے گئے چند سوالات کے معلوماتی جوابات ہیں۔ اس تحریری مباحثہ میں ہر ایک نے اپنے اپنے مطالعہ اور تجربہ کی روشنی میں ہر سوال کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی اور بالغ نظری سے تحریری شکل میں پیش کرنے کی سعی خیر فرمائی ہے۔

بابِ ہشتم: متفرقات :- اس باب میں کسی خاص موضوع نہیں بلکہ رضویات سے متعلق متفرق موضوعات پر لکھے گئے مقالات شامل کیے گئے ہیں۔

یہ ہے اس نمبر کی ایک ہلکی جھلک۔ مزید معلومات کے لیے اس نمبر کا ضرور ضرور مطالعہ کریں؛ کیوں کہ اس کے مطالعہ سے جہاں امام اہل سنت اور خانوادہ امام اہل سنت کی شخصیات کی سوانحِ حیات اور دینی، مذہبی اور ملی خدمات سے شناسائی ہوگی وہیں رضویات کے تئیں علماے اہل سنت نیپال کی خدمات سے بھی آگاہی نصیب ہوگی، ساتھ ہی رضویات کے تئیں علماے اہل سنت نیپال کس قدر مخلص ہیں اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

اس نمبر کو وقیع سے وقیع بنانے میں ہماری ٹیم اور مقالہ نگاران نے حتی المقدور تلاش و جستجو اور تحقیق و تفتیش تو کی ہی ہیں ساتھ ہی مواد کی فراہمی کے لیے علماے کرام سے رابطے بھی کیے ہیں تاکہ کسی کے رضویاتی خدمات شامل شمارہ ہونے سے رہ نہ جائے، لیکن پھر بھی ہمیں اعتراف ہے کہ ہم تمام کا استعاب نہیں کر سکے۔ ہاں! ساتھ ہی اس کی بھی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض حضرات سے دیدہ و دانستہ کسی حکمت و مصلحت کے سبب رابطہ نہیں کیا گیا بلکہ ہمارے مقالہ نگاران کے کچھ مقالات سے کچھ جگہوں کو بھی کی حکمت و مصلحت کے سبب حق ادارت کا استعمال کرتے ہوئے حذف بھی کیا گیا ہے جس کے لیے ہم پیشگی معذرت خواہ ہیں۔

اب اخیر میں ہم اپنے اکابر ملت اور علماے اہل سنت اور دست تعاون دراز کرنے والے اپنے معاونین اور فخر ملت فاونڈیشن و اراکین فخر ملت فاؤنڈیشن کا سراپا شکر گزار ہیں اور دست دعا پھیلائے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ! ہمارے تمام معاونین کی کوششوں اور کاوشوں کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرما اور دنیا و آخرت میں انہیں سرخرو فرما، آمین بجاہ النبی الکریم وعلیہ التحیۃ والتسلیم۔

چلتے چلتے اپنے قارئین کی بارگاہ میں عریضہ پیش کرتے ہیں کہ نمبر کی تیاری میں وقت کم اور کام بہت زیادہ تھا اس کے باوجود کوشش یہی کی گئی ہے کہ مضامین و مقالات قابل قدر اور معتبر و مستند رہیں اور کمپوزنگ، پروف ریڈنگ کی غلطیوں سے بھی پاک رکھنے کی پوری کوشش کی گی ہے۔ پھر بھی اگر کہیں کسی بھی طرح کی قابل اصلاح غلطی نظر آئے تو آگاہ فرمائیں ہم آپ کے سراپا سپاس ہوں گے۔

پیغامات وتاثرات

علماے کرام ومفتیان عظام

فروغ رضویات اور علماے نیپال پر پہلا کام

ہر دور میں انسانوں کی رہبری ورہنمائی اور اسلامی تعلیمات کی ترسیل کے لیے لسان وقلم کی ضرورت واہمیت رہی ہے۔ عرصہ دراز سے شدت کے ساتھ اس امر کا احساس کیا جارہا تھا کہ یہاں سے ایک بنیادی اور معیاری مجلہ شائع کیا جائے جس کے ذریعہ قرآن وحدیث اور اقوال فقہا وائمہ کی روشنی میں عقائد ومعمولات اہل سنت سے لوگوں کو روشناش کرایا جائے اور علماے اہل سنت کی دینی وعلمی خدمات، ملک نیپال کی مذہبی تہذیب وثقافت اور فکری حالات وکیفیات سے مسلمانان عالم کو واقف کرایا جائے۔ الحمدللہ علی احسانہ! گزشتہ چند سالوں سے اس طرف تیزی کے ساتھ پیش رفت دیکھی جارہی ہے۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی یہ رسالہ ”سہ ماہی سنی پیغام نیپال“ ہے جو مکمل ایک سال سے مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان کی حیثیت سے اس کام کو انجام دے رہا ہے۔ بڑی خوشی ومسرت ہوئی یہ سن کر کہ رضا صدی کے حسین موقع سے امام احمد رضا نمبر کی شکل میں ایک اہم اور منفرد موضوع ”فروغ رضویات میں علماے اہل سنت نیپال کے کردار“ پر پہلا کام منظر عام پر لایا جارہا ہے۔ جس سے نہ صرف علماے اہل سنت نیپال کی دینی خدمات کا مختصر تعارف ہوگا بلکہ اسی کے ضمن میں رضویات پر بھی ان کے خدمات لوگوں کے سامنے آئیں گا۔ یقیناً قابل مبارک باد ہیں فاضل نوجوان مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی، مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی، مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی اور ان کی پوری ٹیم جو فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال کے زیر اہتمام اس کام کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اور دعا گو ہوں کہ رب ذوالمنن جل شانہ بطفیل وجہ تخلیق کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کو اور آپ کے تمام معاونین کو دونوں جہاں کی سرفرازیوں سے بہرور فرمائے اور اس رسالہ کو مقبول انام بنائے اور قارئین کرام کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

(مفتی) محمد اسرائیل رضوی برکاتی نوری مصباحی
خادم التدریس والافتا:۔ دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین
علی پٹی شریف، ضلع مہوتری، نیپال

”سہ ماہی سنی پیغام“ کو مقبول انام بنائے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ملک نیپال کا ترائی علاقہ بہت سارے اعتبار سے نہایت زرخیز اور بے شمار خوبیوں سے معمور ہے، یہ وہی علاقہ ہے جہاں کے مسلمانوں کا ۸۰/ فی صد طبقہ اسلام و سنت اور مسلک اعلی حضرت کا عقیدت مند ہے، اور یہاں کے بے شمار علماے اہل سنت وہ ہیں جو ملک نیپال، ہندوستان اور جزائر عرب میں علم دین، اسلام وسنت اور مسلک اعلی حضرت کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں، اس علاقے کے اسلاف سے لے کر اخلاف تک چند علماے کرام اور قائدین اسلام کی ذات وشخصیت کا یہ عالم ہے کہ ان کی جلالت علمی، فقہ و افتا اور دینی و مسلکی قیادت ور ہنمائی کا لوہا مانا جاتا ہے، ان تمام علمی وفکری اور مسلکی خوبیوں کے باوجود اب تک یہاں سے کوئی ایسا دینی و اسلامی مجلہ شائع نہیں ہوا جو یہاں کی تہذیب وثقافت، اسلامی خدمات اور کارناموں کو تحریری شکل میں دنیا والوں کے سامنے پیش کر سکے۔

نہایت قابل مبارک باد ہیں فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال کے احباب وارکان جنھوں نے کما حقہ اس کمی کو پورا کیا اور تقریبا ایک سال سے بنام ”سہ ماہی سنی پیغام نیپال“ کے نشر واشاعت کا فریضہ انجام دینا شروع کیا۔ فقیر راقم السطور کے لیے خاص طور پر اور جماعت اہل سنت کے لیے عام طور پر مسرت بالاے مسرت کا امر ہے کہ عالم اسلام کی عبقری شخصیت سیدنا امام احمد رضا فاضل رضی اللہ عنہ کے عرس صد سالہ کے تاریخی موقع پر اس رسالے کا ”فروغ رضویات میں علماے اہل سنت نیپال کا کردار“ کے عنوان سے ایک تاریخی اور وقیع نمبر شائع ہونے جا رہا ہے۔ سہ ماہی سنی پیغام کے اہل قلم اور انتظامیہ کے پیہم اصرار پر مسلک اعلی حضرت کے تعلق سے راقم السطور نے بھی خامہ فرسائی کرنے کی کوشش کی ہے، جس کی حیثیت نقش اول کی ہے۔

میں اس نمبر کی اشاعت پر فخر ملت فاؤنڈیشن کے تمام احباب واعوان اور ملک نیپال کے جملہ علماے اہل سنت خصوصًا اس رسالے کی ادارتی ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ اس رسالے کا قلمی اور تحریری سفر اسی طرح جاری رہے، اور رب کریم اپنے محبوب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل فخر ملت فاؤنڈیشن اور اس کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ”سہ ماہی سنی پیغام“ کو مقبول انام بنائے! آمین ثم آمین وما توفیقی الا باللہ

فقیر ابو الضیاء محمد عبد المنان کلیمی عفی عنہ
مفتی شہر مراد آباد و صدر مجلس علماے ہند
و بانی جامعہ اسلامیہ کلیمیہ براہی، سور سنڈ، سیتا مڑھی بہار
۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۸

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

الحمد للہ علی احسانہ کہ ملک نیپال میں حال ہی میں آسمانِ صحافت پر طلوع ہونے والا مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان سہ ماہی ”سنی پیغام“ نہایت تیزی سے دین و شریعت کے احکامات و مسائل، مذہب و مسلک کی توضیحات وتشریحات اور اصلاحی وفلاحی مضامین کی روشنی نیپال اور بیرون نیپال پھیلا رہا ہے۔ اس کے اب تک چار شمارے شائع ہوئے ہیں اور چاروں راقم الحروف کے زیرِ مطالعہ آئے الحمد اللہ ثم الحمد للہ پہلے شمارے ہی سے اسے خوب سے خوب تر پایا۔ خصوصًا سہ ماہی ”سنی پیغام“ کا چوتھا شمارہ کئی جہت سے اپنی طرف دعوت مطالعہ ونظارہ دے رہا ہے۔

ایک جہت تو یہ کہ شمارہ خصوصی ہے اور وہ بھی ملک نیپال کے مسلم مسائل پر۔ جس میں شامل ہر ایک مضمون قابل مطالعہ ہے جس سے شرعی اعتبار سے ملک نیپال کی حیثیت اجاگر ہو رہی ہے ساتھ ہی نیپال میں درپیش مسائل اور چیلنجز اور ان کا حل، نیپال میں مسلمانوں کی آبادی، نیپالی مدارس کا جائزہ اور اس کی اصلاح کا درس اور نیپال میں ہونے والے جلسوں میں بے احتیاطی جیسی اہم معلومات سے آراستہ ہے۔ یہ کیا کم خوشی کی بات تھی کہ ایک مختصر وقت اور چند صفحات میں ملک نیپال کے بارے میں نہایت قابل قدر علمی خزانہ حاصل ہو رہا تھا، ابھی راقم اسی خوشی میں مگن تھا کہ اس کے اندر شائع اعلان پر نظر پڑی تو اس سے کہیں زیادہ خوشی سے دل جھوم جھوم گیا اور کیوں نہ جھومے کہ یہ اعلان تھا میرے رضا کے بارے میں۔ اعلان یہ تھا کہ سہ ماہی سنی پیغام کا پانچواں شمارہ ”فروغ رضویات اور علماے نیپال نمبر“ کے نام سے خصوصی شمارہ ہوگا۔ اس کے خاکہ پر بھی نظر پڑی تو اس کی ادارتی ٹیم کی محنت ولگن اور خلوص وللٰہیت کا بھی اندازہ ہوا اور دل سے دعائیں نکلیں۔

راقم سہ ماہی سنی پیغام کے اراکین، ادارتی ٹیم اور مقالہ نگاران کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ آپ حضرات عزم واستقلال اور ہمت و حوصلہ سے اتنے اہم اور اب تک تشنہ موضوع پر اپنی اپنی کاوشیں بارگاہ امام اہل سنت میں بطور خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ اس کے خاکہ سے واضح ہے کہ یہ خصوصی شمارہ جہاں اعلیٰ حضرت اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے تعارف و تذکرہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کی تشریح و توضیح پر مشتمل ہوگا وہیں علماے اہل سنت نیپال کی رضویاتی خدمات سے بھی دنیاے اہل سنت آشنا ہوگی۔ یقینًا موضوع ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ اس پر کام پہلے ہی ہونا چاہیے تھا۔ خیر! اس موقع پر راقم بس اتنا کہے گا کہ ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

اور شاید اس کام کا وقت نوشتۂ تقدیر نے یہی لکھا تھا جس کے سبب یہ کام پہلے نہ ہو کر اب ہو رہا ہے اور جب یہ کام ہو رہا ہے تو اس کام کے تعلق سے ؎ دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل اور بزرگانِ دین خصوصًا امام اہل سنت کے وسیلے سے ”سنی پیغام“ کو گھر گھر پہنچائے اور مقبول خواص وعوام بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

حقیر محمد عثمان قادری رضوی

خادم دار الافتاء والقضاء ادارہ شرعیہ وخادم الحدیث جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر، جنک پور، نیپال

نیپال میں بھی مسلک اعلیٰ حضرت کو خوب پہچانا جاتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نازش فکر وقلم، محب مکرم حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی دام ظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ آپ مع احباب بخیر وعافیت ہوں گے۔

دراصل ایک دن مناظر اہل سنت، فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی دامت برکاتہم العالیہ کا فون آیا، ہم نے حسب عادت حضرت سے گفتگو کی، چند منٹ تبادلہ خیالات کے بعد حضرت نے فرمایا! اس وقت نیپال سے ”سہ ماہی سنی پیغام“ نکلنے جارہا ہے، ان نوجوان علمائے کرام اور چند اہل ثروت کی خواہش ہے کہ وہ آپ کا نام مجلس مشاورت کے لیے منتخب کریں، ہم نے مسکراتے ہوئے عرض کیا حضرت مفتی صاحب اس کے لیے آپ کو ہم سے دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہے، آپ جہاں چاہیں ہمارے نام کا استعمال فرمائیں، اور ماشاءاللہ آپ تو بخوبی واقف ہیں کہ علمائے نیپال اس خادم سے بے حد محبت فرماتے ہیں، آپ نے تو بچشم خود نیپال کے دوروزہ عرس کے موقع پر ملاحظہ فرمایا تھا، اور جیسا کہ آپ نے فرمایا اس کی سرپرستی مفتی اعظم نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرمارہے ہیں، اور نگرانی فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ فرمارہے ہیں اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آپ خود اس میں بحیثیت نگران مجلس مشاورت ہیں۔ اب یہ تو ہمارے لیے خوش نصیبی کی بات ہوگی کہ ہم بھی آپ کے زیر نگرانی رہیں، خیر حضرت سے چند منٹ گفتگو ہوئی اور بات مکمل ہوگئی۔

پندرہ بیس دن کے بعد رسالہ نے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشا، حسن ترتیب، فکر انگیز اور معلومات افزا مضامین دیکھ، دل ودماغ روشن ہوگیا، قلم کاروں کے عصری اسالیب میں نقوش تحریر دیکھ کر دل سے دعائیں نکلیں، اللہ کرے ہو زور قلم اور زیادہ۔

سچی بات یہ ہے کہ آپ اور آپ کے سہ ماہی سنی پیغام کے مدیر فاضل نوجوان، محب گرامی وقار حضرت مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی دام ظلہ العالی کی محنتوں نے اس رسالہ کو خوب سجایا اور سنوارا ہے۔

ہم نے ۲۰/ اکتوبر ۲۰۱۸ء کی شب دس بجے کے بعد دعوت وتبلیغ اور فکر وفن میں ید طولیٰ رکھنے والے حضرت مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی کو انڈمان فون کیا۔ ماشاءاللہ آواز سن کر حسب عادت مچل گئے، ہم نے پہلے تو ان سے انڈمان کے احوال دریافت کیے، دراصل امسال حضرت نے ہمیں مجاہد آزادی، استاذ العلما حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک میں شرکت کے لیے مدعو فرمایا تھا، ہم نے حضرت کی شخصیت پر بہت کچھ پڑھا ہے اور تھوڑا بہت لکھا بھی ہے ،انقلاب ۱۸۵۷ء کے حوالے سے ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا خصوصی شمارہ بھی نکالا ہے، اور متعدّد مضامین لکھے ہیں اور قریب چار سو صفحات پر مشتمل حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نمبر بھی مکمل تیار ہے، ہمیں حضرت مجاہد آزادی اور دیگر مجاہدین آزادی سے قلبی لگاؤ ہے، ہم نے حضرت ثمر مصباحی کی دعوت بخوشی قبول کی اور ۹/ فروری ۲۰۱۸ء کو ہم بابت پور

(بنارس)ائیر پورٹ پہنچے اور وایا دہلی کولکاتا پہنچے اوراس کے بعد انڈمان پہنچ گئے ،ماشاءاللہ وہاں ہمارے حضرت مولاناعبدالرحیم ثمر مصباحی اپنے کثیر احباب کے ساتھ استقبال کے لیے موجود تھے ،اور حسب روایت یہ نورانی قافلہ ہمیں انڈمان کے وسیع علاقے میں موجود حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر لے گیا،قل شریف ہوااورایصال ثواب کے بعد ہم لوگ اپنی قیام گاہ پر پہنچے ،یہ ایک مکمل تفصیلی موضوع ہے۔

اہل انڈمان کا فرمانا ہے کہ اس بار کا عرس اب تک ہونے والے تمام اعراس سے کامیاب رہا،خیر یہ صاحب عرس کا فیضان اور انتظامیہ کی شب وروز محنت کا نتیجہ ہے۔

ہم نے حضرت مفتی عبدالرحیم ثمر مصباحی سے دریافت کیا کہ آپ کے ”سنی پیغام ،نیپال“ کا کیا حال ہے ؟ہم نے تو صرف پہلے ہی شمارے کی زیارت کی ہے ،اتنا سن کروہ مضطرب ہوگئے اور فرمایابس ابھی چند منٹ میں تازہ شمارہ آپ تک پہنچ جائے گا،اس کے بعد آنے والے شمارہ کا عنوان ہوگا” فروغ رضویات اور علمائے نیپال“۔ حضرت نے فرمایاکہ یہ اعلی حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے جشن صد سالہ کے موقع پر منظر عام پر آجائے گا،آپ سے گزارش ہے کہ بس ابھی آپ اپنا تاثر نوٹ کردیں،اس لیے کہ رسالہ کل ہی پریس چلاجائے گا،ہم نے عرض کیا ٹھیک ہے ان شاءاللہ کچھ نہ کچھ لکھنے کی کوشش کریں گے۔ہم نے لکھنا شروع کیا ہی تھا کہ جامعہ اشرفیہ کے کامیاب استاذ محب گرامی حضرت مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی نے تازہ شمارہ قریب گیا بجے شب ایک طالب علم کے ہاتھ ہمارے پاس بھیج دیا،تازہ شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۸ء کا ہے،اور یہ خود خصوصی شمارہ بعنوان ”نیپال مسلم مسائل “ ہے،اس کے مضامین بھی وقیع اور موضوع کے چند اہم گوشے قابل مطالعہ ہیں،سردست صرف عناوین ملاحظہ فرمالیں:اداریہ سہ ماہی سنی پیغام نیپال:ایک سالہ تکمیل کی خوشی ،دیگر اہم مضامین یہ ہیں(۱) نیپال دارالاسلام یا دارالحرب ؟(۲) نیپال میں مسلمانوں کی آبادی(۳)نیپال اور نیپالی مسلمانوں کے درپیش چیلنجز (۴)مدارس کے نصاب ونظام میں اصلاحات(۵)موجودہ دینی جلسوں کا المیہ(۶) گذشتہ شماروں پر علمائے کرام کے تاثرات۔

راقم ان تحریروں کے پڑھنے سے توقاصر رہا،سردست صرف حضرت مدیر اعلی کے مضمون ” نیپال دارالاسلام یادارالحرب؟دارالحرب کی تقدیر پر یہاں جمعۃ المبارک کا کیا حکم ہے ؟ “ مضمون فقیہانہ بصیرت سے لبریز ہے۔مضمون کے آخر میں حضرت لکھتے ہیں:

” خلاصہ مضمون : اس پورے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ اولا ملک نیپال دارالاسلام کی جامع تعریف کے مطابق ہی دارالاسلام ہے ،ثانیا صاحبین کے قول کے مطابق بدرجہ اولی دارالاسلام ہے ،اور بر سبیل تنزل اگر نیپال دارالحرب بھی ہوتو پھر بھی دفع فساد مظنون بظن غالب اور عموم بلوی کے سبب نماز جمعہ وعیدین جائز ودرست ہے ،خواہ قول امام اعظم کے بجائے صاحبین کے قول کو اختیار کرتے ہوئے دارالاسلام کی تعریف میں وسعت پیدا کرکے یا مجلس شرعی،(جامعہ اشرفیہ، مبارک پور) کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے مذہب حنفیہ سے مذہب مالکیہ کی طرف عدول کرکے۔“

بہر کیف یہ رسالہ بھی بہت وقیع ہے جیساکہ سرسری طور پر ہم نے دیکھنے کی کوشش کی۔

اب ہم مبارک بادیوں کے گلدستے پیش کرتے ہیں کہ سہ ماہی سنی پیغام نیپال کا اگلا شمارہ جو کہ فروغ رضویات اور علمائے نیپال کے حوالے سے ہوگا، حضرت مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی صاحب نے فرمایا کہ بس خصوصی شمارے میں علمائے نیپال کی خدمات کو موضوع بنا گیا ہے، اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ عظیم مجدد اور بلند پایہ مصنف ہیں، آپ نے پچاس علوم وفنون پر کثیر قلمی سرمایہ چھوڑا، آپ کے تجدیدی کارناموں کے اثرات عالم اسلام میں محسوس کیے جارہے ہیں، نیپال تو بالکل قریب ہے ہندوستانی علما ومشائخ کی وہاں خوب آمد ورفت رہتی ہے، نیپال میں بھی مسلک سواد اعظم مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلی حضرت کو خوب پہچانا جاتا ہے، نیپال کے مشاہیر علمائے کرام نے ہندوستان میں تعلیم فرمائی ہے، ایک بڑی تعداد فرزندان جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کی ہے۔

اب ہم آپ سب کو دل کی گہرائیوں سے ہدیہ تبریکات پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں۔

فقط والسلام۔
مبارک حسین مصباحی
خادم التدریس والصحافۃ، جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۱۱ صفر المظفر ۱۴۴۰ھ / ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۸ء

○

فروغ رضویات کے لیے افکار رضا کو عام کرنے کی ضرورت ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

الله رب محمد صلى عليه وسلما * نحن عباد محمد صلى عليه وسلما

عزیزی مولانا علاء الدین امن رضوی صاحب قبلہ سے معلوم ہوا کہ بذریعہ سہ ماہی سنی پیغام صد سالہ عرس اعلی حضرت کے پر بہار موقع پر فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت نیپال کا کردار کے عنوان سے نمبر شایع کیا جارہا ہے۔ ما شاء اللہ بڑی شادمانی کی بات ہے۔ اپنے محسن کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے اہل سنت نیپال کی خدمات بھی لوگوں تک پہنچیں گی۔ فروغ رضویات کے لیے افکار رضا کو عام کرنے کی ضرورت ہے اور وہ تصنیفات رضا سے آشکارا ہیں۔ فقیر قادری مولی تبارک وتعالی کی بارگاہ میں عرض گزار ہے کہ وہ اراکین ومعاونین سہ ماہی سنی پیغام اور علمائے اہل سنت نیپال کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ فقط والسلام

فقیر محمد عمر رضا قادری نوری غفرلہ
بریلی شریف

○

اللہ اس سنی پیغام کو عام کرے اور عوام کی ضرورت بنائے

گزشتہ چند سالوں میں علما و مفتیان نیپال کی قلمی و تحقیقی فتوحات دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب ان کی قلمی و تحقیقی فتوحات کی زمین بالکل نئی نظر آتی ہے کسی کی جوتی ہوئی نہیں ہوتی؛ اس لیے کہ جوتی ہوئی کھیتی میں کاشت کاری تو اکثر لوگ کر لیتے ہیں، لیکن خود ہی زمین تلاش کرنا، زمین تیار کرنا اور اس میں فصل کاری کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔ ایک زمانہ تھا جب علمائے نیپال کی تحریر بہت کم نظر آتی تھی اور لکھنے والے بھی بہت کم نظر آتے تھے۔ ایسا نہیں کہ ان میں لکھنے کی صلاحیت ہی نہیں تھی، نہیں، بلکہ اپنی اس صلاحیت کا بالفعل اظہار نہیں کرتے تھے، خواہ جس بھی سبب سے ایسا ہو۔

خصوصاً سواد اعظم اہل سنت و جماعت مسلک اعلی حضرت کے بے باک ترجمان کے زیر اہتمام پہنچنے والے خصوصی تحفے کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اب ملک نیپال بھی قلمی اعتبار سے خود کفیل ہو رہا ہے؛ اس لیے کہ A4 سائز میں تقریباً ۲۵۰ر صفحات پر مشتمل ضخیم نمبر میں تمام اہل قلم ملک نیپال کے ہی ہیں، جو ایک خوش آئند امر اور جہان قلم میں ملک نیپال کے روشن مستقبل کی غماز ہے۔

اس خصوصی اشاعت کی خبر سننے اور عناوین اور اہل قلم کے اسمائے گرامی دیکھنے کے بعد ہی بڑی خوشی ہوئی تھی مگر ساتھ ہی یہ خدشہ بھی لاحق ہوا تھا کہ ایڈیٹر اور ان کی ادارتی ٹیم کیا ان اصحاب قلم سے لکھوانے میں کامیاب ہوئے گی اور کیا اس نمبر کی کامیاب اشاعت ہو پائے گی؟ اور اب رسالے کی تیاری کی سمت معلوم ہونے کے دل نے یہی کہا" من جد وجد " ۔

یقیناً اس خصوصی اشاعت پر ہم ایڈیٹر، نائب ایڈیٹر، پوری ادارتی ٹیم، اراکین فخر ملت فاؤنڈیشن اور تمام مشیر کار و شریک کار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ملک نیپال سے اتنی اہم کوشش بلکہ کامیاب کوشش نے پورے ملک نیپال کی جانب سے جشن صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر فرض کفایہ ادا کر دیا؛ کیوں کہ بیشتر ممالک سے بارگاہ امام اہل سنت میں کچھ نہ کچھ نذرانے پیش کیے جا رہے ہیں مگر نیپال کی جانب سے بالکل خاموشی تھی جسے اس خصوصی اشاعت نے دور کر دیا بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس خاموش ماحولی میں کہرام مچانے کے مصداق ہے۔ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس رسالے کے کارکنان، معاونین اور مخلصین کو اس کا بہتر جزا عطا فرمائے اور اس سنی پیغام کو عام کرے، مقبولیت تام عطا فرمائے اور عوام کی ضرورت بنائے، آمین بجاہ جد الحسن والحسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فقیر ابو العلا محمد اسماعیل حسینی
خانقاہ اسماعیلیہ، کھردہ، کولکاتا-۱۱۷

سنی پیغام دنیاے سنیت میں ہلچل مچانے والا رسالہ

مکرمی ایڈیٹر سنی پیغام نیپال   سلام مسنون

زندگی کیا ہے بتانے کو سنی پیغام آئے ہیں   حق پہ مٹ جاؤ سکھانے کو سنی پیغام آئے ہیں

یکم محرم الحرام ۱۴۳۹ھ ربیع الآخر ۱۴۳۹ھ رجب المرجب ۱۴۳۹ھ شوال المکرم ۱۴۳۹ھ سنی پیغام کے چاروں شمارے پڑھنے کے بعد دل باغ باغ ہوگیا اور امید کی کرن پھوٹی کہ ان شاء المولی تعالی محبت کا چراغ، ادب کا سلیقہ اسلام کے آئینے میں مسلک اعلی حضرت سمجھنے کا طریقہ بنام سنی پیغام دنیاے سنیت میں ہلچل مچانے والا رسالہ ہے۔ مولی تعالی اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے یوما فیوما ترقی کا زینہ عطا فرمائے! آمین ثم آمین

الحمدللہ! امام احمد رضا نمبر نکلنے کی خبر پر بے حد مسرت و شادمانی حاصل ہوئی۔ اعلی حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کے دیوانے جو جذبہ و جستجو اور ترویج مسلک اعلی حضرت کے اسلحہ سے لیس ہیں، امام احمد رضا کی سچی غلامی کا قلادہ گردن میں ڈالے ہوئے مسلک اعلی حضرت کے فروغ و استحکام کی خاطر سوئے منزل رواں ہے، انتہائی قلیل و مختصر مدت میں شبستان رضا سے خوشہ چینی کر کے وہ ایک امام احمد رضا نکالنے کا عزم کیا ہے یہ سب فیض زاہد ملت ہے اور جامع علم و فن مفکر اسلام عمدۃ المحققین امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی فخر نیپال صاحب قبلہ و قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ و مناظر ایشیا شیر اعلی حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب قبلہ کی شفقت و دعا کی جلوہ سامانیاں و کرم نوازیاں ہیں کہ عزیزی حضرت علامہ مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی زاد اللہ علمہ وقدرہ اپنے جذبہ و خلوص اور ایثار و للّٰہیت سے مسلح ہو کر فکر رضا کی تحقیق و اشاعت میں سینہ سپر اور صف آرا ہیں اور قابل مبارک باد و حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں و عزیزان حضرت علامہ مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی و مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی و حضرت علامہ مولانا محمد فضل یزدانی امجدی و مولانا محمد ہدایت اللہ رضوی مع تمام مجلس مشاورت کے ایسی معرکۃ الآرا و عظیم الشان امام احمد رضا نمبر کی اشاعت کر کے تاریک دلوں کو روشنی، پژمردہ روح کو تازگی اور فکر و نظر کو بالیدگی بخشنے کے ساتھ اہل ایمان کے لیے سامان فرحت و انبساط اور انجلاے قلب و روح کی سوغات فراہم کر رہے ہیں۔ امید واثق ہے امام احمد رضا نمبر ظاہری و معنوی ہر طرح کی علمی و ادبی خوبیوں سے آراستہ ہوگا۔ میری دلی دعا ہے مولاے کریم حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی و فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال کے تمام ارکان اس کے صدقے میں دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اجر جزیل و ثواب جمیل عطا فرمائے! آمین بجاہ سید المرسلین

محمد سعادت حسین اشرفی
ناظم اعلی الجامعہ الامانیہ علی پٹی شریف

* * *

مولیٰ تعالیٰ فروغ رضویات کی ہمیشہ توفیق بخشے۔

ملک نیپال میں سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان سہ ماہی سنی پیغام نیپال جو ایک سال تمام کرنے جارہاہے ۔ بہت مبارک باد ہیں وہ لوگ جو ان کی خدمت کرتے رہے اور امید ہے کہ اس میں حصہ لیتے رہیں گے۔ خصوصی طور پر میں ان حضرات کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنھوں نے فخر ملت فاونڈیشن قائم کیا اور تصنیف کا کام کرنے میں مشغول ہوئے اور دنیا میں سہ ماہی رسالہ کو پہنچا کر داد و تحسین حاصل کررہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی اور ان کے رفقا قابل مبارک باد ہیں کہ امام اہل سنت و جماعت الشاہ مجدد مأۃ حاضرہ حضرت احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صد سالہ عرس کے موقع پر فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر کے عنوان سے تحریری گلدستہ پیش کررہے ہیں۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے اور فروغ رضویات کی ہمیشہ توفیق بخشے !آمین ثم آمین

فقیر عبد العزیز رضوی
ناظم دار العلوم عطائے مصطفٰے بیلا جنکپور دھنوسہ نیپال
۳۰/ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء

قلبی صدا

چودہویں صدی ہجری کے مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کو اس دار فانی سے دار جاویدانی کی طرف منتقل ہوئے ایک سو سال کا عرصہ گزر گیا ۱۴۴۰ھ چودہ سو چالیس ہجری اپنے دامن پر بہار میں لاتعداد خوبیاں رکھتی ہے۔ ان مجدد اعظم کی بارگاہ عالی جاہ میں ہند و بیرون ہند کے سنی صحیح العقیدہ ادارے اپنے اپنے طور پر خراج عقیدت و گلہائے محبت بصد احترام نذر گزارنے کے لیے تحریری و تقریری نگارشات پیش کر کے بارگاہ رضا کے قریب ہو کر فیضیاب ہونے کی کوشش کی ہے اسی شمار و قطار میں ملک نیپال سے شائع ہونے والا سہ ماہی مجلہ سنی پیغام ہے، میدان صحافت میں قدم رکھنے والا یہ مخلص مجلہ اپنے نو پید اقدام کے باوجود کلاسیکی اردو ادب میں اپنا مقام بنانے میں کامراں ہے۔

الحمد للہ یہ مقبول عوام و مطلوب خواص جریدہ ہر لحاظ سے عمدہ ہے بہت عمدہ ہے اچھا بہت اچھا ہے یہ اپنی اشاعت میں کہنہ مشق لگتا ہے ہم اسے آئندہ کے لیے نیک فال تصور کرتے ہیں یہ رسالہ جس اہتمام شان سے اشاعت پذیر ہے وہ قابل تعریف ہے۔

نہایت خوشی کا مقام ہے کہ اس عرس رضوی اور اس کے زریں جشن صد سالہ کے موقع سعید پر "فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر" کی بابرکت اشاعت اور اس کے مشمولات سے رضویات کی صرف جھلک ہی محسوس نہیں ہوتی بلکہ اس کے جملہ صفحات رضویات رضویات کی مقدس صدا لگاتے دکھ رہے ہیں۔ یقیناً یہ کارِ خیر فروغِ رضویات پر دال اور مسلک اعلیٰ حضرت پر مدلول ہے۔

ماشاء اللہ اس کے ارکان نہایت مخلص ہیں انہیں کے خلوص عظمت کا بابرکت صلہ ہے کہ یہ آئے دن ترقیات کا زینہ طے کرتا جارہا ہے اس کے جملہ مشمولات بہتر ہیں یہ رسالہ آل نیپال کا عموماً اور ترائی کا خصوصًا نمائندہ ہے جملہ علماے اہل سنت، مسلک اعلیٰ حضرت حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کا ترجمان اور رضویات باوقار کا آرگن ہے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں ان مخلص حضرات کی بارگاہ محبت میں جو اپنا خون جگر جلاکر اسے شب وروز روشنی فراہم کرتے ہیں یقیناً ان کا خلوص اس شعر کے مصداق ہے۔

جلاکر اپنی شمع زندگانی　　تیری محفل کو روشن کررہا ہوں

بالخصوص اس کے مدیر اعلیٰ ادیب الادباء حضرت مولانا عطاء النبی سلمہ اللہ القوی موصوف اپنی چھوٹی سی کامیاب عمر میں ڈھیر سارے تجربات لیے ہوئے اس گلشن کی آبیاری فرماکر اس کی تزئین کاری کرتے ہیں یہ شاہین صفت جگر گردہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے تصدق اسے عرش کی بلندی عطا فرمائے اور اس کی سطر سطر سے پھوٹنے والی نوری کرن دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل جائے، کاش یہ سہ ماہی، ماہ نامہ میں تبدیل ہوجائے یہ میری عین خواہش ہے۔

دعاگو دعاجو
محمد مصلح الدین قادری
سجادہ نشین خانقاہ قادریہ برہانیہ
وشیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج
یکم صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات

اب یہ جمود ٹوٹ رہا ہے

بزرگوں کی گوں ناگوں خدمات کو یکجا کرکے قوم تک پہنچانا، گلزار کائنات میں بکھرے ہوئے رنگا رنگ پھولوں کو اکٹھا کرکے ایک خوب صورت گلدستے میں تبدیل کرنے کے مترادف ہے۔ یہ بڑی عرق ریزی، جاں فشانی اور دل سوزی کا کام ہے جس کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ مورخین، سوانح نگار اور تذکرہ نویس اکابرین امت کے کارہاے گرانمایہ کو انتہائی کدوکاوش کے ساتھ جمع کرکے اقوام عالم تک پہنچانے کا مقدس فریضہ بحسن وخوبی انجام دیتے آرہے ہیں۔

اپنے بزرگ تذکرہ نویسوں کی اسی مبارک روش پر چلتے ہوئے عزیز القدر حضرت مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، ان کی ادارتی ٹیم اور اراکین فکر ملت فاونڈیشن نے ”نیپال“ سے شائع ہونے والے مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان سہ ماہی ”سنی پیغام“ کے تحت جشن صد سالہ کے موقع سعید پر ”فروغ رضویات اور علماے اہل سنت نیپال نمبر“ شائع کررہے ہیں جس میں اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے مضامین کے ساتھ ساتھ ملک نیپال کے متعدّد مستند و معروف علماے کرام ومفتیان عظام کی تدریسی، تعلیمی، تصنیفی، تحقیقی، دعوتی واصلاحی اور تعمیری وتحریکی رضویاتی خدمات شامل شمارہ کررہے

ہیں۔ جس سے جہاں اعلیٰ حضرت، خانوادہ اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے معلومات میں اضافہ ہوگا وہیں علماے اہل سنت نیپال کی رضویاتی خدمات سے بھی آگاہی حاصل ہوگی۔

اپنی بلند ترین چوٹی {ماونٹ اوریسٹ} اور اپنے پر امن و خوشگوار ماحول کے لیے پوری دنیا میں مشہور 'نیپال" ہندوستان کا پڑوسی ملک ہے۔ دونوں ملک کی آب و ہوا، تہذیب و ثقافت اور رسوم و رواج میں بہت زیادہ یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یوپی، بہار، سکم اور آسام وغیرہ کئی ہندوستانی صبہ جات سے نیپال کی سرحدیں ملتی ہیں۔ دونوں ممالک میں فری آمد و رفت ہونے کی وجہ سے دونوں جگہ کے سرحدی علاقوں کے لوگ آپس میں تجارتی لین دین اور رشتہ داریاں بھی خوب کرتے ہیں۔

دونوں ممالک میں اتنی قرابت کے باوجود عام ہندوستانی مسلمان ہی نہیں بلکہ علماے کرام کی اکثریت بھی نیپالی مسلمانوں کے مسائل اور علماے نیپال کی خدمات سے اچھی طرح واقف نہیں جس کی بنیادی وجہ علماے نیپال کا علماے ہند سے اپنی خدمات سے واقف نہ کرانا ہے۔ الحمدللہ کہ اب یہ جمود ٹوٹ رہا ہے اور نیپالی علما کی نئی نسل اپنے اکابرین کی ہمہ جہت خدمات کو مجتمع کرکے علماے ہند اور دیگر ممالک کے علما تک پہنچانے میں ہمہ تن سرگرم عمل ہے۔ ”فروغ رضویات میں علماے اہل سنت نیپال“ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک قابل ذکر کڑی ہے۔ دعا ہے کہ مولی کریم بطفیل روف رحیم ﷺ سہ ماہی سنی پیغام کے اراکین کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور مزید علمی و قلمی خدمات کا سفر جاری رکھے آمین یارب العالمین

دعاگو

ابوالحسنات محمد ممتاز عالم مصباحی

خادم بعہدہ شیخ الحدیث: جامعہ رضویہ مناظر العلوم، نئی جامع مسجد بالو پور، کان پور

○

رسالہ معیاری اور معلوماتی مضامین سے معمور و بھرپور ہے

فخر صحافت، مدیر اعلی سہ ماہی سنی پیغام حضرت علامہ مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی و نائب مدیر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالرحیم صاحب ثمر مصباحی نائب قاضی ضلع مہوتری نیپال۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا!

خداے پاک آپ کو لاکھوں بلائیں کروڑوں دشمن سے محفوظ رکھے اور روز بروز آپ کی ادارت میں سہ ماہی سنی پیغام عروج وارتقا کی منزلیں طے کرتا جائے آمین۔

آپ حضرات کی مخلصانہ سرگرمیوں، مسلسل جدوجہد نیز علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے یا اسے یوں کہیے کہ خدا کسی کی محنت کو رائیگا نہیں کرتا، آپ جیسے منفرد اور باکمال صاحب قلم نے سہ ماہی سنی پیغام کا قلمدان سنبھالا ہے، جس سے ماشاء اللہ سنی پیغام خوب

سے خوب ترقی کی جانب رواں دواں ہے، حلقہ احباب اور عام قارئین میں سنی پیغام کی مقبولیت میں خاصہ اضافہ ہوا ہے۔

آج کل کی صحافت وہ بھی خالص دینی و مذہبی بلاشبہہ نہایت صبر آزما و حوصلہ شکن ہے، قدم قدم پہ مصائب و مشکلات کے نوکیلے کانٹے بچھے ہوئے ملیں گے، کبھی اغیار کی مخالفتوں سے دوچار ہونا پڑے گا اور کبھی اپنوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا، لیکن جب مردان حق اخلاص وللّٰہیت اور عشق ووفا کے جذبہ کے ساتھ قوم وملت کی تعمیر اور تنظیم اور ان کے دین وایمان کی حفاظت وبقا کی خاطر اپنی علمی، اصلاحی، تبلیغی اور قلمی نیز اسی قسم کی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیتے ہیں تو نصرت خداوندی و رحمت الٰہی یقیناً ان کا ساتھ دیتی ہے، اور جب خدا کا خاص فضل وکرم ان پہ سایہ فگن ہو جاتا ہے تو پھر ساری دنیا خود بخود ان کے قدموں میں سمٹ آتی ہے۔

وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے
جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا

سہ ماہی سنی پیغام کے چار شمارے یکے بادیگرے نظر نواز وباصرہ نواز ہوئے، سنی پیغام موصول ہونے پر ہر کام کو چھوڑ کر اس کے مطالعہ میں منہمک ہو جاتا ہوں۔

ماشاء اللہ چاروں رسالے معیاری اور معلوماتی مضامین سے معمور و بھرپور ہیں، خصوصیت کے ساتھ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۸ء کا خصوصی شمارہ بنام "نیپال مسلم مسائل" جس میں ملک نیپال کے دار الاسلام یا دار الحرب ہونے کا تفصیلی ذکر ہے، نیز نیپال کی تفصیلی تاریخ اور ہر ہر ضلع میں مسلم آبادی کی تعداد پیش کی گئی ہے، یہ ایسی معلومات جو بڑی تلاش وجستجو کے بعد نہایت سلیقہ سے پیش کیے گئے ہیں۔

پھر سنی پیغام کا پانچواں خصوصی شمارہ جس میں "فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت نیپال کا کردار" "فروغ رضویات میں ضلعی طور پر علمائے اہل سنت کے کردار وغیرہ جیسے اہم عناوین شامل شمارہ کی کوشش جاری ہے۔

یہ سہ ماہی سنی پیغام کی بہت اعلی اور نمایاں خدمات ہیں، جس سے ان شاءاللہ العزیز سارے لوگ مستفیض ہوں گے۔

اللہ تعالی اپنے حبیب پاک کے صدقے "فخر ملت فاؤنڈیشن" کے جملہ ارکان کو جزائے خیر عطا فرمائے، جن کی بے پناہ محنتوں اور جن کے تعاون کے ذریعہ یہ سہ ماہی سنی پیغام جاری ہوا، ساتھ ہی مدیر اعلی اور نائب مدیر اور ان کے جملہ معاون ومددگار کی عمر میں علم میں عمل میں اور قلمی طاقت میں رب قدیر بے پناہ برکتیں عطا فرمائے، بالخصوص سرپرست رسالہ رازی زماں، غزالی دوراں، مفکر اسلام، مناظر اہل سنت، جامع معقولات ومنقولات، قاضی القضاۃ حضور امین شریعت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اسرائیل المعروف حضور فخر نیپال صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے، تادیر ان کا سایہ ہم لوگوں کے اوپر قائم رکھے، اور قطب نیپال سرکار زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیض کے صدقے رسالہ سنی پیغام کو ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

محمد داؤد حسین رضوی مصباحی

خادم۔ الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین، بھمرپورہ، مہوتری، نیپال

وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری　　حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

حضور اقدس محبوب رب العلمین سید المرسلین افضل الانبیا ﷺ کی ذات ستودہ صفات ایسی جامع الکمالات اور بے مثل ومثال ہے کہ آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے، نہ ہے، اور نہ کبھی کوئی ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کی محبت ایمان کی جان ہے بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر ایمان کی بقا ہے۔ قرآن مقدس میں اللہ جل شانہ تبارک و تعالیٰ نے ”وتعزروہ وتوقروہ“ ارشاد فرما کر یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی تعظیم و توقیر ایمان اور عمل کے درمیان کی ایسی مضبوط کڑی ہے کہ اس کی عدم موجودگی میں ایمان و عمل دونوں بیکار ہیں۔ لہذا تمام مومنین پر لازم ضروری ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی تعظیم و توقیر ملحوظ رکھیں اور یہی محبت رسول کا تقاضا ہے۔

یہ عام تجربہ کی بات ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اس کا تذکرہ ہر وقت کرتا ہے، اور اسی تذکرہ سے وہ محبت کے آداب بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور اس محبت کے آداب کی بجاآوری سے اپنی محبت کو اور زیادہ مضبوط اور مستحکم کرتا ہے اور اپنے دل میں چین و سکون محسوس کرتا ہے۔ حضور اقدس کا ذکر تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ”ورفعنا لك ذكرك“ کے ارشاد سے ایسا بلند فرمایا ہے کہ بقول امام عشق و محبت۔

عدوك يستحق طول الزمان　　وباسمك يلهج كل لسان
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے　　نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

ہر دور میں ایسے عشاق صادق پیدا ہوئے ہیں کہ جنھوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ عشق رسول اکرم اور یاد رسول اعظم میں گزارا، اور انھوں نے عشق رسول کے پرچم کو بلند کرنے کے لیے اپنی زندگی کا ہر لمحہ صرف کر کے پورے عالم کو یہ پیغام دیا کہ ایک مومن کی حیات کا مقصد عشق رسول ہی ہونا چاہیے۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ اور آپ کے مسکن کے حالات بہت سے لوگوں نے اپنے اپنے زمانے میں لکھے اور بڑے بڑے علما نے اپنی امکانی کوشش پر قلمیں اٹھائیں، لیکن آپ کے اوصاف کماحقہ ظاہر کرنا بشری طاقت سے باہر تھا، تاہم ملک نیپال جیسے کفرستان کی گود سے ”سہ ماہی سنی پیغام نیپال“ نامی ایک رسالہ فخر ملت فاؤنڈیشن کے اہتمام میں شائع ہو رہا ہے۔ جس کے مدیر اعلی اور ایڈیٹر جواں سال حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی نیپالی کی محنت و کاوش اور ان کے ہم دم ہم سفر وجملہ اراکین کی تحریری و تبلیغی کاروائی اور دینی و ملی خدمات سے متاثر ہو کر میں یہ کہنے پر فخر محسوس کرتا ہوں اور مبارک بادی پیش کرتا ہوں کہ نیپال کی قحط زدہ سنگلاخ زمین دینی و ملی خدمات اور ان کے قلموں اور تحریروں کی برکت سے سرسبز و شاداب ہو رہی ہے۔ اور نہایت خوشی کا مقام ہے کہ سہ ماہی سنی پیغام کے پلیٹ فارم سے صد سالہ عرس رضوی میں امام اہل سنت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے اور علمائے اہل سنت نیپال کی رضویاتی خدمات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لیے ”فروغ رضویات اور علمائے اہل سنت نیپال نمبر“ شائع کر رہے ہیں۔

اور لائق مبارک باد اس سہ ماہی سنی پیغام کے اصل محرک عالی جناب حضرت مولانا محمد فضل یزدانی امجدی ہیں جنھوں نے نیپال و ہند کے مشترکہ علمائے اہل سنت کی خدمات حاصل کرکے سنی پیغام کی مقبولیت کو چار چاند لگانے میں تن، من، فن کی بازی لگا رکھی ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ خدائے بزرگ و برتر اس پوری جماعت کو دین و دنیا میں سرخرو، سرفراز رکھے جیسے انھوں نے سنی پیغام کو بام عروج تک پہچانے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

فقط

محمد علیم الدین نوری

بانی و مہتمم:۔ جامعہ حضرت عائشہ صدیقہ انسٹی ٹیوٹ بیلا جنکپور دھام نیپال

یہ رسالہ قارئین کے لیے ایک نیا اور خوبصورت تحفہ ثابت ہوگا

نیپال ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی تقریبًا ۳۰۶۸؍ بکرمی سال مردم شماری کے مطابق ۲؍ کروڑ ۶۴؍ لاکھ ۹۴؍ ہزار ۵۰۶؍ ہے۔

یہاں پر ہر فرد کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے اپنے مذہب کے اصول پر عمل کرنے کی پوری آزادی ہے لیکن ملک کے آئینی اصول و ضوابط کا احترام بہرحال ضروری ہے۔ ایک سروے کے مطابق ۵۴ ۴؍ فیصد مسلم آبادی ہیں۔ لیکن دوسرے سروے کے مطابق اس ملک میں مسلمانوں کی آبادی ۵؍ سے ۱۰؍ فیصد تک بتائی جاتی ہے۔ یہاں اردو بولنے والوں کی آبادی ۱۵؍ سے ۴۰؍ فیصد تک ہے۔

ازیں قبل اردو زبان میں بہت سارے رسائل منصۂ شہود پر آئے اور کچھ مدت جلوہ بکھیرنے کے بعد بند ہوگئے۔ سہ ماہی رسالہ (سنی پیغام) جنک پور ضلع دھنوشا نیپال سے نکلنے والا جس کی خوب صورت حنابندی دل کو باغ باغ اور دماغ کو معطر کرتی ہے اس رسالہ کے ذریعہ نیپال میں علمائے اہل سنت کی رضویاتی خدمات دنیا کے سامنے لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالاں کہ یہ کام پچاس سال قبل ہونا چاہیے۔

بفضلہ تعالیٰ اب یہاں کے علما اور انشاء پرداز بیدار ہوچکے ہیں۔ یہ رسالہ تقریبًا ۲۵۰؍ صفحات پر مشتمل اپنی تمام تر خوبیوں سے آراستہ ہوکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ کے جشن صد سالہ کے پربہار موقع پر مختلف عناوین کے تحت آنکھوں کا نور اور دلوں کا سرور بننے والا ہے۔ یقینًا یہ رسالہ قارئین کے لیے ایک نیا اور خوبصورت تحفہ ثابت ہوگا۔

دعا ہے کہ رب ذوالجلال اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس رسالہ کے سرپرست، ایڈیٹر، مدیر معاون اور اس میں دل چسپی لینے والے حضرات کو بہترین اجر عطا فرما کر دارین کی نعمتوں سے مالامال کرے۔ آمین

محمد صفی اللہ قادری
نائب شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج ضلع الہ آباد
۲۹؍ محرم الحرام مطابق ۱۰؍ اکتوبر ۲۰۱۸ء

○

سہ ماہی سنی پیغام فروغ رضویات کا بہترین فریضہ انجام دے رہا ہے

مدیر محترم حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی زید مجدہ   سلام مسنون!

مزاج ہمایوں!

کسی بھی قوم کے زندہ ہونے کی یہی علامت ہے کہ وہ اپنے محسنین کو یاد رکھتی ہیں، جہاں تک ناچیز کو معلوم ہے کہ ملک نیپال میں کثیر آباد مسلمانوں میں اہل سنت و جماعت (یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والے) بڑی تعداد میں موجود ہیں، اور مقام افسوس کہ نیپال سے اردو، ہندی رسائل و جرائد نکلنے کے باوجود کسی نے بھی اس جانب توجہ نہ کی کہ یہاں کے علمائے کرام و مشائخ عظام نے کس جاں سوزی، محنت و مشقت، جہد مسلسل، دلی لگن اور حسن اخلاق کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت یعنی رضویات کی نشر و اشاعت کا عظیم خدمات انجام دیا ہے، مگر باوجود اس کے ان بزرگان دین کے گراں قدر خدمات، عمدہ تعلیمات، مسلکی افکار، علمی مقام اور مذہبی مشن و پیغام کے حوالے سے کسی نے بھی خصوصی نمبرات کی اشاعت کا اہتمام نہیں کیا، خیر دیر آید درست آید انہیں کمی کو محسوس کرتے ہوئے "سہ ماہی سنی پیغام" نے تقریباً ۶ ماہ قبل یہ مشورہ کیا سال رواں امام اہل سنت، عاشق رسول اکرم، مجدد اعظم، محسن اہل سنت، اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جشن صد سالہ جو بڑے ہی تزک و اہتمام کے ساتھ منعقد ہو رہا ہے، کیوں نہ اس موقع پر مجلہ کے زیر اہتمام "فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت کا کردار" نمبر کی خصوصی اشاعت کی جائے۔ لہٰذا تین ماہ کی مسلسل محنت سے زیر نظر نمبر سرکار اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بطور خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ! سہ ماہی سنی پیغام مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر و اشاعت اور فروغ رضویات کا جو بہترین فریضہ انجام دے رہا ہے وہ اسی کا حصہ، ناچیز باضابطہ "سنی پیغام" کا قاری ہے اور اس کی آمد کا بے صبری سے منتظر رہتا ہے، جشن صد سالہ امام احمد رضا کے موقع پر "فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت کا کردار" نمبر کی اشاعت پر ناچیز مدیر و نائب مدیر اور جملہ ارکان و ممبران کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے تمام ارکان کے علم و عمر اور عمل میں برکتیں عطا فرمائے اور اس کام کو قبول فرما کر اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بارگاہ حضور حمید ملت کا جاروب کش
فقیر محمد محبوب رضا قادری عفی عنہ۔
المتوطن، مہدیا، ضلع مہوتری، نیپال۔

○

باب دوم

★ تذکرہ علامہ نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں
★ تذکرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ تذکرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ استاذ زمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں
★ تذکرہ استاذ زمن علامہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں
★ تذکرہ حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں
★ تذکرہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ
★ تذکرہ تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ علامہ نقی علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ادارہ

ولادت: امام احمد رضا قدس سرہ کے والد ماجد علامہ مفتی نقی علی خاں بن رضا علی خاں بریلوی ۳۰؍ جمادی الآخرہ یا یکم رجب المرجب ۱۲۴۶ھ کو بریلی میں پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت: اپنے والد محترم مولانا رضا علی خاں بریلی سے جملہ علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب کیا، والد ماجد نے آپ کی تعلیم پر کافی توجہ دی، آپ کو انوار علوم اسلامیہ کا درخشندہ آفتاب بنا دیا اور مسند افتا سونپ دی۔ مولانا سید شاہد علی رضوی تحریر فرماتے ہیں:

”امام العلما نے نہ صرف خود مسند افتا کو زینت بخشی بلکہ اپنے فرزند سعید امام المتکلّمین مولانا مفتی نقی علی خاں بریلوی قدس سرہ (م ۱۲۹۷ھ) کو خصوصی تعلیم و تربیت دے کر مسند افتا پر فائز کیا“۔ (مفتی اعظم اور ان کے خلفا، شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی، ص: ۷۵)

آپ تینتالیس علوم و فنون کے علاوہ منطق و فلسفہ کے ماہر تھے۔ آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ (حیات مفتی اعظم، مرزا عبد الوحید بیگ، ص: ۳۵)

بیعت و خلافت: اپنے خلف اکبر امام احمد رضا خان محدث بریلوی اور تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی کے ہمراہ ۵؍ جمادی الآخرہ ۱۲۹۴ھ کو خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آلِ رسول قادری برکاتی سے آپ نے اور آپ صاحب زادے نے شرفِ بیعت حاصل کیا، اسی مجلس میں خاتم الاکابر نے دونوں کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

فتویٰ نویسی: امام العلما مفتی رضا علی خان نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتا کی بنیاد رکھی اور چونتیس سال تک فتوی دیا۔ امام العلما نے اپنے فرزند علامہ نقی علی خان کو خصوصی تعلیم دے کر مسند افتا پر فائز کیا، اس کے بعد آپ نے ۱۲۹۷ھ تک نہ صرف فتویٰ نویسی کا گراں قدر فریضہ انجام دیا بلکہ معاصر علما و فقہا سے اپنی علمی بصیرت کا لوہا منوالیا آپ کے پاس ملک و بیرون ملک سے بکثرت سوالات اور تصدیقات کے لیے فتاوی آتے۔ آپ انتہائی احتیاط سے کام لیتے اگر جوابات صحیح ہوتے تو دستخط فرما دیتے ورنہ علیٰحدہ کاغذ پر جواب لکھ دیتے، مفتی حافظ بخش آنولوی لکھتے ہیں:

”مولوی صاحب ممدوح (مولانا نقی علی خان) کو کسی کی تکفیر مشتہر کرنے سے کیا غرض تھی نہ آپ کی عادت۔ مسائل جو مہر کے واسطے آتے اگر صحیح ہوتے مہر ثبت فرماتے ہیں اور جو خلاف کتاب (شریعت) ہوتے ہیں جواب علاحدہ سے لکھ دیتے ہیں کسی کی تحریر سے تعرض نہیں کرتے۔“ (تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال، ص: ۲۳)

تصنیف و تالیف: تصنیف و تالیف کے میدان میں آپ اپنے دور میں نادرِ روزگار مصنف تھے اور جمیع علوم میں اپنے معاصر علما پر فوقیت رکھتے تھے، آپ نے اردو، عربی اور فارسی کو اپنی گراں قدر تصانیف سے مالا مال کیا۔ آپ نے چالیس کتابیں تصنیف کیں اور اعلیٰ حضرت نے ۲۶؍ کتابوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند مشہور یہ ہیں:

● الکام الاوضح فی تفسیر سوره الم نشرح ● سرور القلوب فی ذکر المحبوب● جواهر البیان فی اسرار الارکان ● اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد ● هدایة البریة الی الشریعة الاحمدیه ● اذاقه الاثام لما نفی عمل المولد و القیام ● فضل العلم و العلما ● احسن الوعا آداب الدعا ● ازالة الاوهام ● تزکیة الایقان رد تقو یة الایمان ● الکوکب الازهر فی فضاهل العلم و آداب العلماء ● الرو یة فی الاخلاق النبو یه ● النقاهة النقو یه فی الخصائص النبو یه ● وسیلة النجات ● لمعة النبراس فی آداب الاکل و الباس ● ترو یح الارواح ● التمکن فی تحقیق مسائل التزین ● خیر المخاطبه فی الحاسبة والمراقبة ● هدایة المشتاق الی سیر الانفس والافاق ● ارشاد الاحباب الی آداب الاحتساب ● اجمل الفکر فی مبحث الذکر ● عین المشاهدة لحسن المجاهده ● تشوق الاله الی طر یق محبةالله ● نهایة السعادة فی تحقیق الهمة والارارة ● اقوی الذر یعه الی تحقیق الطر یقة والشریعة ● اصلاح ذات بین.

درس و تدرس: آپ نے تصنیف کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی طرف بھی توجہ دی، آپ کا درس مشہور تھا، طلبہ دور دور سے آپ کے پاس علم کی پیاس بجھانے کے لیے آتے، آپ بہت شوق سے طلبہ کو تعلیم دیتے۔ آپ نے قوم کی فلاح و بہبود کے لیے بریلی میں ”مدرسہ اہل سنت“ قائم کیا۔

وصال: ماہ ذو القعدہ ۱۲۹۷ھ کو علامہ نقی علی خان راہی ملک بقا ہوئے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے آخری لمحات کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

روزِ وصال نمازِ صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقتِ ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کیے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند انفاس باقی رہے، ہاتھوں کو اعضاے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرماتے ہیں یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا۔ سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالتِ بے ہوشی میں نمازِ ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روحِ پر فتوح نے جدائی فرمائی۔ فقیر سرہانے حاضر تھا۔ وَاللہ العَظِیْم! ایک نورِ ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینے سے اٹھ کر برقِ تابندہ کی طرح چہرے پر چمکا، اور جس طرح لمعانِ خورشید آئینے میں جنبش کرتا ہے، یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ، کہ زبانِ فیضِ ترجمان سے نکلا، لفظ اللہ تھا وبس اور اخیر تحریر کہ دستِ مبارک سے ہوئی ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ تھی کہ انتقال سے دو روز پہلے ایک کاغذ پر لکھی تھی۔ (اذاقہ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام، ص:۳۳)

* * *

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں

ادارہ

۱۰؍ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴؍ جون ۱۸۵۶ء کو آپ شہر بریلی میں ایک دینی و علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔

بسم اللہ خوانی ہی کے دن الف، با، تا، ثا پڑھتے ہوئے لام الف پر اعتراضات کیے۔

چار سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کر لیے۔

چھ سال کی عمر میں ایک نووارد عربی سے دیر تک فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کی۔

آٹھ سال کی عمر میں ھدایۃ النحو پڑھتے کے دوران عربی زبان میں اس کی شرح لکھی۔

دس سال کی عمر میں اصول فقہ کی نہایت معرکۃ الآرا کتاب کی بسیط شرح تصنیف فرمائی۔

۱۴؍ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۹؍ نومبر ۱۸۶۹ء کو تیرہ برس دس مہینے کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی دن آپ پر نماز فرض ہوئی اور اسی دن رضاعت کے تعلق سے پہلا فتویٰ تحریر فرمایا۔

اُنسٹھ علوم و فنون پر کامل دسترس آپ کو حاصل تھا جس کے شیخ و امام کہے جاتے تھے آپ نے ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی۔

۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ کل سات اولادیں ہوئیں دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں۔

۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء بائیس سال کی عمر میں مرشد برحق حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی سے بیعت ہوئے اور اسی دن خلافت سے نوازے گئے۔

پہلا حج ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں کیا۔

دوسرا حج ۱۳۲۳ھ میں کیا۔ اسی حج کے دوران مکہ شریف میں بحالت بخار صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں مدلل و مبرہن الدولۃ المکیۃ تصنیف فرمائی۔

۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء پٹنہ کی سرزمین سے ایک بہت بڑے اجلاس کے اندر علما و مشائخ کی موجودگی میں مجدد مائۃ حاضرہ ہونے کا اعلان ہوا۔

۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۴ء حرمین شریفین اور دوسرے ممالک کے علما و مشائخ نے آپ کی مجددیت کا برملا اعتراف کیا اور امام الائمہ کے لقب سے یاد کیا۔

۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء کو آپ نے قرآن مقدس کا اردو زبان میں صحیح ترین ترجمہ کیا جس کا نام کنزالایمان ہے۔

۲۵؍ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸؍ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بج کر ۳۸ منٹ پر اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔

آپ کی نماز جنازہ خلف اکبر حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ابن حضرت مولانا نقی علی خاں ابن مولانا رضا علی خاں ابن مولانا حافظ کاظم علی خاں ابن مولانا شاہ محمد اعظم خاں ابن حضرت محمد سعادت یار خاں ابن حضرت محمد سعید اللہ خاں رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت محمد سعید اللہ خاں قندھار (ملک افغانستان) کے باعظمت قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔ حکومت مغلیہ کے زمانے میں لاھور تشریف لائے اور معزز عہدوں پر فائز رہے۔ پھر وہاں سے دہلی تشریف لائے اور آپ کو شجاعت جنگ کا خطاب ملا۔

حضرت محمد سعادت یار خاں ان کو حکومت مغلیہ نے ایک جنگی مہم سر کرنے کے لیے روہیل کھنڈ بھیجا، فتح یابی کے بعد فرمان شاہی پہونچا کہ آپ کو اس علاقہ کا صوبہ دار بنایا گیا ہے۔ لیکن اس وقت آپ بسترِ وصال پر تھے اور سفر آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔

حضرت مولانا محمد اعظم خاں علیہ الرحمہ بریلی شریف تشریف لائے۔ کچھ دن حکومت کے عہدۂ وزارت پر فائز رہے۔ پھر امور سلطنت سے دست بردار ہوکر عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے۔ ترک دنیا فرما کر شہر بریلی کے محلہ مِعماران میں اقامت اختیار فرمالی۔ وہیں مزار پاک بھی ہے، آپ صاحب کرامت اولیا سے ہیں۔

حضرت مولانا حافظ کاظم علی خاں شہر بدایوں کے تحصیل دار تھے۔ اس زمانے کا یہ عہدہ آج کل کے ڈی ایم کے منصب کا قائم مقام تھا۔ دو سو سواروں کی بٹالین آپ کی خدمت میں رہا کرتی تھی آپ کو آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

قطب الوقت حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں اپنے زمانے کے بے مثل عالم اور ولی کامل تھے۔ اعلیٰ حضرت کے خاندان میں آپ ہی کے وقت سے حکمرانی کا رنگ ختم ہوکر فقر و درویشی کا رنگ غالب آگیا۔ آپ نے ابتدا ہی سے زہد و تقویٰ، فقر و تصوف کی زندگی گزاری۔ آپ سے بہت سی کرامتیں ظہور میں آئیں۔

حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ رضا علی خاں سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے، آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم، بے مثل مناظر اور بے نظیر مصنف گذرے ہیں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸۶ رضا اکیڈمی بمبئی)

اعلیٰ حضرت کی ولادتِ باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت شہر بریلی محلہ جسولی میں کہ پہلے وہیں آپ کا آبائی مکان اور حضرت جد امجد مولانا شاہ رضا علی خاں قدس سرہ کا مکان تھا، ۱۰/ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر ہوئی۔ آپ کا پیدائشی نام ”محمد“ اور تاریخی نام ”المختار“ ہے جد امجد مولانا شاہ رضا علی نے آپ کا اسم شریف ”احمد رضا“ رکھا۔ خود سرکار اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے استخراج فرمایا۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط

یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

جب اعلی حضرت کی ولادت ہوئی تو آپ کے والد محترم حضرت مولانا نقی علی خان آپ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خاں کی بارگاہ میں لے گئے۔ آپ کے دادا نے دیکھ کر اپنی گود میں لیا اور فرمایا ”یہ میرا بیٹا بہت بڑا عالم ہوگا“ اور جب مولانا حسن رضا خاں پیدا ہوئے جو آپ کے چھوٹے بھائی ہیں تو دادا صاحب نے دیکھ کر فرمایا ”یہ میرا بیٹا مستان ہوگا“ (حیات اعلی حضرت ج ۱ ص ۱۰۳، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ من و عن ویسا ہی ہوا جو اعلی حضرت کے دادا حضرت رضا علی خاں علیہ الرحمہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا۔ اعلی حضرت اتنے زبردست اور جیّد عالم دین ہوئے کہ علماے عرب و عجم نے بھی آپ کے علمی لوہے کا اعتراف کیا اور آپ کے باغیوں کے دلوں میں بھی آپ کے جلالت علم کا سکہ بیٹھ گیا۔

بسم اللہ خوانی و سلسلہ تعلیم: اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے شاگرد و خلیفۂ مجاز ملک العلما حضرت سید شاہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ حیات اعلی حضرت میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح طور پر یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کی بسم اللہ خوانی کس عمر میں ہوئی۔ مگر بوقت بسم اللہ خوانی ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اعلی حضرت کے استاذ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد الف، با، تا، ثا وغیرہ حروف تہجی پڑھانا شروع کیا۔ استاذ کے بتانے کے مطابق آپ پڑھتے گئے جب لام الف (لا) کی نوبت آئی۔ استاذ نے کہا کہو لام الف تو آپ خاموش ہوگئے اور لام الف نہیں پڑھا۔ استاذ نے دوبارہ کہا میاں صاحبزادے کہو لام الف تو آپ نے فرمایا یہ دونوں حرف تو میں پڑھ چکا ہوں۔ الف بھی پڑھا اور لام بھی۔ اب دوبارہ کیوں پڑھایا جارہا ہے؟ اس وقت اعلی حضرت کے جد امجد حضرت مولانا شاہ محمد رضا علی خاں وہاں موجود تھے۔ فرمایا بیٹا! استاذ کا کہا مانو جو کہتے ہیں پڑھو۔ اعلی حضرت نے اپنے جد امجد کی تعمیلِ حکم کرتے ہوئے لام الف پڑھا۔ لیکن اپنے جد امجد کے چہرے کی جانب ایک سوالیہ نگاہ ڈالی۔ آپ کے جد امجد نے اپنی فراستِ ایمانی اور نور باطن سے سمجھ لیا کہ یہ بچہ کہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں تو حروف مفردہ کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیوں کر آگیا اگرچہ بچہ کی کم سنی کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت تھا مگر جد امجد نے اپنے نور باطن سے ملاحظہ فرمالیا کہ یہ لڑکا فضل ربانی سے اقلیم علم و فن کا تاجدار اور معرفت الٰہیہ کا شہسوار ہونے والا ہے اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی ہے مگر اس کا ادراک شعور ارفع و اعلی ہے۔ اس لیے دادا نے اپنے ہونہار پوتے سے فرمایا بیٹا! سب سے پہلا حرف جو تم نے شروع میں پڑھا ہے وہ در حقیقت ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم کو پڑھایا گیا ہے وہ الف ہے اور چوں کہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کا پڑھا جانا ممکن نہیں اس لیے لام کے ساتھ الف ملا کر اس کا بھی تلفظ کرایا گیا۔ اعلی حضرت نے اپنے جد محترم سے عرض کیا کہ اگر یہی بات تھی کہ الف کا تلفظ کرایا جائے تو اسے کسی بھی حرف مثلاً با، جیم یا دال کے ساتھ بھی تلفظ کرایا جاسکتا تھا۔ لام کے ساتھ ہی کیوں؟ آپ کا یہ سوال سن کر حضرت جد محترم نے جوش محبت میں آپ کو گلے لگالیا اور دل سے دعائیں دیں۔ پھر فرمایا بیٹا! لام اور الف کے درمیان بڑا گہرا تعلق ہے صورۃً بھی اور سیرۃً بھی۔ ظاہراً لکھنے میں دونوں کی صورت ایک جیسی ہوتی ہے۔ دیکھو لا، لا۔ اور سیرۃً یوں تعلق ہے کہ لام کا قلب الف ہے

اور الف کا قلب لام ہے یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے اور وہ اس کے بیچ میں گویا

من توشدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

ظاہراً اعلیٰ حضرت کے جد امجد نے اس لام الف کو مرکب لانے کی وجہ بیان فرمائی۔ مگر باتوں بات میں اسرار و حقائق کے رموز و اشارات کے دریافت و ادراک کی صلاحیت و قابلیت اسی وقت سے پیدا کر دی جس کا اثر سب نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ شریعت میں وہ اگر امام اعظم ابو حنیفہ کے قدم بقدم ہیں تو طریقت میں سیدنا سرکار غوث اعظم کے نائب اکبر ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۱۱، مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر گجرات)

رسم بسم اللہ خوانی کے بعد اعلیٰ حضرت کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو گیا آپ نے اپنی چار برس کی ننھی سی عمر میں جب کہ اس عمر میں عموماً دوسرے بچے اپنا کپڑا سنبھالنے کا بھی شعور نہیں رکھتے قرآن مجید ناظرہ ختم فرما لیا۔ ۶/ سال کی عمر شریف میں ماہِ مبارک و مسعود ربیع النور شریف کی تقریب میں منبر پر رونق افروز ہو کر بہت بڑے مجمع کے سامنے میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے زبردست خطاب فرمایا جب کہ عام طور پر لوگ اس عمر میں میلاد کے معنی و مفہوم کو نہیں سمجھ پاتے۔ اردو و فارسی کی کتابیں پڑھنے کے بعد میزان و منشعب کی تعلیم حضرت مرزا غلام قادر بیگ علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد تاج العلما، رئیس المحققین حضرت مولانا شاہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ سے (۲۱) اکیس علوم پڑھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کو کل اُنسٹھ علوم و فنون پر کامل دسترس حاصل تھا۔ اکیس علوم تو اپنے والد ماجد سے حاصل کیا اور بغیر کسی سے پڑھے ہوئے محض خداداد صلاحیت، شعور و آگہی، فہم و ادراک، بصیرت نورانی اور خود اپنی محنت و مشقت سے ۳۸ علوم و فنون پر مہارت تامہ حاصل فرمایا اور ان کے آپ امام ہوئے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۹۲ رضا اکیڈمی بمبئی)

تیرہ برس دس مہینے چار دن کی عمر شریف میں ۱۴/ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۹/ نومبر ۱۸۶۹ء کو آپ فارغ التحصیل ہوئے اور اسی دن آپ پر پہلی نماز فرض ہوئی۔ اسی دن مسئلہ رضاعت سے متعلق ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد محترم کی خدمت میں پیش کیا۔ جواب بالکل صحیح تھا۔ والد ماجد نے ذہن نقاد، طبع وقاد دیکھ کر اسی وقت فتویٰ نویسی کی جلیل الشان خدمت آپ کے سپرد کر دی (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۳۲۳، مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر گجرات)

عہد طفلی: تقویٰ و طہارت، نفاست و نظافت عہد طفلی سے ہی آپ کی ذات میں رچی بسی تھی امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا ایک خاص طرۂ امتیاز تھا۔ لغویات و منہیات سے احتراز آپ کی عادت شریفہ تھی۔ آپ کی عمر شریف ۵/۶ سال کی رہی ہوگی اس وقت صرف ایک بڑا کرتا زیب تن کیے ہوئے باہر تشریف لائے کہ سامنے سے چند طوائف گزریں۔ آپ نے فوراً کرتے کا اگلا دامن دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چہرہ مبارک کو چھپا لیا۔ یہ دیکھ کر ان میں سے ایک طائفہ بول پڑی واہ صاحب چہرہ تو چھپا لیا اور ستر کھول دیا آپ نے برجستہ جواب دیا جب نظر بہکتی ہے تب دل بہکتا ہے جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے یہ جواب سن کر وہ سکتہ میں آگئی۔ رمضان المبارک میں روزہ رہ کر بھوک پیاس کی شدت برداشت فرمایا لیکن روزہ نہ توڑا باوجود کہ والد

ماجدان کو کمرے میں لے جاکر کھلانا چاہا تاہم آپ نے کھانے سے انکار فرمادیا اور عرض گذار ہوئے ابوجان جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے اگرچہ کمرہ بند ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۰۶-۱۰۹، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

قوت حافظہ: بلند فکری، بالغ النظری، وسیع الذہنی، سخن فہمی آپ کے اندر عہد طفلی سے ہی موجود اور امداد غیبی حاصل تھی۔ حافظہ اتنا قوی کہ اپنی مثال آپ تھے جس چیز کو ایک بار ملاحظہ فرمالیں ذہن میں نقش ہوجائے۔ چناں چہ استاذ جب کوئی کتاب آپ کو پڑھاتے تو ایک دو مرتبہ دیکھ کر کتاب بند کردیتے اور لفظ بلفظ استاذ کو سنا دیتے۔ ایک روز استاذ نے پوچھ دیا احمد میاں یہ تو بتاؤ کہ تم آدمی ہو یا جن ؟ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرتے دیر نہیں لگتی۔ جب آپ کوئی گفتگو یا تقریر فرماتے تو قرآنی آیاتِ مبارکہ پوری سلاست اور تجوید کے ساتھ پڑھتے جس وجہ سے بعض لوگ ناواقفیت کی بنیاد پر آپ کو حافظ لکھ دیا کرتے تو آپ کو اس کا بڑا صدمہ ہوتا ایک دن آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حافظ صاحب کلام پاک کا کوئی ایک رکوع ایک بار مجھ کو سنادیں دوبارہ مجھ سے سن لیں۔ بس ایک ترتیب ذہن نشیں کرلینا ہے اور اسی روز سے دور شروع فرمادیا اور ایک مہینہ میں پورے کلام پاک حفظ فرمالیا۔ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی دعوت پر آپ پیلی بھیت تشریف لے گئے واپسی کے دن حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ سے اثناء گفتگو العقود الدرّیہ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ کا تذکرہ چل پڑا آپ نے ان سے یہ کتاب مطالعہ کے لیے طلب فرمائی اس وعدہ کے ساتھ کہ بعد مطالعہ واپس کردوں گا۔ حسن اتفاق کہ اعلیٰ حضرت کے ایک مرید نے آپ کی دعوت کردی اس دن واپسی نہ ہوسکی۔ رات اور صبح کے کچھ حصہ میں العقود الدریہ کی ضخیم دو جلدوں کا مطالعہ فرمالیا ظہر کی نماز کے بعد بوقت روانگی آپ نے کتاب واپس کردی۔ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ نے عرض کیا حضور! اتنی جلدی کیوں بعد ملاحظہ واپس فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مکمل مطالعہ کرچکا ہوں بفضلہ تعالیٰ سارے فتاوے حرف بہ حرف ذہن میں محفوظ ہوچکے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۲۵۲-۲۵۷، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

ازدواجیت: ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں افضل حسین شیخ عثمانی کی بڑی دختر نیک اختر کے ساتھ سلک ازدواج میں آپ منسلک ہوئے اور آپ کی سات اولادیں ہوئیں۔ دو صاحبزادے حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں قدس سرہ (ولادت ۱۲۹۲ھ وفات ۱۳۶۲ء) اور ہم شبیہ غوث اعظم وارث علوم اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں قدس سرہ (ولادت ۱۳۱۰ھ وفات ۱۴۰۲ھ) اور پانچ صاحبزادیاں مصطفائی بیگم، کنیز حسن، کنیز حسین، کنیز حسنین، مرتضائی بیگم جن سے سلسلۂ نسب وسیع تر ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ۱، ص ۱۱۷، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

بیعت و خلافت: ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں پہلی بار حضرت والد ماجد شاہ نقی علی خاں قدس سرّہٗ کے ہمراہ مارہرہ مطہرہ آپ نے حاضری دی۔ سید الواصلین، سند الکاملین، قطب زمانہ حضرت علامہ شاہ سید آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء) کے دستِ حق پرست پر جہاں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے والد بزرگوار بیعت ہوئے وہیں اسی مجلس میں آپ بھی شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت شیخ کامل

مارہروی نے آپ دونوں باپ بیٹے کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ اور دیگر تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی اور پیر و مرشد نے فخریہ ارشاد فرمایا۔ ”قیامت کے روز خدا نے پوچھا کہ آل رسول دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو میں احمد رضا کو پیش کر دوں گا“۔ اور تین برس تک شیخ کامل سے سلوک و معرفت کا اکتساب فرماتے رہے شیخ کامل کے وصال کے بعد امام الاولیا حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان سے باطنی علوم کا اکتساب فرمایا۔ (حیات اعلی حضرت ج ۱، ص ۱۲۳، مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر گجرات)

زیارت حرمین شریفین: امام اہل سنت، سرکار اعلی حضرت نے دو حج ادا کیے، پہلا حج فرض والدین کریمین کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں کیا۔ اس حج میں ایک روز نماز مغرب مقام ابراہیم میں آپ نے ادا فرمائی، بعد نماز امام شافعیہ حضرت حسین بن صالح جمل اللیل نے بلا تعارف سابق آپ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ہمراہ اپنے دولت کدہ لے گئے، اور دیر تک آپ کی چمکتی پیشانی پر اپنی نگاہ جمائے رکھی اور فرمایا انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبن: یعنی اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں، بعدہ صحاح ستہ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دست مبارک سے لکھ کر عنایت فرمائی، اور فرمایا: کہ تمھارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔

دوسرا حج ۱۳۲۳ھ میں اچانک پروگرام کے تحت اپنی اہلیہ محترمہ اور برادر اصغر حضرت مولانا محمد رضا خاں اور خلف اکبر حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کے ساتھ ہوا۔ ان دونوں حجوں میں حرمین شریفین کے علمائے عظام و مفتیان کرام نے نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ آپ کی تعظیم و توقیر کی اور آپ سے سند حدیث لی اور دی، اسی دوسرے حج کے موقع سعید پر آپ نے مکہ شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے تعلق سے ”الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ“ صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں بحالت بخار آپ نے تحریر فرمایا جو آپ کا ایک علمی شاہکار تصنیف ہے، جسے وہاں کے علمائے ذوی الاحترام نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور نجدی تحریک میں ایک زلزلہ آگیا۔ (حیات اعلی حضرت ج ۱، ص ۱۳۳، مرکز اہل سنت برکات رضا پوربندر گجرات)

تصنیفات: اعلی حضرت امام اہل سنت کی پیدائش اور نشو نما ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو خاندان دینی، علمی اور عملی میدانوں کا شہسوار تھا، اور اس خاندان میں درس و تدریس، وعظ و تقریر سے زیادہ تصنیف و تالیف اور انشا و تحریر کا دستور تھا، بایں وجہ ہوش سنبھالتے ہی آپ نے بھی تصنیف و تالیف کی جانب اپنے عنان توجہ کو موڑا، اور قدرتی طور پر آپ کی طبیعت کا میلان اسی طرف ہوا، چناں چہ صرف آٹھ سال کی عمر میں ھدایۃ النحو پڑھنے کے زمانہ میں اس کی شرح عربی زبان میں تحریر فرمائی اور تیرہ سال کی عمر میں حمد و ہدایت کی تعریف میں بہ زبان عربی ایک رسالہ بنام ”ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والھدایۃ“ تصنیف فرمایا۔

آپ کی کل تصنیفات کتنی ہیں اس کے تعلق سے علما کے مختلف اقوال ہیں، چناں چہ حضرت ملک العلما نے حیات اعلی حضرت میں تحریر فرمایا کہ پچاس علوم و فنون میں چھ سو سے زیادہ امام اہل سنت کی تصنیفات ہیں، اور مولانا قمر الحسن بستوی نے اپنی کتاب ”افکار رضا“ میں بحوالہ تذکرہ علمائے اہل سنت اور حیات مولانا احمد رضا خاں تحریر کیا کہ پچاس علوم میں ایک ہزار آپ کی تصنیفات ہیں، اور علامہ بدر الدین احمد قادری کی تحریر سے بھی اسی تعداد کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، ان تصنیفات کی خوبی یہ

ہے کہ عربی، فارسی، اردو، نظم ونثر ہر ایک میں ہیں خصوصا فتاوی رضویہ جو بارہ ضخیم جلدوں میں فقہ حنفی کا شاہکار ہے جس کے علمی وقار کے سامنے غیروں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔

احیاے دین اور اعلان مجددیت: امام اہل سنت سرکار اعلی حضرت کی ذات الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کے مظہر اتم تھی، آپ نے عشق رسول ﷺ کا ایسا جام نوش فرمایا تھا کہ ہمہ وقت عشق رسول ﷺ کے نشے میں سرمست رہا کرتے تھے، آپ کی زندگی کا ہر لمحہ سنت رسول ﷺ کا آئینہ دار تھا، اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے کو اپنا عزیز سمجھتے اور ان کے دشمن کو اپنا دشمن جانتے، نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے دین سے تقریرا، تحریرا، اور اعتقادا وعملا سر مو بھی اگر کسی نے انحراف کیا اور اسکے صاف وشستہ قوانین کو گرد آلود کرنے کی سعی کی تو آپ اسکا رد بلیغ کرتے، آپ کی ولادت جس دور میں ہوئی اس دور میں پورے ہندوستان کی فضا نیچریت، دہریت، وہابیت ودیوبندیت کی تیز وتند آندھیوں سے غبار آلود ہو چکی تھی، الحاد وبے دینی کی گھٹاٹوپ تاریکی چاروں طرف چھا چکی تھی بد مذہبی اور بدعقیدگی کی کالی گھٹاؤں نے ایمان وہدایت کی روشنی کو ڈھانپ رکھا تھا۔

چناں چہ سرزمین ہند پر سب سے پہلے مولوی اسماعیل دہلوی نے وہابیت کی داغ بیل ڈالتے ہوئے اپنی آواز کچھ اس طرح بلند کیا کہ تمام انبیا اور اولیا اللہ کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا (نبی ہو یا ولی) اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے، رسول اللہ کو غیب کی کیا خبر، جس کا نام محمد ہو یا علی وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں (تقویۃ الایمان) مولوی اشرف علی تھانوی یہ صور پھونک رہے ہیں کہ سید عالم ﷺ کا علم بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کے برابر ہے، مولوی قاسم نانوتوی حضور علیہ السلام کے بعد نئے نبی ہوسکنے کا راگ الاپ رہے ہیں، مولوی رشید احمد گنگوہی اللہ تعالی کے متعلق جھوٹ بولنے کا عقیدہ پھیلا رہے ہیں، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم سے زیادہ ملک الموت اور ابلیس لعین کے علم ہونے کا شور مچا رہے ہیں، کوئی یا رسول اللہ اور یا غوث پکارنے والے کو مشرک قرار دے رہا ہے تو کوئی حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر سمجھنے والے کو کافر ثابت کرنے میں مصروف ہے تو کوئی میلاد رسول ﷺ کی مجلس قائم کرنے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو حرام وبدعت ہونے کا فتوی دے رہا ہے۔

ایسے پر آشوب وپر فتن ماحول میں بریلی کی دھرتی سے ایک مرد مجاہد ”امام احمد رضا خاں“ عشق رسول ﷺ سے سرشار ہو کر احیاے دین کے جذبہ کے ساتھ اپنے تجدیدی کارناموں سے امت مرحومہ کا دین تازہ کرنے اور نبی کونین ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کے ارادہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان تمامی عقائد باطلہ والوں کا تحریرا وتقریرا رد بلیغ کیا، سالہا سال بذریعہ خطوط افہام وتفہیم کرنے کے باوجود ان گندے عقیدہ والوں نے اپنے عقائد باطلہ سے رجوع نہیں کیا تو قرآن وسنت کی روشنی میں شریعت مطہرہ کا جو حکم ان لوگوں پر نافذ ہوتا تھا علماے حرمین شریفین کی تائید وتصدیق کے ساتھ نافذ فرماتے ہوئے ان سے سخت احتراز کا حکم صادر فرمایا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔

صحیح حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: **ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد**

لها دينها (ابوداؤد جلد ثانی) یعنی ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لیے اللہ تعالی ایک مجدد بھیجے گا جو امت کے لیے اس کا دین تازہ کردے۔

اس حدیث شریف کی روشنی میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجدد کے اندر وہ کون سی صفات حمیدہ ہوتی ہیں کہ جن کی بنا پر ان کو مجدد کہا جاسکے؟ تو سنئے! مجدد اسے کہتے ہیں جو امت کو بھولے ہوئے احکام شریعہ یاد دلائے، نبی کریم ﷺ کی مردہ سنتوں کو زندہ فرمادے، فقہ وکلام کے الجھے ہوئے معرکۃ الآرا مسائل کو سلجھادے، اپنی عالمانہ سطوت کے ذریعہ اعلاے کلمۃ الحق فرماکر باطل اور اہل باطل کی جھوٹی شوکت کو مٹادے (سوانح اعلی حضرت ص ۸۵ رضا اکیڈمی بمبئی)

یقینا ان تمام صفات حمیدہ اور عظیم کارناموں کے حامل امام اہل سنت سرکار اعلی حضرت کی ذات تھی جس کے پیش نظر ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء کو مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحی منیری کے جانشیں جناب حضور شاہ امین احمد فردوسی زیب سجادہ خانقاہ معظم بہار شریف کی صدارت میں پٹنہ کی سرزمین پر ایک تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوئی جس میں سینکڑوں عمائد علما، مشائخ اور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات کی موجودگی میں ”مجدد مائۃ حاضرہ“ کے خطاب سے سرفراز ہوئے، اور پھر ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دوسرے ممالک کے علما و مشائخ نے آپ کی مجددیت کا برملا اعتراف کیا اور آپ کو امام الائمہ کے لقب سے یاد کیا۔ (حیات اعلی حضرت ج ۱، ص ۹، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

سفر آخرت: وصال مبارک سے دو گھنٹے سترہ منٹ پیشتر تجہیز وتکفین وغیرہ سے متعلق ضروری وصایا جو چودہ اہم باتوں پر مشتمل ہے قلم بند کرائے اور آخر میں ۱۲/ بج کر ۲۱/ منٹ پر خود دست اقدس سے حمد ودرود شریف کے کلمات تحریر فرمائے، سفر آخرت کو جب چند منٹ رہ گئے تو سورہ یٰسین اور سورہ رعد کی تلاوت انتہائی حضور قلب اور تیقظ سے سنی، جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا سبقت زبان سے زیر وزبر میں کچھ فرق محسوس ہوا وہ تلاوت فرماکر بتادی، پھر یکایک ارشاد فرمایا تصاویر ہٹادو حاضرین کے دل میں خطرہ گزرا یہاں تصاویر کا کیا کام، یہ خطرہ گزرنا ہی تھا کہ خود ارشاد فرمایا یہی کارڈ لفافہ، روپیہ پیسہ، پھر سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے بہ تمام وکمال بلکہ معمول شریف سے زیادہ پڑھیں، پھر کلمہ طیبہ کا ورد فرمایا، جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینہ پر دم آیا ادھر ہونٹوں کی حرکت بند ہونے لگی کہ چہرہ مبارک پر ایک لمعہ نور کا چمکا جس میں جنبش تھی، اس کے غائب ہوتے ہی آپ کی روح پاک ۲۵/ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸/ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ مبارکہ ۲/ بج کر ۳۸/ منٹ پر قفس عنصری سے پرواز کرگئی اور آپ واصل بحق ہوگئے ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ آپ کی کل عمر شریف قمری مہینے کے اعتبار سے ۶۷ سال ساڑھے چار ماہ کی ہوئی۔ (وصایا شریف ص ۹، ملحق بہ الملفوظ ص ۴۱۶، مکتبہ قادری کتاب گھر بریلی)

آپ کی نماز جنازہ حسب وصیت حجۃ الاسلام حضرت علامہ الشاہ محمد حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے پڑھائی۔ (حیات اعلی حضرت ج ۲، ص ۶۳۸، مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر گجرات)

باب دوم

تذکرہ
خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مولانا محمد علیم الدین نوری

امام عشق و محبت امام احمد رضا کی پیدائش ۱۲۷۲ھ /۱۸۵۶ء کے اوائل میں ہوئی ،امام عشق و محبت امام احمد رضا خان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء یعنی تیرہ سال دس مہینہ پانچ دن کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے ،اسی دن آپ نے رضاعت سے متعلق ایک استفتا کا جواب تحریر فرمایا، والد گرامی حضرت علامہ و مولانا نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہی بصیرت اور درک فی العلم دیکھ کر مسند افتا کی ذمہ داریاں تفویض فرمادیں ،مگر تحصیل علم کا ذوق بے کراں اور تحقیق و جستجو کا شوق تاحیات باقی رہا ،اور خداوند قدوس کی ودیعت کردہ استعداد علم و فن سے ہمیشہ اپنے علمی خزانے میں اضافہ فرماتے رہے۔

۱۲۹۴ھ میں استاذ العلم و فن حضرت علامہ و مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور معرفت و سلوک کی تعلیم پائی ،پھر استاذ السالکین حضرت علامہ و مولانا سید ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ سے بعض علم طریقت نیز ابتدائی علم تکسیر اور ابتدائی علم جفر وغیرہ حاصل کیا، شرح چغمنی کا بعض حصہ حضرت مولانا عبد الحئی رام پوری سے پڑھا، پھر فیض الہی نے آپ کی قوت ادراک پر علوم و فنون کے دروازے کھول دیے اور کسی استاذ کی رہنمائی کے بغیر جس علم و فن کی تحصیل کا ارادہ کرتے ادنیٰ توجہ سے اس میں مہارت تامہ حاصل کر لیتے ، اور اس فن پر جب کلام و بحث کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی فن کا مجتہد فن کی تحقیق کی داد دے رہا ہے۔

امام احمد رضا نے پچاس کسبی و وہبی علوم پر گراں قدر تصانیف یادگار چھوڑیں ،آپ کی علمی جلالت اور عبقری شخصیت کا اعتراف ملت کے اکابر علما اور دانشوران نے کیا ہے، چناں چہ مسجد حرام کے شیخ محمد مختار نے کہا:

”سلطان العلماء المحققین فی هذا الزمان وان کلامه کلمة حق صراح فکانه من معجزات نبینا ﷺ سیدی احمد رضا خان “۔(الدولۃ المکیہ)

مسجد نبوی شریف کے شیخ مصطفی بن تارزی فرماتے ہیں:

”الاستاذ الکامل الجامع الغیث الوایل النافع لغد افاد واجاد وارشد العباد نور البلاد وذالک دلیل علی شرفه“۔(الدولۃ المکیہ)

مسجد حرام کے خطیب شیخ احمد ابو الخیر میر داد فرماتے ہیں:

”فهو کنز الدقائق المنتخب من خزائن الاخیره “۔(حسام الحرمین)

محبت اور عشق : دل کے میلان کا نام محبت ہے ،یہی محبت جب غالب ہوجائے تو عشق کہلاتی ہے، عشق میں عقل باقی

رہتی ہے، اور اگر عقل پر عشق کا غلبہ ہو تو جنون کہلاتا ہے، محبت کا درجہ عشق سے کمتر ہے، عشق کا اعلی درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب میں فنا ہوجائے، عشق میں اہل ہدایت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہش کے پابند ہوتے ہیں، اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں، یہ امر بھی مسلم ہے کہ جو عشق حقیقی کی لذتوں سے آشنا ہوجاتا ہے وہ دنیا وہ مافیہا سے بیگانہ ہوکر وصال محبوب میں مچلتا رہتا ہے، صوفیہ کی زندگی میں عشق و عرفان ہی وہ لازوال دولت ہے جس سے انہیں مراتب عالیہ اور قرب حق حاصل ہوتا ہے۔

بل من سوئے وصال وقصد او سوئے فراق　　　ترک کامہ خود گرفتم تا برآید کام دولت

میری رغبت وصال کی طرف اور اس کا ارادہ فراق کا، میں نے اپنا مقصد ترک کردیا تاکہ دولت کا مقصد پورا ہوجائے۔

آپ کی جملہ تحاریر بالخصوص آپ کے محققانہ فتاوی، آپ کی علمیت اور تفقہ پر شاہد عدل ہے، ایسی جامع الصفات اور جامع الکمالات شخصیت شاذ و نادر ہی پیدا ہوتی ہیں، آپ کا لمحہ لمحہ ذکر خدا اور یاد مصطفی سے معمور ہے، جو تقریبا ایک ہزار تالیفات کی تصنیف سے مشرف ہوئے، جو پند و موعظت اور ذکر و اذکار کی محفلوں سے گونج رہا ہے، جو پھیلا تو کائنات کی پہنائیوں کو شرم سار کرتا گیا، جو سمٹا تو عشق بن کر رہ گیا۔

امام احمد رضا جیسی عبقری شخصیتیں ہمیشہ پیدا نہیں ہوتیں، بلکہ سینکڑوں سال کی گردش لیل ونہار کے بعد ایسے بلند صاحب علم وتقوی، فقیہ و محدث، مفسر و متکلّم، صاحب طرز شاعر اور بلند پایہ مصنف پیدا ہوتے ہیں، اور اسلام وسنت کے باغ میں تازہ بہار آتی ہے۔

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا زبزم عشق یکدانائے راز آہد بروں

امام احمد رضا کی تنہا ایک ذات گوناگوں علوم فنون کا مخزن تھی، علوم وفنون متداولہ کے علاوہ وہ ایسے علم وفن کے بھی رمز شناس تھے جن کے جاننے والے تقریبا مفقود ہوچکے ہیں، آپ صرف پچاس سے زائد علوم وفنون کے جاننے والے ہی نہ تھے بلکہ ان میں امامت کے درجہ پر فائز تھے، امام احمد رضا جیسی علمی شخصیت ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری دنیاے اسلام میں ان کے عہد بلکہ ان کے صدی دو صدی پیشتر اور ان کے بعد آج تک پیدا نہ ہوسکی، وہ یقینا عطیۂ ربانی تھے، اور انہیں علم لدنی کی دولت عطا ہوئی تھی، ان کے لیے صرف ملک سخن کی بادشاہت ہی مسلم نہ تھی بلکہ وہ علم وفن کی جس قلمرو سے گزرے اپنی علمی عظمتوں کا سکہ بیٹھاتے چلے گئے۔

امام احمد رضا علم لدنی سے مالا مال تھے، انہیں ہر علم وفن میں اتنا عبور اور مسائل وجزئیات کا ایسا استحضار تھا کہ وہ بڑے سے بڑے اہم مسائل وموضوعات پر قلم برداشتہ کتابیں تحریر فرماتے، جس کا ہر سخن موقع وہر نکتہ مقامے دارد تھا۔

امام احمد رضا کی ذات والا صفات صرف علم ظاہری کی جامع نہ تھی بلکہ علم باطن میں بھی ان کو بہت اونچا مقام حاصل تھا، لہذا تقریبا بائیس سال کی عمر ۱۲۹۴ھ میں والد گرامی حضور مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور تاج الفحول حضرت علامہ عبد القادر بدایونی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ مرشد برحق حضرت سید آل رسول احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مارہرہ مقدسہ حاضر ہوئے، خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشیں سید آل رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: ”آئیے آئیے! ہم تو کئی روز سے انتظار کر رہے تھے“، پھر آپ نے علامہ نقی علی خان اور امام احمد رضا خان کو سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت کیا اور ساتھ ہی خلافت سے بھی نوازا، اور وہ عطیات و تبرکات جو سلف سے ملے تھے انہیں عنایت فرمادیا اور اورادو وظائف کی اجازت عطا کی، مرید ہونے کے بعد ہی خلافت واجازت مزید عنایات والطاف کا انداز خسروانہ دیکھ کر حضرت سید ابو الحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: ”حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے، ان کو ابھی کیسے دے دی گئی؟“، فرمایا: اور لوگ میلا کچیلا زنگ آلودہ دل لے کر آتے ہیں، اس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے، اور یہ مصفی اور مزکی قلب لے کر آئے ہیں، اس کے تزکیہ کے لیے ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت، صرف اتصال نسبت کی ضرورت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگئی، پھر فرمایا:

”مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا، مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی اس وقت میں احمد رضا کو پیش کر دونگا۔“

امام احمد رضا کو کم وبیش ۱۳/ سلاسل کی اجازت و خلافت حاصل تھی، شیخ کامل نے جس کو پہلی ہی محفل میں اپنا خلیفہ خاص اور منظور نظر بنالیا ہو اس کی عظمت روحانی کا اندازہ بھلا کون کر سکتا ہے، اس نے آگے چل کر معرفت کا کتنا بلند مقام حاصل کیا اسے سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

امام احمد رضا اعتقادیات میں عرفاے کاملین اور صوفیاے واصلین کے مسلک پر کاربند رہے، حضرت فاضل بریلوی ایک عظیم صاحب علم فقیہ ہی نہیں بلکہ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے ایسے جامع تھے جن پر انہیں کامل دستگاہ تھی، علم ظاہر کے اس تاج دار نے علم باطن کی دنیا میں بھی اسی شوق کے ساتھ قدم رکھا، تصوف اعتقادی ہو یا نظری و علمی وفقہی ہر شعبہ میں آپ کا مثالی کردار صوفیاے متقدمین وصلحاے کاملین کی سیرتوں کا مظہر ہے۔

امام احمد رضا خان نے ارشاد فرمایا: ”علم کے بغیر کسی کو حقیقی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔“

اور حضرت جنید بغدادی نے ارشاد فرمایا: من تزهد بغير علم فقدمات فى الكفر: جو بغیر علم کے زہد اختیار کرتا ہے اسے کفر پر مرنے کا خطرہ ہے۔

کشف و مکاشفہ کے سلسلہ میں امام احمد رضا نے صوفیا کے واقعات بیان کیے ہیں، جن سے تصوف و معرفت کے علم میں ان کی وسعت نگاہ کا ثبوت ملتا ہے، امام احمد رضا نے ایک مسئلہ کے جواب میں ارشاد فرمایا:

”لا الہ الا اللہ ان کے غلاموں اولیاے کرام کے پیش نظر عرش سے تحت الثری تک ہوتا ہے، پھر صحابہ کرام کی شان کا کیا پوچھنا، حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے دریافت فرمایا: كيف اصبحت: تو نے صبح کیسے کی؟ عرض کی: اصبحت مؤمنا حقا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں سچا مؤمن تھا، ارشاد فرمایا ہر دعوی کی دلیل ہوتی ہے جس سے اس دعوی کی سچائی ثابت ہوتی ہے تمھارے دعوی کی کیا دلیل ہے؟ عرض کی: میں نے اس حال میں صبح کی کہ عرش سے تحت

الثریٰ تک تمام موجودات عالم میرے پیش نظر ہیں، میں جنتیوں کو جنت میں عیش کرتے دیکھ رہا ہوں، اور جہنمیوں کو جہنم میں چلاتے عذاب پاتے دیکھ رہا ہوں۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہنچ گئے ہو اطمنان رکھو (معجم کبیر طبری، ج ۳ ص ۲۶۶)

اس کے بعد امام احمد رضا نے فرمایا: ماضی تو ماضی مستقبل بھی ان کے پیش نظر رہتا ہے۔

ماالسموت السبع والارضون السبع فی نظر العبد المؤمن الاکحلقه ملقاة فی فلاة من الارض۔ ترجمہ: ساتوں آسمان اور ساتوں زمین مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

اللہ اکبر! جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شان اقدس ﷺ کو کون خیال میں لا سکے۔ (الملفوظ، چہارم، ص ۶۶۰/۶۶۱)

اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کے ہم عصروں میں حضرت مولانا غلام حسین صاحب جو علم نجوم میں بڑا کمال رکھتے تھے، ستاروں کی شناخت اور اس کے نتائج نکالنے میں بڑے ماہر تھے، اعلی حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اعلی حضرت امام احمد رضا نے دریافت فرمایا: فرمایئے بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہوگی؟ انہوں نے ستاروں کی وجہ سے زائچہ بنالیا اور فرمایا: اس مہینے میں پانی نہیں ہے، آئندہ ماہ میں ہوگا۔ یہ کہہ کر زائچہ اعلی حضرت کی طرف بڑھایا، آپ نے زائچہ دیکھ کر فرمایا: اللہ تعالی کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج ہی بارش ہو، انہوں نے کہا، یہ کیسے ہو سکتا ہے، آپ ستاروں کی وضع نہیں دیکھتے؟ اعلی حضرت نے فرمایا محترم! میں سب دیکھ رہا ہوں، اور اس کے ساتھ ستاروں کے واضع اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں، پھر اس مشکل مسئلہ کو بڑے آسان طریقہ پر سمجھایا، سامنے گھڑی لگی ہوئی تھی، اعلی حضرت نے ان سے پوچھا، وقت کیا ہے؟ بولے! سوا گیارہ بجے ہیں، فرمایا: بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے؟ بولے پون گھنٹہ، فرمایا اس سے پہلے؟ کہا ہرگز نہیں، ٹھیک پون گھنٹہ، اعلی حضرت اٹھے اور بڑی سوئی کو گھمادی، فوراً ٹن بارہ بجنے لگے، حضرت نے فرمایا: آپ نے کہا ٹھیک پون گھنٹہ بارہ بجنے میں باقی ہے، بولے اس کی سوئی آپ نے کھسکادی ورنہ اپنے رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ بجتے، اعلی حضرت نے فرمایا: اسی طرح رب العزت قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچادے، وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ، ایک دن کیا؟ ابھی بارش ہونے لگے، اتنا فرمانا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا چھائی اور فوراً پانی برسنے لگا۔

کیا قدرت خداوندی پر ایسا ایمان ویقین کسی ماہر نجوم میں مل سکتا ہے، اور کیا زبان کی ایسی تاثیر کسی عالم ظاہر کے یہاں دستیاب ہو سکتی ہے؟ یہ واقعہ بین دلیل ہے کہ اعلی حضرت صرف عالم ہی نہیں بلکہ عارف کامل اور صوفی باصفا تھے۔ (امام احمد رضا اور تصوف، ص ۵۱/۵۲)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کے جملہ محاسن ومحامد سرچشمہ عشق مصطفی علیہ التحیۃ والثنا ہیں، آپ کی تمام دینی، روحانی، تجدیدی، تصنیفی سرگرمیوں کا محور عشق رسول ہی ہے، عشق رسول ہی دین کی اساس اور ایمان کی اصل ہے، فاضل بریلوی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ عشق رسول سے سرشار تھا، وہ شب وروز یاد حبیب میں بسر کرتے، وہ عشق نبوی کو سرمایہ حیات جان شیریں سے عزیز تر سمجھتے تھے۔

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا

جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اعلی حضرت کا عشق رسول: محبت رسول جس میں آپ امتیازی شان رکھتے ہیں، سارا زمانہ اس کا اعتراف کرتا ہے، عشق رسول کی شراب آپ کی رگ وپے میں اس طرح گردش کرتی تھی کہ اس کی سرشاریوں سے ہر وقت مست وبے خود رہا کرتے تھے، اور محبوب رب العالمین کی شان میں کسی دریدہ دہن کی ادنی گستاخی انہیں ہرگز گوارہ نہ تھی، انہوں نے عظمت مصطفی ﷺ کے تحفظ کے لیے حالات کی نامساعدت اور مخالفین کی عداوتوں کی ہرگز پرواہ نہ کی، یہی وصف ایک مومن کامل کا طرہ امتیاز اور تکمیل ایمان کی شان ہے۔

” لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین “

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جان دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

خدا ورسول کی محبت کے بارے میں امام احمد رضا ارشاد فرماتے ہیں:

” بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ “۔ (الملفوظ، سوم ص ۶۷)

امام احمد رضا کا عشق رسول ان کی ایسی شناخت بن گیا تھا جس کا اعتراف یگانوں اور بیگانوں سب نے کیا۔

ابوالکلام لکھتے ہیں: ” احمد رضا خاں ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔ “ (تحقیقات، ص: ۳۴)

دیوبندی تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاس کاندھلوی کہتے ہیں: ” اگر کسی کو محبت رسول علیہ التحیۃ والثنا سیکھنی ہو تو مولانا احمد رضا بریلوی سے سیکھے۔ “ (فاضل بریلوی اور ترک موالات، ص: ۱۰۰)

امام احمد رضا نے دین کی خدمت انجام دی، فتنوں کا سد باب کیا، فرق باطلہ کا دندان شکن جواب دیا، رسول اللہ ﷺ کی امت کی اصلاح عقائد واعمال کا وہ عظیم فریضہ انجام دیا جو ماسبق اہل صوفیا کا شعار تھا، اصلاح معاشرہ اور تجدید احیاے دین کے لیے امام احمد رضا مردانہ وار سرگرم عمل رہے، ۲۵؍ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بروز جمعہ دن میں دو بج کر اڑتیس منٹ پر ایک لمعہ نور چمکا جس طرح آئینہ میں لمعان خورشید جنبش کرتا ہے اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر سے پرواز کر گئی، ٹھیک اسی دن بیت المقدس میں ایک شامی بزرگ نے خواب دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ تشریف فرما ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس اقدس پر سکوت طاری ہے، ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے، وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں:

حضور! کس کا انتظار ہے؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: احمد رضا خان کا، انہوں نے عرض کی احمد رضا کون ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں، جب شوق دیدار میں وہ بزرگ بریلی تشریف لائیں تو معلوم ہوا کہ عین اسی دن امام احمد رضا خاں کا انتقال ہو چکا ہے۔ (سوانح اعلی حضرت، ص: ۳۸۴)

شہر یار علم وہدایت امام احمد رضا فاضل بریلوی کی شخصیت اپنی خدمات کے ساتھ اپنوں کے علاوہ اغیار کے حلقہ میں بھی محتاج تعارف نہیں ، آپ کی فکر و نظر کے فیضان سے مسلمانوں کے قلوب میں عشق رسول کے تحفظ وبقا اور اسلامی شعور کی صالحیت پر جو حیرت انگیز اثرات مرتب ہوئے ہیں اس سے انکار قطعاً ممکن نہیں ، جماعت اسلامی کے بانی صاحب جناب مولانا ابوالاعلی مودودی کا اعلی حضرت کی دینی خدمت اور علم وفضل کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”مولانا احمد رضا خان صاحب کے علم وفضل کا میرے دل میں بڑا احترام ہے، فی الواقع وہ علوم دینی پر بڑی نظر رکھتے تھے، ان کی اس فضیلت کا اعتراف ان لوگوں کو بھی کیا ہے جو ان سے اختلاف رکھتے تھے“۔ (مقالات یوم رضا، ج: ۲)

امام احمد رضا کی عشق رسول میں سرشاری اور اس میں انفرادیت کے سبب اب جہاں بھی عشق رسول کی بزم آراستہ ہوگی یا عاشقان رسول کی انجمن سجی ہوگی انہیں ضرور یاد کیا جائے گا، کیوں کہ امام اہل سنت احمد رضا خان کسی فرد کا نام نہیں ، تقدیس رسالت کی تحریک کا نام تھا، عامۃ المسلمین کی زندہ ضمیر کا نام تھا، عشق مصطفی میں ڈوب کر دھڑکتے پاک وبابرکت اور پرسوز دل کا نام تھا، اور جب تک یہ چیزیں زندہ رہیں گی امام احمد رضا خان کا نام زندہ رہے گا، اس نام کو خدائے قدوس نے سورج کی کرنوں کے ساتھ آسمان کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے ثبت کردیا ہے ، اور اب حادثات زمانہ کا بیداد جھونکا اور زمانے کی کوئی سنگ دل ٹھوکر اسے مٹا نہیں سکتی۔ (محاسن کنزالایمان)

الحمدللہ مسلک اعلی حضرت کی وسعت چار براعظموں ، ایشیا، امریکہ ، یورپ وافریقہ پر محیط ہے ، دنیا کا وہ کون سا حصہ ہے جہاں اعلی حضرت امام احمد رضا کے مسلک کا چرچا نظم ونثر سے نہ ہوتا ہو، آج اگر کوئی یہ سوچتا ہو کہ مسلک اعلی حضرت کہنے کی بنیاد پر اعلی حضرت کا چرچا محدود ہو کر رہ گیا ہے ، یہ سوچ غلط اور دھوکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ مفسرین ، محدثین ، ائمہ اربعہ ، فقہائے اسلام ، ارباب تصوف وطریقت وصالحین امت کے ارشاد وتصریحات کے مطابق سواد اعظم صرف اہل سنت وجماعت ہیں ، اور دور حاضر میں اہل سنت وجماعت کہے جانے کے صحیح مستحق صرف وہ حضرات ہیں جو امام اعظم ابوحنیفہ ، امام شافعی ، امام مالک ، امام احمد بن حنبل میں سے کسی ایک امام کے متبع ومقلد ہیں۔

شافعی ، مالک ، احمد امام حنیف　　چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام

اعلی حضرت کی سرعت تحریر: اعلی حضرت نے دوسرا حج وزیارت ۱۳۲۳ھ میں کیا، ذی الحجہ کی ۲۵ تاریخ ہے ، بعد نماز عصر امام احمد رضا خان فاضل بریلوی حرم شریف کے کتب خانہ کے زینے پر چڑھ رہے ہیں ، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی ، پلٹ کر دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب ہیں ، بعد سلام ومصافحہ کتب خانہ کے دفتر میں جاکر بیٹھ گئے ، وہاں حضرت مولانا سید اسماعیل اور ان کے سعید رشید بھائی سید مصطفی اور ان کے والد ماجد سید خلیل اور بہت سے بزرگ علما وصوفیا تشریف فرماں ہیں ، حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس میں علم غیب کے متعلق پانچ سوال تھے ، حضرت شیخ صالح کمال نے فرمایا ، یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا شریف مکہ کے ذریعہ سے پیش کئے ہیں اور اُسے جواب مقصود ہے ، اس وقت شریف مکہ شریف علی پاشا تھے۔

اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے برجستہ حضرت مولانا سید مصطفی سے گزارش کی کہ قلم دوات دیجئے ، سبحان اللہ سفر کی گھڑی ہے ، حج کا مصروف ترین زمانہ ہے ، سامان سفر، قلم دوات اور کتابوں سے خالی ہے ، مگر واہ رے علم کا موجیں مارتا سمندر مصطفی جان رحمت کے صدقہ خدا کی ذات پر ایسا بھروسہ کہ فورا لکھنے کو تیار ہوگئے ، مولانا شیخ صالح کمال ، مولانا سید اسماعیل ، مولانا سید خلیل سب اکابر نے کہ تشریف فرما تھے ، ارشاد فرمایا: کہ ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے ، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں ، کل شہ سنبہ ، پرسو چہار شنبہ ہے ان دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے کہ میں شریف مکہ کے سامنے پیش کردوں ۔

اعلی حضرت نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی ﷺ کی اعانت پر بھروسہ کرکے وعدہ کرلیا، اور شان الہی کے دوسرے ہی دن بخار شروع ہوگیا، ابھی بحث پوری لکھی نہ گئی تھی ، کہ شیخ الخطبا کبیر العلما حضرت مولانا شیخ احمد بوالخیر مرداد کا پیغام آیا کہ میں پاؤں سے معذور ہوں اور آپ کا رسالہ سننا چاہتا ہوں ، اب تک جو کچھ بھی لکھا گیا تھا اعلی حضرت لے کر حاضر ہوئے ، رسالہ کی قسم اول ختم ہو چکی تھی ، جس میں اپنے مسلک مذہب اہل سنت کا ثبوت تھا ، اور قسم دوم لکھی جارہی تھی جس میں وہابیوں کا رد اور ان کے سوالوں کے جواب ہیں ، حضرت شیخ الخطبا اول تا آخر سن کر فرمایا: میری خواہش ہے کہ ضرور زیادہ ہو ، اور اعلی حضرت نے قبول فرمالیا، رخصت ہوتے وقت اعلی حضرت نے شیخ الخطبا احمد ابوالخیر مرداد کے زانوئے مبارک کو دابا ہاتھ لگایا کہ حضرت شیخ الخطبا تاں فضل وکمال اور باں کبر سال کہ عمر شریف ستر برس سے متجاوز تھی یہ لفظ فرمایا: ”انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم“ میں تمھارے قدموں کو بوسہ دوں میں تمھارے جوتوں کو بوسہ دوں ، یہ ہے محبوب رب العالمین کی رحمت کہ ایسے اکابر کے دلوں میں امام احمد رضا کی وقعت و رفعت قائم فرمادی ۔

فضل الہی اور عنایت رسالت پناہی نے کتاب کی تکمیل و تبیض سب پوری کرادی ، اور اس رسالہ کا نام ”الدولة المکیه بالمادة الغیبیه“ ہوا پنج شنبہ کی صبح ہی کو وعدہ کے مطابق حضرت مولانا شیخ صالح کمال کی خدمت میں پہچادی گئی ، حضرت مولانا صالح کمال نے دن میں اسے کامل طور پر مطالعہ فرمایا، اور شام کو شریف مکہ صاحب کے یہاں لے کر تشریف لے گئے ، بعد نماز عشا شریف علی پاشا کا دربار ہوتا تھا ، حضرت مولانا صالح کمال صاحب نے دربار میں کتاب پیش کی اور علی الاعلان فرمایا ، اس شخص (احمد رضا خان) نے وہ علم ظاہر کیا جس کے انوار چمک اٹھے اور جو ہمارے خواب میں بھی نہ تھا ۔

حضرت شریف مکہ نے کتاب پڑھنے کا حکم دیا ، حضرت مولانا شیخ صالح کمال کتاب سناتے رہے ، اس کے دلائل قاہرہ سن کر مولانا شریف مکہ نے باآواز بلند فرمایا ؛؛ اللہ یعطی وھولاء یمنعون ؛؛ یعنی اللہ تعالی تو اپنے حبیب ﷺ کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ منع کرتے ہیں ۔

الدولۃ المکیہ کی اصل سے متعدّد نقلیں مکہ معظمہ کے علمائے کرام نے لیں ، اور تمام مکہ معظمہ میں کتاب کا شہرہ ہوا ، وہابیہ پر اوس پڑگئی ، بفضلہ تعالی سب لوہے وہابیوں کے ٹھنڈے ہوگئے ۔

جب وہابیہ کا یہ مکر نہ چلا اور مولانا شریف مکہ شریف علی پاشا کے یہاں سے ان کا منہ کالا ہوا ، تب پھر بے شرم وہابیہ نے

نائب الحرم کو کسی طرح رو دھو کر مگر مچھ کا آنسوں بہا بہا کر اپنے موافق کیا، احمد راتب پاشا اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے گورنر تھے ، آدمی ناخاندہ مگر دین دار ، ہر روز بعد عصر طواف کعبہ کرتے ، ایک روز جناب احمد راتب پاشا گورنر مکہ طواف سے فارغ ہوئے ہیں کہ نائب الحرم نے ان سے گذارش کی ، ایک ہندی عالم نے ہندوستان میں بہت لوگوں کے عقیدے بگاڑ دئے ہیں اور اب اہل مکہ کے عقیدے خراب کرنے آیا ہے ، اور کابر مکہ مثل شیخ العلما سید محمد سعید بابصیل ، مولانا شیخ صالح کمال ، مولانا ابوالخیر مرداد اس کے ساتھ ہوگئے ہیں ، مولی تعالی کی شان کہ یہ واقعی بات جو مجبورانہ کہی ، اس پر الٹی پڑی ، راتب پاشا نے بکمال غضب ایک چپٹ اس کی گردن پر ماری اور کہا: ”یا خبیث ابن الخبیث یا کلب ابن الکلب اذاکان ھو لاء معه فھو یفسد ام یصلح“ ، اے خبیث ابن خبیث اے کتے کی اولاد کتے جب یہ اکابر علما اس کے ساتھ ہیں تو وہ خرابی ڈالے گا یا اصلاح کرے گا۔

دین کا پاسباں علم کا دھنی زندہ باد　　عظمت وارث میراث نبی زندہ باد
دیو غارت ہوا باطل کا جنازہ نکلا　　ضبط واقدام امام احمد رضاخاں زندہ باد

* * *

(........صفحہ نمبر ۴۹ ؍ کا بقیہ)

مدرسہ اہل سنت و جماعت قائم ہوا۔ مولانا حسن رضا نے اس کا تاریخی نام ’منظر اسلام‘ [۱۳۲۲ء] تجویز فرمایا اور آپ ہی اس مدرسہ کے پہلے منتظم ہوئے ، اور مولانا حامد رضا خان پہلے مہتمم قرار پائے۔ جب کہ مولانا ظفرالدین بہاری کو اس مدرسہ کے پہلے طالب علم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

مولانا حسن رضا کے حسن انتظام سے قلیل عرصہ میں اس مدرسہ نے ریکارڈ ترقی کے منازل طے کیے۔ صرف تین سال کے عرصہ میں اس مدرسہ کے درس و تدریس ، تربیت و تہذیب اخلاق اور حسن اہتمام و انصرام کی دُھوم ملک بھر کے علما و عوام میں پڑ گئی۔ مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری ملقب بہ ” سراج الملۃ والدین“ جو کہ مدرسہ کے ممتحن بھی تھے ، مولانا حسن رضا کے حسن انتظام کو داد و تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رقم طراز ہیں :

”ہمت عالی اور توجہ خاص منتظم دفتر جناب مولانا حسن رضا خان صاحب دام مجدہم سے امید کامل ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ سے جس کی نظیر اقلیم ہند میں کہیں نہیں ہے ایسے برکات فائض ہوں جو تمام اطراف و جوانب کی ظلمات اور کدورات کو مٹائیں اور ترویج عقائد حقہ منیفہ اور ملت بیضاء شریفہ حنیفہ کے لیے ایسی مشعلیں روشن ہوں جن سے عالم منور ہو“۔ (رُوداد سال دوم مدرسہ اہل سنت بنام کوائف اخراجات از مولانا حسن رضا ، ص:۵۱)

وصال: ۲۲ ؍ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ کو ۵۰ سال ۶ ماہ کی عمر میں وصال ہوا۔

* * *

استاذِ زمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں

ادارہ

نام ونسب: اسمِ گرامی: محمد حسن رضا خان۔ لقب: شہنشاہِ سخن، استاذِ زمن، تاج دارِ فکر و فن ۔
سلسلہ نسب اس طرح ہے: محمد حسن رضا خان بن مولانا مفتی نقی علی خان، بن مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہم۔

تاریخ ولادت: آپ ۴؍ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۱۹؍ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو حضرت مولانا نقی علی خان کے گھر پیدا ہوئے۔

تحصیلِ علم: اِبتدائی تعلیم اپنے والد ماجد اور برادرِ اکبر سیدی اعلی حضرت –رحمۃ اللہ علیہما– سے حاصل کی۔ نعت گوئی کی تعلیم بھی اپنے برادرِ اکبر سے پائی، اور کلام مجاز میں بلبل ہندوستان حضرت داغ دہلوی –رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ– سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ داغ دہلوی کے قیام رام پور کے دوران آپ اُن کے پاس حاضر ہوا کرتے۔ داغ دہلوی کو آپ سے خاص اُنس تھا اور اکثر پیارے شاگرد کہہ کر خطاب کیا کرتے۔

بیعت وخلافت: سراج العارفین سید ابوالحسین احمد نوری قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور سند خلافت سے شرف یاب ہوئے۔

تصنیف وتالیف: مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خداے بخشندہ نے ایک سیال وفیاض قلم عطا فرمایا تھا۔ موصوف نے نثر و نظم میں بہت سی گراں قدر یادگار اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آپ کے نثری رسائل کی تعداد سے بارہ سے متجاوز ہے: (۱) دین حسن، (۲) نگارستانِ لطافت، (۳) تزکِ مرتضوی، (۴) آئینۂ قیامت، (۵) بے موقع فریاد کے مہذب جواب، (۶) سوالات حقائق نمابر رؤس ندوۃ العلما، (۷) فتاویٰ القدوۃ لکشف دفین الندوۃ، (۸) ندوہ کا تیجہ رودادِ سوم کا نتیجہ، (۹) ہدایت نوری بجواب اطلاعِ ضروری، (۱۰) اظہارِ روداد، (۱۱) کوائف اخراجات (۱۲) باقیات حسن (آپ کے بکھرے ہوئے شہ پاروں کا مجموعہ)۔

یوں ہی نظم کے میدان میں آپ نے پانچ لاجواب مجموعے پیش فرمائے ہیں (۱) ذوقِ نعت، (۲) وسائل بخشش، (۳) صمصامِ حسن، (۴) قندپارسی، (۵) ثمر فصاحت۔

مولانا حسن رضا اور دارالعلوم منظر اسلام: منظر اسلام کے بنا و قیام سے انتظام و انصرام تک تمام معاملات میں مولانا حسن رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ منظر اسلام کے اصل محرک تو ملک العلما ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ انہوں نے مولانا حسن رضا، حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہما اور پھر ان کی وساطت سے ایک سید زادہ بزرگ جناب سید امیر احمد صاحب کو ہم نوا بنایا اور سید صاحب کے ذریعہ قیام مدرسہ کے لیے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قائل کرنے کی سعی کی۔ چناں چہ جناب تحصیل دار رحیم یار خاں صاحب رئیس اعظم بریلی کے عالی شان مکان پر واقع محلہ گلاب نگر میں...

(بقیہ صفحہ ۴۸؍ پر)

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ استاذِ زمن علامہ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی عبدالغفار ثاقب

اکثر دیکھا اور پایا گیا ہے کہ نسل انسانی میں خاندان کا رکھ رکھاؤ، شان و شوکت، علمی رعب وداب، اخلاقی رفعت وسربلندی، اعلی کردار وگفتار، عزت وشہرت، جاہ وچشم کے اثرات کچھ نہ کچھ وراثادرایتاضرور پائے جاتے ہیں۔ اس پر مستزاد اگر سلف صالحین میں دینی شغف، زہدوورع، تقوی وطہارت، شفقت ومروت، جذبہ خدمت دین وملت، اصلاح اعمال وعقائدکی لگن طرہ امتیاز بن کرچلی آرہی ہو تونسلا بعدنسل اس کا اثرمرتب ہوتا رہنا بدیہی امر ہے۔ بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ کچھ ناخلف ونامراد اولاد بمصداق "ولی کے گھر میں شیطان" اپنے آباؤاجداد کے نقش قدم کو چھوڑ کرننگ اسلاف کی صورت میں بدنماداغ بن کرخاندانی جاہ وجلال، عزت وشرافت، عظمت وسطوت کو طوفان بلاخیز کے حوالے کرکے نمونہ سلف بننے کی بجائے خاندانی نام ونشان کو دریابرد کرکے رسوائے زمانہ کی فہرست میں اپنا نام درج کرالیتی ہے، مگراس بات سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اکثرخوش نصیب اخلاف اپنی خوشنماطرز زندگی سے اپنے اسلاف کی شہرت دوامی میں چار چاند لگاکراپنی بقاے حیات کے ساتھ خاندانی وقارکی ضمانت کی سند حاصل کرلیتے ہیں۔

ابھی میں نے اسی طرح کے شہرت یافتہ لائق تقلید خاندانوں میں سے ایک عمدۃ المحققین، رئیس المتکلّمین، قدوۃ السالکین، زبدۃ الواصلین حضرت العلام مفتی نقی علی خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے خاندان ذی وقار کے گلشن سدابہار کی مہکتی کلیوں کی نچوڑ سے قارئین کے مشام جان کو معطرومشکبار کرنے کاارادہ بنایا ہے جو منصب وجاگیر دار خاندان افغانستان کے علاقہ قندھار سے چل کر سابق متحدہ ہندوستان کے لاہور شہر میں واقع "شیش محل" کو زینت بخشتا ہوااترپردیش کے شہرعشق ومحبت، گہوارہ علم وحکمت بریلی شریف میں فروکش ہوگیا، اور محلہ سوداگراں کی زینت نوبہار بن گیا جوآج پوری دنیاے اہل سنت کا مرکز عقیدت ہے، اسی دبستان علوم وفنون کے صحن لالہ زار کو سرسبزوشاداب رکھنے اور شہرت کے بام ثریا پر پہنچانے کے لیے پاسبان دین وملت، علم بردار ناموس رسالت، امام اہل سنت اعلی حضرت مولانا احمدرضاخان علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقری ذات زینت نوبہار کی حیثیت سے اپنے قدوم میمنت لزوم سے چمنستان رئیس الاتقیامولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ والرضوان کو مرکز علم شریعت وطریقت کاگہوارہ بنادیا، جہاں سے شریعت وطریقت کی دونہریں نکل کر پوری دنیاکی خشک ہورہی کھیتیوں کو سیراب وبارآور کررہی ہیں، جس کے سرخیل مجاہداعلی حضرت کی قدآور ذات ستودہ صفات ہے، اقلیم شریعت ومعرفت کا بے تاج بادشاہ ہے، علم کسبی ولدنی کا سمندر ناپیداکنار ہے، جو منافقت و نجدیت کی چل رہی باد سموم کے جھونکوں سے آشوب زدہ ہورہے گلشن اسلام کو تجدید کاری کے ذریعہ حسن نوبہار عطاکرکے مجدداعظم کی حیثیت سے پوری دنیائے اہل سنت وعالم میں مشہور زمانہ ہے، یہ وہی مطلع نقی علی خان پر

طلوع ہونے والے مجدد اسلام اعلی حضرت ہیں جن کی ولادت باسعادت کے تقریبا ساڑھے تین سالوں کے بعد ۲۲/ ربیع الاول ۱۲۷۶ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۹۰۹ء میں اعلی حضرت کی قوت بازو بن کر برادر اصغر کی حیثیت سے استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان نے دنیاے گیتی پر قدم رنجہ فرمایا اور اپنے والد گرامی حضور مفتی نقی علی خان (علیہ الرحمۃ والرضوان) اور برادر اکبر امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان (علیہ الرحمۃ والرضوان) سے تمام علوم متداولہ پر دسترس حاصل فرمایا، معقولات و منقولات پر مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد مسند درس و تدریس کو زینت بخشی، ساتھ ہی ساتھ خاندانی وراثت کے پس منظر میں شمع عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لو کو تیز کرنے اور دشمنان خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی سرکوبی کے لیے اعلی حضرت کے مشن اشدء علی الکفار اور دشمنوں پہ کیا مروت کیجیے کا علم لے کر میدان عمل میں سرگرم عمل ہو گئے جس کے لیے آپ نے بشکل منظوم اعلی حضرت کی روش پر عمل کیا، کیوں کہ آپ صرف اعلی حضرت کے چھوٹے بھائی ہی نہیں بلکہ شاگرد و خلیفہ بھی تھے، (تجلیات خلفائے اعلی حضرت، مصنفہ مولانا شاہد القادری) نتیجتا آپ جب تک بقید حیات رہے حقانیت کی تلوار بے نیام بن کر مشن اعلی حضرت کو پروان چڑھاتے رہے جیسا کہ استاذ زمن کی دیگر کتب مثلا تزک مرتضوی، نگارستان لطائف، بے موقع فریاد کا مہذب جواب، دین حسن، آئینہ قیامت، ثمر فصاحت، وسائل بخشش مثنوی، صمصام حسن اور ندوہ کی روداد سوم کا نتیجہ وغیرہ سے ہٹ کر حضرت استاذ زمن کی نعتیہ کلام پر مشتمل تصنیف لطیف " ذوق نعت " کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے جہاں ایک طرف عشق رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا جام تغزل مآب منظوم کی شکل میں مجلس عشاق خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام میں چھلکانے کا سلیقہ جانتے تھے، وہیں دوسری جانب اپنے کلام بلاغت نظام کے ذریعے احقاق حق اور ابطال باطل کا ہنر بھی خوب خوب جانتے تھے جو مشن اعلی حضرت کی تائید کا بھرپور غماز و عکاس ہے، اور فرقہ باطلہ کے عقائد باطلہ کی جامہ تلاشی و نشاندہی کے باب میں گراں نمایا تحفہ ہے۔

آئیے! کلام عشق سے وجدان ذہن و فکر کو جلا بخشنے سے پہلے ؛؛ذوق نعت ؛؛ سے اعلی حضرت کے تیور:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو　　　ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک　　　اندھے نجدی دیکھ لیں قدرت رسول اللہ کی
تیری دوزخ سے تو کچھ چھینا نہیں　　　خلد میں پہنچا رضا پھر تجھ کو کیا

سے مستعار چند اشعار ملاحظہ کیجیے جس میں نجدیوں کے حلیے کے ساتھ عقائد خبیثہ کی نجاست سے اٹھتا ہوا تعفن مؤمن صادق کے مشام جان کو کس طرح مسموم کر رہا ہے، اس پر کیسا ریمارکس لگایا ہے۔۔۔ دیکھئے:

نجدیا سخت ہی گندی ہے طبیعت تیری
کفر کیا شرک کا فضلہ ہے نجاست تیری
بزم میلاد ہو کانھا کے جنم سے بدتر
ارے اندھے ارے مردود یہ جراءت تیری

ان کی تعظیم کرے گا نہ اگر وقت نماز
ماری جائے گی ترے منہ پہ عبادت تیری
سر مونڈھے ہوں گے تو پاجامہ گھٹنے ہوں گے
سر سے پا تک یہی پوری ہے شباہت تیری
اہل سنت کا عمل تیری غزل پہ ہو حسن
جب میں جانوں کہ ٹھکانے لگی محنت تیری

قارئین حضرات مذکورہ اشعار دیکھنے کے بعد مظہر اعلی حضرت استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کے تیور کا اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی ہوگی، کیوں کہ اثردار استاد کے مہذب وفادار شاگرد پر کچھ نہ کچھ یقینی طور پر اثر مرتب ہوتا ہے، جبھی تو ایک وفاشعار شاگرد اپنے استاد کے نقش قدم کو مشعل راہ بنا کر استاد کے مشن کو آگے بڑھانے میں اپنے لیے کامیابی و کامرانی کی معراج یقین کرتا ہے، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضرت استاذ زمن کا نسبی تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے جہاں عشق رسول ﷺ کا جام عاشقان خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی بزم محبت میں تقسیم کیا جاتا ہے اور شاتمان رسول کے نظریہ باطلہ کا قلع قمع کیا جاتا ہے، محبان رحمۃ للعالمین ﷺ کو رحماء بینھم کے چھتر چھاؤں میں گلے لگایا جاتا ہے، اور دشمنان سید المرسلین ﷺ کی گردن اشداء علی الکفار کی تلوار سے ناپی جاتی ہے، ایسا اس لیے بھی ہوتا ہے کہ اس خاندان کا ہر ایک بچہ ابتدا ہی سے عشق شہ کونین محبوب رب المشرقین والمغربین ﷺ کی بھٹی میں تپ کر کندن بن جاتا ہے، بحر شریعت و طریقت کا شناور، تقوی و طہارت کا پیکر جمیل بن جاتا ہے، اس کو خیر و شر حسن و قبح میں امتیاز کرنا سکھایا نہیں جاتا ہے کہ رب العالمین کی ربوبیت کیا ہے، رحمۃ للعالمین کی رحمت عامہ خاصہ کیا ہے، خشیت الہی کیا ہے، شفاعت محبوب الہی کیا ہے، وحدانیت و رسالت میں امتیازی فرق کیا ہے، جبھی تو استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں اپنے اخی محترم، استاذ ذی حشم حضور اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے مشن کا جھنڈا لے کر میدان صعوبت زار میں کود پڑا اور باطل افکار و نظریات کے نفاقی منصوبے کو طشت از بام کر کے دانشوروں کے سامنے پیش کر دیا، اور اپنے کلام عشق بردوش کے ذریعہ عاشقان خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی بزم نشاط و نکہت بار کی رونقوں میں چار چاند لگا دیا، مگر افسوس صد افسوس کہ زیادہ دنوں تک حیات فانی نے وفا نہ کیا اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں ۵۲ / سال نشیب و فراز طے کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا اور صدمہ جاں کاہ کا بار گراں شانہ صبر و تحمل پر اٹھائے برادر اکبر حضور اعلی حضرت نے نماز جنازہ پڑھا کر اپنے ہاتھوں سپرد خاک کیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

استاذ زمن حضرت علامہ حسن رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ایک محقق، مدبر زہد و تقوی سے مرصع متبحر عالم تھے، مگر آپ کی شہرت فطری قادر الکلام شاعر ہونے کی وجہ سے زیادہ ہوئی، آپ وہی طریقے پر صنف سخن کی زلف برہم کو سنوار کر صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کے لیے مافی الضمیر کو موزونیت کے قالب میں ڈھالتے رہے، لیکن تسکین خاطر و خود اعتمادی حاصل کرنے کے پیش نظر مرزا داغ دہلوی کو اپنا کلام بلاغت نظام دکھانے لگے، آپ یوں کہہ سکتے ہیں فن شعر و شاعری میں مرزا داغ دہلوی کو

اپنا استاد سخن بنالیا جس پر بذات خود داغ نے فخر محسوس کیا ہوگا کہ ایک فطری شاعر نے اپنا نام شاگردی کی فہرست میں درج کرالیا ، بہرکیف آپ نے فن لطیف ونازک میں ایسی مہارت حاصل فرمائی کہ استاذ الشعرا بن کر ابھرے، بلکہ ایک وہ بھی وقت آیا کہ ” استاذ زمن “ کے لقب سے ملقب ہوگئے، اور دنیا اسی نام سے جاننے لگی، نتیجتاً بڑے بڑے فنکار و مشاق شعرا برائے اصلاح سخن آپ کی بارگاہ میں زانوئے ادب تہ کرنے میں فخر ہی نہیں قسمت کی معراج یقین کرنے لگے، اس لیے آپ کے شاگردوں کی لمبی فہرست ہے، یہاں پر چند اسما درج کیے جارہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حکیم سید برکت علی نامی، حافظ وہاج احمد محشر، منشی ہدایت یار خاں قیس، منشی دوار کا پرشاد حلیم، سید شمود علی عاشق، محمد حسین اثر بدایونی، منشی اختر حسین اختر، حکیم سید مسعود غوث فیض، منشی اعجاز قیصر مرادآبادی، منشی مظہر حسین مظہر۔ (تجلیات خلفاے اعلی حضرت)

اسی طرح استاذ زمن کے محاسن شعری کے مداحوں کی بھی لمبی فہرست ہے، برمحل کچھ ناقدین و مبصرین شعرا کے حسن آرا پر ایک نظر ڈال لینا معلوماتی خزانے میں اضافے کا سبب بنے گا۔ یہ دیکھیے: محقق رضویات حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری رضوی صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی پاکستان تحریر فرماتے ہیں:

آپ کا مذاق شعر پاکیزہ اور اسلوب بیان قابل تعریف ہے، اس میں شک نہیں کہ نواب فصیح الملک مرزا داغ دہلوی کے تلامذہ میں آپ ایک امتیازی درجہ رکھتے تھے، اور کچھ عجب نہیں کہ اگر زندگی وفا کرتی اور یہ مشغلہ قائم رہتا تو ان کے نام کو جلا دیتے۔

ایک بلند مرتبہ شاعر ہونے کے علاوہ حسن رضا بریلوی کا شمار ہندوستان کے جید علما میں بھی ہوتا ہے۔

جناب حکیم سید برکت علی نامی رقم طراز ہیں:

”حضرت استاذی حسن بریلوی رضی اللہ عنہ جن کے کمال سخن کی خوشبوؤں سے چمن شاعری مہک رہا تھا، جن کی رنگینی کلام سرسبز شاداب شاخیں میدان سخن کو گھیرے ہوئے تھیں، جن کی زبان کی دلچسپیاں ایک عالم پر سکہ بٹھائے ہوئے تھیں “۔ جناب مولانا حسرت موہانی اس طرح گل افشاں ہیں: شعر و سخن کا ثبوت حضرت حسن کو ابتدا ہی سے تھا، کچھ روز تک خود مشق کرتے رہے، اس کے بعد مرزا داغ کو اپنا کلام دکھانا شروع کردیا اور ایک مدت رام پور میں رہ کر استاذ کے گلشن سخن سے گل چینی فرماتے رہے، یہاں تک کہ بجائے خود استاذ مستند قرار پائے۔

ویسے تو بہت سارے مداحوں، گل چینوں نے آپ کی شاعری کے تعلق سے کچھ نہ کچھ بہت کچھ تحریر کیا ہے، اختصار کے پیش نظر صرف ایک قول کا بوجھ اور اٹھالیجیے کہ ڈاکٹر لطیف حسین ادیب کس طرح گل افشانی کرتے ہیں وہ تحریر کرتے ہیں:

علامہ حسن رضا رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کا شعر بہ شعر مطالعہ کرنے کے بعد مستفاد ہوا کہ انہوں نے اپنے استاذ کی تقلید کی، ان کے الفاظ، تارکیب لغات، روزمرہ کا محاورہ جان فصاحت ہیں، ان کی زبان میں غضب کی کشادگی اور خوش گوئی ملتی ہے۔ (تجلیات خلفائے اعلی حضرت)

مجموعی حیثیت سے دیکھنے کے بعد ایسا جان پڑتا ہے کہ استاذ زمن کی عبقری شخصیت متفرق جہات میں ید طولی رکھتی تھی، جبھی تو بلا تردد اپنے محسن برادر اکبر، استاذ مکرم اعلی حضرت کے نظریہ فکر کے مؤید ہی نہیں بلکہ قوت بازو بن کر کارگاہ عمل کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر

پرچم مسلک حقہ بلند فرماتے رہے، اور امام اہل سنت کے لائحہ عمل کو بروئے کار لانے میں ذرہ برابر بھی کسل و بخل سے کام نہیں لیا، جس نے آپ کے نام کو زندہ جاوید بنا دیا، خاص کر آپ اپنے کلام کے ذریعے عاشقوں کی محفل میں ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔

اس لیے آخر میں چلتے چلاتے بوجھل ہو رہے ذہن و فکر میں تازگی کا غازہ کرنے کے لیے استاذ زمن کے عشق و محبت سے لبریز" ذوق نعت" سے متفرق بحور و قوافی اور ردائف سے آراستہ نعتیہ کلام قارئین کی خدمت میں پیش کر دوں تاکہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، اور آپ کو جام طہور کا لطف و مزہ مل جائے۔ تو لیجیے! ملاحظہ کیجیے :

دل درد سے بسمل کی طرح لوٹ رہا ہو
سینے پہ تسلی کو تیرا ہاتھ دھرا ہو
آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا
خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو
باغ جنت میں نرالی چمن آرائی ہے
کیا مدینے پہ فدا ہوکے بہار آئی ہے
ان کے گیسو نہیں رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ان کے ابرو نہیں دو قبلوں کی یکجائی ہے
جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی
جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے
اے حسن حسن جہاں تاب کے صدقے جاؤں
ذرے ذرے سے عیاں جلوہ زیبائی ہے

قارئین حضرات! مذکورہ اشعار کے ایک ایک لفظ کو جملوں کے دھاگے میں پرو کر بتائیے کہ حسن تغزل کا کونسا پہلو ہے جو آپ کی شعری تخلیق میں نہیں ہے۔

گفتگو کا سلسلہ منقطع کرنے سے پہلے میرے پسندیدہ دو اشعار کے خد و خال پر بھی چنٹی نظر ڈال لیجیے، شاید آپ کے ذوق مطالعہ کی معراج ہو جائے۔

تمھارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا
ہمارا بگڑا ہوا کام بن گیا ہوگا
عزیز بچے کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

باب دوم

تذکرہ
خانوادۂ اعلیٰ حضرت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں

ادارہ

ولادت باسعادت: حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسلامی مہینہ کی فصل بہار ربیع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء میں اپنے دادا خاتم المحققین علامہ نقی علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) کے گھر بریلی (یوپی) میں پیدا ہوئے۔

نام ولقب: امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بڑے صاحب زادے کا نام ارشاد حدیث کے مطابق رکھا۔ اور بحساب حروف ابجد اسم "محمد" کے اعداد سے آپ کا سال ولادت "۱۲۹۲" ظاہر ہوا۔ پکارنے کے لیے "حامد رضا خاں" تجویز ہوا اور عوام نے "بڑے مولانا" کہہ کر خراج عقیدت پیش کیا اور خواص نے " حجۃ الاسلام " کا لقب دے کر آپ کے علم وفضل کا اقرار کیا۔

تعلیم وتربیت: حسب معمول جب چار سال چار ماہ کی عمر ہوئی تو تعلیم کا آغاز کیا پھر بڑھتے ہی گئے اور از ابتدا تا انتہا مکمل تعلیم اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور نہ صرف حاصل کی بلکہ " اپنے معاصرین میں یہ امتیاز پایا کہ صرف ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء میں فارغ التحصیل ہوگئے "۔ (تذکرہ جمیل از مولانا ابراہیم خوشتر قادری رضوی، ص: ۱۱۰)

مسندِ افتا: فراغت کے ایک سال بعد مسند افتا پر جلوہ افروز ہوئے اور پھر دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ کار افتا کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ اس طرح مکمل پچاس سال تک مسند افتا کو رونق بخشی۔ اس کا انداز بھی کیسا نرالا کہ " فراغت کے بعد ہی ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء سے اپنے عم محترم حضرت حسن بریلوی کے وصال ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء تک اپنے والد نامدار امام احمد رضا کی خدمت وصحبت میں تربیت کے مراحل سے گزرتے رہے"۔ (مصدر سابق، ص: ۱۱۱)

اپنے والد ماجد کی خدمت وصحبت میں صرف حصول تربیت ہی نہ کرتے بلکہ اپنے والد ماجد کا تعاون بھی کرتے جس میں " امام احمد رضا کے لیے اندر سے کتابیں نکال کر لانا اور سندوں کی عبارتیں تلاش کرنا بھی تھا۔ آپ کی یہ خدمت ۱۳۶۲ھ تک جاری رہی یہاں تک کہ حضرت مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی کے وصال کے بعد منظر اسلام کا اہتمام آپ نے سنبھال لیا"۔ (ایضا: ۱۸۱)

درس وتدریس: افتا کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ " منظر اسلام " بریلی شریف میں تدریس کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے اور تدریس وتفہیم کتب کا عالم یہ ہوتا کہ " منظر اسلام میں نہ صرف حدیث بلکہ معقول ومنقول کے اعلیٰ درجات کی کتابیں بھی آپ نے ایسی پڑھائیں کہ شاید وباید... ہر درجہ میں پڑھنے والوں کا ہجوم رہا"۔ (ایضاً، ص: ۱۸۰)

کار افتا کا ہجوم اور تدریس کا فریضہ اس پر مستزاد، ظاہر ہے کہ مصروفیت میں اضافہ ہونا ہی ہے اور ہوا بھی یہی کہ آپ کی مصروفیات میں خاصا اضافہ رہا جس کا ذکر آپ نے خود اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرمایا: "اس سال بوجہ حدیث شریف

پڑھانے کے فقیر کو قطعاً فرصت نہ ملی۔ درمیان سال میں مدرس اول دار العلوم منظر اسلام بعض احباب کے اصرار سے میرٹھ بھیج دیے گئے، درس فقیر کے سر رہا"۔ (ایضاً، ص:۱۸۱)

بیعت وخلافت: آپ کے مرشد گرامی حضرت نور العارفین مولانا سید ابوالحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء) اور مرشد ہی کے حکم سے آپ کے والد نام دار امام احمد رضا قادری برکاتی نے آپ کو تمام سلاسل عالیہ اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ اور اوراد و اشغال میں ماذون فرمایا۔ طریقت ومعرفت کے تیرہ سلاسل میں آپ کو اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

تصنیفات وتالیفات: اب ذرا ایک نظر تصنیف وتالیف پر بھی۔ اگر چہ مصروفیات ومشاغل کے سبب زیادہ کتابیں منصہ شہود پر نہ آئیں لیکن ان گوناگوں مشاغل کے باوجود جب کبھی بھی موقع میسر آتا آپ اپنے والد ماجد کی روش کے مطابق فتویٰ نویسی میں متوجہ ہو جاتے اور تصنیف وتالیف کا بھی کام جاری رکھتے۔

خیر! مصروفیات کے باوجود جو کچھ بھی تحریری خدمات آپ نے اہل سنت وجماعت کے لیے پیش کیں، وہ اپنے موضوع پر نہایت ہی اہم اور قابل استفادہ ہیں۔ یہ بات ان کتب کے اسمائے گرامی ہی سے واضح ہے:

(۱) مجموعہ فتاویٰ (یہی فتاویٰ حامدیہ کے نام سے شائع ہوا) (۲) الصارم الربانی علیٰ اسراف القادیانی (۳) نعتیہ دیوان (یہی دیوان "بیاض پاک" کے نام سے شائع ہوا) (۴) تمہید وترجمہ الدولۃ المکیہ (۵) الاجازات المتینہ لعلماء بمکۃ والمدینہ (۶) تمہید کفل الفقیہ الفاہم (۷) خطبہ الوظیفۃ الکریمہ (۸) سد الفرار (۹) سلامۃ اللہ لاہل السنۃ من سیل العناد والفتنۃ (۱۰) حاشیہ ملا جلال (۱۱) کنز المصلی پر حاشیہ (۱۲) اجلیٰ انوار رضا (۱۳) آثار المبتدعین لہدم حبل اللہ المتین (۱۴) وقایہ اہل سنت (تذکرہ جمیل، ص:۱۸۵) (۱۵) اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (یہ رسالہ فتاویٰ حامدیہ میں شامل ہے) (۱۶) مقالات حامدیہ (۱۷) حاشیہ خیالی، (۱۸) حاشیہ توضیح تلویح، (۱۹) حاشیہ ہدایہ اخیرین، (۲۰) حاشیہ بیضاوی، (۲۱) حاشیہ صحیح بخاری (تذکرہ جمیل، ص:۱۱۰)

وصال: حضرت حجۃ الاسلام کی علالت کا آغاز ۱۹۳۹ء سے ہی ہو گیا تھا، لیکن اس عالم میں بھی آپ نے متعدّد تبلیغی اسفار کیے، جن میں جودھ پور اور بنارس کے اسفار خاص ہیں۔ آپ اپنے وصال سے ایک سال قبل ہی اپنی رحلت کے حالات و کوائف بیان فرمانے لگے تھے، آپ اپنے وصال کی کیفیت بیان کرتے اور فرمایا کرتے تھے: زبان سرکار ﷺ پر درود وسلام اور ذکر میں مشغول ہو کر، روح قرب وصال سے چھلکتے ہوئے کیف وسرور کے جام سے محظوظ ہو گی۔ آپ کا وصال مبارک ۱۷/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳/ مئی ۱۹۴۳ء دوران نماز عشاء حالت تشہد میں ہوا، نماز جنازہ تلمیذ رشید حضرت محدث پاکستان علامہ سردار احمد رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی، لاکھوں کی تعداد میں عاشقان حجۃ الاسلام شریک جنازہ تھے۔

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی محمد مصلح الدین قادری برہانی

جن کی عظمتوں کا معترف سارا زمانہ ہے
وہ حضرت حجۃ الاسلام ہی کا آستانہ ہے

اسلاف شناسی کا جمال اسلامی سرمایہ کا جزلاینفک عہد ماضی میں رہا ہے، آج بھی ہے اور عہد استقبال میں بھی رہے گا، بعونہ تعالیٰ اس کے حصہ کے طور پر یا اس کے مد نظر آج قلم برداشتہ ایک عظیم شخصیت اور کریم ذات کے دربار گہربار میں قلبی نذرانہ پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کرتا ہوں، اور اپنے خلف ہونے کا حق ادا کرتا ہوں جن کی نظر کرم دارین کی نعمتوں سے فیض یاب کرتی ہے۔ یہ حقیر اسی بارگاہ محبت کا فقیر ہے جن کے دامان کرم سے وابستہ ہوجانا فوز وفلاح کی ضمانت ہے۔ میں اپنی فیروز بختی پر نازاں ہوں کہ میرے مرشد طریقت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے مجھ ہیچ مداں کو کسی لائق بنادیا ورنہ "من آنم کہ من دانم۔"

یہ عین حقیقت ہے کہ خانقاہ غوثیہ قادریہ بغداد شریف کے شافی شفاخانہ سے جن کی روحانیت کی مئے محبت مارہرہ ہوتی ہوئی خانقاہ قادریہ رضویہ بریلی شریف جلوہ گر ہوتی ہے تو کائنات کو مستفیض کردیتی ہے، پہلی بار بارگاہ حجۃ الاسلام میں خود کو مؤدبانہ پیش کرکے دارین کی سعادت تصور کرتا ہوں اس امید پر کہ حضور والا کی ایک نظر التفات مجھ پر ہوجائے تو دولت کونین سے مالا مال ہوجاؤں۔

احسان ہیں ان کے بے پایاں یاران وفا کی ملت پر
اللہ کی رحمت نازل ہو اس مرد خدا کی تربت پر

شہزادہ اعلیٰ حضرت، نور ایمان، حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری رضوی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی مہینہ کی فصل بہار ربیع النور ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء اپنے مقدس دادا خاتم المحققین، راس المفسرین، شیخ المحدثین حضرت علامہ مفتی نقی علی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس گھر میں عبقریت کی چادر میں لپٹے ہوئے عز وشان کے ساتھ جلوہ افروز ہوئے۔ حجۃ الاسلام کے والد بزرگوار چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند ارجمند کا اسم گرامی "محمد" رکھا اور باحساب ابجد لفظ "محمد" کے اعداد سے حجۃ الاسلام کا سال ولادت ۱۲۹۲ھ کا ہوا۔ رئیس العلما حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کا عرفی نام نام نامی اسم گرامی "حامد رضا" قرار پایا۔

حامد رضا رضا کا ہے نور نگاہ   سنی دنیا لیتی ہے ان کی پناہ

ابھی حضرت حجۃ الاسلام آغوش طفلی میں تھے کہ حضرت کے جد امجد آفتاب شریعت، ماہتاب طریقت حضرت مفتی نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خاکدان گیتی کو خیر آباد کیا، اس وقت حضرت حجۃ الاسلام کی عمر شریف چھ سال کی تھی۔

مفکر اسلام حضرت حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں رضی اللہ عنہ نے جس سال دنیاے فانی میں آنکھیں کھولیں اس وقت امام اہل سنت، سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ کی عمر شریف کا بیسواں سال تھا۔ علم و فضل کا آفتاب نصف النہار پر اپنی پوری تمازت کے ساتھ روے زمین کو منور کر رہا تھا، تجدیدی کام کا آغاز ہوچکا تھا، تاریکیوں کا پردہ چاک ہو رہا تھا، شب دیجور کی کالی گھٹا رفتہ رفتہ چھٹ رہی تھی، حقانیت کی شمشیر براں برہنہ ہوچکی تھی، شریعت و طریقت کی بابرکت شعاعیں جلوہ آرائیوں میں مصروف تھیں۔ اعلی حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیر و مرشد رئیس السالکین حضرت سید آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد رضا کے والد گرامی رئیس العلما حضرت مفتی نقی علی خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہ راہ حیات پر گامزن تھے۔ مارہرہ مقدسہ اور بریلی شریف میں خانقاہ برکاتیہ رضویہ میں احقاق حق اور ابطال باطل کا دور تھا۔ بعونہ تعالی جل جلالہ و بکرم رسولہ الاعلی صلی اللہ علیہ وسلم برصغیر کا ہر خطہ دین خداوندی کے حقانی زمزموں سے گونج رہا تھا، وہ پاکیزہ ماحول تھا جس کی پرفضا و خوش گوار آب و ہوا میں حضرت حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں قادری رضوی کا عہد طفلی شروع ہوتا ہے۔

عہد طفلی بھی ان کا روشن ہے　　　شباب کیا کہنا یہ بھی ہے قابل تعریف

جب حضرت حجۃ الاسلام قادری رضی اللہ عنہ کی چشم ہوش مند نے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لینا شروع کیا تو انہیں ہر طرف سنت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمرانی نظر آئی، فقہ حنفی کا سمندر موجزن نظر آیا عقائد کے حنفی امام حضرت ابو المنصور ماتریدی رضی اللہ عنہ کے عقائد حقہ کی شان و شوکت نظر آئی دین حق کی حمایت اور گستاخان رسول ﷺ کی عداوت میں اپنے ارکان خانوادہ کو شد و مد کے ساتھ برسرپیکار دیکھا، اپنی خاندانی روایت کے مطابق حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت والد محترم اعلی حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کے زیر عاطفت ہوئی، حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ نے تمام ضروری کتابیں اپنے والد گرامی محدث بریلوی امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ سے پڑھیں، جملہ علوم و فنون کی منازل طے کر کے صرف انیس سال کی پاکیزہ عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

والد گرامی اعلی حضرت امام احمد رجا خاں قادری محدث بریلوی رضی اللہ عنہ اپنے بڑے لخت جگر نور نظر سے بڑی محبت فرماتے تھے، اور وقتاً فوقتاً زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرماتے تھے " حامد مني و انا من حامد " یقیناً یہ ارشاد دل شاد غایت درجہ محبت کی زبان ذیشان ہے۔ جس پر اہل وفا قربان ہیں۔ اعلی حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے نور الابشار بڑے بیٹے حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کو بڑے مولانا کہہ کر ہمت افزائی فرماتے تھے، حضرت حجۃ الاسلام مفتی شاہ حامد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ برصغیر کی سب سے بڑی خانقاہ قادریہ مارہرہ شریف کے ساتویں قطب نور معرفت، تاج شریعت، ھادی حقیقت، رہبر راہ شریعت حضرت الشاہ ابو الحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخلص مرید اور باوفا خلیفہ مجاز تھے نیز اپنے والد ماجد اعلی حضرت محدث بریلوی رضی اللہ عنہ سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔

حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ درسیات کی تکمیل کے بعد اپنے والد بزرگوار مجدد زمانہ کی صحبت بابرکت کے مختلف مراحل سے گزرتے رہے، اس دوران حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف مضامین قلم بند فرمائے، دور دراز مقامات سے آئے ہوئے استفتا کے جوابات بھی رقم فرمائے اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حجۃ الاسلام کے مضامین، تصدیقات، نگارشات، تصنیفات، تالیفات اور تقریظات کا اندازہ تحریر بہت ہی محققانہ اور گراں قدر ہوتا تھا، جس میں محدث بریلوی امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کی تصنیف کا مکمل عکس نظر آتا تھا، حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کسی بھی فتوی یا تصنیف کی صرف تصدیق ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنی تقریظ و تاثر سے کتاب کی اہمیت کو دوچند کر دیتے تھے، تقریظ عربی زبان میں بھی ہوتی تھی جو زبان و بیان کے لحاظ سے اعلی نمونہ کہلاتی تھی۔ حضرت کی نگارش اتنی شستہ شائستہ اور رواں ہوتی تھی کہ عربی املا کا شاہکار معلوم ہوتی تھی۔ فصاحت و بلاغت کا بحر ذخار امنڈ تا نظر آتا تھا، اس بات کی شاہد عدل حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تحریر ہے جو انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علما اسلام و فضلاے کرام کی تصدیقات پر قلم بند فرماتے ہیں۔ محدث بریلوی کی گراں قدر تصنیف انیق " الدولۃ المکیہ " کی تمہید حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حقیقت رقم کی کرامت ہے اور اس کتاب مستطاب کا اردو ترجمہ اتنا رواں با محاورہ اور شاندار ہے کہ شاہکار کی اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا قادری برکاتی اپنے والد ماجد اعلی حضرت کے مخلص جانشین تھے، " الدولۃ المکیہ " کی تسوید و تمہید نیز تقریظ و ترجمہ کے ہر محاذ پر نمایاں اور کامراں نظر آتے ہیں، حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کو تمہیدی تحریر کا فیضان وافر منجانب اللہ تعالی عطا ہوا تھا شائقین جب اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو تھکتے نہیں ہے، اور اسے بار بار پڑھ کر لطف و لذت محسوس کرتے ہیں۔

حضرت کے اوصاف کریمہ قابل تقلید نمونہ ہیں اور صفات کاملہ لائق ستائش ہیں، خاندان کی وجاہت، علمی جلالت، شرعی صداقت، خطر سخاوت، طبعی شجاعت نے ان کی حیات مستعار کو باوقار و شان دار و وفا شعار بنا رکھا تھا۔

حضرت حجۃ الاسلام کو عربی دانی اور زبان اردو پر عبور حاصل تھا، شعر و ادب کا بہت ہی لطیف اور پاکیزہ ذوق رکھتے، عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک و فرید دہر وحید عصر کے حامل تھے۔ نہایت فصیح و بلیغ عربی تحریر فرماتے اور عربی بولنے پر بھی خاصہ ملکہ حاصل تھا۔ حرمین طیبین کی پاکیزہ حاضری کے بابرکت موقع پر حضرت شیخ سید حسین دباغ اور حضرت سید مالکی ترکی رضی اللہ عنہما نے حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی قابلیت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے تاثراتی گلدستہ ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہم نے ہندوستان کے اطراف و کناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح و بلیغ اور طباع نہیں دیکھا"۔

تیری رنگ و بو نے بدل دیا ہے میری پستیوں کو فراز میں
کہ ہزاروں نہریں جھلک رہے ہیں میری جبین نیاز میں

حضرت حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قدس سرہ العزیز نابغہ روزگار تھے، برکت اعصار تھے، عملی اعتبار سے نور الابصار تھے، وہ جملہ علوم و فنون کے جامع، بلند پایہ ادیب، مایہ ناز خطیب اور فقید المثال عالم دین اور فاضل متین تھے، ناموس

مصطفی ﷺ کی حفاظت، اسلام کی خدمت، ایمان کی بالیدگی، قوم کی فلاح و بہبود اور بد عقیدگی کا قلعہ قمع ان کی حیات مستعار کے اصل مقاصد تھے، بحمدہ تعالی ان مقاصد جلیلہ میں حضرت کامراں نظر آرہے ہیں۔

ان کی مبارک شخصیت جامع الصفات اور کثیر الجہات تھی، وہ اپنے اسلاف واجداد کے عملی نمونہ تھے، ان کی طبیعت انتہائی نفاست پسندیدہ، غیرت بلند اور ارجمند تھی، حضرت کا لباس فاخر انتہائی نفاست کا نمونہ ہوتا تھا اور آپ کے جسم پاک پر بہت جچتا تھا، سنت رسول ﷺ کی نیت سے بکثرت عطر کا استعمال فرماتے تھے، حضرت کا خدوخال قدرتا بہت ہی عمدہ، دیدہ زیب اور دیکھنے والوں کو خوب بھاتا تھا، پیشانی چوری ہموار نہایت خوبصورت، بھنویں، چہرہ زیبا کے عین مطابق، پلک انتہائی رعب ودبدبہ لیے ہوتے، بھرے ہوئے رخسار پروقار بیحد رونق دار اور شاندار تھے، ریش مبارک گنجان صحت مند آب وہوا میں پرورش یافتہ، متبسم ہونٹ گلاب کی نرم ونازک، خوبصورت پنکھڑوں کو شرمندہ کرنے والے مزید یہ کہ ان پر نوری شعاعوں کی آمد ورفت سلیقہ مندی سے ہوتی رہتی تھی اور چہرہ زیبا اتنا حسین وجمیل کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی جاتا تھا اور بار بار دیدار کرکے مسرت محسوس کرتا تھا، جسمانی خوبصورتی عکس جمال یوسفی کی غماز، روحانی خوبصورتی پر نور جمال محمدی کا مشارالیہ تھا، حضرت ظاہری طور پر بھی حسن کے مرقع اور جمال کے پتلے تھے، حسن خداداد کا عالم یہ تھا کہ دیکھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا، حضرت کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ آپ کے شیدائی اور گرویدہ ہوجاتے تھے۔

ایک بار حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ گوالیار تشریف لے گئے اور آپ جتنے دنوں وہاں مقیم رہے گوالیار کا راجہ ہر روز حضرت کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا رہا اور آپ کے حسن وجمال کو دیکھ کر حیرت کے سمندر میں غرقاب ہوتا رہا یہی حال اودے پور، چتور گڑھ کے راجاؤں کا تھا وہ لوگ مع اپنی ذریت آپ کے شیدائی بن گئے اور حیرت واستعجاب کے عالم میں ڈوب کر آپ کا دیدار کرتے رہتے تھے۔

حسن ظاہران کا کرامت سے کم نہیں
وہ آبروے سنیت مجھ کو کسی کا غم نہیں

ایک بار حضرت حجۃ الاسلام سفر سے واپس آرہے تھے، جب گاڑی اسٹیشن پہ کھڑی ہوئی اور حضرت نے اسٹیشن پہ نزول اجلال فرمایا تو عطاء اللہ بخاری حضرت کو نہیں پہنچانتا تھا لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں جن کا حسن بلائیں لیتا ہے اور ان کی کرامت کا خاص نمونہ ہے۔ سامعین نے جواب دیا یہ شہزادہ اور جانشین اعلی حضرت محدث بریلوی ہیں۔ عطاء اللہ بخاری کی حیرت کو حیرت ہونے لگی اور کہنے لگا" میں نے مولانا بہت دیکھے ہیں مگر ان سے زیادہ حسین وجمیل کسی مولانا کو نہیں پایا"۔

ان کا جمال ظاہری بے مثل بے مثال
ان کے کمال باطنی سے تھا جہاں نہال

عادات عین مطابق شرع اور اطوار سنت نبوی کے آئینہ دار تھے، گفتگو کا لہجہ محبت آمیز ہوتا تھا، نگاہ ہمیشہ نیچی رکھتے تھے، حضرت کی ذات گرامی اسلام وسنت کی بولتی تصویر تھی، اور اپنے والد ماجد امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ صفات عالیہ اور اخلاق فاضلہ کے حامل تھے۔

حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالی علیہ اپنے والد مکرم اعلی حضرت کی معیت میں ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں حج وزیارت کے

مبارک سفر پر روانہ ہوئے، یہی وہ سفر سعید ہے جس کے دوران "الدولۃ المکیہ" کی ترتیب انیق منصہ شہود پر جلوہ بار ہوئی۔ دوسرا حج حضرت ۱۳۳۴ھ میں ادا فرمایا۔

تاریخ گوئی بہت ہی مشکل فن ہے اعلی حضرت کی طرح حجۃ الاسلام کو بھی تاریخ گوئی کے فن میں کمال حاصل تھا، الفاظ و معانی پر استحضار کا عالم یہ تھا کہ بلا تکلف عربی فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں مادہ تاریخ کا ظہور بلا تکلف ہوتا تھا، ہر مقام پر آپ کی برجستہ تاریخ گوئی آپ کی فنی مہارت کی شاہد ہے، ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۸ء مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعاے کاذب کے سلسلے میں آپ نے ایک مدلل و مبسوط جواب تحریر فرمایا اور اسے تاریخی نام "الصارم الدیانی علی اسراف القادیانی" سے موسوم کیا اس وقت حضرت کی عمر مبارک صرف ۲۳ سال کی تھی۔

فن تاریخ گوئی میں الفاظ و معانی اور ان کے اعداد کا استحضار ضروری ہوتا ہے حضرت حجۃ الاسلام اس فن میں بھی یکتاے روزگار تھے، وہ نثر و نظم دونوں میں تاریخ کا حسن پیدا کر دیتے تھے، اپنے والد بزرگوار اعلی حضرت کے وصال پر ملال پر تواریخ الوفات کے تاریخی عنوان سے مندرجہ ذیل تواریخ ارشاد فرمائیں:

نور اللہ ضریح ۱۳۴۰ھ۔ شیخ الاسلام والمسلمین ۱۳۴۰ھ۔ آہ ہدایۃ السنۃ الحاج احمد رضا، ۱۳۴۰ھ۔ الہاد البریلوی القادری برکاتی ۱۳۴۰ھ رضی اللہ الحق عنہ، ۱۳۴۰ھ۔ راع شیخ الکل فی کل ۱۳۴۰ھ۔ مولوی معنوی قرآن زبانت قادری، ۱۳۴۰ھ۔

حجۃ الاسلام تیرے علم کو سلام   تم پر فدا ہے جاں تیرے فضل کو سلام

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف دینی کاموں کے لیے مختلف جگہ کے مختلف اسفار فرمائے، حضور والا ۱۹۲۵ء میں دو انجمن حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ میں شرکت کی غرض سے پاکستان تشریف لے گئے جہاں حضرت نے سرکردہ وہابیہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا لیکن بروقت مخالف فریق نے عذر پیش کر کے جلسہ گاہ میں شرکت سے انکار کر دیا۔

بدعقیدہ کو کبھی ایماں نہ ملے گا   مل سکتا ہے جہاں مگر قرآں نہ ملے گا

اسی زریں موقع پر آپ کی ملاقات شاعر انقلاب ڈاکٹر اقبال صاحب سے ہوئی جب حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ علامہ اقبال کو دیوبندی مولویوں کی گستاخانہ عبارتیں سنائیں تو علامہ حیرت میں ڈوب گئے اور بے ساختہ بول پڑے:

"مولانا یہ ایسی عبارات گستاخانہ ہیں کہ ان پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑا ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہئے"۔

باطل طاقت خوف زدہ ہے   اور رہے گی قیامت تک

حضرت حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم معاشرہ کی ناگفتہ بہ حالت اور پس ماندگی پر بھی روشنی ڈالی ہے، ۱۹۲۵ء میں منعقد آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد سے مترشح ہے انہوں نے مسلمانوں کی تعلیم و تجارت پر بہت زور دیا ہے، غور سے دیکھا جائے تو یہ صرف خطبہ نہیں بلکہ دستور العمل ہے، آپ تعلیم نسواں کے لیے بھی کوشاں رہے، حضرت کو ہمیشہ قوم مسلم کی ترقی ارتقا کا خیال رہتا تھا۔

حجۃ اسلام و سنت سیدی حامد رضا   جانشیں احمد رضا امداد کن

حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ کو شعر و شاعری پر طبع آزمائی کا ملکہ حاصل تھا، حمد و نعت اور دیگر اصناف شاعری کے اشعار

حضرت کے دیوان میں شامل ہیں، جو حضرت کے ادبی ذوق وشوق اور عشق رسول ﷺ کا پتہ دیتے ہیں، تفصیل کے لیے حضرت کا دیوان مطالعہ کرنا چاہیے۔

حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ جامع الکمالات بزرگ اور مرشد طریقت تھے، چند خلفا کے اسمائے مبارکہ مرقوم ہیں:

۱۔ محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد۔ ۲۔ حضور مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمن اڑیسوی۔ ۳۔ مفتی اعظم کان پور حضرت مولانا رفاقت حسین۔ ۴۔ مفسر اعظم حضرت مولانا شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں بریلی شریف۔ ۵۔ حضرت مولانا حماد رضا خاں۔ ۶۔ محدث اعظم بہار حضرت مولانا احسان علی فیض پوری۔ ۷۔ حضرت علامہ عبد المصطفی ازہری گھوسوی۔ ۸۔ حضرت مفتی تقدس علی خاں۔ ۹۔ حضرت مولانا عنایت احمد خاں۔ ۱۰۔ حضرت مولانا ولی الرحمن پوکھریروی۔ ۱۱۔ حضرت مولانا عبد الغفور ہزاروی۔ ۱۲۔ حضرت مولانا انیس عالم سیوانی۔ ۱۳۔ حضرت مولانا فضل کریم بہاری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حجۃ الاسلام یہ سب آپ کی تنویر ہے۔۔۔ آپ عاشق مصطفی ﷺ یہ آپ کی توقیر ہے

حضرت موصوف الصدر کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہیں، جو ہندوستان وپاکستان کے مختلف خطے اور علاقے میں پائے جاتے ہیں۔

حضرت کی صاحبزادیوں کی تعداد چار ہیں اور دو صاحبزادے تھے۔ صاحب زادوں کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱۔ مفسر اعظم ہند حضرت علامہ ابراہیم رضا خاں قادری رضوی عرف جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲۔ حضرت علامہ حماد رضا خاں قادری رضوی عرف نعمانی میاں رحمۃ اللہ علیہ۔

وصال:۔ حضرت حجۃ الاسلام رضی اللہ عنہ ۱۷/ جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۹۴۳ء بعمر ۷۰ سال عین حالت نماز میں دوران تشہد دس بج کر ۴۵/ منٹ پر اپنے خالق حقیقی معبود تحقیقی سے جا ملے، اور اپنے والد بزرگوار اعلی حضرت عظیم البرکت محدث بریلوی امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے جلوہ میں آرام فرما ہوگئے، جنازہ کی نماز آپ کے خلیفہ خاص حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قدس سرہ نے انبوہ کثیر میں ادا فرمائی۔

جو بھی حق پر فنا ہوگیا۔۔۔ سچ ہے وہ ذی لقا ہوگیا
دائمی زندگی مل گئی۔۔۔ جب نبی پر فدا ہوگیا
جوار رحمت یزداں میں تیری روح شاداں ہے
تیری خاک لحد کا ایک ایک ذرہ درخشاں ہے
جن ذروں نے بوسے تیرے قدموں کے لیے ہیں
ان ذروں کو سورج کی کرن چوم رہی ہے

* * *

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک نظر میں

ولادت باسعادت: حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خاں بریلوی نوری بن امام احمد رضا خاں بریلوی بن امام العلما علامہ نقی علی خاں بریلوی علیہم الرضوان کی ولادت مبارکہ ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ۔ ۷/ جولائی ۱۸۹۳ء بروز جمعہ بوقت صبح صادق امام احمد رضا کے حقیقی برادر علامہ حسن رضا خاں حسن بریلوی قدس سرہ کے دولت کدہ واقع محلہ رضا نگر سوداگران شہر بریلی شریف میں ہوئی۔

اسم گرامی: حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا پیدائشی اور اصلی نام محمد ہے، اسی اسم پاک پر آپ کا عقیقہ ہوا، غیبی نام آل رحمٰن ہے، پیر و مرشد نے آپ کا نام ابو البرکات محی الدین جیلانی تجویز کیا اور والد گرامی امام احمد رضا نے عرفی نام مصطفی رضا رکھا، فن شاعری میں آپ اپنا تخلص نوری فرماتے تھے، عرفی نام اس قدر مشہور ہوا کہ خاص و عام میں آپ کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تعلیم و تربیت: حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے قرآن کی تعلیم اپنے والد ماجد، عم محترم حضرت مولانا محمد رضا خان، برادر مکرم حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان سے پائی اور فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم بھی انہی حضرات سے حاصل کی۔ پھر جب مدرسہ اہل سنت قائم ہوا تو اپنے والد معظم اور آپ کے علاوہ برادر اکبر حجۃ الاسلام، استاذ الاساتذہ مولانا رحم الٰہی منگلوری، شمس العلما مولانا ظہور الحسین فاروقی رام پوری اور شیخ العلما سید بشیر احمد علی گڑھی سے بقیہ تعلیم کی تکمیل کرتے ہوئے آپ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں بعمر ۱۸/ سال خداداد ذہانت، ذوق مطالعہ، لگن و محنت کے نتیجے میں جملہ علوم و فنون پر عبور حاصل کر کے مرکز اہل سنت دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف سے تکمیل و فراغت پائی۔

درس و تدریس: حضرت مفتی اعظم باقاعدہ درس نظامی کے جملہ علوم و فنون سے فراغت کے بعد ۱۳۲۸ھ میں جامعہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو زینت بخشی اور باضابطہ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء سے ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۷ء تک جامعہ رضویہ منظر اسلام میں مسند تدریس کو زینت بخشی۔ پھر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے قیام کے بعد مظہر اسلام میں بھی مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے اور درس و تدریس کا یہ سلسلہ ۱۳۶۵ھ تک تقریباً چالیس سال جاری رہا۔

بیعت و خلافت: حضرت مفتی اعظم کی ولادت کی خبر ملتے ہی شاہ ابو الحسین نوری علیہ الرحمہ نے سیدنا امام احمد رضا کی اجازت سے داخل سلسلہ فرمایا۔ ۲۵/ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ میں حضرت سید شاہ ابو الحسین نوری قدس سرہ بریلی تشریف لائے اس وقت سرکار مفتی اعظم کی عمر شریف چھ ماہ تین یوم کی تھی، سیدنا تاجدار مارہرہ مطہرہ علیہ الرحمہ نے اپنی انگشت شہادت آپ کے دہن مبارک میں ڈالی۔ مفتی اعظم شیر مادر کی طرح چوسنے لگے۔ تاج دار مارہرہ مطہرہ نے داخل سلسلہ فرمایا اور تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ نیز امام احمد رضا نے اپنے نور نظر حضرت مفتی اعظم کو جمیع اوراد و اشغال، اوفاق و اعمال

اور جمیع سلاسل طریقت میں ماذون و مجاز بنایا۔

فتویٰ نویسی: ۱۳۲۸ھ میں فراغت کے بعد پہلا قلم برداشتہ فتویٰ رضاعت کے مسئلے پر لکھا۔ جواب کی صحت پر امام احمد رضا نے مسرت کا اظہار فرمایا اور خود ہی مہر بنوا کر عطا کی امام احمد رضا کی کامیابی پر علامہ نقی علی خاں کو جو خوشی ہوئی تھی۔ امام احمد رضا کو چھوٹے شہزادے کی کامیابی پر بھی وہی خوشی ہوئی۔ ۱۳۲۸ھ سے ۱۳۴۰ تک ۱۲/ سال امام احمد رضا کی زیر نگرانی فتویٰ لکھا، اور تربیت بھی حاصل کی ۱۳۲۹ھ کو عم مکرم علامہ حسن رضا قادری کا وصال ہوا تو جۃ الاسلام منظر اسلام کے مہتمم ہوئے اور علامہ مصطفی رضا خاں نوری کو فتوی نویسی اور امام احمد رضا خاں کی اعانت تفویض ہوئی۔ پھر امام احمد رضا کے وصال کے بعد ۱۳۴۰ھ سے باضابطہ فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔

تصنیفات و تالیفات: حضرت مفتی اعظم نے ہزار ہا مصروفیات کے باوجود اہل محبت کو علمی ذخیرہ سے مالا مال فرمایا ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں سے چند کے اسماء یہ ہیں:

(۱) القسوۃ علی ادوارِ الحمر الکفرۃ، (۲) القول العجیب فی جواز التثویب، (۳) النکۃ علی مراء کلکتہ، (۴) مقتل اکذب و اجہل (۵) حجۃ واھرہ بوجوب الحجۃ الحاضرۃ، (۶) مقتل کذب و کید، (۷) وقعات السنان فی حلق المسماۃ بسط البنان، (۸) الموت الاحمر، (۹) طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ و الجھاد، (۱۰) فتاویٰ مصطفویہ، (۱۱) ادخال السنان الی حنک الحلقی بسط البنان، (۱۲) سامان بخشش عرف گلستان نعت نوری، (۱۳) طرد الشیطان (عمدۃ البیان)، (۱۴) صلیم الدیان لتقطیع حبالۃ الشیطان، (۱۵) وقایۃ اھل السنۃ عن مکر دیوبند و الفتنہ، (۱۶) الھی ضرب بہ اہل حرب، (۱۷) مسائل سماع، (۱۸) سیف القھار علی عبید الکفار، (۱۹) مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک، (۲۹) فصل الخلافۃ، (۲۱) کانگریسیوں کا رد، (۲۲) الرجم الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی، (۲۳) نھاء السنان، (۲۴) تنویر الحجۃ بالتواء الحجۃ، (۲۵) داڑھی کا مسئلہ، (۲۶) وہابیہ کی تقیہ بازی، (۲۷) القثم القاصم للداسم القاسم، (۲۸) الکادی فی العادی والغادی، (۲۹) اشد الباس علی عابد الخناس، (۳۰) نور الفرقانین جند الالہ و احزاب الشیطان، (۳۱) شفاء العی فی جواب سوال بمبئی، (۳۲) الطاری الداری لھفوات عبد الباری، (۳۳) الملفوظ (امام اہل سنت کے ملفوظات کا مجموعہ چار حصے) (۳۴) نفی العار عن معائب المولوی عبد الغفار (۳۵) کشف ضلال دیوبند (حواشی و تکمیلات الاستمداد) (۳۶) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد اول (۳۷) حاشیہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (۳۸) حاشیہ تفسیر احمدی (۳۹) حاشیہ فتاوی عزیزی وغیرہ

وصال: آپ کا وصال ۱۴/ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ۔ ۱۲/ نومبر ۱۹۸۱ء بانوے سال کی عمر میں مختصر علالت کے بعد رات ایک بجکر ۴۰/ منٹ پر کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے، اگلے روز نماز جمعہ کے بعد اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں تین بجکر پندرہ منٹ پر نماز جنازہ ہوئی جس کی امامت سرکارِ کلاں سید مختار اشرف اشرفی کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف نے فرمائی۔ نماز جنازہ میں تقریبًا پچیس لاکھ کا مجمع ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح امنڈ آیا تھا اور تقریبًا چھ بجے امام احمد رضا کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

○

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلی حضرت رضی اللہ تعالی عنہ

تذکرہ مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالی عنہ

قاضیِ نیپال مفتی محمد عثمان رضوی

خالق کائنات عزوجل نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا تو آسمان کو شمس وقمر اور ستاروں سے مزین فرمایا۔ زمین کو انبیا، صلحا اور علمائے ربانیین سے آراستہ پیراستہ فرمایا، انبیائے کرام عالم شریعت وطریقت اور بحر معرفت وحقیقت کے غواص تھے، یہ مقدس سلسلہ تقریبا صحابہ کرام تابعین وتبع تابعین سے لے کر ائمہ مجتہدین تک چلتا رہا، یہ نفوس قدسیہ جہاں عالم شریعت تھے وہیں عالم طریقت بھی تھے، انہیں میں سے جان شریعت وطریقت، منبع علم وحکمت، قاطع شرک وبدعت، حامی اہل سنت، مجدد دین وملت سیدنا اعلی حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت تھی، جہاں انسانیت مردہ ہو رہی تھی، شریعت وطریقت کے پرخچے اڑائے جا رہے تھے، نجدیت، نیچریت، چکڑالویت باغیان خدا ومصطفی جل وعلی وﷺ سینہ تانے کھڑے تھے، ہر چہار جانب سے اسلام اور بانی اسلام پر حملے ہو رہے تھے، ان کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جا رہی تھی، کوئی علم غیب مصطفی پر انگلیاں اٹھا رہا تھا، کوئی شافع یوم النشور علیہ التحیۃ والثنا کی شفاعت کا انکار کر رہا تھا، کوئی حضور کو اپنی طرح بشر اور اپنا بڑا بھائی کہہ رہا تھا، کوئی اختیارات مصطفی کا منکر تھا۔ غرض کہ جتنی ناپاک زبانیں اتنی باتیں، لیکن سیدی سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے سبھوں کا دنداں شکن جواب دیا اور چومکھی لڑائی لڑ کر سبھوں کے کس بل توڑ دیے۔

جس نے بد مذہبوں کے قلعے ڈھا دیے
ہیبت اعلی حضرت پہ لاکھوں سلام
ڈال دی قلب میں عظمت مصطفی
سید اعلی حضرت پہ لاکھوں سلام

آپ کے رگ رگ میں اور اس کے خون کے ہر ہر قطرہ میں عشق مصطفی ﷺ کا سمندر موجزن تھا، ملت کا درد آپ کے سینے میں پنہاں تھا، اور ہر رگ وپے سے اس کا اظہار ہو رہا تھا۔

چناں چہ جب حضور سیدی سرکار اعلی حضرت کے بڑے صاحبزادے حضور حجۃ الاسلام مولانا الشاہ حامد رضا خان صاحب (علیہ الرحمۃ والرضوان) ماہ ربیع النور ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے، فراغت علمیہ کے بعد ۱۳۱۲ھ سے باضابطہ اپنے والد ماجد حضور سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی نیابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپ کی پیدائش کے تقریبا سولہ سترہ سال کے بعد حضرت امام اہل سنت کو مذہب حنفی اہل سنت وجماعت کی حفاظت وصیانت کی یاد بے چین وبے قرار

کرنے لگی کہ ” حامد میاں کے بعد کیا ہوگا ؟“ لہذا اکثر وبیشتر نماز تہجد اور سنت فجر کے درمیان نہایت ہی الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگے ” الہ العالمین ! مجھے کوئی ایسا لڑکا عطا فرما جو مدت دراز تک دین متین کی خدمت اور مذہب اہل سنت کی اشاعت کرسکے، مولا ! اعداے دین کی طرف سے دین حق اور مذہب مہذب پر ڈالے گئے گردوغبار کو صاف وشفاف کرکے اس کے چہرہ زیبا کو نکھار رہا ہوں، اے مولا ! اس کی چملک دمک برقرار رکھنے اور تادیر اس کی اشاعت کرنے کے لیے مجھے کوئی اولاد عطا فرمادے۔“ آپ مسلسل نہایت الحاح کے ساتھ دعا فرماتے رہے، یہاں تک کہ اس دعاے سحر گاہی پر اجابت کی مہر لگوانے آستانہ پیرو مرشد مارہرہ مطہرہ پہنچ گئے، حسب دستور اسٹیشن سے آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ ننگے پاؤں حاضر ہوئے، جب تک خانقاہ مارہرہ مقدسہ میں رہے روزانہ بعد نماز عشا سے آدھی رات تک اپنے مخدوم ومربی کے ساتھ مذاکرات علمی میں مشغول رہتے، پھر تھوڑی دیر آرام فرماتے اور بیدار ہوکر نماز تہجد اور اوراد ووظائف میں مصروف ہوجاتے۔

ایک رات رویاے صادقہ میں آپ کو بشارت دی گئی کہ آپ کے ایک بچہ تولد ہوا ہے جس کا نام آل الرحمن ہے، آپ بیدار ہوئے تو چہرہ پر بشاشت وخوشی کے آثار نمایاں تھے، آپ کے شیخ زادہ مربی ومخدومی سند العارفین حضرت علامہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری (علیہم الرحمۃ والرضوان) نے بھی یہی خواب دیکھا، جب بیدار ہوئے تو سوچا کہ آج مولانا (احمد رضا) کو سب سے پہلے میں بشارت دوں گا اور اس مولود کا نام ”آل رحمن“ بتاؤں گا۔

اذان فجر کے بعد دونوں حضرات سنت فجر ادا فرما کر خانقاہ شریف کی مسجد کی طرف چلے، مسجد کے دروازے میں داخل ہونے سے پہلے کئی سیڑھیاں طے کرنی ہوتی تھیں، ابھی حضرت نوری میاں نے سیڑھیاں طے بھی نہ کی تھی کہ آپ سیڑھی پر پہنچ گئے، حضرت مخدوم مکرم نے مڑکر دیکھا تو مولانا کو آتے ہوئے دیکھا آپ اپنی جگہ رک گئے دونوں حضرات نے سلام ومصافحہ فرمایا، پھر مخدوم مکرم نے مبارک بادی دیتے ہوئے فرمایا ” مولانا آپ کے گھر میں مولود مسعود کی آمد ہوئی ہے، مجھے الہام ہوا ہے کہ اس کا نام ” آل الرحمن محی الدین جیلانی “ رکھا جائے، مجھے تمنا ہے کہ میں اس بچہ کو جلد از جلد دیکھو، موقع ملتے ہی میں بریلی آؤں گا، اور اس بچہ کو دیکھوں گا“۔ امام اہل سنت عرض کیا حضور میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے اور مجھے بھی یہی نام بتایا گیا ہے۔

پھر دونوں حضرات مسجد برکاتی میں تشریف لائے حضور نوری میاں صاحب علیہ الرحمہ نے امامت فرمائی، دعا کے بعد دونوں حضرات جب آمنے سامنے ہوئے تو حضور صاحب سجادہ برکاتیہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے امام اہسنت سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا، مولا ! آپ آنے والے بچہ کے ولی ہیں، آپ اجازت دیں تو میں اس نومولد کو داخل سلسلہ برکاتیہ کرلوں ؟ امام اہل سنت نے عرض کیا: ” وہ تو آپ کا غلام زادہ ہے اور یہ اس کے اور میرے لیے بڑے ہی فخر کی بات ہوگی۔“

چناں چہ اسی وقت حضور امام السالکین سند العارفین حضرت علامہ الشاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے نولود بچہ آل الرحمن محی الدین جیلانی ومستقبل کے مفتی اعظم کو داخل سلسلہ فرمایا پھر اپنا عمامہ شریف اور جبہ مقدسہ اتار کر امام اہل سنت کے سپرد کیا اور فرمایا: ”یہ میری امانت ہے جو اس بچہ آل الرحمن کے لیے ہے وہ جب اس کا متحمل ہوجائے تو یہ امانت اس کے حوالہ کردی جائے۔“

ولادت شریف: حضرت امام اہل سنت حضور سیدی اعلی حضرت کی دعاے سحر گاہی اور قدوۃ السالکین حضرت نوری میاں مارہروی (علیہم الرحمۃ والرضوان) کی پیشن گوئی کا ظہور ۲۲/ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸/ جولائی ۱۸۹۲ء بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق بمقام محلہ سوداگران بریلی شریف میں ہوا۔ جس کی پہلی اطلاع مارہرہ مقدسہ میں دی گئی، جہاں پہلے حضور سیدی اعلی حضرت امام اہل سنت اپنے مرشد، پیران کرام اور مربی و مخدومی کی دعائیں اور نومولد (حضور مفتی اعظم) کے لیے جبہ و دستار اور بہت ساری اچھی پیشن گوئی لے کر اپنے وطن مالوف بریلی شریف رجعت فرما ہوئے، اور بروز یک شنبہ یعنی ساتویں دن حضرت مفتی اعظم کا نام "محمد" رکھا گیا اور اسی نام سے عقیقہ کیا گیا، اور پھر احباب و مخلصین و فقرا و مساکین کی پر تکلف دعوتیں ہوئیں۔

بیعت و خلافت: سند العارفین، امام السالکین، فخر الاماثل حضور سیدنا و مولانا الشاہ سید ابوالحسین احمد نوری نوراللہ مرقدہ اپنے وعدہ کریمہ کے مطابق حضور سیدی و مرشدی مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمہ) کی پیدائش مبارک کے چھ مہینہ بعد بریلی شریف تشریف لائے اور جس نولود مسعود کو غائبانہ امام اہل سنت اعلی حضرت کی ولایت میں داخل سلسلہ فرما چکے تھے، اس بچہ کو اپنی گود ولایت میں لیا، دیر تک ان کی پیشانی کو دیکھتے رہے، فرمایا: مولانا یہ بچہ تو ولی ہے ایک لمبی مدت تک اہل سنت کی خدمت کرے گا اور اس کے ذریعہ سنیت فروغ پائے گی۔

پھر اپنی شہادت کی انگلی نومولود (حضور مفتی اعظم) کے منہ میں ڈال دی جس کو دیر تک شیر مادر کی طرح چوستے رہے، اس کے بعد حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: میں نے اس بچہ کا کا نام " آل الرحمن محی الدین جیلانی اور کنیت ابوالبرکات رکھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے سلاسل کی تمام اجازتیں، خلافتیں ان کو عطا فرمائیں۔" امام اہل سنت نے عرض کیا اس کا بھی عقیقہ محمد کے نام پر ہوا ہے۔ سن کر حضرت نوری میاں نے فرمایا سبحان اللہ تعالی تب تو اس کا مکمل نام محمد آل الرحمن محی الدین جیلانی ابوالبرکات ہو گیا پھر مخدومی حضرت کی گود میں دیتے ہوئے فرمایا: مبارک ہو یہ مادرزاد ولی آپ کو مبارک ہو۔ گویا چھ ماہ تین دن کی عمر شریف میں ۲۵/ جمادی الآخرۃ ۱۳۱۱ھ کو تاجدار برکات حضرت نوری میاں قدس سرہ نے آپ کو ان تمام سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا جو مارہرہ مقدسہ میں نسلا بعد نسلی چلے آرہے تھے۔ حضرت سیدنا تاجدار ابوالبرکات رضی اللہ تعالی عنہ نے آپ کے لیے جس نام نامی اسم گرامی کا انتخاف فرمایا وہ آپ کے مقامات روحانیت کی روشن نشاندہی ہے، جو ایام طفلی ہی سے آپ کے جامع الصفات، منبع برکات ہونے کی بین دلیل ہے۔

" آل الرحمن " نسبت الہی ہے، " محمد " نسبت نبوت ہے۔ " محی الدین جیلانی " نسبت غوثیت ہے، " ابوالبرکات " نسبت صاحب سلسلہ برکاتیت ہے اور " مصطفی رضا " نسبت مجدد اعظم سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی ہے۔ خلاصہ یہ کہ آپ کے اسم شریف اپنے اندر تمام نسبتوں کے فیوض و برکات کو لیے ہوا ہے، جس کا اثر آپ کے ظاہر پر بھی ہے اور آپ کے باطن پر بھی۔

تعلیم و تربیت: خاندان رضا کے رسم مبارک کے مطابق جب سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی، پھر اعلی حضرت عظیم البرکت کے حکم کے مطابق حضور حجۃ الاسلام کے زیر نگرانی آپ کی تعلیم و تربیت کا باضابطہ دور شروع ہو گیا۔

جب آپ سن شعور کو پہنچ گئے تو حضور اعلی حضرت، امام اہل سنت کے زیر اہتمام حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان نے ۱۳۲۶ء فاضل اجل حضرت مولانا رحم الہی صاحب منگلوری (م ۱۳۶۱ھ) حضرت مولانا شبیر احمد علی گڑھی (تلمیذ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی (۱۳۳۴ھ) کے زیر تدریس درسیات نظامیہ کے کتب کی تکمیل فرماتے رہے، ساتھ ہی ساتھ امام اہل سنت، مرجع الفقہا حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ القوی کی نگاہ پر تاثیر سے بھی فیض یاب ہوتے رہے۔

چناں چہ نوجوانی کے دہلیز پر قدم رکھتے ہی علم وآگہی اور شعور ودانائی سے آراستہ پیراستہ ہوگئے، صرف اٹھارہ سال کی عمر شریف میں فتوی نویسی کا بے نظیر جوہر اور تفقہ فی الدین کی وہ مثال پیش کی کہ صاحبان افتا انگشت بدنداں ہوگئے۔

ایک واقعہ خود حضور مفتی اعظم کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

”ملک العلما مولانا ظفر الدین اور آپ کے ساتھی حضرت مولانا سید عبد الرشید عظیم آبادی اعلی حضرت کے دار الافتاء میں فتاوی نویسی کا کام کر رہے تھے، ایک دن میں بغیر اطلاع کے دار الافتاء میں پہنچ گیا، مولانا ظفر الدین صاحب فتاوی دیکھ رہے تھے، مراجع کے لیے اٹھ کر الماری سے فتاوی رضویہ نکالنے لگے، میری نوعمری تھی، میں نے کہا: مولانا! فتاوی رضویہ دیکھ کر فتوی لکھتے ہیں؟ مولانا نے فرمایا: تم بغیر دیکھے فتوی لکھ دو تو جانوں؟

چناں چہ مولانا نے سوال نامہ میری جانب بڑھا دیا، میں نے سوال پڑھا اور فورا جواب لکھ دیا، وہ رضاعت کا مسئلہ تھا، اور میری زندگی کا لکھا ہوا پہلا جواب تھا۔

یہ واقعہ ۱۳۲۸ھ کا ہے اصلاح کے لیے یہ سوال وجواب اعلی حضرت، امام اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کیا گیا، جواب کے صحیح ہونے پر امام اہل سنت بڑے خوش ہوئے، اور اس پر صح الجواب بعون الملک الوہاب لکھ کر تصدیقی دستخط ثابت فرمادیا۔ اور مولانا حافظ یقین الدین بریلوی کو بلوا کر حکم دیا کہ ابو البرکات محی الدین جیلانی آل الرحمن محمد عرف مصطفی رضا کے نام کی مہر بنا کر لے آئیں، چناں چہ حکم کی تعمیل کی گئی، پھر اعلی حضرت عظیم البرکت نے حضور مفتی اعظم کو اٹھارہ سال کی عمر میں فتاوی کی یہ مہر عطا فرمادی۔ گویا فتاوی نویسی کی باضابطہ اجازت مل گئی۔

حضور مفتی اعظم خیر الاخیار بلکہ امام الاخیار تھے: اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ولایت کا شہرہ بچپن ہی میں ہونے لگا تھا، کیوں کہ آپ کے مرشد گرامی حضور ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی پیدائش کے دن مولود مسعود فرمایا اور چھ ماہ کی عمر میں تمام سلاسل کی اجازت مرحمت فرما کر ولی ہونے کی بشارت دی، اس کے بعد جوں جوں آپ کی عمر شریف بڑھتی گئی حالات وواقعات آپ کی ولایت کی گواہی دینے لگے۔

اولیاے کرام میں جہاں ابرار کا ایک مخصوص درجہ ہے اس کے بعد ہی اخیار کا درجہ ہے جو عبادت وریاضت کی بنیاد پر نہیں محض فضل الہی سے ملتا ہے، جو بے شمار خوبیوں سے آراستہ افراد کے دوش بدوش ہوتا ہے کبھی فرد اور کبھی غوث کی نیابت کی ذمہ داریوں کو نبھاتا ہے۔

حضور مفتی اعظم ہند کی شان فقاہت: فی زمانا جن جزئیات فقہیہ تک مشاق وطباع مفتیان کرام اور علماے اعلام کی

رسائی مہینوں اور برسوں ہوا کرتی ہے ان اسرار و جزئیات تک حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پہلی نظر میں پہنچ جاتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ جزئیات و عبارات فقہیہ پر آپ کو عبور حاصل تھا، چوں کہ حضور مفتی اعظم ہند فقیہ ابن فقیہ تھے فقہی جزئیات تو آپ کے خون میں شامل تھیں، مفتیان کرام کسی فقہی جزئیہ پر گھنٹوں بحث کرتے رہتے فہم و تاویل کی کوشش کرتے مگر مقصد تک نہیں پہنچ پاتے، مگر حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اپنی خداداد فقہی صلاحیت کی بنیاد پر کوئی ایسا جملہ ارشاد فرمادیتے کہ بحث و تمحیص کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جاتا، فقہ دینی کی یہ سمجھ آپ کو وراثتاً ملی تھی، اس پر مزید فضل الٰہی یہ کہ آپ مادر زاد ولی تھے، شریعت و طریقت کے سنگم تھے، تو اب آپ کی شان فقاہت یہ ہوگئی تھی:

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔۔۔یا۔۔لوح محفوظ است پیش اولیا

اور بخاری شریف میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے " جو دین کا فقیہ ہوتا ہے وہ اولیائے اخیار میں سے ہوتا ہے۔" اور ارشاد گرامی سرکار اعظم ﷺ ہے۔" من یرد اللہ به خیرا یفقه فی الدین۔" اللہ تعالیٰ جس بندہ خاص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے۔

محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ صدر مفتی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا تعارف فرماتے ہوئے حضور سیدی مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے فتاوی شارح بخاری میں تحریر فرماتے ہیں:

" خود حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ایک فتوی میں سیدی و مرشدی حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تاثرات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں" کہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بذات خود علم کے بحر ذخار تھے، فقہی جزئیات کے منبع و مخزن تھے، اپنے عہد میں تمام علما سے احکم، افقہ اور اورع تھے، میں نے گیارہ سال تک حضرت کی خدمت کی ہے، سفر و حضر، خلوت و جلوت میں حاضر ہوتا رہا ہوں، ہزاروں مسائل حضرت کو سنائے ہیں، اور حضرت مفتی اعظم کا فیض و کرم ہے کہ میں آج اس جگہ بیٹھا ہوں، اس لیے جو کچھ کہہ رہا ہوں انتہائی وثوق اور اپنے تجربہ کی روشنی میں کہہ رہا ہوں، جو شخص یہ کہے وہ بھی آج کہ میں علم و فضل میں مفتی اعظم سے افضل ہوں وہ جھوٹا کذاب ہے، مفتی اعظم کے علم کے مقابلہ میں اس وقت کے سارے علما کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں جو ایک قطرہ کو ساتوں سمندروں سے ہے، مفتی اعظم ہند حقیقی معنی میں مفتی اعظم عالم تھے۔ (فتاوی شارح بخاری، ج ۱، ص ۲۱)

حضرت شارح بخاری فرماتے ہیں: کہ ایک دفعہ یہ سوال آیا ہندہ کی زید کے نابالغی میں شادی ہوئی بالغ ہونے کے بعد ہندہ زید کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں۔ اس مسئلہ کی دس بارہ صورتیں ہیں: مثلاً نکاح کے وقت ہندہ کے باپ یا دادا زندہ تھے یا مر گئے تھے۔ موجود تھے تو نکاح ان کی اجازت سے ہوا یا خود انہوں نے پڑھائی یا نہیں۔ وغیرہ وغیرہ میں نے بڑی محنت سے دن بھر صرف کرکے اس کے تمام شقوں کی تفصیل لکھی تھی، اور خوش تھا کہ آج حضرت مجھے داد ضرور دیں گے دعائیں خیر سے نوازیں گے مگر جب سنانا شروع کیا تو فرمایا:

یہ جواب سائل کو کیا مفید ہوگا یہ شق در شق، شق در شق طوفانی جواب کس کے پلے پڑے گا جواب میں اپنا مبلغ علم ظاہر کرنی کی کوئی ضرورت نہیں۔ عام طور پر نکاح کفو میں مہر مثل کے ساتھ ہوتا ہے، اور نابالغ بچوں کا نکاح باپ دادا ہی کرتے ہیں، اور باپ دادا نہیں تو سائل اس کو لکھا کرتے ہیں، اس لیے جواب میں صرف اتنا لکھیں کہ اگر یہ نکاح باپ دادا نے پڑھایا تھا یا ان کی اذن سے ہوا تھا اور کفو میں غبن فاحش کے بغیر ہوا تو صحیح نافذ ہے۔ اور اگر واقعہ کی صورت کوئی دوسری ہو تو دوبارہ اس صورت کو تفصیل کے ساتھ لکھ کر بھیجیں۔ اس اصلاح کا حاصل یہ ہے کہ سائل حکم شرعی اس لیے معلوم کرتا ہے کہ اس پر عمل کرے، یہ پیچ در پیچ شق در شق جوابات سے وہ الجھ جائے گا، اور صحیح حکم متعیّن نہ کرسکے گا۔ لوگ ان سب شقوں میں اپنے پسند کی شق اختیار کرلیں گے اگر واقعہ کے مطابق نہ ہو اس طرح وہ حرام میں مبتلا ہوں گے، اور سہارا آپ کے فتوی کا لیں گے، اس لیے جواب اس پہلو پر دیا جائے جو ظاہر ہو، اور قیود بڑھا کر دوسرے شقوں کی نفی کردی جائے، اس ہدایت سے حضرت نے رسم مفتی کے اہم قاعدے کی طرف رہنمائی فرمائی کہ مفتی کو اپنی طرف سے شقیں قائم کرکے جواب نہیں دینا چاہئے۔

المختصر: حضرت کی شان فقاہت دیکھنی ہو تو "فتاوی مصطفویہ" کا مطالعہ کریں تو آپ کی فقہی بصیرت اور اس پہ مہارت تامہ سمجھ میں آئے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی کوئی ایک جہت ہو تو اس پر سیر حاصل گفتگو اور قلم کو جنبش دی جائے، آپ کی شخصیت کثیر الجہات تھی اور ہر جہت شریعت وطریقت، تقوی وطہارت کا حسین سنگم ہے، جس جہت پہ بھی گفتگو کی جائے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے۔

اس لیے تو پاک وہند کے سارے اہل سنت وجماعت متفق اور آپ کی تصنیفات وتحریرات شاہد عدل ہیں کہ مفتی اعظم بڑے جلیل القدر منبع فیوض وبرکات متبحر عالم وفقیہ ہیں، اہل زمانہ نے آپ کو فقہ کے جزئیات وکلیات کا حافظ مانا، بالاتفاق مفتی اعظم کا خطاب دیا محی الدین والاسلام جانا، شریعت وطریقت کا امام سمجھا، تاجدار اہل سنت کے نام سے یاد کیا، مرجع خلائق جانا، اور الجھے ہوئے مسائل میں آپ کی فقاہت کی طرف رجوع کیا۔ ذالك فضل الله يو تيه من يشاء.

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیرے کارواں تجھ پر
متاع زندگی جس نے لٹادی جان رحمت پر
خدا کی رحمتوں کے پھول برسے ان کی تربت پر

باب دوم

تذکرہ خانوادۂ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تذکرہ تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی

دنیائے اہل سنت کی عظیم الشان شخصیت، مسلک اعلیٰ حضرت کا جلیل القدر پاسبان اور خانوادۂ رضا کا چشم و چراغ حضور تاج الشریعہ کی ذات بابرکات محتاج تعارف نہیں۔ آپ دنیائے اہل سنت میں ان چند چنندہ شخصیات سے تھے جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ کا ایک جہان معترف ہے اور یہ صرف پدرم سلطان بود کا نتیجہ نہیں بلکہ حضور تاج الشریعہ نے اپنی ذات اور اپنے علم و عمل و زہد و تقویٰ کا لوہا منوایا اور قوم و ملت کے باغات ایمان و عمل کو اپنی گوناگوں خدمات سے سرسبز و شاداب کیا۔ آپ کی خدمات بھی مختلف جہات لیے ہوئے ہیں جن کے احاطہ کے لیے ایک دفتر اور کافی وقت درکار ہے جو فی الوقت مفقود۔ اس لیے آپ کی مختصر حیات اور آپ کی تصنیفی خدمات پر خامہ فرسائی کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

ولادت باسعادت: حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت ۲۶/محرم الحرام ۱۳۶۲ھ مطابق ۲/فروری ۱۹۴۳ء بروز منگل ہندوستان کے شہر بریلی شریف کے محلہ سوداگران میں ہوئی۔

اسم گرام: آپ کا اسم گرامی "محمد اسماعیل رضا" جب کہ عرفیت "اختر رضا" ہے جامعہ ازہر مصر سے تکمیل علوم کے بعد ”ازہری میاں“ سے یاد کیے جانے لگے۔ موخر الذکر دو اسما ہی سے حضرت زیادہ مشہور ہوئے ورنہ آپ کے اصلی نام ”اسمٰعیل رضا“ کو ایک خاصی تعداد نہیں جانتی۔ آپ شعر و شاعری بھی فرمایا کرتے ہیں اس مناسبت سے ”اختر“ تخلص استعمال فرماتے ہیں۔

القاب وخطابات: جانشین مفتی اعظم نے ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۴ھ سوراشٹر کا دورہ فرمایا۔ ویراول پوربندر، جام جودھ پور، ایلٹیہ، دھوراجی، اور جیت پور ہوتے ہوئے ۱۵/ اگست ۱۹۸۴ء مطابق ۱۴۰۴ھ کو امیرلی تشریف لے گئے۔ وہاں ہزاروں لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ رات ۱۲ بجے سے دو بجے تک جانشین مفتی اعظم کی تقریری ہوئی۔ اور ۱۸/ اگست کو جوناگڑھ میں بزم رضا کی جانب سے ایک جلسہ رضا مسجد میں رکھا گیا۔ جس میں امیر شریعت حاجی نور محمد رضوی مارفانی نے تاج الاسلام کا لقب دیا۔ جس کی تائید مفتی گجرات مولانا مفتی احمد میاں نے کی۔ (روز نامہ اردو ٹائمز بمبئی، موخہ ۲۵/ اگست ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۴ھ)

جانشین مفتیِ اعظم کو صدر المتّقین، سند المفتین، اور فقیہ اسلام کا لقب ۱۹۸۴ء/ ۱۴۰۴ھ میں رام پور کے مشہور عالمِ دین مفتی حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور نے دیا۔

فخر اہل سنت، فقیہہ اعظم اور شیخ المحدثین کا لقب ۱۴/ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ/ ۱۹۸۵ء کو مولانا حکیم مظفر احمد رضوی داتا گنج بدایوں نے دیا۔ اس کے علاوہ مثلاً تاج الشریعہ، مرجع العلماء والفضلاء وغیرہ، اور بہت سے القاب علماء و مشائخ نے دیے۔ جس کی

ایک طویل فہرست ہے۔

شجرۂ نسب: محمد اسمٰعیل رضا خان (محمد اختر رضا خاں قادری ازہری) بن مفسر اعظم ہند علامہ محمد ابرہیم رضا خاں قادری المعروف جیلانی میاں بن حجۃ الاسلام مفتی محمد حامد رضا خاں قادری رضوی بن مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بن رئیس المتکلّمین علامہ محمد نقی علی خان بن امام العلماء علامہ رضا علی خان بن حافظ کاظم علی خان بن محمد اعظم خان بن وزیر مالیات دربار دہلی سعادت یار خان بن شجاعت جنگ بہادر سعید اللہ خان۔

تسمیہ خوانی: جانشین مفتی اعظم کی عمر شریف جب چار سال، چار ماہ، چار دن کی ہوئی تو والد ماجد مفسر اعظم ہند مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی نے تقریب بسم اللہ خوانی منعقد کی اور اس میں دارالعلوم منظر اسلام کے جملہ طلبہ کو دعوت دی۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ نے رسم بسم اللہ ادا کرائی۔ اور محمد نام پر عقیقہ ہوا۔ حضور مفتی اعظم کی صاحبزادی یعنی جانشین مفتی اعظم کی والدہ ماجدہ نے تعلیم خاص خیال رکھا۔

ابتدائی و اعلیٰ تعلیم: حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "ناظرہ قرآن کریم" اپنی والدہ ماجدہ شہزادیٔ مفتی اعظم سے گھر پر ہی ختم کیا، والد ماجد سے ابتدائی اردو کتب پڑھیں۔ گھر پر تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد بزرگوار نے دارالعلوم منظر اسلام میں داخل کرادیا۔ نحو میر میزان منشعب وغیرہ سے ہدایہ آخرین تک کی کتابیں دار لعلوم منظر اسلام کے کہنہ مشق اساتذہ کرام سے پڑھتے ہوئے درس نظامی کی تکمیل کی۔

اساتذۂ منظر اسلام: منظر اسلام بریلی شریف میں آپ نے درس نظامی کی تکمیل میں جن جن ماہرین علم و فن کی بارگاہ میں حاضری دی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ
بحر العلوم حضرت مولانا مفتی سید محمد افضل حسین رضوی مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
محدث اعظم بہار مفتی احسان علی رضوی، مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
مفسر اعظم ہند حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا جیلانی رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ریحان ملت قائد اعظم مولانا محمد ریحان رضا رحمانی رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
استاذ الاساتذہ مولانا مفتی محمد احمد عرف جہانگیر خاں رضوی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
محدث بہار حضرت علامہ احسان علی مظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فضیلۃ الشیخ مولانا عبد التواب مصری قدس سرہ
حضرت مولانا حافظ انعام اللہ خان تسنیم حامدی۔

جامعہ ازہر، مصر: آپ کی ذہانت وفطانت اور صلاحیت ولیاقت دیکھ کر فضیلۃ الشیخ مولانا عبد التواب قدس سرہ نے آپ کے والد ماجد مفسر اعظم کو مشورہ دیا کہ آپ کو جامعہ ازہر مصر داخل کرائیں۔ مشورہ نیک اور فائدہ مند تھا اس لیے قبول کیا گیا اور اس طرح آپ ۱۹۶۳ء میں جامعہ ازہر قاہرہ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے کلیہ اصول الدین میں داخلہ لیا۔ مسلسل تین سال تک جامعہ ازہر مصر کے فن تفسیر وحدیث کے ماہر اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

مصر میں آپ کی کارکردگی: تاج الشریعہ بچپن ہی سے ذہانت وفطانت اور قوت حافظہ کے مالک تھے۔ اور عربی ادب کے دلدادہ تھے۔ جامعہ ازہر مصر میں داخلہ کے بعد جب آپ کی جامعہ کے اساتزہ اور طلبہ سے گفتگو ہوئی تو وہ آپ کی بے تکلف فصیح وبلیغ عربی گفتگو سن کر محو حیرت ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ایک عجمی النسل ہندوستانی عربی النسل اہلِ علم حضرات سے گفتگو کرنے میں کوئی تکلف محسوس نہ ہوتی۔

جامعہ ازہر مصر کے شعبۂ کلیہ اصول الدین کا سالانہ امتحان اگرچہ تحریری ہوتا تھا۔ مگر معلومات عامہ (جنرل نالج) کا امتحان تقریری ہوتا تھا۔ چنانچہ جامعہ کے سالانہ امتحان کے موقع پر جب جانشین مفتیِ اعظم کا امتحان ہوا تو ممتحن نے آپ کی جماعت سے علم کلام کے چند سوالات کیے، پوری جماعت میں سے کوئی ایک بھی ممتحن کے سوالات کے صحیح جواب نہ دے سکا۔ ممتحن نے روئے سخن آپ کی طرف کرتے ہوئے سولات کو دوہرایا۔ جانشین مفتیٔ اعظم نے ان سوالات کا ایسا شافی وکافی جواب دیا کہ ممتحن تعجب کی نگاہ دیکھتے ہوئے کہنے لگا کہ۔ آپ تو حدیث واصولِ حدیث پڑھتے ہیں تب علم کلام میں کیسے جواب دیا۔ جانشین مفتی اعظم نے جواب میں کہا کہ میں نے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں علم کلام پڑھا تھا۔ آپ کے جواب سے مسرور ہو کر ممتحن جامعہ نے آپ کو جماعت میں پہلا مقام دیا۔

مصر کے اساتذہ کرام: جامعہ زاہر مصر میں آپ نے تحصیل علم کیا ان میں سے چند کے اسماے گرامی یہ ہیں:

فضیلۃ الشیخ مولانا علامہ محمد سماحی شیخ الحدیث والتفسیر جامعہ ازہر قاہرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت علامہ مولانا محمود عبد الغفار استاذ الحدیث جامعہ ازہر قاہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مصر سے تکمیل علوم اسلامیہ و بریلی آمد: تاج الشریعہ وہاں پر تین سال مسلسل رہ کر حصول علم میں مشغول رہے۔ دوسرے سال کے سالانہ امتحان میں آپ نے شرکت کی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے پورے جامعہ ازہر قاہرہ میں امتحان میں اعلیٰ کامیابی عطا فرمائی۔ اس کامیابی پر ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت، علامہ ریحان رضا خان نے ”کوائف آستانہ رضویہ“ کے عنوان سے لکھا:

”نبیرۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند بند مولانا اختر رضا خاں صاحب نے عربی میں بی۔ اے کی سند فراغت نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی مولانا اختر رضا خاں صاحب نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اول نمبروں سے پاس ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے۔ اور انہیں خدمات کا اہل بنائے اور وہ صحیح معنی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے جانشین کہے جائیں۔ اللھم زد فزد“ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی

میں ۳۲، بابت جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ / ستمبر ۱۹۶۵ء)

تاج الشریعہ ۱۹۶۶ء جامعہ ازہر سے بریلی شریف تشریف لائے تو اس کی کیفیت جناب امید رضوی یوں تحریر فرماتے ہیں:

" گلستانِ رضویت کے مہکتے پھول، چمنستانِ اعلیٰ حضرت کے گل خوشرنگ جناب

مولانا محمد اختر رضا خاں صاحب ابن حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصۂ دراز کے بعد جامعہ ازہر مصر سے فارغ التحصیل ہو کر ۱۷ / نومبر ۱۹۶۶ء / ۱۳۸۶ھ کی صبح کو بہار افزائے گلشن بریلی ہوئے، بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر متعلقین و متوسلین و اہل خاندان، علمائے کرام وطلباء دار العلوم (منظر اسلام) کے علاوہ بے شمار معتقدین حضرات نے (جن میں بیرونجات خصوصًا کانپور کے احباب بھی موجود تھے) حضرت مفتی اعظم مدظلہٗ کی سرپرستی میں تپاک اور شاندار استقبال کیا اور صاحبزادہ موصوف کو خوشرنگ پھولوں کے گجروں اور ہاروں کی پیشکش سے اپنے والہانہ جذبات وخلوص اور عقیدت کا اظہار کیا۔

ادارہ مولانا اختر رضا خاں ازہری اور متوسلین کو اس کامیاب واپسی پر ہدیہ تبرک و تہنیت پیش کرتا ہے، اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ان کے آبائے کرام خصوصًا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد اعظم رضی اللہ عنہ کا سچا صحیح وارث و جانشین بنائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی ص: ۱ بابت ماہ دسمبر ۱۹۶۶ء / ۱۳۸۶ھ)

حضرت اور علوم فنون کی مہارت: حضور تاج الشریعہ ہند و مصر کے ماہرین علوم و فنون سے حصول علم کرتے رہے، آخر کار جب دونوں مراکزِ علوم سے فارغ التحصیل ہوئے اور پھر بعد کی جد و جہد سے جن علوم پر آپ کو دسترس حاصل ہوا ان کے تعلق سے مفتی یونس رضا مونس اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ مندرجہ ذیل علوم فنون میں مہارت رکھتے ہیں:

(۱) علوم قرآن۔ (۲) اصول تفسیر۔ (۳) علم حدیث۔ (۴) اصول حدیث۔ (۵) اسماء الرجال۔ (۶) فقہ حنفی۔ (۷) فقہ مذاہب اربعہ۔ (۸) اصول فقہ۔ (۹) علم کلام۔ (۱۰) علم صرف۔ (۱۱) علم نحو۔ (۱۲) علم معانی۔ (۱۳) علم بدیع۔ (۱۴) علم بیان۔ (۱۵) علم منطق۔ (۱۶) علم فلسفہ قدیم وجدید۔ (۱۷) علم مناظرہ۔ (۱۸) علم الحساب۔ (۱۹) علم ہندسہ۔ (۲۰) علم ہیئت۔ (۲۱) علم تاریخ۔ (۲۲) علم مربعات۔ (۲۳) علم عروض وقوافی۔ (۲۴) علم تکسیر۔ (۲۵) علم جفر۔ (۲۶) علم فرائض۔ (۲۷) علم توقیت۔ (۲۸) علم تقویم۔ (۲۹) علم تجوید وقرآت۔ (۳۰) علم ادب (نظم ونثر عربی، نظم ونثر فارسی، نظم ونثر انگریزی، نثر ہندی، نظم ونثر اردو۔) (۳۱) علم زیجات۔ (۳۲) علم خطاطی۔ (۳۳) علم جبر ومقابلہ۔ (۳۴) علم تصوف۔ (۳۵) علم سلوک۔ (۳۶) علم اخلاق" (سوانح تاج الشریعہ، ص: ۳۷)۔

ازدواجی زندگی: جانشین مفتی اعظم کا عقد مسنون حکیم الاسلام مولانا حسنین رضا بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کی دختر نیک اختر کے ساتھ ۳ / نومبر ۱۹۶۸ء / شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ بروز اتوار کو محلہ کانکر ٹولہ شہر کہنہ بریلی میں ہوا۔ آپ کے ایک صاحبزادہ مخدوم گرامی مولانا عسجد رضا قادری بریلوی اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔

بیعت وارادت واجازت وخلافت: تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت وارادت کا شرف رکھتے تھے، ۲۰؍ سال کی عمر میں حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۵؍ جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ کو میلاد شریف کی ایک محفل میں آپ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔ علاوہ ازیں آپ کے والد ماجد مفسر اعظم نے قبل فراغت ہی آپ کو قائم مقام بنادیا تھا اور بطور سند ایک تحریر بھی قلم بند فرمادی تھی، برہان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی آپ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی تھی اور امام اہل سنت کے پیر خانہ "مارہرہ مقدسہ" کی دو عظیم وجلیل شخصیات سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ سید میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرس حامدی میں اور احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرس قاسمی میں اجازت وخلافت سے نواز کر اکابرین مارہرہ سے خانوادۂ رضویہ کے قائم روحانی رشتہ کو مضبوط ومستحکم فرمایا۔

حضور مفتی اعظم ہند نے جب آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا تو اسی مجلس میں برہان ملت حضرت مفتی عبد الباقی جبل پوری اور شمس العلماء قاضی شمس الدین جون پوری رضی اللہ عنہما نے آپ سے دریافت کیا کہ حضرت! آپ کا جانشین ون ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

"جانشین اپنے وقت پر ہی ہوگا جسے ہونا ہے"۔

اور حضور تاج الشریعہ کے متعلق فرمایا:

"اس (اختر رضا) لڑکے سے بہت امیدیں وابستہ ہیں"۔

حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے آخری ایام میں اپنی جانشینی کے متعلق ایک تحریر خود لکھی جس میں تاج الشریعہ کو اپنا جانشین اور قائم مقام نامزد کیا۔ حضور مفتی اعظم ہند لکھتے ہیں:

"میں اختر میاں سلمہ کو اپنا قائم مقام کرتا ہوں"۔

مریدین وخلفا: آپ کے مریدین ہندوستان، پاکستان، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بنگلہ دیش، موریشس، سری لنکا، یوکے، ہالینڈ، لندن، جنوبی افریقہ، امریکہ، ریاج، انگلینڈ، عراق، ایران، ترکی، وغیرہ ممالک میں لاکھوں بلکہ اب تو مریدین کی تعداد کروڑوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مریدین میں ایسا نہیں کہ صرف عوام بلکہ بڑے بڑے علماء مشائخ صلحا شعراء، ادبا، مفکرین، قائدین، مصنفین، ریسرچ اسکالر، پروفیسر، ڈاکٹر اور محققین بھی ہیں جو آپ کی غلامی پر فخر کرتے ہیں۔ تعداد مریدین کے تعلق سے حیات تاج الشریعہ میں ہے:

"ایک اندازہ کے مطابق ۲؍ کروڑوں مریدین ہیں، ہندوستان کا کون سا ایسا گوشہ، قصبہ یا شہر ہے جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں مرید نہیں۔ راقم السطور (مولانا شہاب الدین) نے پورے ملک کا حضرت کے ساتھ سفر کیا ہے، جلسوں میں حال یہ رہتا ہے کہ ایک لاکھ کا مجمع، پورا پورا داخل سلسلہ ہوجاتا ہے"۔ (حیات الشریعہ، ص:۳۶)

حضور تاج الشریعہ نے بیعت وارشاد کا فریضہ حضور مفتی اعظم ہند کے زمانہ حیات ہی میں انجام دینا شروع کردیا تھا وہ بھی حضور مفتی اعظم ہند کے حکم سے، جیسا کہ حیات تاج الشریعہ میں ہے:

”حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا نوری بریلوی قدس سرہٗ اپنے سامنے لوگوں کو آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے حکم فرماتے، یہاں تک ہی نہیں بلکہ مفتی اعظم قدس سرہٗ نے اپنے سامنے لوگوں کی کثیر تعداد کو تاج الشریعہ کے ہاتھ پر بیعت کروایا، اور بہت سے مقامات پر اپنا جانشین اور قائم مقام بنا کر روانہ کیا۔ مجمع کے مجمع نے آپ کے دست مبارک پر بیعت قبول کی۔ سلسلۂ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی سب سے زیادہ اشاعت حضور مفتی اعظم کے بعد تاج الشریعہ ہی کر رہے ہیں۔ ان دو بزرگوں نے سلسلہ کو وسیع تر کر دیا“۔ (حیات تاج الشریعہ، ص:۳۵)

مریدین کے اسما بیان کرنا نہایت دشوار ہے بلکہ خلفاے کرام کی بھی اتنی تعداد ہے کہ سب کا احاطہ نہایت مشکل ہے پھر بھی ان خلفاے کرام میں سے چند کے اسماے گرامی پیش کیے جاتے ہیں:

صاحب زادہ گرامی مولانا عسجد رضا خان، جانشین تاج الشریعہ، فضیلۃ الشیخ علامہ شیخ ابوبکر بن احمد مسلیار، سیکریٹری مرکزا لثقافۃ السنیہ، کیرالہ، محقق عصر حضرت مفتی شاہد علی رضویہ، ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ رام پور، مناظر اہل سنت مولانا صغیر احمد جوکھن پوری، مہتمم الجامعۃ القادریہ، رچھا، بریلی، مفتی عزیز احسن رضویہ شیخ الحدیث دار العلوم غوث اعظم، پور بندر، گجرات، مولانا علی احمد سیوانی، حسن پورہ ضلع سیوان، بہار، مولانا تطہیر احمد رضوی سابق استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، باقر گنج بریلی شریف، مفتی علی محمد رضوی، امیر سنی تبلیغی جماعت، باسنی ضلع ناگور، راجستھان، ڈاکٹر حافظ شفیق اجمل بن الحاج عبد الرب رضوی، ریوڑی تالاب، بنارس، مولانا مختار احمد قادری، ناظم اعلیٰ بحر العلوم، اسلام نگر بہیڑی، ضلع بریلی، مولانا صدیق حسن قادری، مہتمم دار الفکر درگاہ روڈ، بہرائچ شریف، مولانا غلام مجمد حبیبی، سجادہ نشین آستانہ قادریہ حبیبیہ دھام نگر شریف، اڑیسہ، مفتی یونس رضا مونس قادری، کان پور، سابق پرنسپل جامعۃ الرضا، بریلی شریف، مفتی قاضی شہید عالم رضوی، دار الافتا جامعہ نوریہ، بریلی شریف، مفتی مطفر حسین رضوی، سابق نائب مفتی مرکزی دار الافتا، بریلی شریف، حنیف ملت مولانا حنیف القادری، سسواکٹیا، نیپال، شہزادہ حنیف ملت مفتی نجم الدین مصباحی، سسواکٹیا، نیپال، مفتی ارشاد احمد ساحلؔ سہسرامی، علامہ قمر الحسن مصباحی، بستوی (امریکہ)، مولانا جمال احمد خان رضوی، علیہ الرحمہ، نوادہ وغیرہ۔

غیر مسلموں کا قبول اسلام: تاج الشریعہ کے دست مقدس پر مشرف باسلام ہونے والوں کی ایک اجمالی فہرست۔ قوم قبل اسلام ریاوار نام گلاب بعدہٗ مسلم رضوی یہ رہنے والے جبل پور بھوٹا تال کے ہیں۔ بچپن کے زمانے میں گھر سے نکل گئے تھے اور سادھوؤں کی جماعت میں رہتے رہے جوانی کا عالم اسی عالم میں گزارا۔ محمد مسلم رضوی کے ساتھیوں میں ایک ساتھی لڑکا مسلمان تھا۔ اس کے ہمراہ بچپن کے زمانے میں پڑھا کرتے تھے اور مذہب اسلام کی کتب کا تذکرہ اس نے کیا تھا۔ سادھوؤں میں رہ کر جب سکون نہیں پایا تو مذہب اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ مجھے اس میں بہت سکون ملا اور میرا دل ایک دم مضطرب ہو گیا کہ مذہب اسلام قبول کر لوں فوراً بریلی شریف حاضر ہوا۔ یہاں پر چاند جیسے چہرے والے ایک شخص کو دیکھا۔ ان کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ کون شخص ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے جانشین ہیں۔ اس وجہ سے میرا دل اور بے قرار ہوا، میں نے عرض کیا حضور آپ کے دست اقدس پر اسلام

قبول کرنا چاہتا ہوں، فوراً جانشین مفتی اعظم نے کلمہ طیبہ پڑھا کر اسلام میں داخل کیا نیز سلسلۂ قادریہ کاتیہ رضویہ میں بیعت بھی فرمالیا۔ (بروایت مولوی شکیل احمد خاں رضوی خادم جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم القدسیہ ۱۲ ارضوی غفرلہٗ)

نومسلم جناب محمد احسن رضوی (سابقہ نام مسٹر جارج اسٹیفن) جو مع فیملی عیسائی سے مسلمان ہوئے ہیں۔ محمد احسن رضوی کیتھولک چرچ نرائن گڑھ ضلع انبالہ پنجاب میں ایک مبلغ اسپیکر اور ٹیچر کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ اور انہیں وہاں کافی مراحات حاصل تھیں، تبلیغی وتحریری کاموں کے علاوہ ان کے ذمہ بائبل کا درس اور قرآن بائبل کا تقابلی مطالعہ کرانا نیز مسلم مذہب پر تنقید کا کام بھی سونپا ہوا تھا۔ محمد احسن رضوی اردو زبان وادب میں کافی دسترس رکھتے ہیں۔ فارسی اور عربی سے بھی واقفیت ہے۔ قرآن مجید بہت اچھی طرح سے پڑھتے ہیں اور انہیں قرآن مقدس کی بہت ساری آیتیں اور سورتیں یاد ہیں۔ نیز ان کی مذہبی معلومات بھی کافی وسیع ہیں، اور انہیں اس بات پر فخر ہے اور مسرت بھی کہ انہوں نے اسلام غور وفکر کے بعد قبول کیا ہے اور یہ کہ وہ صحیح راستے پر آگئے ہیں اور انہوں نے سچا مذہب اور دین فطرت قبول کرلیا ہے۔

۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ میں جانشین مفتی اعظم کے ہاتھوں پر مسلمان ہوئے اور انہیں سے داخل سلسلہ بھی ہوئے، کچھ ایام تک جانشین مفتی اعظم کے دولت کدے پر قیام پذیر رہے اور دینیات روزہ، نماز، اسلامی طور طریقے سیکھے بریلی شریف کا پتہ انہیں فتاویٰ رضویہ جلد گیارہ سے معلوم ہوا۔ بریلی آکر انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ وہابی، دیوبندی اور شیعہ وغیرہ مذاہب کا بھی مطالعہ کرچکے ہیں اور انہیں بریلی مسلک ہی صحیح مسلک معلوم ہوا۔ لہٰذا وہ مسلمان ہونے کے لیے جگہ سے لوٹ پھر کر بریلی آئے۔

محمد احسن رضوی نے اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا کہ تقریباً چھ ماہ سے بڑے ذہنی کرب میں مبتلا تھے اور اکثر سوچا کرتے تھے کہ جس بائبل کی وہ تعلیم دیتے ہیں یہ اصل انجیل نہیں ہے اور اس بائبل میں باوجود تحریف وترمیم کے مسلمانوں کے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا تذکرہ ہے ان کے آخری نبی اور ان کے رحمۃ اللعالمین ہونے کا ذکر ہے اور خود حضرت مسیح علیہ السلام ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے بعدہ وہ آئے گا جو کمفورٹر (رحمۃ اللعالمین) ہوگا۔ جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد ہے اور وہی نجاب وہندہ ہے تو پھر عیسائی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں نہیں مانتے اور ان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں فوقیت دیتے ہیں۔ اور جب یہ کمفورٹر ہیں یہی رسول عربی آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت زمین پر اُتر کر انہیں کے دین کی پیروی کریں گے تو پھر دین تو انہیں محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری دین اور سچا دین ہے۔ علاوہ اس کے یہ اس بات پر بھی غور وفکر کرتے تھے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کے بیٹے ہیں تو پھر ان کا باپ جو تمام جہانوں کے مالک ہے۔ اتنا بے بس ہوگیا کہ اس نے اپنے بیٹے کو مغلوب کرادیا، اور پھر اگر وہ خدا باپ ہے تو وہ وحدہٗ لاشریک کیسے ہے، اور اب اپنے بجائے خدا یا اللہ کے (معاذاللہ) وہ تو خود انسان ہوگیا، اور یہ ناممکن ہے لہٰذا حضرت مسیح خدا کے فرزند نہیں، وہ خدا کے بندے اور نبی ورسول ہیں۔

محمد احسن رضوی دنیا کے تمام ممالک کے سیاسی، سماجی نظام پر بھی غور کرتے تھے کہ قانون اور ہر اصول لوگوں نے نبی وضع کر رکھے ہیں لوگ جو مسلمانوں کے قرآن اور حدیث کے اصول ہیں۔ فرق یہ ہے کہ اسے صحیح معنوں میں اسلامی

طریقے سے برتتے نہیں اور اس پر کسی نے کیونزم کی چھاپ لگا رکھی ہے کسی نے سوشلزم کی اور کسی نے اپنی نظریاتی تھیوری کا لیبل لگا رکھا ہے۔ گویا نظری تقاضوں کو جو مذہب یا جو اصول پورا کرتا ہے وہ اسلام ہی ہے یہ بات اور ہے کہ اس زمانہ کے مسلمان خود اپنے اصول سے ہٹ گئے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود آج بھی دیگر قوموں کے مقابلہ میں مسلمانوں میں ۲۵٪ فیصد ر برائی کم ہے۔

محمد احسن رضوی نے یہ بھی بتایا کہ دنیا کے دیگر مذاہب برائی سے بچنے کو ضرور منع کرتے ہیں۔ لیکن برائی سے بچانے کا ان کے یہاں کوئی نسخہ یا علاج نہیں ہے اور اگر یہ علاج کہیں ہے تو صرف مذہب اسلام میں، انہیں تمام باتوں کو سوچ کر قرآن مقدس کے مطالعہ نے جو ہر قوم اور ہر فرو کے لیے ہدایت ہے اس لیے یہ مسلمان ہوگئے، محمد احسن رضوی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ بغیر کسی لالچ یا دنیوی فائدہ کے یہ مسلمان ہوئے ہیں۔ اور اس عالم میں جبکہ چرچ کے بینک میں ان کا بیس ہزار روپیہ جمع ہے، جسے اب چرچ کے ذمہ داران محمد احسن رضوی کو دینے سے گریز کر رہے ہیں۔ اور انہیں طرح طرح کے لالچ دے رہے ہیں۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آرہی ہے۔ (ماہنامہ سنی دنیا بریلی ص ۳۷، ۳۸ جون ۱۹۸۶ء شوال المکرم ۱۴۰۶ھ شمارہ ۴۳ جلد ۴ مضمون ادیب شہیر عبدالنعیم عزیزی بلرام پوری)

جناب محمد احسن رضوی کی اہلیہ اور دو لڑکے ایک لڑکی بھی ۱۹۸۶ء کو مسلمان ہوئیں۔ اہلیہ کا سابقہ نام سریندار مسیح تھا۔ اب نام مریم خاتون ہے۔ لڑکوں کے سابقہ نام پیٹر عمر ۹ سال اور موسس عمر ساڑے ۴ سال، اسلامی نام کنیز فاطمہ ہے۔ ان کی خوش نصیبی ہے کہ جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور داخل سلسلہ بھی فرمایا۔ ایک لڑکی جو اہل ہنود سے تعلق رکھتی تھی جسکی عمر تقریبًا بیس یا بائیس سال کی تھی۔ اس نے از خود بریلی شریف آکر ۲۷/ صفر المظفر بروز جمعہ ۲۹/ ستمبر ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء کو جانشین مفتی اعظم کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئی۔ اور جانشین مفتی اعظم نے اسے داخل سلسلہ بھی فرمایا۔ یہ معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ میں خود بخود اسلام کے پاکیزہ مذہب ہونے کی وجہ سے اسلام لائی ہوں، کسی نے مجھے بہیکایا نہیں ہے۔ قبل اسلام اس کا نام عستے تھا، جانشین مفتی اعظم نے اس کا نام کنیز فاطمہ رکھا۔ (بروایت پچا غلام رسول رضوی رام پوری ثم بریلوی)

رائے بریلی کا رہنے والا شادی شدہ گوالہ ہندو اس نے جماد الاول ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء کو جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ اس نے اسلام لانے کا سبب یہ بتایا کہ اس کے باپ کا انتقال ہوگیا تھا۔ اور اس کے دھرم میں یہ ہے کہ جو سب سے چھوٹا بیٹا ہوگا یا سب سے بڑا بیٹا ہوگا وہ اپنے باپ کی نعش کو جلائے گا اور یہ بھی ہے کہ اپنے باپ کی نعش پر بانس سے مارے گا۔ اس لڑکے نے ایک بانس سر پر مارا اور خیال کیا کہ یہ میرا مذہب غلط ہے اور مسلمانوں کا مذہب صحیح ہے اور اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ہم ایک بڑی مسجد میں بیٹھے ہیں اور اس مسجد میں ایک ضعیف حسین خوبصورت چہرے والے تشریف فرما ہیں، اور وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ بیٹا کلمہ پڑھ میں نے کلمہ پڑھ لیا۔ وہ جب بریلی آیا تو اس نے جانشین مفتی اعظم کو دیکھا فوراً چیخ پڑا

کہ اپنے مالک کی قسم فلاں مسجد میں میں خواب میں انہیں بزرگ کو دیکھا تھا اور انہوں نے ہی مجھے کلمہ پڑھایا تھا۔ وہ لڑکا فوراً جانشین مفتی اعظم کے دستِ پاک پر کلمہ شریف پڑھ لیتا ہے اور داخل سلسلہ ہو جاتا ہے۔ اس کا نام جانشین مفتی اعظم نے عبداللہ رکھا۔ (بروایت مولوی فیض اللہ رضوی بنگالی مقیم حال بریلی شریف)

ایک سکھ فرید پور ضلع بریلی شریف کا رہنے والا تھا۔ اس نے جولائی ۱۹۸۹ء/ ۱۴۱۰ھ جانشین مفتی اعظم کے ہاتھ پر شرف اسلام قبول کیا۔ اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ بتائی کہ دین اسلام ایک پاکیزہ دین ہے۔ جس میں مساوات واخوت کا درس دیا جاتا ہے۔ جب میں نے اپنے دھرم اور مذہب اسلام کا تقابلی جائزہ لیا تو مجھے مذہب اسلام نفیس اور پسندیدہ لگا اور مشرف باسلام ہوگیا۔ جانشین مفتی اعظم نے داخل سلسلہ فرما کر اس کا نام محمد مسلم رکھا۔ (بروایت مولوی شکیل احمد خاں رضوی بریلوی ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء ۱۳ا رضوی غفرلہ)

درس وتدریس: تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری کو ۱۹۶۷ء میں دارالعلوم منظر اسلام بریلی میں درس دینے کے لیے دعوت پیش کی گئی۔ آپ نے اس دعوت کو قبولیت سے سرفراز کیا ۱۹۶۷ء سے تدریس کے مسند پر فائز ہوگئے۔ تاج الشریعہ کے برادر اکبر مولانا ریحان رضا رحمانی بریلوی نے ۱۹۷۸ء میں صدر المدرسین کے اعلیٰ عہدہ پر تقرر کیا۔ اور اس عہدے کے ساتھ رضوی دارالافتاء کے صدر مفتی بھی رہے۔ پھر درس وتدریس کا سلسلہ مسلسل بارہ سال تک چلتا رہا۔

ملک وبیرون ملک دورے کی وجہ سے منظر اسلام سے علیحدہ ہونے کے بعد باقاعدہ درس وتدریس کا سلسلہ منقطع رہا مگر چند سال بعد اپنے دولت کدہ پر درس قرآن کا سلسلہ جاری کیا جس میں منظر اسلام، مظہر اسلام، جامعہ نوریہ رضویہ اور دیگر علمائے کرام بکثرت شریک ہوتے تھے۔ مرکزی دار الافتا میں تربیت افتا کے طلبہ کرام کو بخاری شریف، مسلم شریف، عقود رسم المفتی، الاشباہ والنظائر، فواتح الرحموت، شامی بدائع الصنائع، اجلی الاعلام وغیرہ کتب کا درس دیتے تھے۔ جامعۃ الرضا کے منتہی طلبہ کرام کی بعض کتابوں کا درس بھی آپ دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں ملک وبیرون ملک مدارس میں آپ نے ختم بخاری شریف یا افتتاح تعلیم کے موقع پر بخاری شریف کی ابتدائی حدیث پاک یا کسی اور کتاب کا درس فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً:

۱۴۰۷ھ اور ۱۴۰۸ھ کو مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رام پور میں ختم بخاری شریف کرایا۔ ۱۴۰۷ھ کو جامعہ فاروقیہ بھوجپور ضلع مراد آباد میں بخاری شریف کا افتتاح کیا۔ ۱۴۰۹ھ کو دارالعلوم امجدیہ کراچی (پاکستان) میں بخاری شریف کا افتتاح فرمایا، اور ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ کو الجامعۃ القادریہ رچھا بہیڑی ضلع بریلی شریف میں شرح وقایہ کا طویل سبق پڑھایا اور اپنے قائم کردہ ادارے جامعۃ الرضا، بریلی شریف میں ہر سال آغاز تعلیم کے موقع سے بیضاوی شریف، بخاری شریف اور طحاوی شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ المختصر آپ کے درس وتدریس کا سلسلہ ۱۹۶۷ء میں شروع ہوا اور درمیان میں چند سال یہ سلسلہ موقوف رہا لیکن پھر شروع ہوا اور کسی نہ کسی طرح درس وتدریس کا یہ سلسلہ آخری عمر تک جاری رہا اور اس طرح آپ کے تدریسی فیضان سے مالا مال ہو کر ایک جہانِ علم وادب آباد ہوا۔

مشاہیر تلامذہ: مشاہیر تلامذہ: آپ سے ایک دنیا نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ مفتی سید شاہد علی رضوی محدث الجامعۃ الاسلامیہ رام پور، علامہ مولانا انور علی رضوی بہرائچی، شیخ الادب دار العلوم منظر اسلام بریلی، مفتی ناظم علی رضوی بارہ بنکوی مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی، مولانا کمال احمد رضوی نانپاروی ضلع بہرائچ، مولانا جمیل احمد خاں نوری بستوی ریسرچ اسکالر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مظفر حسین رضوی بہری سابق مدرس جامعہ نوریہ رجویہ بریلی، مولانا ذوالفقار علی خاں نوری رام پوری، اڈیٹر ماہنامہ ”سنی دنیا“ بریلی، مفتی عبید الرحمٰن رضوی بہاری مدرس دار العلوم مظہر اسلام بریلی، مولانا وصی احمد رضوی خطیب برمنگھم، مولانا سلیم الدین رضوی سمن پوری (بہار)، مولانا شیر الدین رضوی مدرس مدرسہ محمدیہ سنگرا کچھ مغربی دیناج پور بنگال، مولانا مجیب الرحمان رضوی مدرس بہاء اسلام بجوں کٹیہار (بہار)، مولانا سجاد عالم رضوی سمن پوری، بہار، مولانا شرف عالم رجوی، سیتا مڑھی بہار، مولانا صاحبزادہ عسجد رضا خاں قادری شہزادہ تاج الشریعہ مدظلہٗ، مولانا عتیق الرحمٰن رضوی للوارہ ضلع رام پور۔

مسند افتا: مسند افتا کے زینت بخشا اس خاندان کا ایک امتیازی وصف ہے کیوں کہ اس خاندان کے افراد و اشخاص نے جس قدر فتوی نویسی کی خدمت انجام دی وہ شاید دیگر خاندان میں نہیں۔ ذرا ایک نظر خاندان تاج الشریعہ کی فتویٰ نویسی پر ڈالتے چلیے۔ فتاویٰ بریلی شریف میں ہے:

”امام الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد رضا علی خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء میں فرمایا اور تا دم واپسی یعنی ۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء تک ۳۴/ سال یہ خدمت جلیلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے، خاتم الفقہاء حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کی شروعات اپنی تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد تقریباً ۱۸۴۷ء میں فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یعنی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء تک قریب ۳۳/ سال اس عظیم الشان کام کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں بعمر ۱۳/ سال مسئلہ رضاعت سے فرمایا اور تا حیات یعنی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء تک ۵۲/ سال یہ اہم ذمہ داری بے لوث انجام دیتے رہے، شیخ الانام حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں فرمایا اور تا حین حیات یعنی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء تک ۴۸/ سال یہ خدمت خالص لوجہ اللہ انجام دیتے رہے، تاج دار اہل سنت شبیہ غوث اعظم مفتی اعظم عالم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں فرمایا اور تا دم آخر یعنی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء تک ۷۱/ سال یہ عظیم ذمہ داری بطریقِ احسن انجام دیتے رہے، اس کے بعد حضور تاج الشریعہ کا دور شروع ہوتا ہے، آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء میں فرمایا اور ۳۵/ سالوں سے یہ سلسلہ زریں آج بھی جاری و ساری ہے“۔ (فتاویٰ بریلی شریف، ص: ۲۲)

حضور مفتی اعظم ہند کے زمانہ ہی میں حضور تاج الشریعہ نے اپنی فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۹۶۷ء ہی میں فرما دیا تھا اور یہ سلسلہ کسی نہ کسی طرح آخری عمر ۲۰۱۸ء تک تقریباً ۵۱/ سال جاری رہا۔ آپ حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ اور مفتی سید محمد افضل حسین

رضوی مونگیری کی زیر نگرانی فتاویٰ لکھتے رہے۔ مفتی اعظم قدس سرہٗ کے پاس فتاویٰ کی کثرت کی وجہ سے کئی مفتی کام کرتے۔ مفتی اعظم نے فرمایا:

”اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں۔ یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ اب تم اس کام کو انجام دو۔ میں تمھارے سپرد کرتا ہوں“۔

لوگوں سے مخاطب ہوکر مفتی اعظم نے فرمایا:

”آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجو کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں“۔

اسی دن سے لوگوں کا رجحان تاج الشریعہ کی طرف ہوگیا۔ آپ خود اپنے فتوی نویسی کی ابتداء یوں تحریر فرماتے ہیں:

”میں بچپن سے ہی حضرت (مفتی اعظم) سے داخل سلسلہ ہوگیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بناء پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں میں یہ کام کرتا رہا۔ اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر فتویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر میں مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہ ہوتا“۔ (ماہنامہ استقامت کانپور (مفتی اعظم نمبر) ص ۱۵۱، بابت رجب ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء)

یوں تو حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۶۷ء سے ہی فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا لیکن حضور مفتی اعظم ہند کی وفات کے بعد ۱۹۸۱ء سے آپ مرجع فتاویٰ ہوئے۔ آپ کا فتویٰ عالم اسلام میں اک سند کا درجہ رکھتا ہے، اب تک آپ کے فتاوی کی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ آپ کی ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ آپ تین زبانوں انگریزی، اردو اور عربی میں فتویٰ لکھتے تھے، آپ ن اپنی ملکیت و نگرانی میں ایک ماہ نامہ بنام ”سنی دنیا“ ۱۹۸۳ء میں جاری کیا جس میں مستقل ایک کالم ”باب الاستفتاء“ کے نام سے رکھا۔ اس باب میں چار پانچ صفحات فتاویٰ کے لیے خاص تھے۔ اس ماہ نامہ میں بھی حجرت کے فتاویٰ شائع ہوتے رہے۔ آپ کے پاس کئی براعظم کے اکثر ممالک سے کثرت سے سوالات آتے تھے یہاں تک کہ آخر کار آپ نے کثرت استفتا کے سبب اپنے مرکزی دار الافتا میں ۱۰/ مفتیانِ کرام کی ایک ٹیم مستعد کر رکھی تھی جو سوالات کے جوابات لکھا کرتے اور آپ ان فتاویٰ کی تصدیق فرمایا کرتے۔

حج وزیارت: تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا ازہری نے پہلا حج ۱۴۰۳ھ / ۴/ ستمبر ۱۹۸۳ء دوسرا حج ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء تیسرا حج ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء میں ادا فرمائے۔ اور متعدّد بار عمرہ سے بھی فیضیاب ہوئے۔

امامت وخطابت: حضرت مفسر اعظم ہند نے اپنے فرزند حضور تاج الشریعہ کو ”رضا جامع مسجد“ کی امامت وخطابت دوران طالب علمی ہی سے سپرد کردی تھی۔ چنانچہ رضا جامع مسجد میں آپ مستقل امامت وخطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے بلکہ جب آپ ہمراہ ہوتے امامت کا حکم آپ ہی کے لیے

ہوا کرتا۔ پھر آپ ۱۹۶۴ء میں جامع ازہر مصر چلے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہوئے پھر امامت وتدریس دونوں فرائض انجام دینے لگے۔ جب آپ منظر اسلام کے عہدہ صدارت سے مستعفی ہوئے تو کچھ سال تک ملوک پور متّصل محلہ کسگراں کی ایک مسجد میں امامت کی، آپ کے امامت کرنے کی وجہ سے آپ ہی کی طرف منسوب کرکے اس مسجد کا نام ”ازہری مسجد“ رکھ دیا گیا ہے۔ پھر کچھ سالوں بعد رضا جامع مسجد میں ہی امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ مصروفیات کی کثرت، اسفار کی زیادتی، پنج وقتہ امامت کے لیے مانع ہوگئی۔ اس لیے جب بریلی میں ہوتے ”رضا جامع مسجد“ میں جمعہ کا خطبہ دیتے اور وقت ضرورت نصیحت آمیز کلمات ارشاد کرتے اور جمعہ کی امامت کرتے تھے۔ شہر بریلی کی عیدگاہ محلہ باقر گنج میں ہے، اعلی حضرت، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند، مفسر اعظم ہند کے بعد عیدین کی امامت وخطابت آپ کے سپرد ہوگئی تھی۔ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے وصال کے بعد سے آپ مستقل عیدین کی امامت وخطابت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ پورا شہر حضرت تاج الشریعہ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے لیے عیدگاہ میں کشاں کشاں اکٹھا ہوجاتا تھا۔ حضرت کی تلاوت وخطبہ، مصری عربی لہجہ میں ہوا کرتا تھا، لحن داؤدی کی تلاوت میں حضرت اپنی مثال آپ تھے۔ دلائل وبراہین سے مزین خطاب کرتے، آیتیں اور احادیث درمیان خطابت خوب پڑھتے، مطالب ومفاہیم بہت عمدہ بیان فرماتے۔ سامعین کے ذہن پر آپ کے خطبات بوجھل نہیں ہوتے نیز سامع کا ذہن اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا، بلکہ مجمع سے یہ بات گونجتی کہ تھوڑی دیر اور بیان فرمائیں تھوڑی دیر اور بیان فرمائیں۔

خطابت کی خصوصیات: حضرت کا خطاب تین زبانوں میں ہوتا تھا۔ ہندوپاک وبنگلہ دیش میں اردو میں، عرب ممالک میں عربی میں، یورپ میں انگلش میں، حضرت کے سینکڑوں ٹیپ ہیں۔ یوٹیوب پر بھی بعض خطبات اپ لوڈ ہیں۔ حضرت کا انداز بیان سادگی اور شائستگی لیے ہوتا تھا۔ اسلوب عمدہ تھا، درمیان خطابت جوشیلا رنگ بھی آتا جس سے مجمع بیداری اور مستعدی کے ساتھ دل کے کان سے سننے لگتا ہے۔ حضرت سب سے پہلے عربی میں خطبہ پڑھتے، پھر آیت شریف کی تلاوت، اس کے بعد موضوع کی مناسبت سے عربی یا انگلش یا اردو وفارسی میں اشعار پڑھتے، پھر اقوال ائمہ اور احادیث کریمہ اور آیات قرآنیہ کی روشنی میں تلاوت کردہ آیت مقدسہ پر حالات حاضرہ کی روشنی میں ایمان افروز بیان کرتے۔ دور حاضر کے ممتاز اسلامی اسکالر ممتاز المحدثین علامہ ضیاء المصطفی قادری لکھتے ہیں:

”اللہ تعالی نے آپ (تاج الشریعہ) کو کئی زبانوں پر ملکہ خاص عطا فرمایا ہے۔ زبان اردو تو آپ کی گھریلو زبان ہے، اور عربی آپ کی مذہبی زبان ہے، ان دونوں زبانوں میں آپ کو خصوصی ملکہ حاصل ہے جس پر آپ کی اردو اور عربی نعتیہ شاعری شاہد عدل ہیں۔ آپ کے برجستہ اور فی البدیہ نعتیہ اشعار فصاحت وبلاغت، حسن ترتیب اور نعت تخیل میں کسی کہنہ مشق استاذ کے اشعار سے کم درجہ نہیں ہوتے۔ عربی زبان کے قدیم وجدید اسلوب پر آپ کو ملکہ راسخ حاصل ہے، آپ کی خطابت اور شاعری اور ترجمہ نگاری کسی پختہ کار عربی ادیب کے ادبی کارناموں پر بھاری نظر آتی ہے۔ جامعہ ازہر کے دور تحصیل میں جب آپ کا عربی کلام ازہر کے سیوخ سنتے تو کلام کی سلاست ونزاکت اور حسن ترتیب پر جھوم اٹھتے اور کہتے

تھے کہ یہ کلام کسی غیر عربی کا محسوس ہی نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ میرے سامنے کا ہی ہے کہ زمبابوے میں ایک مصری شیخ نے آپ کے حمدیہ اشعار سنے تو بہت ہی محظوظ ہوئے اور اس کی نقل کی فرمائش بھی کرڈالی۔ حضرت کو میں نے انگلینڈ، امریکہ، ساتھ افریقہ، زمبابوے وغیرہ میں برجستہ انگریزی زبان میں تقریر ووعظ کرتے دیکھا ہے۔ اور وہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں سے آپ کی تعریفیں بھی سنیں، اور یہ بھی ان سے سنا کہ حضرت کو انگریزی زبان کے کلاسیکی اسلوب پر عبور حاصل ہے۔
(المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند مترجم، ص: ۴۲)

تصنیفات وتالیفات: حضور تاج الشریعہ کی کتابوں کی صرف فہرست پیش کی جارہی ہے تاکہ جہاں کم از کم آپ کی کتابوں کے اسما سے روشناسی کا شرف حاصل ہو وہیں یہ حقیقت بھی اشکار ہو جائے کہ دعوت و تبلیغِ دین اور ترویج و اشاعت مسلک اہل سنت و جماعت کے لیے اپنی زندگی کے اکثر لمحات پابر کاب گزارنے کے باوجود آپ کی ذات سے اتنی کتابوں کا نذرانہ دنیائے اہل سنت کو عطا ہونا ایک کرامت ہی ہے۔ تو لیجیے ذیل میں حضور تاج الشریعہ کی کتابوں کی فہرست حاضر خدمت ہے۔

(۱) حاشیۃ علیٰ صحیح البخاری (عربی) مطبوعہ مجلس برکات جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔
(۲) مرآۃ النجدیۃ بجواب البریلویۃ (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر
(۳) تحقیق أن أبا ابراہیم ”تارح“ لا ”آزر“ (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر
(۴) الفردۃ فی شرح البردۃ جو تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور تحقیقات کا بیش قیمت خزانہ ہے۔ (عربی)
(۵) الصحابۃ نجوم الاھتداء (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر
(۶) سد المشارع علیٰ من یقول: ان الدین یستغنی عن الشارع (عربی) دارالمقطم قاہرہ، مصر
(۷) صیانۃ القبور (عربی)
(۸) الحق المبین (عربی اور اردو دونوں زبانوں میں)
(۹) دفاع کنز الایمان (دو حصے اردو میں) مطبوعہ ادارہ سنی دنیا پاکستان۔
(۱۰) ازہر الفتاویٰ (پانچ جلدوں پر مشتمل آپ کا مجموعہ فتاویٰ)
(۱۱) ازہر الفتاویٰ (مجموعہ فتاویٰ دو حصے انگریزی میں)
(۱۲) ٹی وی اور ویڈیو کا آپریشن (اردو) مطبوعہ سنی دنیا پاکستان
(۱۳) تین طلاقوں کا شرعی حکم (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۱۴) ٹائی کا مسئلہ (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۱۵) شرح حدیث نیت (اردو) مطبوعہ ادارہ سنی دنیا
(۱۶) کنز الایمان کا دیگر تراجم سے تقابلی جائزہ (اردو)
(۱۷) ہجرتِ رسول (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی

(۱۸) آثار قیامت (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۱۹) جشنِ عید میلاد النبی ﷺ (اردو) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۲۰) سفینۂ بخشش نعتیہ دیوان (اردو)
(۲۱) نغماتِ اختر نعتیہ دیوان (عربی)
(۲۲) المعتقد المنتقد مع المستند المعتمد (اردو ترجمہ) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۲۳) فضیلتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (تعریب)
(۲۴) فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ تعالیٰ (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۲۵) تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۲۶) اھلاک الوھابیین علیٰ توھین قبور المسلمین (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۲۷) الھاد الکاف فی حکم الضعاف (تعریب مع تعلیق) دار السنابل، دمشق
(۲۸) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (تعریب مع تعلیق)
(۲۹) سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح (تعریب مع تعلیق)
(۳۰) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفی بدافع البلاء (عریب مع تعلیق) دار النعمان، دمشق
(۳۱) قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار (تعریب مع تعلیق) مطبوعہ دار المقطم
(۳۲) النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (تعریب مع تعلیق)
(۳۳) عطایا القدیر فی حکم التصویر (تعریب) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۳۴) عطاء النبی لافاضۃ احکام الصبی (تعریب)
(۳۵) النور النورق (تعریب)
(۳۶) برکات الامداد لاھل الاستمداد (تعریب) جمعیۃ رضاء المصطفی، کراچی
(۳۷) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام (تعریب)
(۳۸) الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی
(۳۹) انوار المنان فی توحید القرآن (اردو ترجمہ) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۴۰) جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت (اردو)
(۴۱) چلتی ٹرین میں فرض وواجب نمازوں کا حکم (اردو)
(۴۲) ترجمہ قصیدتان رائعتان
(۴۳) القول الفائق بحکم الاقتداء بالفاسق (اردو مطبوعہ المجمع الرضوی پاکستان)

(۴۲) القمع المبین لآمال المکذبین
(۴۳) تراجم قرآن میں کنزالایمان کی فوقیت (زیر قلم)
(۴۴) نوح حامیم کیلر کے سوالات کے جوابات (غیر مطبوعہ)
(۴۵) شرح حدیث الاخلاص (عربی) مطبوعہ المجمع الرضوی
(۴۶) نهایۃ الزین (عربی) غیر مطبوعہ
(۴۷) انوار تاج الشریعہ (مجموعہ ملفوظات) غیر مطبوعہ
(۴۸) تقدیم تجلیۃ السلم فی مسائل نصف العلم (اردو) مطبوعہ اختر بک ڈپو خواجہ قطب بریلی شریف
(۴۹) نبذۃ حیاۃ الامام احمد رضا (عربی) مطبوعہ دار المقطم

درج بالا حضور تاج الشریعہ کی کتابیں جہاں اپنے موضوع پر اہم اور گراں قدر ہیں وہیں معلومات سے بھی لبریز ہیں جس کے سبب قاری کو نہ صرف متعلقہ موضوع کے بارے میں کسی ایک نتیجہ تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے بلکہ مزید معلومات سے بھی قلوب واذہان مالا مال ہوتے ہیں۔

تبلیغی و تعلیمی اداروں کی سرپرستی: ہندو بیرونِ ہند درجنوں تبلیغی اور تعلیمی اداروں، تنظیموں، تحریکوں، مکتبوں اور فلاحی و ملی سوسائٹیوں کی سرپرستی تاج الشریعہ فرماتے تھے، جن اداروں کو آپ کی سرپرستی حاصل تھی اس کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے چند کے بارے مولانا شہاب الدین رضوی "حیات تاج الشریعہ" لکھتے ہیں:

۱: مرکزی دار الافتاء سوداگران بریلی شریف ۲: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا متھراپور بریلی، ۳: ماہنامہ سنی دنیا، مکتبہ سنی دنیا، بریلی شریف، ۴: آل انڈیا جماعت رضائے مصطفی، بریلی شریف، ۵: اختر رضا لائبریری، صدر بازار چھاؤنی لاہور (پاکستان)، ۶: مرکزی دار الافتاء ڈین ہاگ، ہالینڈ، ۷: رضا اکیڈمی، ڈونٹا اسٹریٹ کھڑک ممبئی، ۸: جامعہ مدینۃ الاسلام، ڈین ہاگ، ہالینڈ، ۹: الانصار ٹرسٹ، ملکی پور بنارس، ۱۰: الجامعۃ الاسلامیہ، گنج قدیم، رام پور، ۱۱: الجامعۃ النوریہ عینی، قیصر گنج، ضلع بہرائچ، ۱۲: الجامعۃ الرضویہ، وماہنامہ نور مصطفی، مغل پورہ پٹنہ بہار، ۱۳: مدرسہ عربیہ غوثیہ حبیبیہ، برہان پور ایم پی، ۱۴: مدرسہ اہل سنت گلشن رضا، بکارو اسٹیل دھنباد جھارکھنڈ، ۱۵: مدرسہ غوثیہ جشن رضا پٹیلا، گجرات، ۱۶: دار العلوم قریشیہ رضویہ، گوہاٹی آسام، ۱۷: مدرسہ رضاء العلوم، گھوگاری محلہ، ممبئی، ۱۸: مدرسہ تنظیم المسلمین، بائسی پورنیہ بہار، ۱۹: مدرسہ فیض رضا کولمبو سری لنکا، ۲۰: سنی رضوی جامع مسجد، نیو جرسی امریکہ، ۲۱: القور سوسائٹی و مسجد، ہوسٹن امریکہ، ۲۲: اسلامک ریسرچ سینٹر کسگراں، بریلی شریف، ۲۳: جامعہ امجدیہ ناگ پور، ۲۴: دار العلوم حنفیہ ضیاء القرآن، لکھنؤ۔

نیز آل انڈیا سنی جمیعۃ العلما بمبئی کا صدر ۱۹۷۰ء میں بنایا گیا اور ابتدا سے تادم تحریر مشہور و معروف اشاعتی ادارہ رضا اکیڈمی بمبئی کی سرپرستی بھی کر رہے ہیں۔

حضرت علامہ ارشد القادری کی تحریک پر ۲۲/ جولائی، ۱۹۸۵ء/ ۱۴۰۵ھ کو اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور اعظم گڑھ میں اکابر اہل سنت کا دینی وعلمی اجتماع ہوا، افتتاح تقریر علامہ ارشد القادری کی ہوئی، کافی دیر تک بحث ومباحثہ کے بعد جانشین مفتی اعظم کی قیادت میں سارے ملک سے فقہی مسائل اور علوم شرعیہ میں رسوخ رکھنے والے مفتیان کرام پر مشتمل؛؛ شرعی بورڈ کی تشکیل عمل میں لائی گئی اور جانشین مفتی اعظم کو اس کا صدر منتخب کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۸۶ء/ ۱۴۰۶ھ کو مسلم پرسنل لا کونسل کی ادارہ شرعیہ اترپردیش رائے بریلی میں تشکیل ہوئی، آپ کو بحیثیت صدر مفتی پیش کیا گیا، مرکز الدراسات الاسلامیہ، بریلی کے زیر اہتمام چلنے والی شرعی کونسل آف انڈیا اور امام احمد رضا ٹرسٹ کے آپ صدر نشین ہیں۔ (حیات تاج الشریعہ، ص: ۴۶-۴۷)

حضرت تاج الشریعہ کی حق گوئی وبے باکی: حضرت ایک مضبوط دل، خوف خدا سے سرشار نفس رکھتے تھے۔ بزرگوں اور اسلاف کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت کو جن گوناگوں صفات سے متّصف کیا ہے ان صفات میں ایک حق گوئی اور بے باکی بھی ہے۔ آپ نے کبھی صداقت وحقانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا چاہے کتنے ہی مصلحت کے تقاضے کیوں نہ ہوں۔ چاہے کتنے ہی قید وبند، مصائب وآلام اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہننا پڑیں، کبھی کسی کو خوش کرنے کے لیے اس منشا کے مطابق فتاوی نہیں تحریر کیے۔ جب کبھی فتاوی تحریر کیے تو اپنے اسلاف، اپنے آباؤ اجداد کے قدم بقدم تحریر کیے۔ جس طرح جد امجد امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے خوف وخطر فتاوی تحریر فرمائے اسی طرح اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت نظر آتے ہیں۔ اس حق گوئی کے شواہد آج آپ کے ہزاروں فتاوی اور واقعات ہیں جو ملک اور بیرون ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حکومتی عہدہ سے استغناء: اترپردیش کے سابق وزیر اعلی نارائن دت تیواری (گورنر آندھرا پردیش) خاندان اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گہرا تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے اپنے عہد میں حضرت کے برادر اکبر مولانا ریحان رضا خاں رحمانی میاں کو ایم۔ ایل۔ سی نامزد کیا تھا۔ ان کی مقررہ میعاد ختم ہوجانے کے بعد حضرت کے لیے کوشاں رہے مگر حضرت نے منع کردیا۔ ۱۹۸۹ء میں جناب عثمان عارف نقش بندی (گورنر اترپردیش) آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے اور ایم۔ ایل سی نامزد کرنے کی حکومت اترپردیش کی منشا ظاہر کی مگر حضرت نے عہدہ قبول کرنے سے منع کردیا، اترپردیش کے گورنر عثمان عارف نقش بندی نے آپ سے بہت منت وسماجت کی مگر آپ راضی نہ ہوئے، عثمان عارف صاحب آپ سے قلبی لگاؤ اور عقیدت رکھتے تھے، اولیائے کرام کے آستانوں پر حاضری دینا اور مشائخ سے دعائیں لینا ان کا معمول تھا، حضرت کی بے پناہ عزت اور ادب واحترام کرتے تھے، مگر قربان جایئے حضرت تاج الشریعہ پر کہ دنیا کو غالب ہونے نہ دیا اور حکومتی عہدہ سے ہمیشہ دور رہے، کیا آج کے ترقی یافتہ دور میں ایسا ممکن ہے؟

بابری مسجد کا قضیہ: چار سو سالہ تاریخی بابری مسجد (اجودھیا، ضلع فیض آباد) کا مسئلہ اسلامیان ہند کے لیے بہت

اہمیت رکھتا ہے، فرقہ پرستوں نے بزور طاقت ۶/دسمبر ۱۹۹۲ء کو شہید کردیا، بابری مسجد کی شہادت سے قبل اور بعد میں بازیابی کی تحریک میں حضرت تاج الشریعہ نے بڑا اہم کردار ادا کیا، حکومت ہند سے کانفرنسوں اور میمورنڈم کے ذریعہ مطالبات کی تحریک کو باآواز بلند پیش کرتے رہے، حضرت نے حافظ لئیق احمد خاں جمالی سجادہ نشیں آستانیہ جمالیہ رامپور اور مفتی سید شاہد علی رضوی کی قیادت میں چل رہی ”جیل بھرو تحریک“ کی مارچ ۱۹۸۲ء میں حمایت کا اعلان فرمایا، حضرت کے اعلان کے بعد تحریک میں جان آئی۔

اترپردیش کے سابق وزیر اعلی نارائن دت تیواری اور وزیر اعظم راجیو گاندھی کے سیاسی صلاح کار مسٹر ایم۔ ایل بھوتے دار نے ۱۷نومبر ۱۹۷۹ء میں بابری مسجد کے قضیہ پر آپ سے مفاہمت کی کوشش کی جس میں وہ ناکام رہے۔ دریں اثنا دوسرے قائدین نے اپنے کو مسلم کارہنما پیش کرکے کچھ مفاد حاصل کرنے کی کوشش کی جس پر آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور ایسے رہنماؤں کے بائیکاٹ کی عوام سے اپیل کی۔

مولانا شہاب الدین رضوی لکھتے ہیں: ”جنوری ۱۹۹۵ء دوپہر دو بجے کی بات ہے کہ وزیر اعظم پی وی نرسمہا راؤ کے خصوصی سیکریٹری جانشین مفتی اعظم (حضرت تاج الشریعہ) کی خدمت میں وزیر اعظم کا پیغام لے کر حاضر ہوئے وہ راقم السطور سے واقفیت رکھتے تھے، میں نے ان کی حضرت سے ملاقات کرائی انہوں نے وزیر اعظم کا تحریر کردہ خط زبانی طور پر بتایا کہ وزیر اعظم ہند آپ کی شخصیت سے بہت متاثر ہیں اور ملاقات کرکے دعائیں لینا چاہتے ہیں، آپ دولت کدے پر آنے کی اجازت عنایت فرمادیں، حضور نے فرمایا کہ میں مذہبی آدمی ہوں، مجھے میرے بزرگوں نے جن امور کی ذمہ داری دی ہے اسی کو انجام دینے میں مصروف ہوں، میں سیاسی نہیں ہوں، اور اس کے علاوہ وزیر اعظم کے ہاتھ بابری مسجد کی شہادت میں ملوث ہیں، پوری امت مسلمہ ناراض ہے، کسی بھی صورت میں ان سے ملاقات کرنا پسند نہیں ہے، اگر وہ ایک عقیدت مند کی طرح بغیر کسی سیاسی پروگرام کے آستانہ شریف آنا چاہتے ہیں تو آئیں اور حاضری دے کر چلے جائیں، میں عینی شاہد ہوں کہ باوجود ہزار کوشش کے حضرت نے ملاقات نہیں فرمائی جب کہ وزیر اعظم ہند ۷/گھنٹہ بریلی کے سرکٹ ہاؤس میں آپ کا انتظار کرتے رہے“۔ (حیات تاج الشریعہ، ص: ۷۴)

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا: حضور تاج الشریعہ کی پوری حیات زندگی کا سب سے اہم سرمایہ و کارنامہ ”مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا“ کو کہا جائے تو بجا ہے جس کی بنیاد ۲۴/صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۹/مئی ۲۰۰۰ء کی تاریخ، پیر کا مبارک و مسعود، دن، عرس رضوی کا پر بہار موقع اور سہ پہر دن کی سعادت مند ساعت میں آپ نے اپنے دست حق پرست سے ملک کے نامور علمائے کرام و مشائخ عظام کے زیر سایہ ہزاروں محبان مرکز اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں "گنبد رضا" محلہ سوداگران سے تقریباً ۷/کلو میٹر دور مرکز نگر، نزد سی بی گنج بریلی شریف میں خواب مفتی اعظم کو شرمندہ تعبیر کرتے ہوئے رکھا جو آج ایک عظیم سنی اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں نظر آرہا ہے اور دنیائے سنیت کے مایہ ناز اسلامی

اداروں کی صف میں کھڑا ہے۔ اس جامعہ کے کلیات و شعبہ جات کچھ دیکھ کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی یہ جامعہ ہندوستان میں عظیم جامعات سے ایک ہے۔ اس جامعہ کے شعبہ جات کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

(۱) امام احمد رضا ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر (۲) ازہری ہاسٹل (۳) مفسر اعظم لائبریری متعلقہ بزم ازہری (۴) تاج الشریعہ لائبریری (۵) شعبہ علوم عصریہ (۶) اولڈ اسٹوڈینٹ آرگنائزیشن (۷) مرکزی رویت ہلال کمیٹی (۸) مرکزی دار الافتاء (۹) مرکزی دارالقضاء (۱۰) شعبہ تبلیغ واصلاح (۱۱) شعبہ نشر و اشاعت (۱۲) شعبہ مذہبی صحافت (۱۳) شعبہ کمپیوٹر سائنس (۱۴) غزالی دارالتصنیف (۱۵) حامدی مسجد (۱۶) شرعی کونسل آف انڈیا (۱۷) علامہ حسن رضا کانفرنس ہال (۱۸) رضا ہیلتھ کیئر سینٹر (۱۹) حجۃ الاسلام ڈائننگ ہال (۲۰) مفتیٔ اعظم آئی ٹی سیل (۲۱) جیلانی گیسٹ ہاؤس (۲۲) البرکات آفسیٹ پریس (۲۳) نوری اسٹاف کالونی (۲۴) علامہ نقی علی کمرشیل کامپلیکس۔

ماہ نامہ سنی دنیا: اسلامی میڈیا میں رسائل و جرائد کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر مرکز اہل سنت بریلی شریف سے حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۸۲ء میں ایک ماہ نامہ بنام "سنی دنیا" منظر عام پر لایا اور پھر یہ رسالہ مرکز اہل سنت بریلی شریف اور مرکزی دارالقضاء، مرکزی دارالافتاء، شرعی کونسل آف انڈیا، آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کا ترجمان اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان کی حیثیت سے اب بھی شائع ہو رہا ہے۔

۱۹۸۲ء سے لے کر اب تک برابر میگزین منظر عام پر آ رہا ہے کبھی کسی عذر کی بناء پر کسی ماہ کا ماہنامہ ضرور منظر عام پر نہیں آ سکا مگر اگلے شمارہ دوماہی کر دیا جاتا رہا۔ یہ رسالہ اب تک، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، مولانا ذوالفقار رام پوری، مولانا شہاب الدین رضوی، مفتی محمد یونس رضا مونس اویسی اور مفتی عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحبان کی ادارت میں شائع ہوتا آرہا ہے۔ رسالہ کے مشمولات میں مستقل کالم کے طور پر اداریہ، تجلیات نعت (اس کالم میں اعلی حضرت، مفتی اعظم، استاذ زمن، تاج الشریعہ کے تحریر کردہ نعت و منقبت شائع ہوتے ہیں) بہار حدیث، ضیائے قرآن، فتاویٰ، سنی اداروں، تنظیموں کی سرگرمیاں، پیش قدمیاں شائع کیے جاتے ہیں جب کہ ان مشمولات کے علاوہ سنی قلم کاروں کے ادبی، فکری، دینی مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔

وصال پُر ملال: ۷/ ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/ جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعۃ المبارک بوقتِ مغرب بمقام کاشانہ حضور تاج الشریعہ اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے اور اہل سنت اب ان کی ظاہری فیضان سے محروم ہو گئے لیکن فنا کے بعد بھی ہے شانِ رہبری ان کی۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔

باب سوم

- ★ فروغ رضویات میں علماے مہوتری کی خدمات
- ★ فروغ رضویات میں علماے دھنوشا کی خدمات
- ★ فروغ رضویات میں علماے سرلاہی کی خدمات
- ★ فروغ رضویات میں علماے روتہٹ کی خدمات

فروغ رضویات میں ضلعی طور پر علماے اہل سنت کی خدمات

فروغ رضویات میں علماے مہوتری کی خدمات

ابوالعارف عبدالرحیم ثمر مصباحی پرڑیاوی

انتظامی ڈھانچے کے اعتبار سے نیپال کو سات صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں سے ترائی خطے کے آٹھ ضلعوں پر مشتمل ایک صوبہ (راجیہ) کو راجیہ نمبر ۲ کا نام دیا گیا ہے۔ اس راجیہ کے آٹھ ضلعوں میں سے مہوتری بھی ایک ضلع ہے جو ایک ہزار مربع کیلو میٹر میں پھیلا ہوا ہے اور شمالی بہار کے سیتامڑھی ضلع سے متّصل ہے۔ یہ دس نگر پالیکا اور تین گاوں پالیکا پر مشتمل ضلع ہے اور اس کی کل آبادی ۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۶۲۷۵۸۰ ہے جس میں مسلمانوں کا تناسب تقریبا ایک لاکھ کی آبادی کے ساتھ ۱۴ فیصد ہے۔ اس ضلع میں علماے کرام و مفتیان عظام کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے اور یہاں کے مسلمانوں پر اولیاے ثلاثہ رحمۃ اللہ علیہم روضہ شریف اور ماضی قریب کی بزرگ ہستیاں خصوصا سرکار زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سرکار حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضور محدث اعظم نیپال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خاص فیضان جاری ہے کہ اس ضلع میں غالب اکثریت اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلی حضرت کے پیرو کاروں کی ہے۔ یہ سب ہمارے علماے اہل سنت کی محنت اور مسلک اعلی حضرت کے تئیں ان کا ہمہ وقت حساس رہنے کا نتیجہ ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت پورے مہوتری ضلع میں تقریبا ایک ہزار علماے کرام ہیں جن میں سے کچھ کسب معاش کے لیے خلیجی ممالک میں ہیں اور باقی ہندو نیپال میں درس و تدریس اور امامت و خطابت کے ذریعہ دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ رضویات کے فروغ میں یہاں کے علما کا ایک خاص کردار رہا ہے جس کی وجہ سے ضلع کے مسلمان سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کے سچے و پکے متبعین ہیں۔ آپ کو اس ضلع کے اکثر و بیشتر مساجد، مکاتب، مدارس اور تنظیمات و تحریکات کا نام سرکار رضا کے نام پر گلشن رضا، فیضان رضا، برکات رضا، مدرسہ رضویہ، رضا جامع مسجد، امام احمد رضا، اعلی حضرت انجمن، ٹرسٹ فاونڈیشن جیسے نام ملیں گے حتی کہ لوگ اپنے دکان، مکان، چوک، عمارت وغیرہ کا نام بھی اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام پر رکھنے لگے ہیں۔ یہ سب سرکار رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے لوگوں کی عقیدت اور فروغ رضویات میں یہاں کے علما کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

رضویات کے فروغ میں بذریعہ درس و تدریس، تصنیف و تالیف، امامت و خطابت، بیعت و ارادت، دعوت و تبلیغ، تنظیم و تحریک اور تعمیر و ترقی حصہ لینے والے اس ضلع کے علماے ذوی الاحترام کی ایک لمبی فہرست ہے لیکن بخوف طوالت ہم یہاں ان میں سے چند ہی کے تذکرہ کی سعادت حاصل کر پا رہے ہیں۔

قطب نیپال حضرت علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی معروف بہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تنویر حیات: استاذ العلما حضرت علامہ حافظ زاہد حسین مجیبی معروف بہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ضلع مہوتری کی مشہور بستی علی پٹی میں ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ گاوں کے مکتب سے آپ کی تعلیم کی ابتدا ہوئی اور حفظ قرآن کے بعد متوسطات اور اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم فیض الغربا آرہ بہار میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی کچھوچھوی، ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین بہاری، سراج الاولیا حضرت تیغ علی شاہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ جلیل القدر علمائے کرام ومشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے نوازے گیے۔

فراغت کے بعد روحانی تشنگی بجھانے اور اپنے آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ کرنے کی خاطر خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے عظیم المرتبت بزرگ حضرت سید شاہ محی الدین مجیبی پھلواری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل کیے۔ یہ وہی بزرگ ہیں کہ:

"ایک بار اعلی حضرت ایک جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ اتفاقا وہاں امیر شریعت ثانی حضور محی الدین پھلواروی بھی تشریف لے گیے۔ جب آپ کو حضرت فاضل بریلوی کی تشریف آوری کی خبر ملی تو آپ نے یہ خبر بھیجی کہ ناچیز بغرض ملاقات حاضر ہو رہا ہے تو اعلی حضرت نے فرمایا کہ میں خود ہی چل کر حاضر خدمت ہوں گا اور اس ارادے سے آپ نے عمامہ باندھنے کی خاطر سر پر شملہ رکھا ہی تھا کہ کسی نے خبر دی کہ وہ (شاہ محی الدین) تشریف لے آئے۔ اس خبر کو سن کر (اعلی حضرت) بے تاب ہو گیے اور والہانہ انداز سے اسی طرح ایک ہاتھ سر پر رکھے ہوئے اس حالت میں عمامہ کا دوسرا کنارہ زمین سے لٹکا ہوا تھا آگے بڑھ کر سلام کے بعد معانقہ کیا اور یہ فرمایا کہ میں خود حاضر خدمت ہونے والا تھا"۔

(حیات زاہد ملت، ص:۳۹ بحوالہ شیخ کامل کی تلاش، مصنف: مولانا ابو دانش محمد زکریا قالب آروی، ص:۳۳)

نقوش خدمات: اہل علاقہ پر آپ کے اتنے احسانات ہیں کہ اگر لوگ اپنی ساری زندگی آپ کے مزار مقدس کی جاروب کشی میں گزار دیں پھر بھی ان احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔ واقعی علاقے میں آپ نے اسلام کی از سر نو تبلیغ فرمائی ورنہ تو گاوں کا گاوں شرکیہ افعال میں مبتلا تھا اور لوگ صرف نام کے مسلمان رہ گیے تھے۔ علاقہ کا سب سے پہلا مدرسہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کا قیام آپ کی زندگی کا سب سے سنہرا کارنامہ ہے۔ آج علاقہ میں جو جبہ و دستار کی کثرت پائی جاتی ہے یہ سب حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان اور دار العلوم قادریہ کی دین ہے۔ بلکہ آج جو کچھ لوگ اپنے اکثر القابات میں اعظم کا لاحقہ لگاتے ہیں ان کی بھی زندگی میں جھانکیں تو آپ کو حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاگردی اور دار العلوم قادریہ کی دال روٹی نظر آئے گی یہ الگ بات ہے کہ حق نمک اور مثل پدر اساتذہ کے تئیں وفاداری کی توفیق کسی کسی کو ملتی ہے۔

گوشہ فروغ رضویات: فروغ رضویات میں آپ کے کردار کے تعلق سے میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ اہل علم سے خالی پورے علاقے کے آپ تنہا قطب تھے اگر چاہتے تو پورا کا پورا علاقہ خانقاہ پھلواری کے رحم وکرم پر ہوتا لیکن آپ نے پوری زندگی مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں گذار دی اور مسلمانوں کو مسلک اعلی حضرت پر چلنا سیکھایا حتی کہ اپنے

صاحب زادے حضرت علامہ ساجد حسین قادری رضوی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گلے میں شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلامی کا پٹہ ڈال کر آنے والی نسلوں کو سواد اعظم مسلک اعلی حضرت ہی سے وابستہ رہنے کا پیغام دے گیے۔

علم و فضل اور تقوی و طہارت کا یہ آفتاب و ماہتاب ۱۹۸۷ء میں غروب ہوگیا۔ دار العلوم امانیہ امان الخائفین علی پٹی کے صحن میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جہاں ہر سال تزک و احتشام کے ساتھ عرس مبارک کا انعقاد ہوتا ہے جس میں ہند و نیپال کے اکابر علماے کرام و مشائخ عظام شریک ہوتے ہیں۔

استاذ العلما حضرت علامہ محمد حنیف القادری معروف بہ حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تنویر حیات: حنیف ملت حضرت مولانا محمد حنیف القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن مولوی عبد اللہ بن پناہ بن حاجی ثمن علی کی ولادت قصبہ بیلا اکڈارا ضلع مہوتری نیپال میں ۱۹۲۷ء میں ایک شریف متمول خاندان میں ہوئی۔ ناظرہ قرآن اور ابتدائی اردو کی تعلیم اپنے والد ماجد کے پاس حاصل کرنے کے بعد عربی فارسی کی تعلیم کے لیے مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں داخل ہوئے اور متوسطات تک کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اعلی تعلیم کے لیے مشرق ہند کی عظیم دینی درس گاہ فیض الغربا آرہ بہار پہونچے اور ماہر و مشفق اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۱۹۴۲ء میں خلیفہ اعلی حضرت علامہ ظفر الدین بہاری صاحب صحیح البہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، محدث اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سراج الاصفیا حضرت شاہ تیغ علی سرکار سرکانہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے وقت کے مشاہیر اجلہ مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

مدرسہ رضاء العلوم کنہواں میں زمانہ طالب علمی میں حضرت مولانا شاہ خلیل الرحمان نندپوری بنگلا دیش کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ حضور حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نبیرہ اعلی حضرت تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۹۸۸ء میں مدرسہ مظہر العلوم کے زیر اہتمام منعقد "رسول اعظم کانفرنس" میں مختلف سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد ۱۹۵۱ء میں اپنے مشفق استاد گرامی فاضل بہاری علامہ مفتی عظیم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس سے مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور کی تعمیر ثانی کے لیے سنگ بنیاد رکھوا کر دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت کا دائمی مرکز بنالیا۔ آپ کی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا ایسا اثر ہوا کہ خود قصبہ "سسواکٹیا" تو گل گلزار ہوکر "گلاب پور" بنا ہی جہالت و تاریکی میں ڈوبا پورا علاقہ آپ کے فیضان علم سے مالا مال ہوگیا، آج گلاب پور اور علاقہ میں آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ علما کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے جو ملک و بیرون ملک دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: حضور حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از ابتدا تا وقت وصال مدرسہ مظہر العلوم کے صدر الدرسین کے عہدہ پر فائز رہے اور تا حین حیات مدرسہ ھذا کے جملہ داخلی و خارجی معاملات کی باگ و ڈور سنبھالتے رہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی علاقہ میں مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات میں گزار دی۔ صاحب تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی حضرت مولانا الیاس مصباحی اندولوی لکھتے ہیں:

حضرت حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی، مذہبی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نیپال کے ساتھ ضلع سیتامڑھی کے دیار و امصار تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ اپنی زندگی کی آخری سانس تک مذہب وملت اور مسلک اعلی حضرت کی بے لوث اور پر خلوص خدمات دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج علاقہ کی سنیت کی جو عظیم بہاریں ہیں وہ آپ ہی کی ہمہ گیر خدمات کا ثمرہ ہے۔

تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی، ص:۴۰۱

پورے علاقہ میں اپنے علم وعمل کی خوشبو بکھیر کر ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ علم وفضل اور تقوی وطہارت کا یہ روشن ستارہ ہمیشہ کے لیے غروب ہوگیا۔ قمر العلما حضرت علامہ قمر رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ مظہر العلوم کے صحن میں سپرد خاک ہوئے۔ ہر سال ۱۶ شعبان المعظم کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ آپ کا عرس مبارک منعقد ہوتا ہے۔

محدث اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین براہیمی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تنویر حیات: فقیہ اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت با سعادت ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں مہدیا رحمن پور ٹولہ میں نہایت شریف اور زمیندار گھرانے میں ہوئی۔ والد ماجد الحاج صوفی عبد الاحد صاحب مرحوم ومغفور صوم وصلاۃ کے پابند دینی مزاج رکھنے والے بزرگ تھے۔ دلی تمنا تھی کہ بیٹا عالم بنے لہذا والد ماجد نے ۱۹۴۹ء میں حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف میں داخل کر دیا، جہاں کامل سات سال رہ کر محنت ولگن اور دلجمعی کے ساتھ ابتدا سے متوسطات تک کی تعلیم حاصل کی۔ حضور زاہد ملت اور دیگر مشفق وماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد اعلی تعلیم کے لیے صوبہ بہار کی عظیم دینی درس گاہ فیض الغربا آرہ بہار چلے گئے اور یہیں سے ۱۹۶۰ء میں درس نظامیہ کی تکمیل کے بعد حضور محدث اعظم حضرت سید محمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھوی، حضرت قائم قتیل سراجی داناپوری، حضرت ابو الفصیح غازی پوری، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، مفتی اعظم کان پور حضرت علامہ رفاقت حسین اشرفی رحمۃ اللہ علیہم جیسے وقت کے مشاہیر علمائے کرام ومشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ مدرسہ فیض الغربا کے شیخ الحدیث استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خصوصی استفادہ فرمانے کی وجہ سے آپ ان کے نام کی نسبت سے ابراہیمی لکھتے ہیں۔

شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر ۱۹۷۳ء میں دار العلوم رضاء العلوم کنہواں کی عظیم الشان کانفرنس میں بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا اور شہزادہ حضرت مفتی محمد ابراہیم قادری حضرت ڈاکٹر انور سہیل فریدی دامت برکاتہم العالیہ سے اجازت وخلافت ملی۔

آپ کی ذات ستودہ صفات مختلف امتیازات وخصوصیات کی حامل تھی۔ آپ کی شخصیت تصنع وریاکاری سے دور عجز وانکساری اور حلم وبردباری کا پیکر اور اخلاق حسنہ کا مجسمہ تھی۔ آپ اپنے وقت کے عظیم محدث، بڑے فقیہ، کامیاب مدرس، ماہر مناظر اور علم وعمل کے کوہ ہمالہ تھے۔ شیر اعلی حضرت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ قاضی

شہر مرادآباد جو کہ آپ کے شاگرد خاص اور آپ ہی کے نام کی نسبت سے کلیمی لکھتے ہیں آپ کی علمی شخصیت کو ان لفظوں میں بیان فرماتے ہیں: "آپ کے تبحر علمی اور مہارت فقہ و افتا اور متکلّمانہ و محدثانہ جاہ و جلال کے سامنے نیپال کے نام نہاد بڑے بڑے شیر و ببر طفل مکتب کا بھی درجہ نہیں رکھتے"۔ حیات محدث اعظم نیپال، ص:۱۷

نقوش خدمات: فراغت کے بعد ۱۹۶۰ء میں اپنے مادر علمی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی میں بحیثیت صدر المدرسین بحال ہوئے اور مسلسل ۱۸ سالوں تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ دار العلوم قادریہ کو نیپال کا سب سے بڑا علمی مرکز بنانے میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں قائد اہل سنت حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کو منصب صدارت سونپ کر دار العلوم فیضان العلوم داراپٹی ضلع مظفر پور بہار بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گیے اور ۲۰۱۰ء وصال سے چند ماہ قبل تک وہیں سے خدمت دین و سنیت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

خدمت دین و سنیت اور ترویج مسلک اعلی حضرت کی خاطر آپ نے علماے اہل سنت نیپال کی تنظیم "آل نیپال سنی جمیعۃ العلما" کا قیام فرمایا اور اس کے سرپرست اول مقرر ہوئے۔ اس جمعیت کے زیر اہتمام "آل نیپال دار القضا و مرکزی رویت ہلال کمیٹی" کی پہلی مجلس شوری میں اول امین شریعت نیپال اور قاضی القضاۃ نیپال بھی آپ ہی منتخب ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب خاص حضور فخر نیپال دام ظلہ علینا بحسن و خوبی اس عہدہ کو سنبھالے ہوئے ہیں اور آل نیپال سنی جمیعۃ العلما کی سرپرستی اور نیپال کے علما و عوام کی قیادت فرما رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: حضور محدث اعظم نیپال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی مسلک و ملت کے لیے وقف تھی۔ ملک نیپال سے شمالی بہار تک آپ کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ تاحین حیات مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماے کرام و مفتان عظام کے اسما شامل ہیں جن کی خدمات کا دائرہ نیپال اور ہندوستان میں وسیع تر ہے۔ امین شریعت نیپال تاج الفقہا حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال، شیر اعلی حضرت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی قاضی شہر مرادآباد، فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی، ادیب نیپال حضرت علامہ مفتی مصلح الدین برہانی گلاب پوری مصنف شان خطابت، نجم العلما شہزادہ حضور حنیف ملت حضرت علامہ مفتی نجم الدین قادری مصباحی، حضرت علامہ عبد الشکور کوثر جمالی وغیرہم آپ کے فروغ رضویات اور ترویج مسلک اعلی حضرت بذریعہ افراد سازی کی دلیل اور زندہ و جاوید مثال ہیں۔

۲۰۱۰ء میں زیارت حریمین شریفین سے واپسی کے بعد آپ کی طبیعت سخت علیل ہوئی اور ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۵ فروری ۲۰۱۱ء شب جمعہ ۱۰:۳۰ پر اپنے مالک حقیقی سے ملنے کے لیے اس دار فانی سے دار بقا کی طرف ہمیشہ کے لیے کوچ کر گیے۔ وصیت کے مطابق آپ کے معتمد خاص جامع شریعت و طریقت حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار پر انوار اپنے آبائی قبرستان رحمن پور ٹولہ میں واقع ہے جہاں ہر سال عرس مبارک منعقد ہوتا ہے۔

امین شریعت نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی معروف بہ فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ

تنویر حیات: قائد اہل سنت امین شریعت حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ ۱۹۵۲ء میں موضع بھمرپورہ ضلع مہوتری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین میں حاصل کیے اور ۱۹۸۲ء میں ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں سرکار حافظ ملت کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گیے۔

آپ کو ۱۳۸۹ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت و ارادت حاصل ہوا اور ۱۴۰۹ھ میں نبیرہ سرکار اعلی حضرت علامہ توصیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت ملی۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے لیے سری نگر کشمیر تشریف لے گیے جہاں آپ نے ایک سال تک نہایت خلوص اور پوری ذمہ داری کے ساتھ خدمت دین متین انجام دی۔ ۱۹۷۱ء میں مادر علمی دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی کو اپنا علمی نشیمن بنایا۔ ۱۹۷۸ء میں آپ کے مشفق استاد محدث اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو داخلی وخارجی تمام ذمہ داریاں سونپ کر صدر المدرسین کے عظیم عہدہ پر فائز کر دیا تب سے لے کر آج تک نہایت خلوص اور کمال تدبر کے ساتھ دار العلوم کی مکمل باگ وڈور آپ ہی سنبھال رہے ہیں۔

۱۳۹۹ھ میں دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی کے زیر اہتمام منعقدہ ”آل نیپال تاجدار مدینہ کانفرنس“ میں اکابر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی دینی و ملی اور مسلکی خدمات کی بنا پر آپ کو "فخر نیپال" کے اعزازی لقب سے نوازا اور ہزاروں لوگوں نے نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج سے اس کی تائید کی۔

آل نیپال سنی جمعیۃ العلما، آل نیپال تنظیم المدارس، مرکزی رویت ہلال نیپال، آل نیپال دار القضا، علامہ فضل حق ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ نیپال، وغیرہ درجنوں متحرک تنظیمیں آپ کی قیادت و سرپرستی میں چل رہی ہیں۔ ان کے علاوہ شمالی بہار و ترائی نیپال کے کئی اضلاع کے مکاتب مساجد کی بنیادیں آپ کے ہاتھوں رکھی گئیں ہیں اور فی الحال آپ درجنوں تنظیم و مدارس اور ملی و مسلکی تحریکات کی سربراہی فرمارہے ہیں۔

درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے ساتھ تحریر و قلم سے بھی آپ کا مضبوط رشتہ ہے۔ کثرت مصروفیات کے باوجود اب تک کی آپ کی تحریری خدمات درج ذیل ہیں:

۱. گلشن علم وادب	مطبوعہ
۲. مشکل کشا	مطبوعہ
۳. اجماع وقیاس کی شرعی حیثیت	مطبوعہ
۴. آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت	مطبوعہ

۵. احقاق حق وابطال باطل	مطبوعہ
٦. مزارات مقدسہ پر عورتوں کی حاضری	غیر مطبوعہ
۷. فتاوی فخر نیپال	زیر ترتیب

گوشہ فروغ رضویات

مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت اور فروغ رضویات میں آپ نے جن ذرائع سے حصہ لیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

بذریعہ تقریر وخطابت: اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات بابرکات آپ کا پسندیدہ عنوان ہے۔ اعلی حضرت کے اوصاف وکمالات بالخصوص اعلی حضرت کے عشق رسول پر جب آپ کی گفتگو ہونے لگتی ہے تو پورا مجمع عش عش کر اٹھتا ہے۔ اپنی تقریر میں کثرت کے ساتھ بر محل کلام رضا اور پیر ومرشد حضور مفتی ہند کے کلام کا استعمال فرماتے ہیں۔ ملک نیپال خاص کر مہوتری ودھنوشہ ضلع میں فروغ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں آپ کی تقریر وخطابت نے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

بذریعہ تحریر وقلم: آپ نے ہمیشہ زبان وبیان اور تحریر وقلم سے علاقے میں مسلک اعلی حضرت کو فروغ دیا ہے۔ جب بھی کسی نے عقائد ومعمولات اہل سنت پر انگشت نمائی کی تو آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ اس کا بھرپور رد کیا ہے اور دنداں شکن جواب دے کر علاقے کے اہل سنت وجماعت کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ پورا علاقہ اہل سنت وجماعت اور مسلک اعلی حضرت کے پیروکاروں کا ہے۔ مشکل کشا، اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت، آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت اور احقاق حق وابطال باطل جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے آپ کی وہ کتابیں ہیں جن کو آپ نے فروغ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت کی خاطر لکھی ہے۔

بذریعہ جلسے جلوس: نیپال کی عبقری علمی شخصیت ہونے کے ناطے علاقہ کے اکثر جلسوں کی صدارت وسرپرستی آپ ہی فرماتے ہیں اور ہر سال بلاناغہ علاقے میں دو چار جلسے سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منعقد کرواتے ہیں۔ بالخصوص جن علاقوں میں فتنہ وہابیت کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے وہاں اس کا خاص التزام فرماتے ہیں۔

بذریعہ بیعت وارادت: نبیرہ اعلی حضرت حضرت علامہ توصیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت ملنے کے بعد ہی سے آپ پوری مستعدی کے ساتھ اس سلسلہ کا کام بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ نیپال اور شمالی ہند میں آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے اور آپ کے درجنوں خلفا سلسلہ رضویہ کے فروغ اور دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

بذریعہ تعمیر مساجد ومکاتب: نیپال کے ضلع مہوتری، دھنوشہ، سرہا اور شمالی ہند کے ضلع سیتامڑھی اور مدھوبنی کے علاقوں میں تقریبا دو درجن مساجد ومکاتب اور مدارس کے آپ بانی وسرپرست ہیں جن میں سے بیشتر اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا اہل سنت کے کسی بزرگ ہستی کی جانب منسوب ہے۔ ان میں جامعہ برکات رضا، مدرسہ گلشن رضا، رضا جامع مسجد پرڑیا

وغیرہ شامل ہے۔ آپ اکثر سنگ بنیاد کی محفل کے صدر ہونے کے ناطے اسی طرح کے اسمار کھواتے ہیں تاکہ یہ نام وہابیہ اور اہل سنت کے مابین خط امتیاز بنا رہے۔

بذریعہ رد و مناظرہ: اہلیان نیپال کی جانب سے بالاتفاق آپ کو مسلک اعلی حضرت کے پاسبان کہے جانے کے پیچھے آپ کی مسلکی خدمات کے ساتھ آپ کے رد و مناظرہ بھی شامل ہے۔ جب جب مسلک اعلی حضرت کو لے کر اعتراض ہوا یا عوام الناس میں گمرہیت پھیلانے کی کوشش کی گئی آپ ان کبرائے وہابیہ و دیابنہ سے تحریری و تقریری مناظرے کر کے احقاق حق و ابطال باطل کیے اور ان کے فتنوں کے گرد مضبوط حصار قائم فرمائے۔ دربھنگہ، مجھورا، علی پٹی اور پرسا سے آپ کی للکار اور مسلک اعلی حضرت زندہ باد کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے۔

حضرت علامہ محمد داود حسین رضوی مصباحی صاحب قبلہ بھمرپورہ

تنویر حیات: حضرت مولانا محمد داود حسین رضوی مصباحی ابن الحاج محمد یعقوب ابن الحاج محمد یوسف صاحب مرحوم قصبہ بھمرپورہ حال لوہار پٹی نگر پالیکا وراڈ نمبر ۷ ضلع مہوتری نیپال میں ۶ جون ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمرپورہ سے ہوئی اور الجامعۃ الحنفیہ اٹھرواضلع مدھوبنی بہار اور مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا ضلع سیتامڑھی بہار سے ہوتے ہوئے ۱۹۸۸ء میں ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور یوپی جا پہونچی۔ اکناف ہند میں معیاری اور اعلی تعلیم کے لیے مشہور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں جماعت ثانیہ میں آپ کا داخلہ ہوا اور مکمل سات سالوں تک ماہر و مہرباں اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۶ نومبر ۱۹۹۴ء میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

دوران تعلیم ۱۹۸۶ء میں شیخ الاسلام والمسلمین تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں ہند و نیپال کی تین بزرگ ہستی سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ ۲۰۰۸ء میں دار العلوم عطائے مصطفی بیلا کے زیر اہتمام "عطائے مصطفی کانفرنس" میں نبیرہ اعلی حضرت حضرت علامہ توصیف رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی شریف نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ دوسری بار عرس امین شریعت کے موقع سے مناظر اہل سنت جامع معقولات و منقولات رازئ زماں غزالئ دوراں امین شریعت نیپال حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل صاحب رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ ۲۰۱۶ء میں الجامعۃ الرضویہ کے زیر اہتمام محدث کبیر کانفرنس میں شہزادہ حضور صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری دام ظلہ العالی نے بھی اسی سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

نقوش خدمات: فراغت کے فوراً بعد ۱۹۹۵ء میں مادر علمی الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمرپورہ کے اراکین و ممبران کے اصرار پر بحیثیت صدر المدرسین بحال ہوئے تب سے لے کر آج تک نہایت خلوص و ذمہ داری کے ساتھ دینی، ملی، مسلکی اور تدریسی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ الجامعۃ الرضویہ کی تقریباً چوبیس سالہ مدت تدریس میں بے شمار تلامذہ پیدا کیے

جو ہندو نیپال اور دیگر ممالک میں دینی ملی مسلکی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین کے توسط سے علاقہ میں مسلک اعلی حضرت کی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ فی الحال پورے علاقہ میں سب سے زیادہ متعلمین آپ ہی کے ادارہ میں ہیں اور بحمدہ تعالی اونچی جماعت تک باضابطہ معیاری تعلیم بھی ہو رہی ہے۔ جامعہ کی تعلیم کے ساتھ تعمیری ترقی کے لیے بھی آپ قابل مبارک باد ہیں۔ اب تک شعبہ حفظ و قرآت اور شعبہ عالمیت و فضیلت سے درجنوں علما، حفاظ اور قراء حضرات فارغ التحصیل ہو کر ملک و بیرون ملک مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات کی غرض سے جامعہ رضویہ اصلاح المسلمین کے زیر اہتمام ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۱۶ء میں اب تک آپ تین کامیاب کانفرنسیں منعقد کروا چکے ہیں جن میں ہندوستان، پاکستان اور نیپال کے مشاہیر علمائے کرام اور مشائخ عظام کی تشریف آوری ہوئی تھی۔

الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین میں آپ نے سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے درسی و غیر درسی کتب کی لائبریری کا نام "رضا لائبریری"، طلبا کو عصری تعلیم سے مزین کرنے کے لیے شعبہ کمپیوٹر کا نام "رضا کمپیوٹر سینٹر" اور شب جمعہ منعقد ہونے والی طلبا کی بزم کا نام "بزم رضا" رکھا ہے۔ علاوہ ازیں عمارت میں عالی شان مین گیٹ کا نام بھی سرکار رضا کے نام پر رکھا گیا ہے جس کے اوپر سنہرے لفظوں میں "باب رضا" لکھا ہوا ہے اور مستقبل قریب میں اسی کے اوپر ایک خوبصورت گنبد رضا بنانے کا آپ کا ارادہ ہے۔ فروغ رضویات میں یہ آپ کی زریں خدمات ہیں جو آئندہ نسل کے لیے مشعل راہ اور ہم غلامان رضا کے لیے باعث صد افتخار ہے۔

مصلح قوم و ملت حضرت علامہ مفتی محمد مصلح الدین قادری صاحب قبلہ گلاب پور سسواکٹیا

تنویر حیات: مصلح ملت حضرت علامہ مفتی محمد مصلح الدین قادری ابن تسلیم ملت حافظ محمد تسلیم الدین قادری ۱۱ نومبر ۱۹۵۹ء کو گلاب پور سسواکٹیا ضلع مہوتری نیپال میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں حضور حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک کلمات سے مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور سسواکٹیا میں رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی۔ ناظرہ قرآن اور ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم ہی میں ہوئی۔ متوسطات کی تعلیم کے لیے مدرسہ شمس العلوم باڑا ضلع سیتامڑھی، یادگار حضور زاہد ملت دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف اور مدرسہ انوار العلوم کما ضلع سیتامڑھی گیے۔ اعلی تعلیم کے لیے یوپی کا رخ کیے اور اہل سنت و جماعت کی مرکزی درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں داخل ہوئے لیکن آب و ہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے منظر حق ٹانڈہ چلے گیے اور وہیں سے باقی ماندہ تعلیم کی تکمیل ہوئی۔ ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ میں جامعہ عربیہ سلطان پور کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں حضور مجاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر مشاہیر علمائے کرام و مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ درس نظامیہ کے علاوہ عربی فارسی بورڈ الہ آباد سے تمام اسناد آپ کو حاصل ہے۔

آپ کو ۱۹۷۳ء میں شہزادہ سرکار اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا

شرف حاصل ہوا اور حضور برھان ملت جبل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا ہوئی۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد ہندوستان کے درج ذیل مرکزی درسگاہوں میں آپ درس وتدریس کی خدمات انجام دے چکے ہیں:

مدرسہ مخدومیہ لطیفیہ فیض آباد	بحیثیت صدر المدرسین
دار العلوم اہل سنت جبل پور	بحیثیت نائب شیخ الحدیث
مدرسہ بحر العلوم مئو	بحیثیت صدر المدرسین
الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی	بحیثیت صدر المدرسین
مدرسہ عربیہ رضویہ ضیاء العلوم ادری	بحیثیت مدرس

فی الوقت آپ الہ آباد یوپی کی مشہور ومعروف درس گاہ مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج میں شیخ الحدیث کے عہدہ کو زینت بخشے ہوئے ہیں۔

تحریر وقلم سے آپ کا گہرا رشتہ ہے، اللہ تعالی نے آپ کو اس فن میں غیر معمولی قوت سے نوازا ہے۔ اب تک آپ کی درج ذیل کتابیں منظر عام پر آکر مقبولیت دوام حاصل کر چکی ہیں۔

۱. شان خطابت، مطبوعہ ۱۹۸۶ء، صفحات ۱۳۲
۲. روح خطابت، مطبوعہ ۱۹۸۹ء صفحات ۱۹۲
۳. نور خطابت، مطبوعہ ۲۰۰۶ء صفحات ۱۷۶
۴. جان خطابت، مطبوعہ ۲۰۰۹ء صفحات ۳۰۴
۵. تاج خطابت، مطبوعہ ۲۰۱۴ء صفحات ۲۸۸
۶. قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ، مطبوعہ ۱۹۷۸ء صفحات ۵۰

ان کے علاوہ درج ذیل کتابیں غیر مطبوعہ یا زیر ترتیب ہیں۔

۷. آسمانی شفا زیر ترتیب
۸. قادری میخانہ نعتیہ دیوان غیر مطبوعہ
۹. سیرت مصلح اعظم زیر ترتیب

گوشہ فروغ رضویات: آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ فروغ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں صرف ہو رہا ہے۔ تحریر، تقریر، تصنیف اور رد وابطال کے ذریعہ آپ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ذیل میں ہم فروغ رضویات میں آپ کے کردار کی بخوف طوالت معمولی جھلک ہی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر پا رہے ہیں:

سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کی خاطر آپ نے کبرائے وہابیہ و دیابنہ سے کئی ایک مناظرے کیے جن میں ۱۷ مارچ

۱۹۸۷ء کا قصبہ بہار ضلع پرتاپ گڑھ یوپی کا مناظرہ، اپریل ۱۹۸۴ء کا اوجھنی ضلع کوشامبی کا مناظرہ اور ۱۹۷۸ء کا قصبہ پریہار ضلع سیتامڑھی بہار کا تاریخی مناظرہ قابل ذکر ہے۔ جن میں بفضل رب ذوالمنن وبطفیل رسول اکرم ﷺ اعلاء کلمۃ الحق اور احقاق حق ہوا اور بدعقیدوں کی حزیمت اور شکشت فاش ہوئی۔

فروغ رضویات کے تعلق سے آپ کا یہ بھی ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ ضلع پرتاپ گڑھ خصوصا لعل گوپال گنج و جوار کی تقریبا پچاس سے زائد سنی مساجد میں جہاں جمعہ کی اذان ثانی داخل مسجد ہوا کرتی تھی آپ نے مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں خارج مسجد دلوائی جس کے لیے کہیں کہیں آپ کو مزاحمت بھی کرنی پڑی لیکن بحمدہ تعالی آپ کی محنت شاقہ کی بدولت آج ان مساجد میں جمعہ کی اذان ثانی خارج مسجد ہی ہوتی ہے۔

آپ نے درس وتدریس، بیان وتقریر، دعوت وتبلیغ اور تصنیف تالیف کے ذریعہ بھی رضویات اور مسلک اعلی حضرت کے فروغ میں حصہ لیا ہے جن کا احاطہ اس ذیلی عنوان میں ممکن نہیں۔ تفصیل کے لیے اسی خصوصی شمارہ میں شامل ادیب لبیب مولانا صفی اللہ قادری گلاب پوری کا مقالہ "فروغ رضویات میں مصلح ملت کا کردار" ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

بلبل نیپال حضرت علامہ محمد سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ علی پٹی شریف

تنویر حیات: بلبل نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین اشرفی ابن الحاج حافظ محمد شرافت حسین قادری ابن حاجی محمد ریاست حسین ۲۸ اپریل ۱۹۵۸ء کو موضع علی پٹی ضلع مہوتری میں پیدا ہوئے۔ قطب نیپال حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر سایہ ناظرہ سے متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلی تعلیم کے لیے ۱۹۷۸ء میں شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی میں داخل ہوئے اور ایک سال کے بعد ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور چلے گیے، جہاں مسلسل تین سالوں تک حصول علم میں مصروف رہے لیکن کسی وجہ سے ۱۹۸۲ء میں سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ ادارہ دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف آگیے اور ۱۹۸۳ میں یہیں سے بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، ریحان ملت علامہ ریحان رضا خان، حضرت مفتی جہاں گیر صاحب رحمۃ اللہ علیہم اکابر علمائے اہل سنت ومشائخ طریقت کے مقدس ہاتھوں سند ودستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کو سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس پر ۱۹۸۷ء میں بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا اور ۲۰۰۸ء میں نبیرہ اعلی حضرت علامہ توصیف رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ۲۰۱۶ء میں قائد اہل سنت حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت عطا ہوئی۔ ۲۰۱۸ء میں عرس زاہدی کے پر بہار موقع سے شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ دام ظلہ علینا سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ عزیزیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد ۱۹۸۳ء میں درس وتدریس کے لیے راجستھان کے ضلع ادے پور محلہ خانجی پیر انجمن تعلیم القرآن میں بحال ہوئے اور ۱۹۹۰ء تک پوری ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ دین وسنیت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ انجمن تعلیم القرآن ادے پور راجستھان سے مستعفی ہونے کے بعد یادگار حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اپنے مادر علمی "

الجامعۃ الامانیہ امان الخائفین "علی پٹی کے ناظم اعلی مقرر ہوئے اور آج تک یہیں سے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ علاقہ میں فروغ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: فروغ رضویات بذریعہ جلسہ و جلوس میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔ قیام راجستھان کے دوران شہرادے پور میں سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سب سے پہلا عرس منعقد کرنے والے آپ ہی ہیں اور یہ سلسلہ غالبا آج تک جاری وساری ہے اور ہر سال ادے پور شہر میں اعلی پیمانے پر عرس نوری کا انعقاد ہوتا ہے۔

اشرفی صاحب قبلہ قابل مدرس اور اچھے خطیب ہونے کے ساتھ عمدہ آواز کے مالک ایک بہترین نعت خواں بھی ہیں بایں سبب آپ کو بلبل نیپال بھی کہا جاتا ہے۔ علما و عوام، بوڑھے بچے جوان سب آپ سے نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سننے کے متمنّی رہتے ہیں۔ شوق وجذبہ کے ساتھ جب آپ کلام رضا پڑھتے ہیں تو مجمع پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔

فی الحال درس وتدریس، نعت وتقریر اور بڑے پیمانے پر عرس زاہدی میں ہند و نیپال کے مشاہیر علمائے کرام کو مدعو کرکے مذہب و مسلک کی خدمات اور فروغ رضویات میں مصروف ہیں۔

شہزادہ حنیف ملت حضرت علامہ مفتی نجم الدین قادری مصباحی صاحب قبلہ بیلا اکڈارا

تنویر حیات: نجم العلما حضرت علامہ مفتی نجم الدین قادری ابن حنیف ملت حضرت علامہ محمد حنیف قادری ابن عبد اللہ ابن حاجی ثمن علی کی ولادت ۶ جولائی ۱۹۶۳ء میں شمالی بہار سے متّصل موضع بیلا اکڈارا ضلع مہوتری نیپال میں دینی و علمی گھرانے میں ہوئی۔ ناظرہ کی تعلیم گاوں کے مکتب میں حاصل کرنے کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علامہ مفتی حنیف قادری المعروف بہ حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دار العلوم مظہر اسلام میں عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ والد ماجد کی اجازت سے ملک نیپال کی مرکزی درس گاہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین میں داخل ہوئے اور محدث اعظم نیپال حضرت علامہ مفتی کلیم الدین براہیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فخر ملت جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ کے زیر سایہ میزان ومنشعب، پنج گنج، نحو میر، عوامل النحو اور روضۃ الادب وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ بعدہ دار العلوم کنہواں چلے آئے اور متوسطات کی تکمیل کے بعد اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم شمس العلوم گھوسی ضلع مئو یوپی گیے اور وہاں سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں جماعت سابعہ میں داخلہ لیے۔ دو سالوں تک ماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۱۹۸۰ء عرس حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۷۹ء میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور ۲۰۰۵ء میں حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت ملی۔

نقوش خدمات: بعد فراغت حضرت بحر العلوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا یوپی بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گیے اور ایک سال تک دلچسپی اور ذمہ داری کے ساتھ درس و تدریس میں مصروف رہے۔ بعدہ دار العلوم غوثیہ اشرفیہ کانپور بحیثیت مدرس بحال ہوئے اور چند سالوں تک بحسن و خوبی خدمات انجام دیتے رہے۔ گورنمنٹ

سروس کی وجہ سے مستعفی ہوکر مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ شترخانہ کانپور میں بحال ہوگیے اور تا حال وہیں درس و تدریس اور افتا کے ذریعہ دین وسنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

کثرت مصروفیات کے باوجود آپ کی تحریری خدمات بھی ہیں جن میں نو آموز مفتیوں کے لیے لکھی گئی اصول افتا سے متعلق اور چند مخصوص مسائل پر مشتمل کتاب "فقہی تجلیات" ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور قرآن و حدیث اور ائمہ و مفسرین کے اقوال کی روشنی میں قبر اور اس کے عذاب سے متعلق کتاب "عذاب قبر" ابھی زیر طبع ہے۔ ان کے علاوہ مسلسل ۲۵ سالوں سے فتاوی نویسی کا کام انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: آپ نے تحریر و قلم، درس و تدریس، دعوت و تبلیغ اور فقہ و افتا کے ذریعہ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ۲۰۰۸ء میں شہر کانپور میں مسلک اعلی حضرت کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کو لے کر کافی ہنگامہ ہوا تھا کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک تو چار ہی ہیں یہ پانچواں مسلک کہاں سے آیا؟ لہذا مسلک اعلی حضرت کا استعمال درست نہیں۔ آپ نے اس کا بڑی تفصیل سے شاندار مسکت جواب عطا فرمایا اور تذبذب کے شکار لوگوں کو بتایا کہ مسلک اعلی حضرت کوئی نیا مسلک نہیں ہے بلکہ زمانہ رسالت مآب ﷺ سے لے کر تبع تابعین تک جو تعلیمات ہیں اسی کا ترجمان "مسلک اعلی حضرت" ہے، اور مسلک سواد اعظم اور مسلک امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کا دوسرا نام "مسلک اعلی حضرت" ہے۔ دور حاضر میں مابہ الامتیاز کے طور پر مسلک اعلی حضرت کا استعمال کیا جاتا ہے اور کرنا بھی چاہیے تاکہ اپنے آپ کو حنفی کہلانے والے اکابر علمائے دیوبند اور ان جیسے بدعقیدے جو اپنے عقائد کفریہ قطعیہ اور اقوال خبیثہ ملعونہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہو چکے ہیں خارج ہو جائیں۔

اسی طرح جب آپ سے سوال ہوا کہ ضرورت و حاجت کے نام پر بد مذہبوں سے میل جول اور ان کی مجلسوں میں شریک ہونا کیسا ہے؟ تو اولاً آپ نے مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں چھ کڑی شرطیں رکھیں اور آخر میں فرمایا کہ اتحاد ملت کا نعرہ نہایت خطرناک اور ایمان کا مہلک ہے اور شریعت مطہرہ کے خلاف وقت کی مصلحت سمجھنا شیطانی فریب ہے، حالاں کہ شریعت مطہرہ عین مصلحت ہے۔

شہزادہ حضور حنیف ملت اپنے والد ماجد سرکار حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سچے جانشیں اور مسلک اعلی حضرت کے پاسبان ہیں۔ شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید اور نبیرہ اعلی حضرت سرکار تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہونے کے ناطے خلوص و لگن اور پوری ذمہ داری کے ساتھ مسلک اعلی حضرت کی خدمات اور فروغ رضویات میں مصروف عمل ہیں۔

حضرت مولانا الحاج غلام یسین صاحب قبلہ مہدیا

تنویر حیات: حضرت مولانا الحاج غلام یسین صاحب رضوی نوری ضلع مہوتری کی مردم خیز بستی مہدیا میں ۱۹۴۸ء میں ایک شریف متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ اپنے گاؤں کے مدرسہ قادریہ غریب نواز میں استاذ الحفاظ حضرت مولانا حافظ

عبدالحمید القادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر سایہ ناظرہ اور ابتدائی اردو فارسی گلستاں بوستاں وغیرہ کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامیہ کے لئے ملک نیپال کا عظیم وقدیم ادارہ مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف استاذ الکل قطب نیپال حضور زاھد ملت حضرت علامہ حافظ محمد زاھد حسین قادری مجیبی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے اور پوری محنت ولگن کے ساتھ متوسطات تک تعلیم حاصل کئے۔ اعلی تعلیم کے لئے ۱۳۸۷ھ میں اہل سنت کا عظیم ادارہ ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور گئے جہاں حضور حافظ ملت، علامہ عبدالرؤف، بحرالعلوم، حضرت قاری یحی، مولانا سردار اور مولانا شفیع رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ ماہر اساتذہ کرام سے ۱۳۹۰ھ تک مسلسل تین سالوں تک اکتساب فیض فرماتے رہے۔ ۱۳۹۱ھ درس حدیث وتفسیر کے لئے دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف چلے گیے جہاں حضرت علامہ تحسین رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت مفتی محمد اعظم وغیرہ اکابر اساتذہ سے علم تفسیر وحدیث حاصل کرنے کے بعد ۱۳۹۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

آپ کو شہزادہ سرکار اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہے۔

نقوش خدمات: درسیات سے آپ کو غایت درجہ لگاؤ اور دلچپسی ہے۔ فراغت کے فورا بعد ۱۳۹۴ھ میں دارالعلوم نورالاسلام کوئٹہ راجستھان درس وتدریس کے لئے تشریف لے گئے اور مکمل ایک سال محنت ولگن اور پوری ذمہ داری کے ساتھ درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۳۹۶ھ میں اپنے وطن واپس آنے کے بعد الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمرپورہ ضلع مہوتری میں بحیثیت مدرس بحال ہوئے۔ تب سے لے کر آج تک تقریبا ۴۴ سالوں سے درس وتدریس کی ذمہ ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں اور دین و سنیت کی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: درس و تدریس اور تقریر و خطابت کے ذریعہ افکار رضا کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات سے غایت درجہ محبت فرماتے ہیں اسی لیے مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت کی خاطر کبھی بھی جان و مال کی پرواہ نہیں کرتے۔ آپ ایک عمدہ خطیب بھی ہیں۔ آپ کی خطابت کا انداز نرالا ہے۔ اکثر اپنی تقریر میں کلام رضا کا برمحل استعمال فرماتے ہیں اور ہمیشہ اپنی اصلاحی گفتگو کے ذریعہ عوام اہل سنت کو مسلک اعلی حضرت پر گامزن رہنے کی نصیحت فرماتے رہتے ہیں۔

شہزادہ حضور فخر نیپال حضرت مولانا محمد فضل یزدانی امجدی دام ظلہ العالی بھمرپورہ

تنویر حیات: شہزادہ امین شریعت حضرت علامہ محمد فضل یزدانی امجدی کی ولادت ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۳ جون ۱۹۸۲ء ۹ گتے اساڑھ ۲۰۳۹ بکرمی بروز جمعرات محلہ برکت نگر بھمرپورہ میں ہوئی۔ والد ماجد قبلہ نے آپ کا نام "محمد فضل یزدانی" رکھا لیکن پیار سے "بابو یزدانی میاں" سے پکارتے ہیں جبکہ گھر کے دیگر افراد آپ کو صرف "مولانا بھیا" سے یاد فرماتے ہیں۔

چوں کہ آپ کے گھر کا علمی و روحانی ماحول تھا اس لیے چار سال کی عمر میں والد صاحب قبلہ نے رسم بسم اللہ خوانی

کرائی اور بغدادی قاعدہ کا پہلا درس دیا۔ چند ماہ بعد ہی والد گرامی اپنے ساتھ اہل سنت کی عظیم درسگاہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی لے گیے جہاں والد ماجد کے زیر تربیت ناظرہ کی تکمیل کے بعد باضابطہ آپ کی تعلیم درس نظامی کا آغاز ہوا۔ دار العلوم قادریہ میں رہ کر والد گرامی اور قابل ذی استعداد اساتذہ سے آپ نے فارسی اور نحو میر پنج گنج وغیرہ کی تعلیم مکمل کی، پھر والد گرامی کے حکم سے ہندوستان کے مشہور و معروف عظیم مرکزی دینی درسگاہ جامعہ امجدیہ گھوسی میں ۱۹۹۸ء میں داخلہ لیا۔ جامعہ امجدیہ میں مسلسل سات سالوں تک ماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۲۰۰۵ء میں آپ نے درس نظامیہ کی تکمیل کی اور اکابر علماے کرام خصوصا محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری، والد گرامی حضور فخر نیپال، فقیہ النفس مفتی عثمان رضوی و دیگر مشائخ ہند کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گیے۔

آپ کو شیخ الاسلام سید المحققین حضرت علامہ سید مدنی میاں دامت برکاتہم القدسیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل ہے۔

آپ خوش اخلاقی، صلہ رحمی، مہمان نوازی جیسی صفات سے متّصف نفیس طبیعت والے متواضع و منکسر المزاج ہیں۔ بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت، علما و مشائخ عظام اور سادات کرام کی تعظیم و توقیر اور ادب و احترام آپ کی عادات کریمہ میں شامل ہیں۔ اپنے اکابرین اور اساتذہ کرام بالخصوص شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں اور والد ماجد حضور فخر نیپال سے بے پناہ عقیدت و محبت فرماتے ہیں۔ علم دوستی اور علما نوازی میں اپنی مثال آپ ہیں۔ گھر کے دینی و روحانی ماحول اور والد ماجد قبلہ کی تربیت کی بدولت آپ عمدہ اخلاق و کردار کے پیکر اور اچھی عادات و اطوار کے مالک ہیں۔ مستقبل میں آپ کی ذات ستودہ صفات سے ہم اہل سنت و جماعت کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔

نقوش خدمات: اگر دین متین اور مسلک و ملت کی خدمت کا جذبہ صادق اور قوم کا درد دل میں ہونے کے ساتھ عزم مصمم اور جہد مسلسل بھی ہو تو حدود و فاصلے اور ذاتی مصروفیات راہ کی روکاوٹیں نہیں بن سکتیں۔ اس کا ثبوت ہمارے ممدوح شہزادہ حضور فخر نیپال کی ذات اور ان کی دینی، ملی، مسلکی اور سماجی خدمات ہے۔ یوں تو آپ کسب معاش کے لیے قطر میں رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی علمی قابلیت اور فکری بصیرت کی بنیاد پر خلوص و للّٰہیت کے ساتھ دین و ملت اور مسلک کی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شہزادہ حضور فخر نیپال کو بلند فکری اور دور اندیشی وراثت میں ملی ہے، ابتدا ہی سے آپ کے اندر تنظیمی سوچ پائی جاتی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ جب جامعہ امجدیہ میں زیر تعلیم تھے تو اس وقت گھوسی کے علاقے میں زیر تعلیم جملہ نیپالی بچوں کو یکجا کر کے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی تھی جس کا مقصد علاقے کے اختلاف کو پاٹ کر ملی، مسلکی اور سماجی و رفاہی کام کرنا تھا لیکن وسائل کی کمی اور اپنوں کا عدم تعاون نے اس کو زیادہ دنوں تک چلنے نہیں دیا۔ پھر بھی آپ حوصلہ شکن نہیں ہوئے اور اپنے عزم و ارادہ کو مضبوط بنائے رکھے۔ آخر کار جب آپ کسب معاش کے لیے خلیجی ملک قطر تشریف لے گیے تو وہاں والد ماجد کے مریدین و معتقدین اور مخلص احباب کے ساتھ مل کر فخر ملت فاونڈیشن کی بنیاد رکھے اور اپنی تنظیمی سوچ کو عملی جامہ پہنائے۔ بحمدہ تعالی اب

تک اس تنظیم کے توسط سے دینی، ملی، مسلکی اور فلاحی کام انجام دے رہے ہیں اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات میں مصروف عمل ہیں۔

مذہب و مسلک کی حفاظت وصیانت اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے یہ بھی ایک اہم اور عمدہ کام ہے کہ علماے اہل سنت کی کتابیں طبع کرائی جائیں تاکہ اہل سنت و جماعت کے عقائد واعمال دور دور تک پہنچ سکے اور کثیر افراد ان سے فائدہ حاصل کر سکے، اسی جذبہ کے تحت فاونڈیشن کے زیر انتظام نشر واشاعت کا شعبہ قائم فرمایا جس کے زیر اہتمام حیات زاہد ملت، حیات محدث اعظم نیپال، قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ، سالانہ اوقات سحر وافطار، دائمی اوقات الصلاۃ کی اشاعت اور سہ ماہی سنی پیغام کا اجرا عمل میں آیا جو تحریری اور صحافتی میدان میں قابل قدر اضافہ ہے۔ عرس صد سالہ کے اس حسین اور سنہرا موقع سے سہ ماہی سنی پیغام کا یہ خصوصی شمارہ "فروغ رضویات میں علماے اہل سنت نیپال کا کردار" ایک تاریخی نمبر کا حامل ہے جس کی مثال ماضی میں کم سے کم فروغ رضویات میں موجود نہیں۔ یہ آپ اور آپ کے معاونین احباب کے ساتھ خود اس رسالہ کا فروغ رضویات میں ایک تاریخی کارنامہ ہے۔

شہزادہ حضور فخر نیپال اپنی علمی صلاحیت کی بنیاد پر ہر میدان کے شہسوار ہیں، تصنیف و تالیف کے لئے احباب کے اصرار پر آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ پہلے ہم اپنے اکابرین کی کتابیں شائع کر کے فرصت پالیں پھر ان شاء اللہ اس کے لئے بقدر ضرورت کوشش کی جائے گی، ابھی تو ان حضرات کی کتابیں ہمارے لئے طبع کرانا ضروری ہے۔

ذریعہ معاش کے لئے دوحہ قطر آنے کے بعد آپ کا زیادہ وقت مذہب و مسلک کی تبلیغ واشاعت، اور علماے اہل سنت کو تیار کر کے ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے میں صرف ہوتا ہے اس لئے تصنیفی کام فی الوقت زیادہ نہ ہو سکا، مگر اس کے لئے بھی کچھ وقت نکال کر اس باب میں جو کام کئے ان میں "قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ" کی تحقیق و تخریج اور تقدیم و تحشیہ قابل تحسین ہے۔ مزید کچھ کتابیں زیر ترتیب ہیں جو ان شاء اللہ جلد طباعت کے مرحلے سے گذر کر منظر عام پر ہوں گی۔

گوشہ فروغ رضویات: شہزادہ حضور فخر ملت حضرت علامہ مولانا محمد فضل یزدانی امجدی دام ظلہ العالی اپنی علمی قابلیت اور حکمت و دانائی سے مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں اور صرف تگ و دو ہی نہیں کرتے بلکہ بزرگوں کے فیضان کرم اور رب ذو المنن کے فضل سے آپ کو خاطر خواہ کامیابی بھی ملتی ہے۔ جہاں کہیں ضرورت پیش آئی بلا خوف لومۃ لائم اپنے مسلک کی خاطر حاضر ہو گئے۔

ملک نیپال سے نکلنے والا رسالہ سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان سہ ماہی سنی پیغام جس مقصد اصلی ہی مسلک اعلی حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات ہے، اور جس کا یہ تاریخی نمبر "فروغ رضویات میں علماے نیپال کا کردار" آپ کے ہاتھوں میں ہے، یہ بھی آپ اور آپ کے مخلص احباب کی سوچ اور محنتوں کا نتیجہ ہے۔ فخر ملت فاونڈیشن کی مالی امداد اور ہمارے مدیران و اہل قلم حضرات کے قلمی تعاون ہی کی بدولت یہ رسالہ پوری آب و تاب کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

حضرت مولانا نور محمد رضا جگر مصباحی خلیفہ اول حضور فخر نیپال سرسیا

تنویر حیات: ابوالفیض نور محمد رضا جگر مصباحی ابن محمد تسلیم احمد ابن محمد خورشید احمد ابن محمد بدری میاں سرسیاوی ۲۴ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۸۵ء میں پیر کے دن اپنے ننھیال موضع آگے پور میں پیدا ہوئے۔ اپنے گاوں سرسیا کے مکتب سے آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ناظرہ کی تکمیل کے بعد دار العلوم وارثیہ لکھنو میں داخل ہوئے اور ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۳ء تک از اعدادیہ تا ثانیہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور آگیے اور مسلسل چھ سالوں تک ماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۲۸ جون ۲۰۰۶ء میں دستار قرات حفص و سند عالمیت اور ۶ جون ۲۰۰۸ء میں دستار و سند فضیلت و قرات سبعہ سے سرفراز ہوئے۔ پھر جامعہ اکرم العلوم مرادآباد میں سند افتا و فقہ سے نوازے گیے۔

۴ جمادی الاخری ۱۴۲۹ھ مطابق ۹ جون ۲۰۰۸ء بروز پیر دستار بندی کی خوشی میں دولت خانہ پر منعقد پروگرام میں تشریف لائے ہوئے پیر طریقت رہبر راہ شریعت عطاے حضور حافظ ملت مفتی اعظم نیپال حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی برکاتی المعروف بہ حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل کیے اور ۱۷ اگست ۲۰۱۳ء بروز بدھ اپنے دولت خانہ پر پیر و مرشد نے اپنی اجازت و خلافت عطا فرمائی جس کا اعلان بذریعہ دستار بندی ۲۵ فروری ۲۰۱۶ء بموقع عرس امین شریعت رحمن پور، مہدیا میں ہوا۔

نقوش خدمات: مولانا جگر مصباحی صاحب فرغت کے بعد درج ذیل دینی درسگاہوں میں درس و تدریس کی خدمات انجام دے چکے ہیں:

جامعہ اکرم العلوم مرادآباد	بحیثیت مدرس
دار العلوم رضویہ مصطفویہ فیروزآباد	بحیثیت صدر المدرسین
دار العلوم فیضان اشفاق ناگور راجستھان	بحیثیت شیخ التجوید
مدرسہ اسلامیہ معراج العلوم دیناری کرنیل گنج گونڈہ	بحیثیت مدرس
مدرسہ غوثیہ طاہر العلوم کما، سیتامڑھی	بحیثیت صدر المدرسین

۲۰۱۲ء سے تادم تحریر مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ گذری بازار میرٹھ، یوپی میں درجہ فضیلت تک کے طلبا کو خلوص و لگن کے ساتھ درس و تدریس دینے میں مصروف ہیں۔

درس و تدریس کے ساتھ تحریر و قلم کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ شاعری سے آپ کو فطری لگاو ہے۔ آپ کا مجموعہ کلام "پروانہ بخشش" کے نام سے ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فخریہ بھی آپ کی ترتیب ہے۔ فی الحال اپنے پیر و مرشد مفتی اعظم نیپال حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کے فتاوی جات کی ترتیب و تخریج کا کام انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: آپ نے اپنے گاوں کی مسجد اور مدرسہ دونوں کا نام علی الترتیب "مسجد سرکار اعلی حضرت" اور

"مدرسہ سرکار اعلی حضرت" رکھا ہے۔ یہ مدرسہ نیپال حکومت سے منظور شدہ اور بحسن وخوبی ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

مدرسہ اسلامیہ معراج العلوم دیناری کرنیل گنج گونڈہ میں قیام کے دوران ایک دیوبندی مولوی ظاہر خان سے مسلک اعلی حضرت کی حقانیت پر آپ کی بحث بھی ہوئی ہے۔ جس میں آپ نے مسلک سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کی حقانیت کو ثابت اور اور عقائد وہابیہ و دیابنہ ملعونہ کا زبردست ابطال کیا۔ جس کی وجہ سے اہل سنت وجماعت کو بڑی خوشی ہوئی اور بدعقیدے ذلیل ورسوا ہوئے۔

سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دس نکاتی پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ایک تنظیم "الثقافۃ الفخریہ" کے نام سے چلا رہے ہیں، جس کے ذریعہ تعلیمات رضا کو عام کر کے مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں درس وتدریس، تقریر وخطابت، نقابت ونظامت اور شعر وشاعری کے ذیعہ بھی فروغ رضویات کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ آپ نے اپنی شاعری میں طرز رضا کو بھی اپنایا ہے اور اعلی حضرت وخانوادہ اعلی حضرت کی شان میں منقبت کے اشعار بھی کہے ہیں۔ نمونہ کلام درج ذیل ہے:

طرز رضا کی پیروی:

پیارے آقا کی بعثت پہ لاکھوں سلام   آمد رب کی رحمت پہ لاکھوں سلام
بارہ کو رب نے دکھایا ایسا جلوہ نور کا   چھنٹ گئیں تاریکیاں پھر دور آیا نور کا

منقبت:

اہل سنن کی جان ہیں اور شان اعلی حضرت   دنیا میں دین حق کی پہچان اعلی حضرت
پانچ پھولوں کا جو میرے سینے میں گلدان ہے   اعلی حضرت آپ کے مسلک کی یہ پہچان ہے
چل دیے سوے جناں اختر رضا خاں ازہری   چھوڑ کر ویراں جہاں اختر رضا خاں ازہری

بخوف طوالت یہاں فقط مطلع مذکور ہے مکمل کلام آپ کے دیوان میں موجود ہے۔

حضرت مولانا رحمت علی رضوی صاحب قبلہ برداہا

تنویر حیات: حضرت مولانا رحمت علی رضوی بن محمد زاہد بن محمد عبد اللطیف مرحوم ومغفور ۲۱ اگست ۱۹۸۰ء کو مردم خیز اور مسلمانوں کی غالب اکثریت والی بستی برداہا وارڈ نمبر ۹ ضلع مہوتری میں پیدا ہوئے۔ ناظرہ قرآن اور درس نظامی کی ابتدائی جماعت اعدادیہ کی تعلیم گاوں ہی کے مکتب میں حضرت مولانا عبد الغفور صاحب نورہ اللہ مرقدہ کے پاس ہوئی۔ آگے کی تعلیم کے لیے گاوں سے باہر دار العلوم محمدیہ بچھارپور ضلع سیتامڑھی میں داخل ہوئے جہاں مولانا سلیم الدین برکاتی برداہوی کے زیر سایہ تقریبا دو سالوں تک تعلیم میں مصروف رہے۔ پھر مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور میں داخلہ لیے اور مجاہد دوراں حضرت علامہ محمد مستقیم برکاتی مصباحی اور حضرت علامہ اسلم القادری صاحب قبلہ اور دیگر ماہر اساتذہ سے اکتساب فیض فرمائے۔ بعدہ ملک نیپال ترائی کی مرکزی درسگاہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف میں حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ سے

شرح جامی تک کی تعلیم حاصل کیے۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کی اجازت سے شہزادہ حضور فخر ملت کے ساتھ یوپی چلے گیے اور دار العلوم بحر العلوم کھیری باغ مئو سے ہوتے ہوئے مدرسہ عربیہ رضویہ ضیاء العلوم ادری میں عالمیت کی تکمیل کیے۔ ۲۰۰۱ء میں افضل المدارس الہ آباد سے دورہ حدیث کی تکمیل ہوئی اور علماے کرام و مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

دوران طالب علمی اچھی نعت خوانی کرتے تھے اور پورے علاقہ میں "نیر نیپالی" کے نام سے مشہور تھے۔ کلام رضا بڑی سنجیدگی اور مدھری آواز میں پڑھا کرتے جس کو علما و عوام سبھی پسند فرماتے تھے۔

دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین ہی میں قیام کے دوران امین شریعت نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی المعروف بہ حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ خلیفہ نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیے۔

نقوش خدمات: بعد فراغت درس و تدریس کے لیے مرشد گرامی کے حکم سے دار العلوم سبحانیہ قصبہ سارسر ضلع سرہا نیپال تشریف لے گیے جہاں دو سالوں تک خلوص و لگن اور پوری ذمہ داری کے ساتھ خدمت دین متین انجام دیتے رہے۔ پھر مولانا مناظر حسین ضیائی پرڑیاوی کے پیہم اصرار پر مدرسہ گلشن رضا پرڑیا ضلع مہوتری آگیے اور تقریباً ۲۰۰۴ء تک امامت و خطابت اور درس و تدیس میں مصروف رہے۔ پرڑیا سے مستعفی ہونے کے بعد ۲۰۰۴ء میں کسب معاش کی خاطر خلیجی ملک دوحہ قطر تشریف لے گیے اور اب تک وہیں پر قیام پزیر ہیں۔

دین و مسلک اور قوم و ملت کی خدمت کے جذبہ کے تحت ۲۰۱۲ء میں اپنے احباب کے ساتھ مل کر ایک تنظیم "صراط مستقیم" کی بنیاد ڈالے جو ۲۰۱۶ء میں نہایت فعال اور متحرک تنظیم "فخر ملت فاونڈیشن" کے قیام کی وجہ بنی۔ فخر ملت فاونڈیشن کو ترقی کے اس بلند مقام پر لانے میں آپ کی اور آپ کے احباب کی شب و روز کی محنت و لگن اور خلوص کا اہم رول ہے۔ سب سے پہلے اس فاونڈیشن کی سوچ آپ ہی نے بنائی اور اپنے احباب کو دعوت دے کر اس کے قیام پر ابھارا۔

گوشہ فروغ رضویات: یوں تو آپ کے بہت سے اوصاف و کمالات ہیں لیکن ان تمام میں آپ کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس عدیم الفرصتی کے دور میں بھی آپ متحرک و فعال علماے کرام خصوصا ذی ہوش نوجوان علماے کرام سے ہمیشہ رابطے میں رہتے ہیں اور اکابر سے فاونڈیشن کے منصوبہ جات پر مشورے اور ہم نوجوانوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ اشاعتی اور رفاہی کاموں کے لیے جیب خاص سے بھی حصہ لیتے ہیں اور مخیرین حضرات سے بھی تعاون کرواتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ سہ ماہی سنی پیغام کا کام اب تک پابندی سے ہوتا رہا ہے اور دیگر بہت سی کتب کی اشاعت فاونڈیشن سے ممکن ہو سکی ہے۔ سہ ماہی سنی پیغام کے اس خصوصی شمارہ "فروغ رضویات میں علماے مہوتری کا کردار" کی اشاعت کے لیے بھی کلیدی رول ادا کر رہے ہیں۔

ادیب لبیب حضرت علامہ محمد صفی اللہ قادری صاحب قبلہ گلاب پور کٹیا

تنویر حیات: حضرت مولانا محمد صفی اللہ قادری ابن محمد عین الحق مرحوم کی ولادت ۹ جون ۱۹۷۳ء کو نیپال کی مردم خیز بستی گلاب پور سسوا کٹیا میں ہوئی۔ مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور سسوا کٹیا سے تعلیمی سفر کا آغاز فرمایا اور مدرسہ اسلامیہ لعل گوپال گنج ضلع الہ آباد، دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو، بحر العلوم لطیفیہ ضلع کٹیہار، دار العلوم اہل سنت خیریہ فیض عام گھوسی ضلع مئو ہوتا ہوا آپ کی فضیلت تک کا سفر دار العلوم غریب نواز الہ آباد پر منتہی ہوا۔ حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کے عرس چہلم کے موقع پر ۱۹۹۰ء میں دار العلوم غریب نواز کے خوشگوار چمن اور معطر ماحول میں ہندوستان کے جلیل القدر علمائے کرام و مشائخ عظام کے ہاتھوں سند و دستار فضیلت سے نوازے گیے۔

۱۹۸۵ء میں حضور تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے مشرف ہوئے اور ۲۰۱۶ء میں خلیفہ برہان ملت حضرت علامہ مفتی محمد مصلح الدین قادری برہانی نے اپنی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

نقوش خدمات: آپ نے فراغت کے بعد مندرجہ ذیل درسگاہوں میں اپنی خدمات کے نقوش بکھیرے ہیں:

دار العلوم غوثیہ دیوا، ایم پی	بحیثیت صدر المدرسین
مدرسہ غوث اعظم دہلی	بحیثیت صدر المدرسین
دار العلوم باز اشہب برئی ضلع پرتاپ گڑھ	بحیثیت نائب شیخ الحدیث

فی الحال اپنے مادر علمی مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج ضلع الہ آباد میں نائب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز المرام ہیں۔

آپ کو قرطاس و قلم سے اچھی خاصی دلچسپی اور فطری لگاو ہے۔ اب تک آپ کے رشحات قلم سے درج ذیل کتابیں وجود میں آچکی ہیں:

اصول نظامت، مطبوعہ۔
اورنگ ولایت، غیر مطبوعہ
تاریخ علمائے کٹیا، غیر مطبوعہ
سوانح حنیف ملت، مطبوعہ۔
بہار نظامت، غیر مطبوعہ
شرح شرح جامی، غیر مطبوعہ
سوانح مصلح ملت، غیر مطبوعہ
حالات انبیا، غیر مطبوعہ
آئینہ نیپال، غیر مطبوعہ

گوشہ فروغ رضویات: ادیب لبیب حضرت مولانا صفی اللہ صاحب قادری کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں۔ مسلک اعلی حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات میں آپ نے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف اور ردو مناظرہ کے ذریعہ حصہ لیا ہے۔ تقریبا ۲۸ سالوں پر محیط تدریسی خدمات اور آپ کی مختلف تصانیف فروغ رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی تشہیر سے مملو ہیں۔

مسلک اعلی حضرت اور احقاق حق و ابطال باطل کی خاطر بد عقیدوں سے آپ کا مناظرہ بھی ہوا ہے۔ ۱۹۹۱ء میں جب آپ دار العلوم غوثیہ دیوا، ایم پی میں تھے تو ایک فاضل دیوبند مولوی سے میلاد و قیام اور امکان کذب باری تعالی پر آپ کی بحث ہو گئی۔ مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں دلائل و براہین سے اس فاضل دیوبند کو ایسا مبہوت کیا کہ وہ خائب و خاسر ہوکر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ پھر آپ نے میلاد و قیام اور امکان کذب باری تعالی پر علمی گفتگو فرما کر اپنے بیگانے سب کو مطمئن فرمایا۔

حضرت مولانا محمد شفیق اللہ امجدی چترویدی صاحب قبلہ برداہا

تنویر حیات: حضرت مولانا محمد شفیق اللہ رضوی امجدی ابن محمد الیاس ۴ مئی ۱۹۸۱ء میں قصبہ برداہا ضلع مہوتری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاوں کے مکتب میں مولانا عبد الغفور صاحب نور اللہ مرقدہ سے حاصل کی۔ درس نظامی کے لیے مرکزی ادارہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف میں داخل ہوئے اور حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ و دیگر ماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد کچھ دنوں کے لیے محمدیہ برکاتیہ بچھار پور ضلع سیتامڑھی گیے اس کے بعد مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور آگیے۔ یہاں سے مولویت کی تکمیل کے بعد اعلی تعلیم کے لیے یوپی گیے اور پہلے بحر العلوم مئو سے ہوتے ہوئے الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی میں داخلہ لیے اور مسلسل تین سالوں تک پوری دلجمعی اور محنت و لگن کے ساتھ حصول علم میں مصروف رہے۔ ۶ جنوری ۲۰۰۳ء میں عرس امجدی کے پر بہار موقع پر مشاہیر علمائے کرام و مشائخ عظام کے مقدس ہاتھوں سند و دستار فضیلت و قرات سے سرفراز ہوئے۔

۱۹۹۹ء میں دوران طالب علمی حضور سید امین میاں دامت برکاتہم العالیہ کے دست اقدس پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہوا اور ۲۰۱۶ء میں بھیونڈی میں تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد درس و تدریس کا آغاز مدرسہ انوار الہی سہوا ضلع مدھوبنی سے ہوا جہاں آپ بحیثیت صدر بحال ہوئے اور نہایت خلوص و لگن کے ساتھ خدمت مذہب و مسلک میں مصروف رہے۔ بعدہ مجاہد دوراں حضرت علامہ محمد مستقیم برکاتی مصباحی صاحب قبلہ صدر آل نیپال سنی جمعیۃ العلما نیپال کے اصرار پر بحیثیت مدرس مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور آگیے اور آٹھ سالوں تک نہایت خلوص اور پوری ذمہ داری کے ساتھ درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ فی الوقت "آل نیپال سنی جمعیۃ العلما" کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے سرگرم عمل ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: مدرسہ انوار الہی سہوا ضلع مدھوبنی میں قیام کے دوران آپ کو پتہ چلا کہ اس گاوں کے بہت سے سنی صحیح العقیدہ حضرات وہابی دیوبندی کی اقتدا میں اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں اور عدم علم کی بنا پر کبرائے وہابیہ دیابنہ کی تکفیر بھی نہیں کرتے ساتھ ہی میلاد و فاتحہ اور جلوس محمدی کو شرک و بدعت اور ناجائز و حرام سمجھتے ہیں۔ اس وقت آپ کمال تدبر اور دانشمندی کے ساتھ بھولے بھالے مسلمانوں کو گمرہی کے دلدل سے نکالنے میں ہمہ تن مصروف ہوگیے۔ اپنی تقریر و خطابت اور انفرادی کوششوں سے لوگوں کو ان بدعقیدوں کے عقائد کفریہ اور اقوال ملعونہ سے مطلع کیے اور میلاد و فاتحہ اور جلوس محمدی کے بارے میں قرآن و حدیث اور اقوال علما و ائمہ کی روشنی میں ان کے شکوک و شبہات کا ازالہ فرمائے۔ بحمدہ تعالی آپ کی پیہم کوششوں کی بدولت وہاں کے لوگ ان بدعقیدوں سے دور و نفور ہوئے اور معمولات اہل سنت پر دلجمعی اور سختی کے ساتھ عمل کرنے لگے۔ آج بھی وہ سب کے سب سچے و پکے متبعین مسلک اعلی حضرت ہیں۔

آپ ایک عمدہ اور کامیاب خطیب بھی ہیں۔ پورے نیپال اور ہندوستان کے اکثر صوبوں میں آپ کی خطابت ہوتی ہے۔ وید و پران کا بھی مطالعہ ہے اس وجہ سے اپنی تقریر میں کثرت سے شان رسالت مآب ﷺ میں ہندوں کی کتابوں سے حوالہ

کے ساتھ سنسکرت کا شلوک پڑھتے ہیں اور اسی وجہ آپ کو چترویدی بھی کہا جاتا ہے۔ فروغ رضویات بذریعہ تقریر و خطابت میں آپ کا اہم رول ہے۔ آج تقریباً بارہ سالوں سے آپ اس میدان میں فروغ رضویات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اپنی خطابت میں موقع و محل کے اعتبار سے کثرت کے ساتھ کلام رضا کا استعمال فرماتے ہیں۔ چترویدی صاحب عوام و خواص بالخصوص نوجوانوں کے چہیتے مقرر ہیں اور اپنی تقریر کے ذریعہ سامعین کے اندر مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں بیداری اور نوجوانوں کے اندر جوش و جذبہ پیدا کرنے کی کامل مہارت رکھتے ہیں۔ درس و تدریس اور تحریر و قلم سے بھی قلبی لگاو ہے لیکن تقریر و خطابت اور دعوت و تبلیغ کے لیے کثرت اسفار کی بنا پر وقت نہیں نکال پاتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اس جانب بھی اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے۔

حضرت مولانا محمد مستقیم رضوی صاحب قبلہ پرڑیا

تنویر حیات: حضرت مولانا محمد مستقیم رضوی ابن محمد اسلام راعین مرحوم و مغفور پرڑیا حال بھنگہا نگر پالیکا ۸ ضلع مہوتری میں ۱۹۷۸ء کو ایک متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ گاوں کے مکتب مدرسہ گلشن رضا پرڑیا سے آپ کی تعلیم کی ابتدا ہوئی۔ ناظرہ کی تکمیل کے بعد درس نظامی کے لیے دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف میں داخلہ لیے اور حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ اور دیگر ماہر اساتذہ سے تقریباً تین سالوں تک اکتساب فیض فرمانے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ہندوستان کا رخ کیے۔ پہلے دار العلوم باز اشہب برئی کنڈہ پرتاپ گڑھ یوپی گیے پھر مغل پورہ پٹنہ سیٹی بہار کے عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الرضویہ میں داخل ہوئے اور یہیں سے ۱۹۹۶ء میں علمائے کرام و مشائخ عظام کے ہاتھوں سند و دستار سے نوازے گیے۔ تعلیمی سلسلہ کو مزید آگے بڑھانے کی غرض سے منظر اسلام بریلی شریف میں بھی داخلہ لیے مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وہاں نہیں رہ پائے اور آپ کو تعلیمی سلسلہ روکنا پڑا۔

مرکز اہل سنت بریلی شریف کی عظیم الشان درس گاہ دار العلوم منظر اسلام میں بہت دنوں تک تعلیم حاصل کرنے کا موقع تو نہ مل سکا البتہ تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس میں ہاتھ دے کر بیعت و ارادت کا سنہرا موقع ضرور ملا اور جس کو غنیمت جانتے ہوئے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہو گیے۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد درس و تدریس اور امامت و خطابت کے ذریعہ مسلسل آٹھ سالوں تک ہند و نیپال کے مختلف مکاتب و مدارس مثلاً دھناری، ملاہی، کوٹھیا ڈومریاہی، ادھیاپنور، لوہار پٹی، کبیلاسہ، پیراری وغیرہ میں پوری لگن اور ذمہ داری کے ساتھ دین متین کی خدمات انجام دیتے رہے لیکن والد ماجد کے انتقال کے بعد گھر کے تنہا کفیل ہونے کے ناطے اس سلسلہ کو بھی ختم کرنا پڑا اور گھریلو ذمہ داریوں میں الجھ کر رہ گیے۔

ملکی سیاست میں بھی آپ نے حصہ لینے کی کوشش کی تاکہ قوم مسلم خصوصاً اہل سنت و جماعت کی نمائندگی ہو سکے لیکن حالات سے مایوس ہو کر اسے بھی خیر آباد کہنا پڑا مگر مسلک و ملت کی فلاح و بہبودگی کی خاطر اب دوبارہ کوشش جاری ہے۔

آپ ایک بہترین تنظیمی ذہنیت کے مالک ہیں اور مذہب و ملت کا کام فکر رضا کی روشنی میں کرنے کا جذبہ صادق بھی رکھتے

ہیں۔ ماضی میں کئی تنظیموں سے منسلک رہے۔ ۲۰۱۲ء میں مولانا امیر اللہ انصاری ضلع نول پراسی کی سیاسی تحریک "آل نیپال سنی دعوت اسلامی سنگھ" کے قومی صدر بھی رہ چکے ہیں۔ فی الحال تین تنظیموں سے جڑکر مسلک وملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں فخر ملت فاونڈیشن کے صدر تنظیم فلاح المسلمین نیپال کے جنرل سکریٹری اور تنظیم صراط مستقیم کے ممبر کی حیثیت سے سرگرم عمل ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کو نعت و تقریر سے کافی دلچسپی ہے جس کا وسعت بھر استعمال آپ مسلک اعلی حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات کی خاطر کرتے ہیں۔ وہابی کے عقائد و اعمال سے متاثر ایک صاحب سے مسلک اعلی حضرت اور ترجمہ قرآن کنزالایمان کو لے کر بحث بھی ہوچکی ہے جس میں آپ نے دلائل وبراہین کے ذریعہ سامنے والے کو ایسا چپ اور مطمئن کیا کہ الحمد للہ آج تک وہ خاموش ہے۔ جس کے بعد سے کافی دنوں تک آپ کی تقریر کا موضوع اعلی حضرت اور مسلک اعلی حضرت رہا تاکہ جن کو نہیں معلوم وہ صحیح طور پر مسلک اعلی حضرت کو جان لیں اور اپنے ایمان و عقیدہ کو محفوظ رکھے۔

حضرت مولانا محمد علاء الدین امن رضوی صاحب قبلہ مہدیا

تنویر حیات: مولانا محمد علاء الدین بن محمد دلشیر بن مولوی محمد قاسم قادری بن مولوی محمد جملی میاں جی کی پیدائش محلہ حویلی پٹی مہدیا ضلع مہوتری نیپال میں ۲۲ ستمبر ۱۹۹۲ء میں ہوئی۔ آپ کا نام حضور حمید ملت حضرت مولانا حافظ عبد الحمید قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمد علاء الدین تجویز فرمایا اور فرمایا کہ اس میں بزرگان دین کی برکات شامل ہے۔ رسم بسم اللہ خوانی حضور حمید ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ آپ کے جد محترم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرا پوتا بڑا عالم بنے گا۔ گاوں کے مکتب مدرسہ غریب نواز مہدیا سے ابتدائی اردو اور ناظرہ قرآن کی تکمیل کے بعد درس نظامی کی ابتدائی تعلیم کے لیے مدرسہ ھدایت المسلمین ہنومان نگر اور دار العلوم حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور میں داخل ہوئے۔ چند سالوں کے بعد اعلی تعلیم کے لیے یوپی چلے گیے اور مدرسہ ضیاء العلوم ادری میں کچھ سال رہنے کے بعد مدرسہ خیریہ فیض عام سے عالمیت اور دار العلوم شمس العلوم گھوسی سے ۲۰۱۰ میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کو نبیرہ سرکار اعلی حضرت شہزادہ حضور مفسر اعظم ہند حضرت علامہ شاہ ڈاکٹر محمد قمر رضا خان قادری رضوی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر شرف بیعت وارادت حاصل ہے۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ کے تحت کسب معاش کے لیے خلیجی ملک دوحہ قطر تشریف لے گیے جہاں ڈیوٹی سے قیمتی وقت بچاکر مذہب و مسلک کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں۔

آپ اہل سنت کی عظیم متحرک و فعال تنظیم "فخر ملت فاونڈیشن" کے ایک اہم رکن ہیں۔ فاونڈیشن کے جملہ دینی، ملی، مسلکی، اشاعتی، سماجی اور رفاہی کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے بنیادی کردار ادا کررہے ہیں۔

آپ ایک بہترین نعت خواں ہیں خاص کر امام الکلام سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام بہت سنجیدہ اور بہترین طرز میں

پڑھتے ہیں، ہمیشہ کلام رضا ہی سے آغاز فرماتے ہیں۔ اسی کے ساتھ آپ ایک عمدہ خطیب بھی ہیں، جب بھی موقع ملتا ہے مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں اصلاحی گفتگو فرماتے ہیں۔ تحریر و قلم سے بھی آپ کو دلچسپی ہے۔ مضامین و مقالات لکھنے کا اچھا شوق و جذبہ رکھتے ہیں۔ ملک نیپال کی عبقری علمی شخصیت امین شریعت محدث اعظم نیپال حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد کلیم الدین قادری نوری براہیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات و خدمات پر مستند اور دستاویزی کتاب "حیات محدث اعظم نیپال" کی تالیف اب تک کے آپ کا سب سے نمایاں کارنامہ ہے۔ کثرت مصروفیات سے وقت بچاکر لکھی گئی اس کتاب کی طباعت نے آپ کو کافی حوصلہ بخشا اور فی الوقت منفرد موضوع پر آپ کی ایک اور کتاب "احتیاط امام احمد رضا" زیر ترتیب ہے۔

گوشہ فروغ رضویات: فروغ رضویات میں آپ نے تحریر و قلم سے بھی حصہ لیا ہے۔ ضیاء العلوم ادری میں قیام کے دوران عرس رضوی کے پر بہار موقع سے تحریری انعامی مقابلہ میں "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" کے عنوان پر مقالہ لکھ کر ممتاز پوزیشن سے کامیاب ہوئے اور بطور انعام بہار شریعت مکمل سیٹ و اعجازی سند سے نوازے گیے۔ فی الحال فروغ رضویات بذریعہ تحریر و قلم کی ایک اور کڑی "احیتاط امام احمد رضا" پر زور و شور سے کام چل رہا ہے اور جلد مکمل ہونے کے بعد منظر عام پر آنے کی امید ہے۔

آپ کی شخصیت کو سنوارنے اور خدمت مذہب و مسلک کے تئیں حساس کرنے میں شہزادہ حضور فخر نیپال صاحب قبلہ کا اہم رول ہے۔ راقم السطور سے ایک نجی گفتگو میں آپ فرماتے ہیں کہ "ناچیز قطر آنے کے بعد علم سے دور ہو چلا تھا لیکن شہزادہ حضور فخر نیپال ابو الاوصاف حضرت علامہ محمد فضل یزدانی دامت بر کاتہم القدسیہ ولی عہد خانقاہ قادریہ رضویہ فخریہ نے اس ذرہ ناچیز کو بنا سنوار کر اور علم تصوف پڑھا کر اپنے محبان کے حلقہ میں شامل فرمایا اور مذہب و مسلک کی خدمات کی تاکید فرما کر عوام کے سامنے پیش فرمایا۔ حضرت کے اتنے احسانات مجھ فقیر پر ہے جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا، اللہ عزوجل حضرت کا سایہ ہم اہل سنت پر تادیر قائم و دائم فرمائے۔ آمین"۔

حضرت مولانا محمد عظمت علی مصباحی صاحب قبلہ ادھیان پور

تنویر حیات: مولانا محمد عظمت علی مصباحی ابن محمد یونس کی ولادت یکم جون ۱۹۸۴ء کو ضلع مہوتری کی مشہور و معروف بستی سرزمین ادھیان پور غوث نگر وارڈ نمبر ۹ بلوا نگر پالیکا میں ہوئی۔ ابتدا میں والد ماجد نے آپ کا داخلہ اسکول میں کروا دیا۔ آٹھ کلاس تک اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد والد ماجد کا مزاج بدلا اور آپ کو عالم دین بنانے کے لیے اپنے ہی دالان پر مولانا فرمان علی صاحب بیرہ والے کو رکھ کر دینی تعلیم دلوانے لگے۔ مولانا فرمان علی صاحب سے ناظرہ اور ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد فارسی پہلی، دوسری کی تعلیم اپنے بہنوئی مولانا رحمت اللہ بھگوتی پور خلیفہ حضور فخر نیپال صاحب سے حاصل کی۔ کچھ دنوں بعد والد ماجد نے آپ کو الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ میں داخل کر دیا۔ یہاں ایک سال رہ کر حضرت علامہ داود حسین مصباحی صاحب قبلہ قاضِی ضلع مہوتری و خلیفہ حضور فخر نیپال کے زیر نگرانی گلستاں، بوستاں، اور میزان و منشعب وغیرہ کتابیں پڑھیں۔ ۲۰۰۱ء میں مولانا رحمت اللہ صاحب نے جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں جماعت ثانیہ میں داخلہ کروایا۔

جامعہ امجدیہ میں رہ کر مولویت کی تکمیل کے بعد عالمیت اور فضیلت کے لیے ۲۰۰۵ء میں ازہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور گیے اور تین سالوں تک ماہر اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۲۰۰۷ء میں عرس عزیزی کے پر بہار موقع پر سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کی دلی تمنا تھی کہ کسی سید کے ہاتھ پر شرف بیعت حاصل کروں چناں چہ ۲۰۰۰ء میں یہ موقع سعید ہاتھ آیا اور سید امین برکاتی مارہروی کے دست اقدس پر بیعت ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل ہوئے۔

نقوش خدمات: فراغت کے بعد گاوں والوں کے اصرار پر اپنے ہی محلہ میں مدرسہ غوثیہ رضویہ میں درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض انجام دینے لگے۔ تا حال یہیں سے درس و تدریس اور امامت و خطابت کے ذریعہ دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور ہر سال مکتب کے بچوں کو ابتدائی تعلیم دینے کے بعد اعلی تعلیم کے لیے کسی نہ کسی معیاری درس گاہ میں داخلہ کرواتے ہیں۔

آپ اعلی فکر کے مالک، متحرک اور تنظیمی سوچ رکھنے والے قابل عالم دین ہیں۔ چند سال قبل گاوں کے نوجوانوں کے ساتھ مل کر ایک تنظیم "انصار المسلمین" کی بنیاد ڈالی جس کے ذریعہ اب تک کئی غریب بچیوں کی شادی کے اخراجات میں حصہ لے چکے اور درجنوں نادار بچوں کی تعلیمی کفالت فرما رہے ہیں۔ ساتھ ہی "آل نیپال سنی جمعیۃ العلما" کے نائب جنرل سکریٹری کے عہدہ کو بھی سنبھال رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: درس و تدریس، امامت و خطابت اور تنظیم و تحریک کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات میں آپ ہمہ تن مصروف عمل ہیں۔ آپ ہی کی کوششوں سے بارہویں شریف کے موقع سے آپ کے گاوں ادھیان پور غوث نگر میں جلوس محمدی کا آغاز ہوا۔ مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت آپ کی تنظیم انصار المسلمین کا اولین مقصد ہے۔ غوثیہ رضویہ جامع مسجد غوث نگر ادھیان پور کی تعمیر آپ کے فروغ رضویات کی ایک اہم کڑی ہے۔ مدرسہ غوثیہ رضویہ کے مین گیٹ کا بھی نام آپ نے "باب رضا" رکھا ہے۔

باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ آپ ایک عمدہ خطیب بھی ہیں۔ متانت و سنجیدگی کے ساتھ علمی و اصلاحی تقریر فرماتے ہیں۔ اپنی تقریر و خطابت کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کی ترویج اور فروغ رضویات میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا محمد ہدایت اللہ رضوی عطاری صاحب قبلہ لوہار پٹی

تنویر حیات: مولانا محمد ہدایت اللہ رضوی عطاری ابن مولوی حبیب الرحمن ۱۲ ستمبر ۱۹۸۶ء کو جمعہ کے دن لوہار پٹی ضلع مہوتری میں ایک شریف متمول خاندان میں پیدا ہوئے۔ گاوں کے مکتب میں ناظرہ اور ابتدائی اردو فارسی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد درس نظامیہ کے لیے علاقہ کا معیاری ادارہ الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ میں داخلہ لیے اور محنت و لگن اور دلچسپی کے ساتھ درجہ خامسہ تک ماہر اساتذہ کرام سے تعلیم حاصل کیے۔ بعدہ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور آگیے اور یہیں سے اپنی باقی ماندہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۲۰۰۹ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

امیر دعوت اسلامی ابوالبلال علامہ الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ سے آپ کو شرف بیعت حاصل ہے۔

نقوش خدمات: درسیات سے آپ کو غایت درجہ دلچسپی ہے۔ بایں وجہ فراغت کے فوراً بعد اپنے مادر علمی مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور میں درس و تدریس کی خدمات انجام دینے لگے لیکن گھریلو ذمہ داریوں کی بنا پر آپ کو وہاں سے مستعفی ہونا پڑا۔ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ سے مستعفی ہونے کے بعد کسب معاش کے لیے خلیجی ملک قطر چلے گیے۔ فی الحال دیار غیر میں ذاتی مصروفیات سے وقت بچاکر دین و مذہب اور مسلک و ملت کی خدمات کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ قائد اہل سنت امین شریعت نیپال حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کے زیر سرپرستی چلنے والی متحرک و فعال تنظیم "فخر ملت فاونڈیشن" سے بھی آپ منسلک ہیں اور جان و مال سے دین و سنیت کی خدمات میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔

آپ قطب نیپال حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بہت بڑے دیوانے ہیں۔ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حاسدین و مخالفین میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ بالمشافہ یا سوشل میڈیا پر آپ سے اس موضوع پر بحث کر سکے۔ اگر کسی سے انجانے میں ایسی بھول ہو جائے تو انھیں خائب و خاسر ہونا پڑتا ہے۔ اسی لیے احباب آپ کو شمشیر زاہدی کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: اپنی تقریر و خطابت سے افکار رضا کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ رضویات کے فروغ کی خاطر آپ نے اپنے گاوں کے مکتب کا نام "مدرسہ فیضان رضا" اور اپنی دادی کے ایصال ثواب کے لیے وقف عید گاہ کا نام "رضوی عید گاہ" رکھا ہے۔ فی الحال اپنے محلہ کا نام سرکاری دفاتر میں "رضوی محلہ" رکھنے کی کوشش جاری ہے۔ یہ سب سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات سے غایت درجہ عقیدت کی دلیل اور مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات کے جذبہ صادق کا نتیجہ ہے۔

راقم عبدالرحیم ثمر مصباحی پرڑیا ضلع مہوتری

تعارف: فقیر کا نام: عبد الرحیم، قلمی نام: ثمؔر مصباحی، تعلیمی نسبت: مصباحؔی، والد ماجد کا نام: محمد امیر الدین راعین ابن محمد دل جان راعین ہے۔ ناچیز کی پیدائش ۵/جمادی الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعرات موضع پرڑیا ضلع مہوتری، نیپال میں ہوئی۔ تعلیمی سلسلہ گاؤں کے مکتب سے شروع ہوا اور مدرسہ اسلامیہ بیت العلوم خالص پور ادری مئو اور طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی ہوتے ہوئے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں ۲۰۰۹ء میں تکمیل فضیلت پر جاکر ختم ہوا۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں رہتے ہوئے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے کمپیوٹر اور اردو میں ڈپلوما کا کورس مکمل کیا۔ پھر ۲۰۱۱ء میں Shree Higher Secondary School سیتا پور بھنگہا مہوتری نیپال سے SLC پاس کیا۔

فراغت کے بعد دو سالوں تک دار العلوم نوری برکاتی نزد ریلوے اسٹیشن جنک پور نیپال میں اور تقریباً چار سالوں تک جامعہ صوت الرضا پرڑیا میں درس و تدریس کا کام کر چکا ہے۔ فی الحال فقیر مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے دیار جزائر انڈمان نیکوبار المعروف بہ کالا پانی میں حنفی دار الافتا و القضا اور مدرسہ عین الھدی کی ذمہ داریوں کو سنبھال رہا ہے۔

ناچیز تحریر و قلم سے بھی قدرے دلچسپی رکھتا ہے۔ اب تک درج ذیل کتابوں کا کام کر چکا ہے، جن میں چار مطبوعہ، دو غیر مطبوعہ اور چار زیر ترتیب ہیں:

۱. ضیاے اربعین، مطبوعہ
۲. احقاق حق و ابطال باطل، مطبوعہ، ترتیب و تخریج
۳. ہندی ترجمہ، استعانت اسلام اور سائنس کی نظر میں، مطبوعہ
۴. رضوی پریوار کا پریچے ہندی، مطبوعہ
۵. اسلام کا پریچے ہندی، ۶۰۰ صفحات غیر مطبوعہ
۶. حیات حضور فخر نیپال، زیر ترتیب
۷. مصباح المتعلمین، زیر طبع
۸. مفید الخطبا، زیر ترتیب
۹. اسلامی تاریخ میں آج کا دن، زیر ترتیب
۱۰. تذکرہ علماے اہل سنت نیپال، زیر ترتیب

گوشہ فروغ رضویات: رضویات کی ترویج و اشاعت اور فروغ میں راقم نے درج ذیل ذرائع سے حصہ لینے کی سعادت پائی ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ تقریر و خطابت: یوں تو ناچیز کی اکثر و بیشتر تقریر کا محور سرکار رضا کی ذات ستودہ صفات ہوا کرتی ہے لیکن جب سے انڈمان نیکوبار آنا ہوا ہے یہی کوشش رہتی ہے کہ کسی نہ کسی زاویہ سے سرکار اعلی حضرت کا تذکرہ ضرور کروں کیوں کہ کالا پانی کی سزا کے لیے مشہور انگریزوں کی دریافت نو آباد خطہ اَنڈمان نیکوبار پانچ سو سے زائد جزائر پر مشتمل ہندوستان کی خشکی سے تقریبا بارہ سو کیلو میٹر دور واقع ایک ایسا صوبہ ہے جہاں زیادہ تر قیدیوں کی اولادیں آباد ہیں۔ پانچ لاکھ کی کل آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریبا ایک لاکھ کی آبادی کے ساتھ ۲۰ فیصد ہے اور سلطان العلما شیخ ابوبکر مسلیار کے معتقدین کی کوششوں سے یہاں زیادہ تر اہل سنت و جماعت سے منسلک مسلمان ہیں لیکن سرکار اعلی حضرت کی ذات بابرکات سے بہت زیادہ متعارف نہیں ہیں جس کی اہم وجہ کسی بھی سنی حنفی عالم کی عدم موجودگی تھی مگر اب الحمد للہ مرکز الثقافۃ السنیہ کے زیر سرپرستی ناچیز کی کوششوں سے لوگ دھیرے دھیرے سرکار اعلی حضرت کی ذات سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اسی لیے فقیر اپنی تقریر و خطابت میں زیادہ سے زیادہ سرکار اعلی حضرت کی ذات بابرکات، اوصاف و کمالات اور خدمات پر روشنی ڈالنے اور چھوٹی بڑی محفلوں میں موضع سخن بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ عرس رضوی: سال ۲۰۱۵ء سے پہلے انڈمان کی تاریخ میں کبھی بھی عرس رضوی یا سرکار رضا

کے نام سے کسی بھی پروگرام کا انعقاد نہیں ہوا لیکن ۲۰۱۵ء میں ناچیز کی کوششوں سے عرس رضوی کے موقع سے مرکز کے زیر اہتمام مختلف جگہوں پر عرس اعلی حضرت کا انعقاد ہوا اور مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کی آخری آرام گاہ تک اعلی حضرت کے نام سے ریلی نکالی گئی۔ تب سے لے کر آج تک لوگ عرس رضوی اور ولادت رضا کے موقع سے کچھ نہ کچھ پروگرام ضرور منعقد کرتے ہیں اور الحمد للہ اس رضا صدی کو بڑے ہی دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں چل رہی ہیں۔

فروغ رضویات بذریعہ تقسیم کنزالایمان: عام طور انڈمان کے اہل سنت غیروں کا ترجمہ قرآن پڑھا کرتے تھے فقیر نے یہاں کے لوگوں کو بدعقیدوں کے ترجمہ قرآن پڑھنے کے نقصانات اور سرکار اعلی حضرت کے ترجمہ قرآن کنزالایمان کی خوبیاں بیان فرمائی اور پھر کنزالایمان ہندی اور اردو تقسیم کروائی۔ اب تک درجنوں کنزالایمان ہندی، اردو یہاں کی مسجدوں اور لوگوں کے گھروں تک پہونچ چکا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ ردو مباحثہ: ۲۰۱۵ء میں عرس رضوی منعقد ہونے کے بعد جابجا سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تذکرہ ہونے لگا، محافل میں قیام اور سلام رضا "مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام" کی صدا گونجنے لگی۔ یہ سب دیکھ بد عقیدہ مولویوں کو ناگوار گزرا کہ ہماری پچاس سالہ محنت برباد ہونے والی ہے اس لیے وہ ناچیز کو تنگ کرنے لگے لیکن سلطان العلما شیخ ابو بکر دامت برکاتہم العالیہ کے معتقدین نے قدم بقدم ساتھ نبھایا اور وہ لوگ خاموش ہوئے۔ اس بیچ ان مولویوں اور ان کے ہمنواوں سے بالمشافہ یا بذریعہ ٹیلوفون کئی مباحثے ہوئے جن میں فقیر نے سرکار حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان کرم سے دنداں شکن جواب دے کر احقاق حق اور ابطال باطل کیا۔ آج تک یہ ردو ابطال کا سلسلہ جاری ہے اور ہمہ وقت فقیر کو ان سے بحث و مباحثہ یا مذبذب قسم کے لوگوں کی افہام و تفہیم کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ تحریر و قلم: قیام جامعہ صوت الرضا پرڑیا ضلع مہوتری کے دوران ۲۰۱۲ء میں راقم نے ایک ہفت روزہ جدار یہ بنام "صوت الرضا ہندی اردو" کا اجرا کیا تھا جو مزارات اولیا روضہ شریف ضلع مہوتری پر لگایا جاتا تھا جس کی تمام تر ذمہ داریاں فقیر کے سر تھی۔ اس میں مزارات سے متعلق سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ارشادات و فرمودات اور فتاوی جات کو شائع کیا جاتا تھا لیکن کسی وجہ سے چندماہ سے زیادہ یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

۲۰۱۶ء میں انڈمان میں عرس رضوی کے موقع سے ایک پمفلٹ بنام "کون اعلی حضرت؟" ہندی اردو زبان میں مفت تقسیم ہوا جس میں سرکار اعلی حضرت کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ یہ بھی ناچیز ہی کی محنت و کوشش تھی۔

اس رضا صدی میں عرس صد سالہ کے حسین موقع سے لوگ اپنے اپنے انداز میں سرکار رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں۔ راقم اپنی ہندی کتاب "رضوی پریوار کا پریچے" کے ذریعہ سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔

* * *

باب سوم

فروغ رضویات میں ضلعی طور پہ علماے اہل سنت کی خدمات

فروغ رضویات میں علماے دھنوشا کی خدمات

مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی

محدود معلومات کے مطابق رضویات کے حوالے سے ملک نیپال کو یہ ایک انفرادیت حاصل ہے، وہ یہ کہ اسی ملک کے ایک باصلاحیت صاحب علم وقلم مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی نے مشائخ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے حالات پر مستقل پہلی کتاب تحریر کرنے کی سعادت پائی۔ نیپال کے تقریباً تمام اطراف واکناف کو کسی نہ کسی جہت سے رضا، خانوادۂ رضا، مسلک اعلیٰ حضرت اور رضویات سے تعلق ہے۔ ان میں ضلع دھنوشا کئی جہتوں سے نمایاں ہے، چناں چہ کثیر تعداد میں خانوادۂ رضا کے مریدین و معتقدین موجود ہیں اور ملک و بیرون ملک علماے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد مسلک اہل سنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت اور افکار اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ اس ضلع کا بچہ بچہ رضا کا نام لیوا ہے مسلک اعلیٰ حضرت زندہ آباد کے نعرے لگانے والا اور نعت و مناقب رضا گنگنانے والا ہے۔

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت دھنوشا کی خدمات کی بات کی جائے تو درج ذیل جہتوں سے ان کی خدمات بیان کی جا سکتی ہیں:

(۱) فروغ رضویات بذریعہ تحریر وقلم، (۲) فروغ رضویات بذریعہ شعر وسخن، (۳) فروغ رضویات بذریعہ رد و مناظرہ، (۴) اور فروغ رضویات بذریعہ فقہ وفتاوی (۵) فروغ رضویات بذریعہ مدارس و مساجد۔

فروغ رضویات بذریعہ تحریر وقلم: ملک نیپال میں علماے اہل سنت کی تحریری خدمات کا دائرہ کافی تنگ ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ نیپال میں علم کی خواہ دینی ہو یا دنیوی، بڑی کمی تھی اور جہالت کی حکومت تھی، ایسے میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مضامین و کتب تحریر کرنا سود مند کام نہ تھا؛ اسی لیے یہاں کے قدیم اور اکابر علماے اہل سنت نے تحریر و قلم کے بجاے مبلغین و دعاۃ کی جماعت پیدا کی جو بستی بستی جا کر مسلمانوں میں تبلیغ دین کیا کرتے تھے اور بے دینی کا قلع قمع کرتے تھے۔

ہاں! بعد کے دور میں جب نیپال میں علم کی طرف لوگوں کی توجہ ہوئی تو علماے اہل سنت نے بھی تحریر قلم کو اپنا ذریعۂ تبلیغ بنایا اور حسب ضرورت مضامین و کتب تحریر کر کے عوام اہل سنت تک پہنچانے کی مبارک کوشش کی۔ علماے دھنوشا نے بھی اس جانب توجہ فرمائی۔ اب ذیل میں فروغ رضویات کے حوالے سے علماے اہل سنت دھنوشا کی تحریری خدمات کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

قاضِیِ نیپال فقیہ النفس مفتی محمد عثمان رضوی:

قاضِیِ نیپال حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی کی ولادت ۱۹؍ ستمبر ۱۹۵۴ء کو شہر جنک پور کے مضافات میں واقع ایک مردم

استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

خیز قریہ مدینۃ العلما ”بیلا“ میں ایک دین دار اور علمی گھرانے میں ہوئی۔ ابتدائی اردو، عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ مظہر اسلام، بیلا اور دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی شریف میں حاصل کرنے کے بعد دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، مظفر پور میں داخل ہوئے اور متوسطات کی تکمیل کی۔ اس کے بعد دار العلوم تیغیہ ماری پور، مظفر پور میں منتہی کتابوں کا درس لیا اور ۱۹۷۳ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ یہاں آپ نے فقیہ عصر حضرت مولانا علی احمد جید القادری سے خصوصی استفادہ کیا۔ ۱۹۶۸ء میں بہار سنی صوبائی کانفرنس، سیوان میں حضور مفتیٔ اعظم ہند کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ دار العلوم تیغیہ ماری پور، مدرسہ غریب نواز کٹک اڑیسہ، مدرسہ گوپال گنج بہار، مدرسہ فیض الغرباء بھانڑسر، دار العلوم امانیہ امان الخائفین علی پٹی، مدرسہ انوار العلوم کماں، سوتیہارا، ضلع سیتامڑھی، میں فراغت سے لے کر اگست ۲۰۱۶ء تک میں خدمت تدریس سے منسلک رہے۔ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۰۸ء تک مسلسل ۲۰/ سالوں تک دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرگیا چک، سیتامڑھی میں دار الافتا کے صدر مفتی رہے۔ اور فی الحال جامعہ حنفیہ برکاتیہ میں صدر المدرسین ہونے ساتھ ادارہ شرعیہ نیپال کے مفتی و قاضی بھی ہیں۔ آپ کے قلم حق رقم سے دو کتابیں معرض وجود میں آئیں۔ (۱) آئینۂ حق نما (مطبوعہ) (۲) امامت کے مسائل (قریب الطباعت)

فروغ رضویات میں خدمات:

پچھلے تقریباً ۷ یا ۸ سالوں سے دیابنہ و وہابیہ جماعت کے مولویوں نے سعودی اور اس کے ریال کی پشت پناہی میں نیپال کے سادہ لوح سنیوں کے عقائد کو متزلزل کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ریڈیو ایف ایم کا سہارا لے کر سنیوں کے عقائد و معمولات کے خلاف بیان بازی شروع کی۔ جس کے علاج کے لیے بر وقت علمائے اہل سنت نے اقدام کیا، چناں چہ قاضیِ نیپال مفتی محمد عثمان رضوی اور آپ کی قیادت میں علمائے اہل سنت کی ایک جماعت نے ایف ایم ریڈیو کے ذریعہ ہی ان کا پرزور رد کیا، اس فتنے کو ختم کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ اور ان کے تمام اعتراضات و شبہات کو ھباً منثورا کر دیا۔ مگر اپنی مصروفیات خصوصاً افتا و قضا کی غیر معمولی مصروفیت کی بنیاد پر آپ نے ریڈیو کے ذریعہ رد و ابطال اور دعوت و تبلیغ کا کام بند کر دیا۔ البتہ آپ کے علاوہ دیگر علمائے اہل سنت اب بھی یہ اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آئینۂ حق نما: یہ کتاب محرم الحرام ۱۴۳۶ھ/ نومبر ۲۰۱۴ء کو شائع ہونے والی کتاب ”مفتیٔ اعظم نیپال گوشۂ حیات و خدمات“ کے رد میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بے بنیاد باتیں اور اپنے ممدوح کے بارے میں کچھ خلاف واقع باتیں بیان کی گئی تھیں۔ حضرت قاضیِ نیپال صاحب قبلہ نے فتاوی رضویہ اور بہار شریعت کی روشنی اس مسئلے کی وضاحت فرمائی ہے اور حقیقت کو واضح فرمایا ہے۔

امامت کے مسائل میں: یہ رسالہ فتاوی رضویہ، بہار شریعت اور فتاوی فیض الرسول وغیرہ کتب فقہ سے ماخوذ امامت کے مسائل کا ایک معلوماتی مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے سات اجزا ہیں، ان میں امامت سے متعلق احادیث و مسائل کی تعداد کچھ اس طرح ہے:

جزاول: امامت کے معانی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس میں چار احادیث اور چار مسائل ہیں۔

جزثانی: استحقاق امامت کے بارے میں ہے۔ اس میں تین احادیث اور چھبیس مسائل ہیں۔

جزثالث: صحت نماز کے بارے میں ہے۔ یہ جز انیس مسائل پر مشتمل ہے۔

جزرابع: جماعت سے متعلق مسائل کا بیان ہے۔ اس میں تین احادیث اور اکیس مسائل درج ہیں۔

جزخامس: قراءت کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں پانچ احادیث اور سترہ مسائل شامل ہیں۔

جزسادس: اس میں سجدہ سہو کے مسائل کا بیان ہے۔ اور یہ بتیس مسائل پر مشتمل ہے۔

جزسابع: متفرق مسائل درج ہیں۔ اس میں چھ مسائل نقل کیے گئے ہیں۔

مفتی محبوب رضا مصباحی:

مفتی صاحب ایک باصلاحیت عالم دین، اعلی مدرس، نکتہ رس مفتی، زود نویس مصنف اور اچھے خطیب بھی ہیں۔ مسلک اعلی حضرت کے فروغ میں بھیونڈی اور اس کے اطراف میں ان کی کوششیں نمایاں ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰/اپریل ۱۹۸۳ء کو ضلع دھنوشا کے "پرساہی" نام کی بستی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم "حنفیہ برکاتیہ" جنک پور سے حاصل کی۔ ۱۹۹۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل ہوئے۔ درجہ اولی سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی اور ۲۰۰۶ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ ۲۰۰۸ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی سے اختصاص فی الفقہ کی تکمیل کی۔ ۲۰۰۹ء میں نوری دار الافتا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی میں بحیثیت مفتی تشریف لائے اور سات سالوں تک فتاوی نویسی کرنے کے بعد اگست ۲۰۱۵ء میں مستعفی ہوئے۔ اس کے بعد الجامعۃ الرضویہ کلیان، بھیونڈی میں شیخ الحدیث اور برکاتی دار الافتا کے مفتی کے طور پر کام شروع کیا جو ہنوز جاری ہے۔ بعد مغرب تا ۱۰ بجے شب رضا دار الافتا، صمد نگر بھیونڈی میں بھی فتاوی نویسی کا کام انجام دیتے ہیں۔ قلیل عرصہ میں آپ نے ۳۳/ کتابیں تصنیف و تالیف اور ترتیب فرمائی ہیں۔

فروغ رضویات میں خدمات:

مصباح المقال فی شرح لاتشد الرحال: اس کتاب میں زیارت قبر رسول کے ارادہ سے سفر کے جواز، افضلیت قبر رسول اور زیارت کے آداب پر دلائل اور دیابنہ و وہابیہ کے اعتراضات کے مدلل جوابات موجود ہیں رضا اکیڈمی سے سات سال قبل چھپی ہے۔

علوم خمسہ اور صحاح ستہ: کل کیا ہوگا؟ کون کہاں مرے گا؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ کون کہاں مرے گا؟ بارش کب ہوگی؟ یہ تمام علوم رسول اکرم کے لیے کتب صحاح ستہ سے ثابت کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کو بھی رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا۔

یک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں: ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر ۴۰/ احادیث پیش کی گئی ہیں ساتھ ہی اہل حدیث کی مستدل احادیث کا محدثانہ جائزہ لیا گیا ہے اور عقل و نقل کے ذریعہ اہل

حدیث کے نظریات کا رد ہے۔ اسے بھی مذکورہ اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔

فتاوی رضا دار الافتا، اول: آپ ایک اچھے مفتی بھی ہیں اور اب تک کئی دارالافتا سے فتوی نویسی کی خدمات انجام دے چکے ہیں اور دے رہے ہیں۔ انھی دارالافتا میں سے ایک رضا دارالافتا، صمد نگر، بھیونڈی ہے، جہاں آپ فتوی نویسی کی ذمہ داری بخوبی ادا کر رہے ہیں۔ مذکورہ مجموعہ فتاوی اسی دارالافتا سے جاری کردہ فتاوی کا مجموعہ ہے۔ دارالافتا ہذا منتظمین نے ہی اسے طبع کروایا ہے۔

فروغ رضویات کے حوالے سے ان کے علاوہ مزید کت ہیں جو ابھی تشنۂ طباعت ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

نیپال کے آفتاب و ماہتاب: ملک نیپال میں فروغ رضویات میں اولین اور اہم کردار ادا کرنے والے چار امین شریعت یعنی امین شریعت اول زاہد ملت، امین شریعت ثانی پاسبان ملت، امین شریعت ثالث محدث اعظم نیپال اور امین شریعت رابع فخر نیپال کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ ابھی یہ غیر مطبوعہ ہے۔

تفسیر خمس لا یعلمھن الا اللہ: علوم خمسہ اور صحاح ستہ کت تعارف میں مذکور پانچ علوم کے بارے میں نازل آیت کریمہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، یہ کتاب عربی زبان میں اور ابھی زیور طباعت سے محروم ہے۔

فتاوی رضا دار الافتا دوم، مصباح البیان فی ردّ تقویۃ الایمان، علماے دیوبند کی تکفیر کیوں؟، پیشواے اہلحدیث کے عقائد و نظریات، علماے دیوبند کے متضاد نظریات وغیرہ۔

مفتی اعظم ہند ایوارڈ: آپ کی انھی خدمات اور مسلک اعلی حضرت کی اشاعت میں کاوشوں کو دیکھ کر تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور بھیونڈی کی تنظیم، فیضان رضا کمیٹی کی جانب سے مفتی اعظم ہند ایوارڈ بھی پیش کیا گیا۔ جیسا کہ سپاس نامہ میں لکھا ہے:

”آج ہم تمام علماے اہل سنت اور مسلمانان بھیونڈی انتہائی مسرور و شاداں ہیں کہ ہم سب فیضان رضا کمیٹی کی جانب سے مفتی شہر بھیونڈی کی دینی، علمی، تحقیقی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات کے اعتراف میں انھیں مفتی اعظم ہند ایوارڈ تفویض کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں... حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنی تحریر و تقریر اور درس و تبلیغ کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں۔ (سپاس نامہ)

مفتی محمد رضا مصباحی:

ایک اندازہ کے مطابق بتاریخ ۳؍ فروری ۱۹۸۴ء، ہنسپور، ضلع دھنوشہ نیپال میں پیدا ہوئے اور نشو نما آبائی مقام ”کپٹول“ ضلع دھنوشہ میں پائی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں حاصل کی۔ دار العلوم حامدیہ، جگدر بازار ضلع سیتامڑھی میں حفظ قرآن پاک کیا، ۱۹۹۸ء میں آپ کا داخلہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہوا اور ایک سال دورۂ قرآن کر کے ۱۹۹۹ء میں بدست شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دستار حفظ حاصل کی۔

متعدّد اہم مدارس اسلامیہ سے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۲۰۰۳ء میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی سے مولویت کی تکمیل کی اور ۵۔۲۰۰۴ میں جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی میں رہ کر عالمیت اور روایت حفص کی

تکمیل کی۔ ۲۰۰۶ء میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجۂ سابعہ میں داخل ہوئے اور ۲۰۰۷ء میں درجۂ فضیلت و قراءت سبعہ سے فراغت حاصل کی۔ ۲۰۰۹ء میں جامعہ اشرفیہ ہی میں درجۂ اختصاص فی الفقہ سے فراغت حاصل کی۔

اکتوبر ۲۰۰۹ء سے جولائی ۲۰۱۴ء تک ہندوستان کی معروف درس گاہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر نئی دہلی میں بحیثیت پرنسپل خدمت انجام دیں اور فتویٰ نویسی کی ذمہ داری بھی اپنے کاندھوں پر اٹھائی۔ جنوری ۲۰۱۵ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں بحیثیت استاذ تشریف لائے اور تا حال جامعہ ہذا میں ہی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں ”نیپال میں اسلام کی تاریخ“ طبع ہو کر خواص و عوام کے مابین مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔

فروغ رضویات میں خدمات:

امام احمد رضا قادری کا فقہی کمال فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم کے آئینے میں: تخصص فی الفقہ کے دوران ۲۰۰۸ء/ سے ۲۰۰۹ء میں لکھا گیا مقالہ ہے، فل اسکیپ سائز میں ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فقہی کمال کو فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم کے حوالے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ اس میں ۱۲/ عناوین کے تحت گفتگو کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکلات و مبہمات کی توضیح۔ فقہاے سلف کے کلام میں جہاں ابہام و خفا اور اشکال رہ گیا تھا اعلیٰ حضرت نے اس کی تبیین و توضیح فرمائی ہے۔ (۲) مختلف اقوال میں ترجیح، اس باب میں اس کا بیان ہے کہ کس طرح اعلیٰ حضرت نے فقہاے اسلام کے اقوال مختلفہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔ (۳) کثیر جزئیات کی فراہمی (۴) مراجع و مصادر کی کثرت (۵) تنقیح طلب مسائل کی توضیح (۶) فکر انگیز تحقیقات (۷) تخریج احادیث (۸) فقہاے متقدمین پر تطفلات (۹) مخالفین پر تعاقبات، (۱۰) غیر منصوص مسائل کے احکام کا استنباط (۱۱) علوم حدیث اور جرح و تعدیل میں مہارت (۱۲) اعلیٰ حضرت کی دنیاوی امور سے آگاہی۔ اسی جلد میں اعلیٰ حضرت کا مشہور رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم بھی شامل ہے۔

استاذ گرامی، خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتھم، ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد کمپوزنگ کے مرحلہ سے گزر چکی ہے، جلد مجلس برکات، مبارک پور سے طبع ہو کر منظر عام پر آنے والی ہے۔

امام احمد رضا قادری اور ان کا تفقہ فی الدین: ۲۰۰۸ء میں لکھا گیا تقریباً ۷/ صفحات پر مشتمل ایک معلوماتی مقالہ ہے۔۔ اپنے موضوع پر جامع ہونے کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک سائنٹفک تعارف کراتا ہے اس میں اعلیٰ حضرت کی مختصر سوانح کے ساتھ، تصنیف و تالیف، فقہی تبحر، فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق و توضیح، افضلیت سید الانبیا و افضلیت قرآن کا مسئلہ، ایک صاع پانی سے غسل اور ایک مد پانی سے وضو کا مسئلہ ان موضوعات پر گفتگو کے ذریعہ ان کے تفقہ فی الدین کو اجاگر کیا گیا ہے یہ مقالہ ۲۰۰۹ء میں کاروان رئیس القلم دہلی کے سالانہ مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی:

۲۲/ اگست ۱۹۸۸ء میں کھردہ، کولکاتا ۱۱۷ میں پیدا ہوئے۔ آبائی وطن بیلا لادو، ضلع دھنوشا ہے۔ ابتداءً

اسکول میں تعلیم پائی پھر دینی تعلیم کی طرف توجہ کی اور مدرسہ اخلاقیہ، کولکاتا اور دارالعلوم رضائے مصطفی، مٹیا برج کولکاتا سے مولویت مکمل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ میں داخل ہوئے اور درجہ اولی سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی بعدہ ۲۰۱۳ء/۱۴۳۴ھ میں درجۂ فضیلت سے فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد تین مہینے جامعۃ المدینہ، نیپال گنج میں بحیثیت مدرس، ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعۃ المدینہ فیضان حاجی پیر، مانڈوی کچھ، گجرات میں بحیثیت ناظم و مدرس اور ۲۰۱۶ء میں جامعۃ المدینہ فیضان صابر پاک، کلیر شریف میں ناظم اعلی اور مدرس کے طور پر دینی خدمات انجام دی۔ فی الحال جامعۃ المدینہ فیضان رضا، بریلی شریف کے ناظم اعلی ہیں۔ آپ ایک باصلاحیت عالم دین ہونے کے ساتھ ایک اچھے شاعر، صاحب قلم اور ایڈیٹر بھی ہیں۔ آپ کی تصنیفی خدمات آپ کی صلاحیتوں اور امام اہل سنت سے عشق و محبت اور مسلک اعلی حضرت سے قلبی لگاؤ کا خاموش مگر دائمی ثبوت ہیں۔

فروغ رضویات میں خدمات:

(۱) امام احمد رضا اور القاب نوازی: امام اہل سنت جس طرح اپنے عصر میں ایک عظیم اور قابل تسلیم و تقلید ذات تھی اسی طرح آپ کے زمانہ میں آپ کے اکابرین، معاصرین اور اصاغرین بھی اپنی مثال آپ تھے یہی وجہ ہے کہ جس طرح آپ کے اکابرین، معاصرین اور اصاغرین کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تو آپ بھی ان حضرات کو کی شایان شان القابات و خطابات سے یاد فرماتے۔ مذکورہ کتاب میں ان علمائے اہل سنت کے مختصر حالات ذکر ساتھ ہی ان القابات و خطابات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے جن کو امام اہل سنت نے کسی نہ کسی خطاب یا لقب سے یاد فرمایا، یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اور ان شاء اللہ جشن صد سالہ کے موقع پر منظر عام پر آ رہی ہے۔

(۲) حضور تاج الشریعہ: حیات و تصنیفی خدمات: یہ کتاب ان شاء اللہ تاج الشریعہ کے عرس چہلم میں عام ہو جائے گی۔ اس کتاب کے لیے آپ نے مستقل ذہن سازی کے ساتھ قلم نہیں آٹھا بلکہ تاج الشریعہ کا اسلوب تحریر کے بعد جب آپ نے تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف لکھنا شروع کیا اس وقت آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ حضور تاج الشریعہ پر ایک تعارفی تحریر تیار کر کے اور مذکورہ دونوں مقالات میں ترمیم و اضافہ کر کے ایک کتاب تیار کر لی جائے پھر کیا تھا ذہن بنا اور کتاب تیار۔ اس کتاب میں کیا ہے نام ہی سے واضح ہے مزید کچھ بیان کی حاجت نہیں۔

(۳) تفسیر میں اعلیٰ حضرت کی خدمات: یہ مضمون بھی زمانہ طالب علمی میں تحریر کیا گیا اور اس کی بھی نظر ثانی حضرت عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ نے فرمائی۔ اس مضمون میں آپ نے امام اہل سنت کی تفسیری خدمات بیان کیے ہیں۔ ابتداءً کتب اعلیٰ حضرت سے چند مثالوں کے ذریعہ فن تفسیر میں آپ کے کارناموں کا ذکر ہے پھر بعد میں اس فن میں آپ کی کتب و حواشی کا تذکرہ شامل ہے۔ بعد فراغت یہ مقالہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی ممبئی اور کرناٹک سے امام اہل سنت پر شائع نمبر میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔

(۴) فرزندان اشرفیہ اور میدان مناظرہ: ۱۰۲/ صفحات پر مشتمل یہ کتاب آپ نے اپنے سال فراغت ۲۰۱۳ء کو

دعوت نامہ کے لیے لکھی تھی۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے اور امید ہے کہ آئندہ ماخذ کے طور پر دیکھی جائے گی۔ اس میں ۱۸/ ناشرین مسلک اعلی حضرت کا مختصر تذکرہ اور ان کی مناظرانہ خدمات کا بیان ہے۔ حکیم ملت حضرت مولانا محمد اسماعیل حسینی چتروید ی کے دعائیہ کلمات، مصلح قوم و ملت حضرت مولانا عبد المبین نعمانی کی تقریظ جلیل اور فقیہ عصر مفتی آل مصطفی مصباحی کی تقدیم اس کتاب کی ثقاہت و صحت کی دلیل ہیں۔

(۵) **طہارت کے مسائل:** ۹۰/ صفحات کی یہ کتاب طہارت کے قدیم و جدید مسائل پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ زیادہ تر مسائل فتاویٰ رضویہ شریف اور بہار شریعت سے ماخوذ ہیں۔ معین ملت حضرت سید معین الدین قادری رفاعی، سجادہ نشیں خانقاہ اہل سنت، بروڈہ کی فرمائش و خواہش پر لکھی گئی تھی۔ قاضی نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی کی تقریظ کی شمولیت اس کتاب کی اہمیت کو بتاتی ہے۔ مگر اب تک یہ غیر مطبوعہ ہے۔

(۶) **حیات زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ:** یہ کتاب ملک نیپال علاقہ ترائی میں موجود ناشرین مسلک اعلی حضرت، مبلغین افکار رضا اور علم برداران مسلک اعلی حضرت علما میں سے اکثر کے استاذ گرامی عظیم دینی و علمی شخصیت حضرت مولانا زاہد حسین مجیبی معروف بہ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر ایک تحقیقی اور مستند دستاویز ہے۔ ۲۱۶ صفحات کو محیط یہ کتاب ۲۰۱۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول عوام و خواص ہو چکی ہے۔

ان کتب کے علاوہ آپ نے رضا اور متعلقین و متوسلین رضا کے متعلق کئی اہم علمی و تحقیقی مقالات و مضامین تحریر کیے جن میں بعض ہند و پاک کے معتبر رسائل و جرائد میں طبع ہو چکے ہیں جب کہ بعض ابھی غیر مطبوعہ ہیں۔ ان مضامین کی تفصیل آنے والی سطروں میں ملاحظہ کریں۔

(۱) **ترسیل فکر رضا اور الجامعۃ الاشرفیہ:** دور طالب علمی میں تنظیم پیغام اسلام کے تحت ہونے والے تحریری مقابلہ کے لیے لکھا گیا مضمون، جس کی تصحیح و نظر ثانی مصلح قوم و ملت حضرت عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ نے فرمائی۔ یہ مقالہ اب تک غیر مطبوع ہے۔

(۳) **حضرت رضا اور سرکار مجبیٰ:** یہ مقالہ بھی دوران طالب علمی ہی لکھا گیا جس میں دونوں بزرگوں کے اپنی روابط و مراسم، الفت و محبت اور امام اہل سنت کی سرکار مجبیٰ پر ہونے والی نوازشات کا ذکر ہے۔ یہ مقالہ مولانا ریحان انجم مصباحی صاحب قبلہ کی تحویل میں ہے اور اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

(۴) **خوف خدا اور امام احمد رضا:** امام اہل سنت کی پوری زندگی خشیتِ الٰہی سے معمور رہی۔ مذکورہ مقالہ میں حیات رضا کے اسی گوشے کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ماہ نامہ کنز الایمان دہلی اور ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں شائع ہوا۔

(۵) **امام احمد رضا اور تربیت اولاد:** اس مضمون میں پہلے قرآن و حدیث سے تربیت اولاد کی اہمیت، پھر ان کی روشنی میں امام اہل سنت کا رسالہ ”مشعلۃ الرشاد“ سے تربیت اولاد کے نقوش اور پھر امام اہل سنت کے انداز تربیت اولاد پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۶) **حامد رضا نائب امام احمد رضا کیوں؟:** اس مضمون میں حضور اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کے مابین مختلف جہات سے

مماثلت دکھائی گئی ہے۔ یہ مضمون رضا بک ریویو کے "حجۃ الاسلام نمبر" کے لیے لکھا گیا لیکن کسی سبب اس نمبر میں شامل نہ ہو سکا۔

(۷) استاذ زمن امام اہل سنت کی نظر میں: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالے " سہ ماہی امین شریف" کا جشن صد سالہ تحفہ بنام "استاذ زمن نمبر" کے لیے لکھا گیا۔

(۸) امین شریعت ارباب علم و دانش کی نظر میں: خانوادۂ رضا میں اپنا ایک مقام رکھنے والی شخصیت امین شریعت علامہ سبطین رضا خان قدس سرہ دنیائے اہل سنت میں بھی اپنا ایک مقام رکھتی تھی جس کا اعتراف اہل علم حضرات نے کیا انہی اعترافات پر مشتمل یہ مقالہ ہے جو سہ ماہی امین شریعت کے "امین شریعت نمبر" میں زینت نگاہ ہوا۔

(۹) صحیح البہاری ارباب علم و دانش کی نظر میں: خلیفہ امام اہل سنت ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اہم علمی و تحقیقی تصنیف "جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری" ہے۔ اسی کتاب کی علمیت و اہمیت پر علما و مفتیان کرام کے اعترافات و تاثرات اور پیغامات کو اس مقالے میں یکجا کیا گیا ہے، شہر نشاط کولکاتا میں اپنی ایک پہنچان رکھنے والا ادارہ "جامعہ عبد اللہ ابن مسعود" کے تحت ہونے والے سیمینار کے لیے لکھا گیا اور پھر "عرفان ملک العلماء" میں اشاعت پذیر بھی ہوا۔

(۱۰) تاج الشریعہ کا اسلوب تحریر: ۲۰۱۵ء میں پٹنہ سیٹی میں اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں مصروف ادارہ "الجامعۃ الرضویہ" کے تحت ہونے والے "تاج الشریعہ عالمی سیمینار" کے لیے لکھا گیا مقالہ۔ جس میں حضور تاج الشریعہ کے کتب و رسائل میں سے صرف ۷/ کتب و رسائل کی روشنی میں حضور تاج الشریعہ کا تحریری اسلوب بیان کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ حضور تاج الشریعہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہونے والی ضخیم کتاب "معارف تاج الشریعہ" میں شامل ہے۔

(۱۱) تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف: اس مضمون میں تاج الشریعہ کی تقریبا تمام تصانیف کا تذکرہ و تعارف ہے۔ مقالہ اے ۴ سائز کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے جسے ترتیب دیا جائے تو ایک مختصر رسالہ کا وجود ہو جائے۔

(۱۲) تاج الشریعہ کی تصانیف کی فہرست: سہ ماہی امین شریعت کے تحت شائع ہونے والے "تاج الشریعہ عظیم مصنف نمبر" کے لیے یہ مقالہ لکھا گیا تھا، اسی نمبر میں یہ مقالہ شائع ہو چکا ہے۔

(۱۳) سید سلیمان اشرف بہاری کے ۵/ بہاری معاصرین: اس مقالے میں امام اہل سنت کے اجل خلفا میں ایک رئیس المتکلّمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ۵/ بہاری معاصرین کی حیات کا بیان ہے۔ اس مقالے کی خاص بات یہ ہے کہ علامہ سید سلیمان اشرف بہاری خود تو خلیفہ اعلیٰ حضرت تھے ساتھ ہی ان کے جن ۵/ معاصرین کا تذکرہ اس مقالہ میں کیا گیا ہے وہ بھی امام اہل سنت کے خلفا ہی ہیں لیکن یہ مقالہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔ فخر بہار مولانا طفیل احمد مصباحی صاحب قبلہ نائب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کی فرمائش پر یہ مقالہ لکھا گیا تھا۔

راقم محمد اطہار النبی حسینی:

راقم کی ولادت بمقام کھردہ، کولکاتا-۱۱۷ ۲۲/ اگست ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ ابتداءً انگلش میڈیم اسکول میں چار کلاس تک تعلیم حاصل کی، پھر دینی تعلیم کے لیے دار القرآن مدرسہ اخلاقیہ، توپسیا، کولکاتا میں داخلہ لیا۔ یہاں اردو کے ابتدائی درجات پاس

کیا اور درس نظامیہ کا آغاز کرتے ہوئے اعدادیہ کی کتابیں پڑھیں۔ بعدہ دارالعلوم رضاے مصطفی، مٹیابرج، کولکاتا میں داخلہ لیا اور متوسطات یعنی اعدادیہ تارابعہ کی تعلیم پائی۔ ۲۰۱۷ء میں جامعہ اشرفیہ کا رخ کیا، یہاں داخلہ لیا، فضیلت تک کا سفر ختم کیا اور ۲۰۱۳ء میں عرس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تعلیمی اسناد: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور سے عالمیت: ۲۰۱۱ء-۲۰۱۲ء، فضیلت: ۲۰۱۳ء، یوپی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن سے منشی تا فاضل کی سندیں، قومی کونسل براے فروغ اردو زبان سے ۲۰۱۱ء-۲۰۱۲ء میں اردو ڈپلومہ کی سند، ۲۰۱۲ء میں کمپیوٹر ڈپلومہ کی سند، ۲۰۱۲ء میں ہی Course on Computer Concepts کی سند حاصل کی۔

بیعت و ارادت: ۲۷/ مئی ۲۰۱۶ء کو دوپہر کے وقت مفسر قرآن حضرت علامہ سید ظہور الحسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست بابرکت پر اپنا ہاتھ رکھ کر اپنے ہی گھر بیلا، جنک پور دھام، نیپال میں بیعت وارادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔

اجازت وخلافت: غالباً ۲۰۱۳ء میں خلفاے امام علم وفن کے موضوع پر مضمون تحریر کرنے کے دوران قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری صاحب نے علوم وفنون اور سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ ۲۷/ جون ۲۰۱۶ء کو چشم وچراغِ حضور محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں مدظلہ العالی نے تمام سلاسل کے ساتھ بطور خصوصی سلسلہ منوریہ کی بھی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

درس و تدریس: جامعہ اشرفیہ سے دستار فضیلت کے بعد آپ نے عملی دنیا میں قدم رکھا اور درس و تدریس کا میدان منتخب فرمایا۔ سب سے پہلے دعوت اسلامی کے تحت چلنے والے جامعۃ المدینۃ فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات میں تقرری ہوئی، یہاں دو سال نظامت و تدریس کی ذمہ داری نبھائی۔ ۲۰۱۵ء میں مادر علمی ازہر ہند جامعہ اشرفیہ سے شعبہ تربیت تدریس کے دو سالہ کورس کے لیے منتخب و مدعو ہوا۔ دو سال کے بعد ۲۰۱۷ء میں مستقل استاذ کی حیثیت سے بحالی ہوئی اور تا دم تحریر اسی ازہر ہند میں خدمت تدریس سے منسلک ہے۔

فروغ رضویات میں خدمات:

امام اہل سنت کی شان میں فقیر حسینی کی دو کتابیں ہیں جب کہ آپ اور آپ کے بعض تلامذہ و خلفا کی زندگی کے مختلف گوشے پر مشتمل کچھ مقالات ہیں۔ قارئین کرام! کتب و مقالات کی ہلکی سی جھلکیوں سے اپنے قلب و نگاہ کو روشن کیجیے۔

(۱) علم سیرت اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ: یہ رسالہ علم سیرت و شمائل نبویہ میں امام اہل سنت اعلی حضرت کی مہارت و خدمات کو بیان کرتا ہے۔ مصلح قوم و ملت مولانا عبد المبین نعمانی دام ظلہ کی تصحیح و تقریظ سے مزین ہے۔ در حقیقت یہ ”پیغام شریعت، دہلی“ کے زیر انتظام شائع ہونے والے ”مصنف اعظم نمبر“ کے لیے لکھا گیا ایک مضمون ہے جو اس قدر مفصل ہے ایک رسالہ تیار ہو گیا۔ یہ رسالہ سال رواں ہی مولانا شرافت علی قادری رضوی کے زیر اہتمام رشد الایمان فاؤنڈیشن، سمندری، پاکستان سے شائع ہو چکا ہے جب کہ فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال سے عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

(۲) امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور فقہاے سلف سے اختلاف: یہ مختصر رسالہ صاحب تصانیف کثیرہ علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیف کردہ ہے۔ جس پر راقم حسینی نے تخریج و تحشیہ کا کام کیا ہے۔ اس کی نظر ثانی اور تقریظ کا کارنامہ مفتی برطانیہ

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مصباحی دام ظلہ نے انجام دیا ہے۔ یہ رسالہ بھی سال رواں ہی مولانا شرافت علی قادری رضوی کے زیر اہتمام رشد الایمان فاؤنڈیشن، سمندری، پاکستان سے شائع ہو چکا ہے۔

ان دو رسالوں کے علاوہ راقم نے درج ذیل مضامین و مقالات لکھنے کی سعادت پائی ہے۔

(۱) امام احمد رضا اور احترام اکابر

یہ آپ کے ذوق انتخاب کا حسین شاہکار ہے گو کہ اس موضوع پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن موصوف نے سینکڑوں کتابوں میں منتشر ان شہ پاروں کو اپنے مقالے میں یکجا کر کے کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے۔ یہ مقالہ بھی اپنے عنوان پر خوب ہے، A4 سائز کے گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ عرس صد سال کے موقع پر دو ماہی رضائے مدینہ، جمشید پور کی خصوصی اشاعت میں منتظر طباعت ہے۔

(۲) خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا

کم فہم اور سطحی نظر رکھنے والے بہت سے عوام و خواص اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ سلطان الہند، عطاے رسول خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے امام اہل سنت کا رشتۂ عقیدت مضبوط دکھائی نہیں دیتا ہے اگر ایسا ہوتا تو ان کی شان میں کوئی کتاب یا منقبت ضرور لکھتے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ مولانا اظہار النبی صاحب نے زیر نظر مقالہ میں انھیں مغالطوں کا جواب دینے اور ان کے مقدس روابط کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اعلیٰ حضرت یا دیگر مصنفین کی کتابوں سے حسن عقیدت اور اظہار محبت عیاں کرنے والے جملوں کو کشید کر کے ایک لڑی میں جمع کر دیا ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر یقیناً معاندین و حاسدین کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بارگاہ غریب نواز میں متعدّد بار اعلیٰ حضرت کی حاضری کو ثابت کیا ہے۔ یہ مقالہ A4 سائز میں ۵ر صفحات پر مشتمل ہے۔ کئی رسائل میں چھپ چکا ہے لیکن سب سے پہلے الجامعۃ الرضویۃ، مغل پورہ، پٹنہ سے نکلنے والے ماہنامہ نور مصطفیٰ میں طبع ہوا۔

(۳) فکر رضا کی ترسیل میں الجامعۃ الاشرفیہ کا کردار:

آپ نے اس مقالے کو زمانہ طالب علمی میں لکھا اور مصلح قوم و ملت نعمانی صاحب سے تصحیح بھی کرائی تھی۔ اس مقالے میں مختصر حالات رضا، فکر رضا کا معنی و مفہوم، عصر حاضر میں فکر رضا کی اہمیت و معنویت اور فکر رضا کی اشاعت میں فرزندان اشرفیہ کی تحریری، تعمیری، اور تنظیمی خدمات کو بیان کیا گیا ہے۔ فل اسکیپ میں ۱۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) (برادر اعلیٰ حضرت) استاذ زمن علامہ حسن اور اصلاح مفاسد ندوہ، (۶ر صفحات اے فار سائز، منتظر اشاعت استاذ زمن نمبر زیر اہتمام سہ ماہی امین شریعت) (۵) (تلمیذ اعلیٰ حضرت) ملک العلما کی تصنیفی خدمات، (۱۶ر صفحات A4 سائز، سالنامہ ضیاے مصطفیٰ، کولکاتا ۲۰۱۷-۱۸ کے خصوصی شمارہ ”عرفان ملک العلما“ میں مطبوع۔ (۶) (وکیل اعلیٰ حضرت) صدر الافاضل ایک عظیم مصنف و مفکر، (۱۰ر صفحات فل اسکیپ، غیر مطبوعہ) (۷) (محبوب اعلیٰ حضرت) سرکار مجی کی کتاب ” دیور بھاوج“ ایک مطالعہ، (۵ر صفحات فل اسکیپ، غیر مطبوعہ) (۸) (نبیرۂ اعلیٰ حضرت) تاج الشریعہ کے خلفا، (۱۲ر صفحات A4 سائز، مطبوعہ تاج الشریعہ نمبر، مغل پورہ، پٹنہ) (۹) تاج الشریعہ کے اساتذہ، (۸ر صفحات A4 سائز،

مطبوعہ جہان تاج الشریعہ زیر اہتمام امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف) **(۱۰) ملفوظات تاج الشریعہ ایک مطالعہ،** (۸/ صفحات A4 سائز، مطبوعہ تاج الشریعہ نمبر زیر اہتمام سہ ماہی امین شریعت، بریلی شریف)۔

فروغ رضویات بذریعہ شعر و سخن: اپنے قلبی واردات اور مافی الضمیر کی ادائیگی کا ایک بہت ہی دلچسپ ذریعہ شعر و سخن ہے۔ نظم و شعر میں ایک عجب چاشنی، شیرینی ہوتی ہے، تخیل کی بلندی اور تشبیہ و استعارات کے حسین پیرائے میں اپنی اندرونی کیفیت کا ظہار ہوتا ہے نیز نثر کے مقالے میں نظم زود آفریں ہوا کرتی ہے۔ علماے دھنوشا نے جہاں نثر کے ذریعہ فروغ رضویات میں اپنا کردار پیش کیا وہیں شعر و سخن کے ذریعہ بھی فروغ رضویات میں اپنا حصہ شامل کیا۔ چناں چہ رضا اور احباب رضا کی شان میں منقبت کے گلدستے پیش کیے، زمین رضا پر نظم و اشعار کی فصلیں اگائیں اور نعت و مناقب کی دنیا میں طرز رضا کی پیروی کی، کلام رضا پر تضمینات لکھیں اور شان رضا، فکر رضا، عشق رضا اور مشن رضا کی شمع روشن کی۔ جن اصناف شعر و سخن کے توسط سے علماے دھنوشا نے فروغ رضویات کی کوشش کی، ان کے کچھ نمونے آپ کے ذوق کی نذر کیے جا رہے ہیں۔

شان رضا میں منقبت: اولیاے کرام اور بزرگان دین کے احوال و آثار افکار و کردار اور تعریف و توصیف کو بصورت نظم و شعر بیان کرنے کا نام منقبت ہے فقیر راقم کی معلومات کی حد تک علماے دھنوشا میں حکیم ملت حضرت مولانا محمد اسماعیل حسینی چترویدی، مفتی محبوب رضا مصباحی، مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی صاحبان ہیں، جنھوں نے شاعری کی زبان میں احوال و افکار رضا سے عوام اہل سنت کو روشناس کرانے کی کوشش فرمائی۔ مذکور بالا علماے کرام کی لکھی منقبتیں ذیل میں بالترتیب ملاحظہ فرمائیں:

حکیم ملت حضرت مولانا اسماعیل حسینی چترویدی:

آپ کی ولادت ۴/ اپریل ۱۹۵۳ء کو مدینۃ العلما "بیلا" جنک پور میں ہوئی۔ مقامی مدرسہ "مدرسہ مظہر اسلام" سے تعلیمی سفر کا آغاز کیا جو جامعہ فاروقیہ عربیہ، بنارس پر اختتام پذیر ہوا۔ مفسر قرآن حضرت سید شاہ ظہور الحسین صاحب قبلہ سے دولت بیعت پائی اور مختلف پیران عظام سے سلسلہ قادریہ محمدیہ، قادریہ واعظیہ، مجددیہ آبادانیہ تیغیہ، چشتیہ ابو العلائیہ، چشتیہ مداریہ، اور سہروردیہ میں سند و دستار خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ ایک اچھے مصنف و شاعر بھی ہیں۔ اپنا تخلص "آسی" رکھتے ہیں۔

اب شان امام احمد رضا میں حضرت آسی نیپالی صاحب کی پیش کردہ چند منقبتوں کے کچھ اشعار سے شاد کام ہوا جائے۔

اہل دل اہل سنن کی جان ہیں احمد رضا   حضرت غوث الوری کی شان ہیں احمد رضا
نعت گوئی کا صلہ آقا نے ان کو دے دیا   شعرا بولے ہند کا حسان ہیں احمد رضا
کون ہے دشمن نبی کا کون ان کا شیدا ہے   حق و باطل کے لیے میزان ہیں احمد رضا
کوئی مانے یا نہ مانے آسی تو یہ مان لے   سنی اور حنفی کی اک پہچان ہیں احمد رضا

عالم بھی ہے حافظ اور مفتی اک ایسا نام رضا کا ہے
جسے پڑھتے ہی مستی چھا جائے لاریب کلام رضا کا ہے
پھرتے ہیں گلی چوراہے پر ایمان و عمل کے سوداگر
تم سودا کبھی بھی مت کرنا حقانی پیام رضا کا ہے
باطل کو رضا نے ٹھکرایا حق والوں کا پرچم لہرایا
و اللہ پکارے حق چڑھ کر یہ دیکھو کام رضا کا ہے
جو عشق رضا میں جیتے ہیں اے آسی قیامت میں ان کو
بولیں گے فرشتے آپس میں وہ دیکھو غلام رضا کا ہے

فخر بھیونڈی مفتی محبوب رضا مصباحی: آپ شاعری میں اپنا تخلص قمر رکھتے ہیں

میری فکر و فہم سے ماسوا احمد رضا تم ہو
رسول پاک کا اک معجزہ احمد رضا تم ہو
رہِ شیطاں وہابی دیوبندی کو مبارک ہو
ہم اہل حق ہمارا پیشوا احمد رضا تم ہو
تمھارے علم و فن کا بج رہا ہے ہر طرف ڈنکا
فنا کے بعد بھی اک رہنما احمد رضا تم ہو
کلام رب اگر اردو میں ہے تو کنزالایماں ہے
لکھے جو صاف ستھرا ترجمہ احمد رضا تم ہو
مجدد دین و ملت کا امام عشق و محبت کا
یقیناً عاشق خیرالوری احمد رضا تم ہو
قمر حاضر در دولت پہ ہے آس عطا لے کر
علوم و معرفت کے بادشاہ احمدر ضا تم ہو

مزید ایک منقبت میں شان امام اہل سنت یوں بیان کرتے ہیں:

تو نقیب مصطفیٰ ہے اے امام احمد رضا
اہل حق کا مقتدا ہے اے امام احمد رضا
حشر تک جلتا رہے گا عشق احمد کا چراغ
تو نے جو روشن کیا ہے اے امام احمد رضا
سارے علم و فن کی راہوں پر ہے تیری رہبری
تو مکمل رہنما ہے اے امام احمد رضا
تیری ہیبت سے سسکتی نجدیت ہے آج بھی
مردہ باطل ہو چکا ہے اے امام احمد رضا
نعمت عشق رسالت مل گئی تیرے طفیل
عاشقوں کا پیشوا ہے اے امام احمد رضا
واصف بطحا کی صف میں ہو گیا شامل قمر
تیری مدحت کا صلہ ہے اے امام احمد رضا

ایڈیٹر سہ ماہی سنی پیغام مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی: شعر شاعری کے لیے آپ بیک وقت دو تخلص اپنے کلام میں لکھتے ہیں۔ آپ کی منقبتوں کے چند نمونے حاضر ہیں:

میرے احمد رضا میرے احمد رضا
اہل دل کی صدا میرے احمد رضا
دین و دنیا میں اہل سنن کے لیے
تو ہے رب کی عطا میرے احمد رضا

عشق احمد میں جینا بھی مرنا ترا   عاشق با وفا میرے احمد رضا
فقہ و افتا میں تو ثانیِ بو حنیف   اور ان کی ضیا میرے احمد رضا
تیغ براں تھے اعدائے دیں کے لیے   عاشقوں پر فدا میرے احمد رضا
علم کا ہے رواں بحر تحریر میں   خامہ تیرا چلا میرے احمد رضا
اعلی حضرت ہے حق کی نشاں   سب کی تر ہے زباں میرے احمد رضا
رکھ حسینیؔ کے سر پر کرم کی ردا   کر مجھے بھی عطاؔ میرے احمد رضا

طرز رضا کی پیری: طرز رضا کی پیروی کا مطلب یہ ہے کہ امام اہل سنت نے جس زمین پر حمد الٰہی عزوجل یا نعت نبی ﷺ کے گلاب اگائے، اسی زمین پر حمد الٰہی عزوجل یا نعت نبی ﷺ کی آبیاری کی جائے یا اس کلام کے کسی ایک شعر یا مصرعے کی خوشبو سے اپنے ذہن و فکر کو معطر کر کے مستقل ایک نظم پیش کیا جائے۔

اس جہت سے بھی علمائے اہل سنت دھنوشا نے بڑا اچھا اور خوش گوار کام کیا اور بڑی عمدہ نعتیں لکھیں۔ بطور مثال ایسے چند کلام کے کچھ اشعار قارئین کی ضیافت ذوق کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ چناں چہ حکیم ملت حضرت آسی نیپالی صاحب قبلہ ،امام اہل سنت کے مشہور و معروف کلام ” واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا“ کی طرز پر لکھتے ہیں:

ذرے ذرے میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا   جب سے دیکھا ہے نگاہوں نے سراپا تیرا
تیرے دربار کا دستور نرالا دیکھا   زندگی بھیک میں دے دیتا ہے منگتا تیرا
دیکھ کے چاند بھی بادل میں منھ چھپاتا ہے   چاند سے زیادہ حسین ہے رخ زیبا تیرا
یا خدا روضۂ اطہر کے اجالوں کی قسم   خلد سے بڑھ کے نظر آتا ہے روضہ تیرا
جن و انسان فرشتے بھی ترا گن گائیں   فرش تا عرش بریں ہوتا ہے چرچا تیرا
نور سے نور ملا اسری کی شب کہنے لگا   یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
دیدۂ حق کے لیے حضرت جبریل امیں   اپنی پلکوں سے لگا رکھا ہے تلوہ تیرا
سب رہیں پیش خدا آسی بروز محشر   میں فقط دیکھا کروں حشر میں چہرہ تیرا

ایڈیٹر سہ ماہی سنی پیغام مولانا حسینی مصباحی ابو العلائی زبان زد عام کلام ” چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے“ کی طرز کی پیروی میں رقم طراز ہیں:

نبیوں میں اعلیٰ شرف پانے والے   حبیبِ خدا کا لقب پانے والے
علامت ہے ایماں کی تیری محبت   رہیں ہم سدا اس سے سج جانے والے
قیامت کی سختی میں امت کو اپنی   خدا کے یہاں ہیں وہ بخشانے والے
چلیں پُل پہ کیسے ہم اپنے قدم سے   کہیں ہم نہ ہوجائیں کٹ جانے والے
چلو! نہ ڈرو اے مسلمانو! پُل سے   کہ ہیں ”رب سلم“وہ فرمانے والے
حسینؔی کو در پر بُلا لیجے آقا   عطاؔ کر مجھے بھی عطا کرنے والے

”سب سے اعلیٰ واولا ہمارا نبی“ کی زمین پر اس طرح کلام لکھتے ہیں:

سب سے افضل و اعلیٰ ہمارا نبی   سب میں بہتر و بالا ہمارا نبی
جن کے صدقے ملے دین و ایماں جہاں   ہے بڑی شان والا ہمارا نبی
جس مکاں کا ہوا ہے نہ کوئی مکیں   ہیں مکیں اس مکاں کا ہمارا نبی
شمس لوٹا دیے چاند ٹکڑے کیے   قوت و زور والا ہمارا نبی
اذھبوا ، انبیاء کی ہمیں فکر کیوں   جب ہمارا سہارا ہمارا نبی
ہم گنہگار کا اور سیہ کار کا   تیری رحمت سہارا ہمارا نبی
ہو عطاؔ اس حسینؔی کو تجھ سے سند   ”ہے ہمارا ہمارا“ہمارا نبی !

طرز رضا کی پیروی کا یہ انداز بھی ملاحظہ فرمائیں:

رہ گزر خار ہے کیا ہونا ہے   پاؤں بیکار ہے کیا ہونا ہے
کر لے کچھ کام یہاں ورنہ   کل نہیں کار ہے کیا ہونا ہے
جب شب و روز گناہوں کی   تیز رفتار ہے کیا ہونا ہے
بچتے انگارے سے ہم ہیں ، وہاں   آگ بھرمار ہے کیا ہونا ہے
دور ہے اپنا سفر پھر بھی مگر   توشہ نہ یار ہے کیا ہونا ہے
نفس وشیطاں کا ہم پر حملہ   سلسلہ وار ہے کیا ہونا ہے
حشر میں نگہِ کرم کرنے کو   آقا تیار ہے کیا ہونا ہے
بخشوانے کے لیے امت کو   میرے سرکار ہے کیا ہونا ہے

کر لے اس کی تَو تُو توبہ کو قبول یہ شرم سار ہے کیا ہونا ہے
چل گزر پُل سے تُو خوف نہ کر "سلّم" گفتار ہے کیا ہونا ہے
ڈر حسینیؔ نہ تُو ، بخشش کی عطاؔ دیتے سرکار ہے کیا ہونا ہے

کلام رضا پر تضمین نگاری: کسی دوسرے شاعر کے کلام کو اپنے کلام میں پرونے کو تضمین کہتے ہیں۔ یہ ایک مشکل اور دشوار فن ہے۔ اور جب کلام امام احمد رضا خان جیسے فکری وفنی اعلی ترین ذوق وشوق، ندرت تخیل، مضمون آفرینی، اعلی زبان وبیان، بے مثال انتخاب الفاظ وتراکیب کی صفات کے مسند نشیں شاعر کا کلام ہو تو پھر اس پر تضمین نگاری اور بھی تھوڑی دشوار ہو جاتی ہے۔

حضرت مولانا حسن قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے " معراج حضور ۱۳۲۸ھ" کے نام سے قصیدہ معراج کی تضمین لکھ کر حیات رضا ہی میں آپ کے کلام پر تضمین نگاری کا آغاز کر دیا تھا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ علمائے دھنوشا میں صرف حکیم ملت مولانا اسماعیل حسینی آسی چترویدی صاحب نے کلام رضا پر تضمین نگاری کی ہے۔ اور بڑی کامیاب تضمین نگاری کی ہے جسے پڑھنے کے بعد آپ کی شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اب ذیل میں آپ بھی حضرت آسی کی تضمین نگاری کا لطف اٹھائیے۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلم داں گیا
زندگی ہم کو ملی ہے تمھارے صدقے
مرتے دم تک نہیں ٹوٹے یہ وفا کے رشتے
عشق میں تیرے سدا آنکھ سے آنسو نکلے
آہ وہ آنکھ کہ ناکام تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو تیرے در سے پر ارمان گیا
تیرے دربار میں اس دل کو جھکایا ہم نے
دل میں نسبت کے چراغوں کو جلایا ہم نے
تیری فرقت میں سدا اشک بہایا ہم نے
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا
نیکی کا بدلہ تم روز جزا پاؤگے
میرے آقا کی محبت میں جو مر جاؤ گے

سوچ لو رب کو کیا حشر میں منہ دکھاؤ گے
انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
میرے رب ہی بڑھائی ہے تمھاری عظمت
سب سے اونچا ہے سبھی نبیوں میں شان وشوکت
ہے فدا تم پہ میرے رب کی بنائی قدرت
اور تم پہ میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
ہم جلائیں گے در آقا پہ اشکوں کے دیے
جی رہے ہیں اس امید سے افلاک تلے
آسی جائیں گے عقیدت کے ہم گل دان لیے
جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

فروغ رضویات بذریعہ ردو مناظرہ: احقاق حق و ابطال باطل کا اہم ذریعہ ردو مناظرہ ہے۔ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنی پوری زندگی ابطال باطل اور رد فرق باطلہ خصوصا رد دیابنہ و وہابیہ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ باطل فرقوں کے رد میں آپ نے کثیر تصانیف تحریر فرمائیں اور چوں کہ آپ کو تحریر و تصنیف سے فرصت نہ تھی؛ اس لیے ان سے مناظرے کے لیے اپنے شاگرد و خلفا کو بھیجا، جنھوں نے اہل سنت و جماعت کا پرچم بلند کیا اور باطل کے مقابلے میں فتح و ظفر سے ہم کنار ہوئے۔

اعلی حضرت کے اس عظیم مشن کو جاری رکھتے ہوئے ضلع دھنوشا کے علما نے باطل فرقوں سے مناظرے کیے، رحمت خداوندی سے حق کا بول بالا اور باطل کا منھ کالا ہوا، مسلک اعلی حضرت کا پرچم بلند کیا اور افکار رضا کی دھوم مچائی۔ جن علماے کرام نے ردو مناظرے کے ذریعہ مشن اعلی حضرت کو فروغ دیا، ان کا مختصر تذکرہ اور مناظرے کی مختصرہ معلومات درج کی جاتی ہیں۔

پاسبان ملت حضرت مولانا یوسف قادری رضوی:

۱۲/ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بروز پیر بوقت ۳/ بجے ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی ”محمد یوسف“ رکھا گیا اور آپ کے کارناموں کے پیش نظر علماے نیپال نے آپ کو ”پاسبان ملت“ کے لقب سے یاد کیا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں ہی حاصل کی پھر بارگاہ زاہد ملت دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی میں حاضر ہوئے اور متوسطات کی تعلیم حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۵۵ھ میں مرکز اہل سنت بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ ”مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی“ کا رخ کیا جو تعلیمی اعتبار سے اپنی ایک شان اور پہچان رکھتا تھا۔ یہاں آپ علیہ الرحمۃ تقریباً ۶/

سال تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ ہوتے رہے۔ اس دوران حضور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالفضل سردار احمد علیہ الرحمۃ سے سبقاً سبقاً صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔ حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس چہلم کے موقع سعید پر ۲۹؍ جمادی الآخرہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۶؍ مئی ۱۹۴۲ء بروز یکشنبہ بوقت ۵؍ بجے حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے پاسبان ملت کی جماعت کو بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھا کر ختم بخاری کی تقریب فرمائی اور شرف تلمذ سے بھی نوازا۔ اور دستار فضیلت بھی حاصل ہوئی۔

آپ نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ احقاق حق وابطال باطل میں گزارا اور قطب نیپال حضرت زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں پورے ملک نیپال علاقہ ترائی اسلام کی تبلیغ واشاعت، رد و مناظرہ کا فریضہ انجام دیا۔ آج علاقہ ترائی میں اسلام وسنیت اور مسلک حق اہل سنت وجماعت مسلک اعلی حضرت کی جو بہاریں نظر آرہی ہیں، وہ انھیں شخصیتوں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہابیہ ودیابنہ سے کئی مناظرے بھی کیے۔ آپ نے کہاں کہاں، کس کس سے اور کس کس موضوع پر مناظرے کیے اس کی مکمل روداد کہیں موجود نہیں۔ البتہ اختصاراً اتنا معلوم ہوسکا۔

(۱) مناظرہ مانا پٹی دیودھا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع: قرأت خلف الامام
نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

(۲) مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب
نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان دو مناظروں کے علاوہ آپ علیہ الرحمۃ نے تقلید شخصی، آمین بالجہر، قرأت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر مناظروں میں بھی شرکت فرمائی۔

حضرت مفتی عثمان برکاتی:

آپ کی ولادت ۱۹۶۰ء میں ضلع دھنوشہ کی بستی "کپٹول" میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ

ادارے اور نیپال کے دیگر مدارس میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۸۵ء میں جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۸۸ء میں سند و دستار فضیلت و قراءت سبعہ حاصل کی۔

بعد فراغت دار العلوم گلشن مدینہ، اٹھروا، دار العلوم نوری، اندور، مدرسہ نظامیہ برکات العلوم، جۓ نگر، دار العلوم غریب نواز، راج بیراج، دار العلوم نوری برکاتی، جنک ہور، دار العلوم فدائیہ سمرقندیہ، دربھنگہ میں تدریسی فرائض کی انجادہی میں مصروف رہے۔ مؤخر الذکر مدرسے میں دار الافتا کی خدمت بھی انجام دی۔ اور اب ۱۵/ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۹ھ میں اپنا ادارہ بنام دار العلوم فیضان مدینہ قائم کیا اور تادم تحریر اسی دار العلوم میں نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

فروغ رضویات: تقریبا ۵ سالوں سے سلفی جماعت کے مولویوں نے نیپال کے بھولے بھالے سنیوں کے عقائد کو سعودی ریال کے دم خم پر متزلزل کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ ریڈیو ایف ایم کا سہارا لے کر سنیوں کے عقائد و معمولات کے خلاف بیان بازی شروع کی۔ جس کے جواب میں بروقت علماے اہل سنت بیدار ہوئے اور آپ نے بھی ریڈیو کے ذریعہ ان کا تعاقب کیا اور ان کے تمام اعتراضات و شبہات کو تار عنکبوت کی طرح بکھیر دیا۔

تقریبا چار سالوں سے مفتی صاحب کی نشری تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ ہفتہ میں ایک یا دو بار ضرور ان کا بیان ہوتا ہے۔ مختلف آپ بھی ملک نیپال کے ان علماے اہل ست سے ہیں جنھوں نے تقریر، تحریر، تبلیغ، افتا اور مناظرہ سے دین اسلام کے فروغ کا کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے اب تک جو مناظرے کیے یا جن مناظرے کے لیے تشریف لے گئے ان کی تفصیل یہ ہے:

مناظرہ ناتھ پٹی بربھورا، دھنوشہ، نیپال: تقریبا ۱۹۹۱ء میں یہ مناظرہ ہوا جس میں

اہل سنت کے مناظر: مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی

اہل سنت کے معاون: (۱) منظور العلماء مولانا منظور احمد صاحب لہرنیا (ضلع مدھوبنی بہار)

(۲) اور حضرت مولانا امین الدین صاحب قبلہ

وہابی کے مناظر: مولوی محمد عبد الخالق جو اس وقت پورے علاقے میں ان کا بڑا عالم تھا۔

وہابی کے معاون: (۱) مولوی عبد القیوم (ٹھلا نیپال)

(۲) عبد السلام یا عبد السبحان (دیودھا ضلع مدھوبنی بہار)

عنوان مناظرہ:۔ (۱) حیواۃ النبی (نبی زندہ ہیں یا مردہ)

(۲) تکفیر وہابیہ (وہابی کافر ہیں)

وقت مناظرہ: تقریبا چار پانچ گھنٹہ

انجام مناظرہ:۔ اہل سنت و جماعت کی فتح مبین۔

شرکائے مناظرہ: علاقے کے اکثر و بیشتر سنی اور وہابی علما۔

مناظرہ لدنیہ: تقریبا ۲۰۰۱ء مناظرہ ہوا جس میں

اہل سنت کے مناظر: مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی۔

اہل سنت کے معاون: ۔(۱) مفتی رحمت اللہ (لوکہا بہار)

(۲) مفتی مختار احمد صاحب (قضیاہی ضلع مدھوبنی بہار)(حال مقیم دارا پٹی)

وہابی کے مناظر: ۔طاہر گیاوی۔

وہابی کے معاون: ۔اسی علاقے کے دو۲ بڑے عالم جنکا نام معلوم نہیں۔

عنوان مناظرہ: ۔(۱) علم غیب مصطفی (۲) الاستمداد بغیراللہ۔

(نوٹ) مگر وہابی کے مناظر طاہر گیا کے نہ آنے کی وجہ سے وہ لوگ رو برو ہوکر بھی مناظرہ نہ کر سکے۔ اور تھانہ والوں کی مدد سے مناظرہ رکوئے۔ تو سنی حضرات رات میں وہیں چھبکی گاؤں میں فتح کا جشن منائے۔

مفتی محبوب رضا مصباحی:

ملک نیپال کے جن علمانے کثیر جہتوں سے مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں اہم حصہ شامل کیا ہے، ان میں ایک نام فخر بھیونڈی حضرت مفتی محمد محبوب رضا مصباحیکا بھی ہے۔ آپ نے تحریر و تصنیف اور تقریر و خطابت کے ساتھ ردو مناظرہ ذریعہ بھی باب رضویات میں اہم کارنامے پیش کیے ہیں، آپ نے جن مناظروں میں شرکت فرمائی اور باطل کے خلاف اہل سنت کی نمائندگی کی، ان کی مختصر ترین روداد یوں ہے:

پہلا مناظرہ: علم غیب کے موضوع پر بھیونڈی میں اہل حدیث مولوی سے یہ مناظرہ ہال میں ہوا۔ اہل حدیث مولوی عبدالرشید سلفی سامنے تھا۔ یہ فیصلہ کن ثابت ہوا اہل حدیث نے حضور کو مطلع علی غیب مانا عالم غیب نہیں۔

دوسرا مناظرہ: ارجولی تعلقہ بھیونڈی میں تعویذ کے موضوع پر ہوا اہل حدیث مولوی عبیدالرحمان مدنی سامنے تھا۔

تیسرا مناظرہ: ہبلی کرناٹک میں عید میلاد پر صرف شرائط طے کرتے وقت ہی اہل حدیث نے شکست تسلیم کرکے تحریر دے دی۔

چوتھا مناظرہ: صمد نگر میں۔ مگر شرائط طے کرتے وقت اہل حدیث مولوی نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور تحریر لکھ کر دی۔

فروغ رضویات بذریعہ افتا و قضا: عوام اہل سنت کے ذہنوں میں رضویات اور مسلک اعلی حضرت کی تعلیمات جاگزیں کرنے کا ایک راستہ فقہ و فتاوی نویسی ہے۔ اس لیے کہ عوام اپنی شرعی رہنمائی کے لیے علماے کرام و مفتیان عظام سے وقتا فوقتا رجوع کرتی ہے اور اپنی اصلاح بھی کرتی ہے۔ ایسے میں جو فتاوی اور شرعی احکام بیان کیے جائیں تو اس فتاوی رضویہ کی روشنی میں بیان کیے جائیں جس میں فقہ حنفی کے مطابق بیشتر قدیم و جدید مسائل نہایت ہی محقق و مدلل پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں تو اس سے بھی امام اہل سنت فاضل بریلوی کا تعارف گھر گھر پہنچے گا۔

فقیر کے چند سالوں کا یہ مشاہدہ ہے کہ فتاوی رضویہ کی اشاعت کے بعد جہاں کہیں بھی اہل سنت و جماعت کے دارالافتا اور دارالقضا قائم کیے گئے سبھی میں اس بات کا التزام کیا گیا کہ فتاوی رضویہ کی روشنی میں فتاوے تحریر کیے جائیں اور فیصلے کیے

جائیں۔ ضلع دھنوشا میں بھی جتنے دارالافتا اور دار القضا ہیں سب میں فتاوی رضویہ اور بہار شریعت کی روشنی میں خصوصا اور دیگر کتب فقہ سے عموما استفادہ کیا جاتا ہے اور فتاوی وفیصلے تحریر کیے جاتے ہیں۔ دھنوشا کے جن مفتیان کرام کے افکار رضا کو اجالتے فتاوی راقم کو موصول ہوئے، ان میں سے ہر مفتی کے چند فتاوی مع استفتا آپ کے مطالعے کی میز پر حاضر کیے جاتے ہیں۔

قاضی نیپال مفتی عثمان رضوی: (۱) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور داڑھی ایک مشت سے کم رکھتے ہیں اور سینے کا بٹن بھی کھول کر رکھتے ہیں نماز کی حالت میں، اس کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟... مدلل ومفصّل جواب عنایت کریں۔

الجواب بعون الملک الوہاب: صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سوال سائل داڑھی منڈانا اور ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے جیساکہ در مختار مع شامی، ج:۵، ص:۲۶۱ میں ہے:" يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ " یعنی مرد کو اپنی داڑھی کاٹنا حرام ہے۔ اور فتح القدیر، ج:۲، ص:۲۷، در مختار مع شامی، ج:۲، ص:۱۱۶، رد المحتار، ج:۲، ص:۱۱۷، بحر الرائق، ص:۲۸۰ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۴۱۱ میں ہے، واللفظ للطحاوی" **والأخذ من اللحية وهو دون ذلك (أي بقدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم** " یعنی داڑھی جب کہ ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخ کرتے ہیں، کسی کے نزدیک جائز نہیں اور کل داڑھی کا صفایا کرنا یہ کام تو ہندوستان کے یہودیوں اور ایران کے مجوسیوں کا ہے۔ اور حضور سیدی اعلی حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۳۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں: داڑھی کتروانا اور منڈانا حرام ہے۔ (ملخصا فتاوی غوثیہ، ص:۳۵۲، ۳۵۳)

(۲) کیا فرماتے ہیں علماے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) غیر مسلموں کے تہوار کو اپنانا، پرستش کرنا، لڈو دے کر چڑھاؤ دینا ایسے لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور جان بوجھ کر ایسے لوگوں سے سلام ومصافحہ کرنا کیسا ہے اور کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوہاب: العیاذ باللہ صد بار العیاذ باللہ! یہ تمام افعال بد تر ہیں کہ از وبال کفر، کفر بد ترین کفر ہیں، یہ نہ پوچھیے کہ وہ کیسا ہے، جب شریعت مطہرہ کے نزدیک ان افعال کفریہ وشنیعہ کو پسند کی نگاہ سے دیکھنا مدح وستائش وتعظیم واحترام کرنا کفر ہے تو اس کی پرستش اور اس پر لڈو چڑھانا بد ترین کفر ہے۔ جیساکہ سیدی وسندی اعلی حضرت عظیم البرکت قاطع شرک و بدعت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاوی رضویہ، ج:۶، ص:۱۲۲ پر غمز العیون کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ. واللہ تعالیٰ اعلم. جس نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا قرار دیا اسکی تکفیر پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اور اسی کتاب کے ص:۱۴۹ پر الاشباہ والنظائر کے حوالے سے ہے: وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون یکفر یعنی اگر مشرکین کی طرح ان کی تعظیم بھی کرے گا تو کفر ہوگا۔ اور ص:۱۵۳ پر غمز العیون ہی کے حوالے سے فرماتے ہیں: اتفق مشائخنا من رأی امر الکفار

حسنا فقد کفر یعنی ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعائر کو پسند کرنے والا کافر ہے۔ اس بنا پر وہ تمام لوگ جو ان افعال شنیعہ قبیحہ کفریہ کے مرتکب ہیں سخت گنہ گار ہیں، مستحق قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہوئے۔ (نعوذ باللہ) ان پر تجدید ایمان، اگر شادی شدہ ہوں تو تجدید نکاح اور اگر کسی پیر سے مرید ہوں تو تجدید بیعت لازم و ضروری ہے بلکہ جو لوگ ان ساری چیزوں کا علم رکھتے ہوئے ان کے ساتھ کھانے پینے اور سلام و کلام روا رکھتے ہوں تو ان پر بھی تجدید ایمان، تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم و ضروری ہے۔ (ملخصا فتاوی غوثیہ، ص: ۴۰، ۴۲)

مفتی محمود عالم مصباحی:

آپ کی ولادت ۹/ مارچ ۱۹۷۷ء میں ہوئی ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں ہوئی، پھر مدرسہ مظہر العلوم، کٹیا، دار العلوم سرکار آسی، سکندپور، بلیا، جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں اپنی علمی تشنگی بجھاتے ہوئے جامعہ امجدیہ سے عالمیت اور جامعہ اشرفیہ سے فضیلت کی تکمیل فرمائی اور یکم جمادی الآخرۃ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۹۹۶ء میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔ اس کے بعد مؤخر الذکر ادارے سے اختصاص فی الفقہ کا کورس مکمل فرمایا اور ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۳/ ستمبر ۱۹۹۸ء میں سند اختصاص سے نوازے گئے۔

مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم، نوادہ، مبارک پور، دار العلوم محبوب سبحانی، بسکھاری، کچھوچھہ شریف، دار العلوم انوار مصطفی رضا، جام نگر، گجرات، مرکز اہل سنت دار العلوم حبیبیہ گلشن رضا، رائے بریلی میں تدریسی خدمات انجام دیں اور ابھی اسی مؤخر الذکر ادارے میں صدر المدرسین اور مفتی شہر کی حیثیت سے خدمت دین متین میں مصروف ہیں۔ علاوہ ازیں فقہی سیمینار بورڈ، دہلی، مجلس شرعی مبارک پور اور شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف کے سیمیناروں میں مقالہ تحریر کرتے اور بحث و تمحیص میں حصہ بھی لیتے ہیں۔

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں سنی اور وہابی دونوں قسم کے لوگ ہیں اور اس گاؤں میں ایک سنی عالم امامت کرتا تھا۔ انھوں نے جان بوجھ کر بہت سارے وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھایا (پڑھائی) اور نکاح بھی۔ تو کیا سنی عالم کا نکاح برقرار رہا یا ٹوٹ گیا۔ جواب عنایت فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: پیشوایان وہابیہ مولوی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھی کے کفریات قطعیہ مندرجہ حفظ الایمان، ص: ۸، تحذیر الناس، ص: ۴، ۳، اور براہین قاطعہ، ص: ۵۱، کی بنیاد پر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندوستان پاکستان وغیرہ کے سینکڑوں علماے کرام و مفتیان عظام نے مذکورہ بالا مولوی کے کافر و مرتد ہونے کا فتوی دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ یعنی جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جن کی تفصیل فتاوی حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے اور سارے وہابی دیوبندی ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لہذا وہ بھی کافر و مرتد ہیں۔ امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ تحریر فرماتے ہیں: ”اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلّد“ (فتاوی رضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۰) اور تحریر فرماتے ہیں: وہابیہ، قادیانیہ،

نیچریہ، غیر مقلدین اور چکڑالویہ قطعا یقینا کفار و مرتد ہیں (ایضا، ج:۶، ص:۹۰) اور کسی طرح کافر و مرتد کی نماز جنازہ پڑھانا ہرگز ہرگز جائز نہیں... پس اگر سنی عالم مذکورہ وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو ان پر توبہ، تجدید ایمان، اور تجدید نکاح فرض ہے۔ اور اگر تملق یا چاپلوسی میں آکر اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی تو اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ کسی وہابی یا دیوبندی کی نماز جنازہ نہ پڑھانے کا عہد کرے۔ (ملخصا رجسٹر فتاوی مفتی محمود صاحب، فتوی نمبر:۱۴۳)

مفتی محبوب رضا مصباحی: (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید عالم نہیں لیکن علماے اہل سنت کی ار سو کتابیں پڑھ کر اتنا علم رکھتا ہے کہ بعض موضوعات پر زبانی بیان کر سکتا ہے تو اس کا زبانی بیان کرنا کیسا؟ جب کہ وہ ابتدائی عربی صرف و نحو سے بھی نابلد ہے۔

الجواب بعون الملک الوہاب: اردو کتاب پڑھنے سے کوئی عالم نہیں ہو جاتا لہذا ایسے مقرر کے لیے زبانی بیان کرنا حرام اور اس کا بیان سننا بھی حرام ہے۔ اگر وہ معتمد و مستند علماے اہل سنت کی کتابیں پڑھ کر سنائے تو حرج نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ” جاہل اردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ علما کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود کچھ بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام۔“ اھ۔ (ج:۹، ص:۳۰۶ نصف آخر) واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین مسئلہ ذیل کے متعلق

عصا ہاتھ میں لے کر بلا عذر علماے کرام جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں اس میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ عصا لے خطبہ دینا کیسا؟

الجواب بعون الملک الوہاب: عصا لے کر خطبہ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ میں نے بہت سی مسجدوں میں خطیب عصا نہیں بلکہ پلر لے کر خطبہ دیتا ہے جب کہ نہ وہ بوڑھا ہوتا ہے اور نہ کمزور، وہ سنت سمجھتا ہے حالاں کہ عصا لے کر خطبہ دینا اگر سنت ہے بھی تو ضعیف اور ناتواں خطیب کے لیے نہ کہ طاقت ور جوان کے لیے۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ” خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علما نے سنت لکھا، بعض نے مکروہ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہوئی تو کوئی سنت مؤکدہ تو نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔“ (ج:۳، ص:۶۸۴) واللہ اعلم بالصواب۔

فروغ رضویات بذریعہ تعمیرات: ضلع دھنوشا کے علماے اہل سنت نے تعمیرات کے ذریعہ بھی رضویات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ تعمیرات کے ذریعہ فروغ رضویات کا مطلب یہ ہے کہ علما نے مدارس و مساجد اور لائبریری کی بنیاد رکھی تو انھیں خانوادۂ رضویہ کی کسی شخصیت سے منسوب کیا یا ان کے مزار اقدس کا نقشہ قائم کیا یا گنبد رضا بنایا، جنھیں دیکھتے ہی رضا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اعلی حضرت کا نام زبان پر آجاتا ہے اور ذہن و فکر کو ایک عجیب سی مسرت محوس ہوتی ہے۔

رضا جامع مسجد: مدینۃ العلما ” بیلا“ جنک پور وارڈ نمبر ۲۳ میں واقع ہے۔ یہ مسجد تقریبا سو سال پرانی ہے۔ جس کی بنیاد اپنے وقت کے دین دار، پابند شرع، مہمان نواز اور سخاوت کے پیکر حاجی محمد عرف لوٹن میاں مرحوم و مغفور نے رکھی تھی۔ اس پرانی مسجد کا نام کیا تھا، معلوم نہ ہو سکا مگر تقریبا دس پہلے جب اس کی تعمیر جدید ہوئی تو اسے امام اہل سنت فاضل بریلوی کی طرف منسوب کیا گیا اور اس کا نام ” رضا جامع مسجد“ تجویز ہوا۔ فی الوقت یہ ۸۰/ فٹ چوڑائی اور ۱۵۰/ فٹ لمبائی پر پھیلی ہوئی ہے۔

نوری جامع مسجد: یہ مسجد بھی مدینۃ العلما بیلا میں واقع ہے۔ اس کے بانی عزیز ملت حضرت مفتی عبدالعزیز رضوی مظہری ہیں۔

آپ کی ولادت ۲؍۷؍۱۳۷۲ھ/مطابق ۱۹۵۲ء بکرمی ۲۰۰۸ نیپالی سال میں ضلع دھنوشا کے نہایت مشہور و معروف اور مردم خیز قصبہ مدینۃ العلما بیلا، جنک پور دھام وارڈ ۳ میں عالی جناب محمد زین العابدین رضوی کے گھر میں ہوئی۔

اپنے گاؤں کے مکتب مدرسہ مظہر اسلام میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، بعدہ مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں ضلع سیتامڑھی، مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا، لہوریا ضلع سیتامڑھی اور جامعہ قادریہ، مقصود پور، اورائی، ضلع مظفرپور بہار سے متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے اہل سنت کا عظیم ادارہ ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی میں داخلہ لیا، پھر دورہ حدیث کے لیے مرکز اہل سنت کا عظیم اور قدیم ادارہ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی، بریلی شریف کا رخ کیا اور وہیں سے ۱۹۷۵ء/مطابق ۱۳۹۵ھ میں سند و دستار فضیلت سے نوازیں گئے۔ نیز الہ آباد بورڈ سے ۱۹۷۶ء میں عالمیت اور ۱۹۸۰ء میں فضیلت کی تکمیل فرمائی۔

آپ نے درس و تدریس کا آغاز ۱۹۷۷ء سے مدرسہ امانیہ امان الخائفین علی پٹی شریف، ضلع مہوتری نیپال سے کیا، اس کے بعد مدرسہ خیریہ نظامیہ، سہسرام ضلع روہتاس، ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۷ء تک ا، مدرسہ غوث اعظم، پوربندر، گجرات میں ۱۹۸۸ء سے ۱۹۸۹ء تک، ۱۹۹۰ء میں مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، مدرسہ اکرم العلوم، لال مسجد مرادآباد، یوپی میں ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۲ء تک درس و تدریس سے منسلک رہے اور اب اپنے وطن مالوف میں دار العلوم عطائے مصطفی، بیلا لادو، جنک پور دھام کی ۱۹۹۳ء میں بنیاد ڈالی۔ اس وقت سے لے کر تادم تحریر تدریس اور نظامت و صدارت کی ذمہ داریاں نبھارہے ہیں۔

نوری جامع مسجد کی بنیاد ۱۲؍ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱؍ اپریل ۲۰۰۶ء میں رکھی گئی۔ مسجد سڑک کے کنارے واقع ہے اور اس کی جانب مغرب و شمال میں دارالعلوم عطائے مصطفی ہے۔ اس مسجد کے مین گیٹ پر اور محراب مسجد کے پچھلے حصے میں گنبد رضا بنایا گیا ہے۔ جسے دیکھ کر راہ گیر اور سفر کرنے والے مسجد، اس کے امام، مقتدی اور ذمے داران کے سنی ہونے اور امام عشق و محبت سے عشق و محبت کا یقین ضرور کرلیتے ہوں گے۔

نوری جامع مسجد جانکی نگر: قلب جنک پور جانکی نگر میں پیٹھیا بازار سے کچھ دور واقع یہ مسجد بڑی عالی شان اور خوب صورت ہے۔ اس مسجد کے صدر دروازے پر گنبد رضا نہایت بلندی پر بنایا گیا ہے جو شان امام اہل سنت اور اس علاقے کی سنیت کا اعلان کررہا ہے۔ ۱۴۰۸ھ میں مجاہد دوراں حضرت مولانا مستقیم مصباحی نے اس مسجد کا کام شروع فرمایا اور اب ایک عالی شان مسجد مسلمانان جنک پور کو صلاح و فلاح کے لیے بلاتی ہے۔

مجاہد دوراں حضرت علامہ مولانا الحاج محمد مستقیم صاحب برکاتی مہتمم وصدرالمدرسین، مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، کی ولادت ۱۰؍ دسمبر ۱۹۵۹ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: مدرسہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ میں از ابتدا تا ہدایۃ النحو وغیرہ، کشمیری جامع مسجد میں ایک سال

کافیہ وغیرہ دوبارہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ میں ۱۳۹۵ھ ایک سال، بعدہ اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۰ھ میں فراغت پائی۔

تدریسی و تعمیری خدمات: مدرسہ اسلامیہ غریب نواز، راج براج از ۱۴۰۱ھ تا ۱۴۰۲ھ تقریبا دوسال، مدرسہ حنفیہ برکاتیہ میں ۱۴۰۳ھ تا وقت تحریر۔ مکتب حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر کو مدرسہ حنفیہ برکاتیہ کی شکل دینا، اور بیرونی بچے کے داخلے کی ترکیب، از ابتدا تا جماعت سادسہ کی تعلیم، دو دھور زمین سے سوا دو کٹھ زمین کی فراہمی، اسی پہ نوری جامع مسجد کی دومنزلہ تعمیر، مدرسہ کی پختہ دومنزلہ تعمیر، مسجد ومدرسہ کے مین گیٹ کی سہ منزلہ مع گنبد رضا کی تعمیر، ۲۰۱۷ء میں دومنزلہ کیمپس کی خرید، ساڑھے دس دھور زمین کے ساتھ، مدرسہ ہذا کا اہتمام وانصرام، اور عہدہ صدرالمدرسین پہ قیام، شہر جنک پور میں پریشان حال لوگوں کی پریشانی کے دفع کے لیے دامے درمے قدمے اور سخنے تعاون، اور رفاہ عام کے لیے لاوارث میت کی تجہیزوتکفین اور تدفین، معذورومریضوں کی دیکھ ریکھ، علالت اور پولیس چوکی میں پریشان لوگوں کی مالی وجانی امداد، علاقے میں تبلیغی دورہ، علاقے میں آپسی تنازع کا حل، اور اس کا مداوا، مکاتیب ومساجد کی بنیاد، ضرورت کے تحت علاقے میں مکاتیب ومساجد کے لیے رقم اور علما کا تقرر، بدمذہبوں کی تحریری وتقریری تردید، آل نیپال سنی جمیۃ العلما کی صدارت۔

مدرسہ مظہر اسلام: آج سے تقریبا ۶۰/ سال پہلے ”بیلا“ میں پاسبان ملت حضرت مولانا یوسف قادری رضوی نے اس مدرسے کی بنیاد ڈالی اور اسے یادگار مفتی اعظم ہند ”مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی“ کے نام پر رکھا۔ یہ مدرسہ دو کٹھہ زمین پر تعمیر کیا گیا اور اب اسی سے متصل رضا جامع مسجد بھی ہے۔

جامعہ حنفیہ برکاتیہ: نوری جامع مسجد، جانکی نگر جس احاطے میں واقع ہے، اسی احاطے میں ایک قدیم مدرسہ بھی ہے۔ اس کا نام ”جامعہ حنفیہ برکاتیہ“ ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں **مجاہد دوراں حضرت مولانا مستقیم مصباحی** نے اس کی بنیاد ڈالی اور پیر خانۂ امام اہل سنت کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کے نام میں برکاتیہ کا لاحقہ لگایا۔ یہ نیپال کے مشہور ومعروف اداروں میں سے ایک ہے

جامعہ حبیبیہ رضویہ: اس مدرسہ کی تعمیر **شیر اسلام حضرت مفتی حبیب اللہ مصباحی** کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ جس کی تعمیر سے جہاں ملت اسلامیہ کو کافی سکون حاصل ہوا وہیں آپ کو بھی بڑی خوشی ہوئی۔ شیر اسلام حضرت مفتی صاحب کی ولادت ۲۶/ جون ۱۹۵۴ء کو نیپال کے مردم خیز علاقہ جنک پور کے معروف گاؤں بیلا میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب اور اپنے والد گرامی پاسبان ملت حضرت مولانا یوسف القادری مجیبی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی، پھر مدرسہ شمس العلوم، باڑا، مدرسہ تیغیہ، سرکار سرکانہی مدرسہ قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی شریف اور مدرسہ حنفیہ غوثیہ، جنک سے متوسطات کی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۹۷۵ء میں سند ودستار فضیلت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد مدرسہ بحرالعلوم، جئے نگر، الجامعۃ الرضویۃ اصلاح المسلمین، بھمر پورہ، دارالعلوم قادریہ غوثیہ، ہنومان نگر، مدرسہ رضویہ، گوپال پور اور الجامعۃ الامانیۃ امان الخائفین، علی پٹی میں بہ حیثیت استاذ وصدر المدرسین صدارت وتدریس سے منسلک رہے۔

پھر آپ نے ۱۳؍ اکتوبر ۲۰۱۲ء میں اس کا سنگ بنیاد رکھا اور ۳۰؍ اپریل ۲۰۱۷ء میں اس کے تعلیمی افتتاح کا اجلاس منعقد ہوا اور الحمدللہ رفتہ رفتہ عروج کی جانب رواں دواں ہے۔ اس مدرسے کو حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کیا اور اس کا نام ”جامعہ حبیبیہ رضویہ“ رکھا۔

فروغ رضویات بذریعہ صحافت: موجودہ دور میں صحافت کیا ہے؟ اس کی طاقت کیا ہے؟ اور اس کی کتنی اہمیت ہے؟ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ علمائے دھنوشا نے اس جہت سے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ کریں:

مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی: آپ نے جن جہات سے فروغ رضویات میں حصہ لیا ان میں سے ایک صحافت بھی ہے۔ یوں تو آپ دور طالب علمی میں اشرفیہ میں جاری ہونے والے نیپالی جداریہ ”**ہلال**“ کے مدیر کی حیثیت سے اپنی صحافتی خدمات پیش کرتے رہے، جس میں وقفے وقفے اور موقع کی مناسبت حضرت رضا اور افکار رضا پر بھی مضامین ہوتے رہے۔ اسی جداریہ کے تحت عرس حافظ ملت کے موقع پر ”**مجدد دین اسلام نمبر**“ بھی اشرفیہ کی دیوار پر چسپاں ہوا جو منظور نظر بھی ہوا۔ اور بعد فراغت ۲۰۱۷ء میں ملک نیپال سے سوادِ اعظم مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان ”**سہ ماہی سنی پیغام**“ کا جب اجرا ہوا تو اس کی ادارت بھی آپ ہی کے ذمہ آئی جس سے امام اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت جاری ہے اور ابھی جشن صد سال کے موقع پُر بہار پر اسی رسالہ کے تحت اپنی نوعیت کا نہایت اہم نمبر ”**فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر**“ شائع ہونے جا رہا ہے جس کی تیاری زور و شور سے جاری ہے اور ان شاءاللہ عزوجل بروقت منصۂ شہود پر آکر نذر قارئین ہوگا۔

راقم محمد اظہار النبی حسینی: راقم نے اپنی صحافتی خدمات کا آغاز طالب علمی کے وقت ہی شروع کیا جب اشرفیہ میں جاری ہونے والے نیپالی جداریہ ”**ہلال**“ کی کئی سالوں تک نیابت کی اور اب سہ ماہی سنی پیغام کی مجلس ادارت میں ایک اہم رکن کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ آپ کے ہاتھوں کی زینت بنی اس خصوصی اشاعت کے تقریباً تمام مقالات و مضامین کی تصحیح و نظر ثانی کی سعادت بھی فقیر کو حاصل ہوئی۔ اس رسالے کی تصحیح و نظر ثانی سے لے ترتیب و تزئین کی ذمہ داری بھی فقیر نبھا رہا ہے۔ مگر اس بات کا بہت افسوس ہے کہ بالکل آخر وقت میں حاصل ہونے والے چند مضامین پر نظر کرنے سے محروم رہا اور مضمون جس طرح موصول ہوا اسی طرح شامل شمارہ کرنے پر مجبور ہوا۔

اس مقالے میں جن بھی صاحبان علم و فضل ناشرین مسلک اعلیٰ حضرت کے متعلق معلومات درج ہیں، ان معلومات کے حصول کے لیے راقم نے براہ راست ان علما یا ان کے انتہائی قریبی سے رابطہ کیا اور معلومات حاصل کیں۔ اس میں ہو سکتا ہے کہ ہمارے بعض علما کی خدمات شامل نہ ہو سکی ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے رابطے کے باوصف معلومات کی فراہمی نہ ہو سکی یا پھر ناچیز کی رسائی ان تک نہ ہو سکی کہ معلومات حاصل کر سکے۔

* * *

فروغ رضویات میں علماے سرلاہی کی خدمات

مولانا پھول محمد نعمت رضوی

الحمدللہ سرلاہی ضلع کے علماے کرام نے کئی نہج سے رضویات پہ خوب خوب کام کیا ہے، وجہ اس کی یہ رہی کہ بہت پہلے سب سے پہلے باضابطہ طریقے سے اس علاقے میں حضور مفسر اعظم ہند علامہ مفتی ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں علیہ الرحمہ تشریف لائے اور پھر شہزادہ اعلی حضرت سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان اور ریحان ملت علیہ الرحمہ کا خوب خوب بھانٹرسر، ملنگوا سندر پور آنا جانا رہا اور ساتھ ہی ساتھ حضور تاج الشریعہ، حضور قمر رضا، علامہ توصیف رضا خاں اور علامہ جمال رضا خاں ان سبھی حضرات کے دورے ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ سنیت ہی سنیت اور مسلک اعلی حضرت کی خوب خوب بہار جو آپ کو ضلع سرلاہی میں مل جائے گی وہ اور ضلعوں میں ڈھونڈھنے سے نہ ملے گی۔ سارے کے سارے لوگ خوش عقیدہ سنی بریلوی مسلمان ہیں، بد عقیدہ کوئی نہیں، اور نہ باغی اعلی حضرت اور نہ باغی مسلک اعلی حضرت جو بغاوت کرتا ہے اس کی یہاں بالکل نہیں چلتی۔

جلسے جلوس کی ہمہ ہمی اور افراتفری سے ہٹ کر بالکل خاموشی اور بڑی محنت اور لگن سچی عقیدت کے ساتھ ایک بہت بڑا کام مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا عبدالمجتبی رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان صاحب (جو کہ سندر پور سرلاہی نیپال کے تو رہنے والے تھے اور بنارس کی سرزمین پر خدمت دین متین انجام دے رہے تھے) نے کیا اور وہ ہے مضامین اور مقالات کے علاوہ ”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ نامی کتاب جسے رب العزت نے اتنی مقبولیت عطا فرمائی کہ ہندوستان و پاکستان اور بنگلہ دیش سے یہ کتاب متعدّد بار چھپ چکی ہے اور آج بھی چھپتی رہتی ہے۔

دوسرے نمبر پر رضویات پر خوب کام کرنے والوں میں جو نمایاں نام ہے وہ مفتی عبدالغفار ثاقب (قومی ایوارڈ یافتہ) کا۔

تیسرے نمبر پر مفتی محمد عتیق الحق شاہد نوری ملنگوی کا جنہوں نے مسلک اعلی حضرت کی بے باک ترجمانی جامعہ شاہدیہ کوثر اسلام قائم فرمایا اور شعر و سخن مضامین و مقالات کے ذریعے اور خود خانوادہ اعلی حجرت کے سپوتوں کو بلا کر خوب خوب مسلک اعلی حضرت کی اشاعت کا کام کیا۔

سندر پور سرلاہی کی سرزمین پر ماہر زبان فارسی استاذ العلما حضرت مولانا حامد حسین، کنھواں نے شاندار ”الجامعۃ الرضویہ ھدایت المسلمین“ قائم فرمایا، برہمپوری کے تمام علماے کرام کی رضامندی سے مدرسہ نوریہ فیضان رضا کا قیام عمل

میں آیا۔ راقم الحروف نے اپنے محلے گڑھی ٹولہ کا نام تبدیل کر کے نوری محلہ رکھا جو کہ آج کل زبان زد ہو چکا ہے، ہریون پڑتی ٹولہ میں رضوی جامع مسجد کی بنیاد رکھی، برہمپوری کے علمائے جدید بالخصوص مولانا نظام الدین مرکزی کی کوشش سے "المجمع الرضوی" نام سے ایک شاندار لائبریری کا قیام ہوا تو مجروا کی سرزمین پر مولانا میکائیل رہبر منظری کی کوشش سے جامعہ امام احمد رضا کا قیام ہوا جب کہ بڑے دھوم دھام سے وہیں یوم رضا کا بھی انعقاد ہوتا ہے، جس کی بنیاد حضرت مولانا عبد السلام برکاتی منظری نے ڈالی ہے، اور آج تک یہ سلسلہ قائم ہے، مولانا رہبر صاحب چونکہ بہت اچھے شاعر بھی ہیں تو شعر و ادب کے ذریعے بھی اعلی حضرت اور خانوادہ اعلی حضرت کے بزرگوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔

وہیں لچھمی پور کی سرزمین پر دار العلوم نوری برکاتی اور مدرسہ غوثیہ رضاء العلوم خدمات دینی اور مسلک اعلی حضرت کی ترجمانی پر قائم ہے، ملنگوا کی سرزمین پر ایک ادارہ ہے جس کا نام ہے مدرسہ جیلانیہ جس کی بنیاد کے موقع پر حضور جیلانی میاں موجود تھے اور انہوں نے ہی اس کی بنیاد بھی ڈالی (بقول ڈاکٹر وصی واجدی) ملنگوا کی سرزمین پر ایک اور ادارہ جس کا نام ہے اسلامیہ رضویہ جس کے بانی ہیں استاذ الاساتذہ ماہر زبانی فارسی حضرت علامہ عبد الوحید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کہ بھانڑ سر کی سرزمین پر سب سے پرانا ادارہ مسلک اعلی حضرت کا نقیب مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا ہے، بیل بانس میں دو ادارے موہن پور میں دو ادارے پوکھریا میں ایک ادارہ پلہی میں ایک ادارہ بستیپور میں۔ سرلاہی میں دو ادارے ایک کا نام الجامعۃ الرضویہ بحر العلوم ہے جس کے بانی حضرت مولانا بشیر القادری کبلاسوی ہیں، سنگرامپور میں ایک ادارہ، برہمپوری مشرقی محلہ میں ایک ادارہ ہریون میں چار ادارے چاروں ادارے مسلک اعلی حضرت کے نقیب، پیپریا میں ایک پپراری میں ایک بسوریا میں ایک، برہتھوا میں دو، نول پور گنیش چوک میں ایک ادارہ قائم ہے، تربھون نگر میں مولانا رضوان احمد رحمانی جو کہ ۷/۵/۱۹۷۷ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور پھر کئی اداروں میں تعلیم لینے کے بعد بریلی شریف پہنچے اور منظر اسلام سے فراغت پائی، ۱۹۹۲ء میں اور ۱۹۹۴ء سے اب تک فتح پور جھنجھنو کاپر راجستھان میں اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کا کام کرتے ہیں، اور اب وطن واپس آنے کے بعد کبری فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام مسلک کی محبت میں امام احمد رضا میڈیکل کالج اور امام احمد رضا لائبریری کا قیام کیا، ادھر بستیپور سے مولانا مبشر حسن مصباحی نے اعلی حضرت کی دو کتابوں کے ترجمے کیے اور جن کی ادارت میں الھادی نامی رسالہ بھی شائع ہوتا ہے، وہیں حضرت مفتی محمد یوسف علی منظری ہیں جنہوں نے ایک زمانے تک الجامعۃ الرضویہ ہدایت المسلمین کی نظامت فرمائی اور اب الجامعۃ الرضویہ بحر العلوم بستیپور کے ناظم اعلی ہیں۔

ایک ہیں مولانا عبد السلام برکاتی منظری جنہوں نے نیپال کے علاوہ چھتیس گڑھ کی سرزمین پر مدت مدید سے بہت سارے کام کیے آپ حضور نظمی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں بڑے متحرک فعال ہیں سرکار اعلی حضرت کے نام پر گلشن رضا

یوتھ کلب کمیٹی کھول کر چھتیس گڑھ لیبل پر چلا رہے ہیں۔

اور مسجد مدرسہ کا نام بھی سرکار اعلی حضرت کے نام سے منسوب کر رکھا ہے، جبکہ نیپال میں بھی رضا یوا کلب کا گٹھن ان ہی کا کارنامہ ہے اور اسی کے زیر اہتمام آپ نے مسجد اور عیدگاہ کی نشاۃ ثانیہ فرمائی، آج کل انہیں کاموں سے متاثر ہوکر نعمان ملت پیر طریقت سید نعمانی میاں کلامی صاحب قبلہ کے اجازت وخلافت دے دینے کے بعد اپنی خانقاہ کھول کر باضابطہ طریقے سے خدمت قوم وملت میں لگے ہوئے ہیں، جب کہ ہر جمعرات بزم رضا منعقد کرتے ہیں جس کا آغاز ہر حال میں تلاوت قرآن کے بعد کلام رضا سے کیا جاتا ہے اللہ مزید ترقیاں عطا فرمائے، اور ہمارے ضلع کے سبھی علماے کرام کو خوب خوب مسلک اعلی حضرت پہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

سرلاہی میں علما کی کثیر تعداد شعر وسخن سے تعلق رکھتی ہے۔ کئی علما کے تو ایک سے زائد شعری مجموعے منظر عام پر آکر مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اس لیے علماے اہل سنت کی شعر وسخن کے حوالے سے رضویاتی خدمات کو ہم ذرا تفصیل سے بیان کریں گے۔

مفتی عین الحق شاہد نوری: شیخ طریقت، خلیفہ توصیف ملت علامہ الحاج توصیف رضا خاں، بریلی شریف استاذ العلما حضرت علامہ مفتی عین الحق شاہد نوری بانی جامعہ شاہدیہ کوثر الاسلام ایک اندازے کے مطابق ۲۰۰۲ بکرمی مطابق ۱۹۳۹ء کو عالی جناب عزت مآب محترم صوبہ دار علی صاحب مرحوم کے گھر ملنگوا سرلاہی نیپال میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے ضلع کے اس وقت کے مشہور معروف ادارہ فیض الغربا دھرم پور بھانڈسر میں سعدی زماں حضرت مولانا عبد الوحید، حضرت علامہ صبغۃ اللہ اور حافظ محمد جان رحمۃ اللہ علیہم سے حاصل فرمائی، بعدہ بریلی شریف پہنچ کر حضور تاج الشریعہ کے ساتھ ان کے ہم سبق اور ہم عصر ہوکر مدرسہ منظر اسلام میں اکتساب علم وفضل کرتے رہے اور وہیں سے دستار وسند سے نوازے گئے، بعد فراغت بریلی شریف میں ہی باہن پور کی سرزمین پر حضور مفتی اعظم کے حکم پر امامت وخطابت فرماتے رہے، اور مدت مدید کے بعد اپنے وطن آکر کچھ دنوں اپنے اساتذہ کے ساتھ اسلامیہ رضویہ بشنپور ملنگوا میں درس وتدریس کے امور انجام دیے پھر اپنا ادارہ بنام ”جامعہ شاہدیہ کوثر اسلام“ کھول لیا، اور تاحین حیات اس کے بانی وناظم کی حیثیت سے تعلیم وتعلم کا کام انجام دیتے رہے، شاہد صاحب ہی کی تحریک پر حضور تاج الشریعہ دوبار ملنگوا کی سرزمین پر قدم رنجہ فرما چکے ہیں، اور خانوادے کے دیگر لوگ بھی آتے اور جاتے رہے، آپ کی منظر اسلام سے دستار بندی ۱۹۶۵ء میں ہوئی، شاعری میں آپ کے استاد حضرت ارم بریلوی ہوئے، آپ کی ایک کتاب بنام ”تجلیات نوری“ آپ کی زندگی میں ہی آج سے تقریبا بیالیس سال قبل شائع ہوئی تھی جس کی دوسری اشاعت ان کے بھتیجے محمد نعمان ابن حاجی تجمل حسین نے دوبارہ پھر کرائی ہے، انکی دو ضخیم ڈائری غیر مطبوعہ اب تک کھوئی ہوئی ہے، جس کے ایک کاپی کے پشت پر باضابطہ حضرت نے نام بھی منتخب کر رکھا تھا ”آئینہ شاہد“ لیکن ایک خوش آئندہ بات یہ ہے کہ ان کے دو شاگرد رشید عالی

جناب غلام غوث اور ماسٹر محمد احسان کے پاس غیر مطبوعہ اتنے وافر مقدار میں کلام موجود ہیں جس سے باضابطہ ایک اچھی کتاب ترتیب دی جا سکتی ہے، اللہ کسی کو توفیق عطا فرمائے۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں، اعلی حضرت کے مشہور زمانہ کلام "ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں" پر تضمین کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

امت کے دل سے تم نے سب غم بھلا دیے ہیں
صدق وصفا کے ہرسو پرچم اڑادیے ہیں
زلف نبی نے دونوں عالم بسا دیے ہیں

ان کی مہک نے دل کی غنچے کھلادیے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

حب نبی ہے بیشک ماں باپ سے مقدم
نعت محمد ی کا اونچاہے سب سے پرچم
مل جائے گر یہ شاہد تحفہ یہ معظم

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیے ہیں

اسی طرح کلام الامام "واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا" کی تضمین یوں لکھتے ہیں:

سب سے افضل کیا اللہ نے رتبہ تیرا
تو وہ محبوب ہے عالم ہوا شیدا تیرا
کھل گیا شاہ وگدا پر در اعلی تیرا

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دیکھو شاہد تیرے آقا تو ہیں محبوب سمیع
جو ہیں محبوب نبی ان کے مراتب ہیں رفیع
تو تو ہے مالک کل تیرے مراتب ہے وسیع
تیری دربار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

ایک نعت شریف ہے لیکن تیور دیکھیے:

وصف نبی کریں گے ہم ہیں بریلی والے -- جام کرم پئیں گے ہم ہیں بریلی والے
میرے رضا پہ اپنی انگلی اٹھانے والے -- انگلی تراش لیں گے ہم ہیں بریلی والے

ایک قطعہ دیکھیں:

زندگانی کا شاہد صلہ مل گیا------جب نبی مل گئے تو خدا مل گیا
بخشا جائیگا وہ حشر میں بالیقیں------جس کو دربار احمد رضا مل گیا

سرکار مفتی اعظم کی شان میں سب سے زیادہ حضرت کی منقبتیں ملیں، لیکن طوالت مضمون کے خوف سے خاص خاص اشعار کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہوں:

نبی کے چاند تاروں کی ضیا ہیں مفتی اعظم
شہید کربلا کے دل ربا ہیں مفتی اعظم
فرشتے قبر میں آکر کہیں گے خود یہ آپس میں
نہ چھیڑوں جانے دو جان وفا ہیں مفتی اعظم
بوقت غسل لنگی ہاتھ سے مرشد نے کھینچا تھا
ستر کھلنے نہ پائے باحیا ہیں مفتی اعظم
نہ کر تو فکر شاہد بحر غم کے تیز دھاروں سے
تیری کشتی کے خود ہی ناخدا ہیں مفتی اعظم

رخ مرشد کو دیکھا ہے یوں ولیوں کی قطاروں میں-----کہ جیسے جگمگاتی ہو قمر دوش ستاروں میں
جمال غوث رکھتے تھے کمال خواجہ تھا ان میں-----نمایاں شان رکھتے تھے وہ تنہا صد ہزاروں میں

ڈاکٹر وصی واجدی مکرانی: اب آیئے میں اس شاعر سے آپ کی ملاقات کراؤں جن کے کلام بڑی کثرت کے ساتھ کناڈا، پاکستان، ہندوستان ونیپال سے شائع ہو رہے ہیں، اور نظم ونثر دونوں فن میں یکتاے روز گار ہوگئے، اب تک تقریبا دو سو سے زائد رسائل و جرائد میں جن کا کلام شائع ہو چکا ہے، جن کی چودہ کتابیں ابھی بھی طباعت کی منتظر ہیں، تین نعتیہ مجموعے اور دو غزلیہ مجموعے اور ایک تذکرہ شعراے نیپال ارباب علم ودانش سے داد وتحسین وصول کر چکی ہے، جن کا قلم بہت ہی سیال ہے، جن کی پوری زندگی اردو اور اردو والوں کے لیے وقف ہے، جن کی نظر راج شاہی سے لے کر ماؤواد کے اندولن اور ماؤواد سے لے کر مدھیشی اندولن سے اب تک گھٹنا کرم پر خوب خوب ہے، جنھوں نے اہل اردو اور زبان اردو سے بے پناہ محبت کی ہے، نیپال کے اردو اور اردو والوں کے حالات اور منظر نامے کو بین الاقوامی سطح پر پریشیل بھی کیا اور اردو کے لیے آواز بھی اٹھائی، ذاتی خرچے سے نشست بھی کرائی اور مشاعرے بھی، جنھوں نے نئی نسل کے شعرا کو سینچنے کا کام بھی کیا اور پرانے شعرا کو متحرک وفعال بھی بنایا، المختصر سے یہ کہ پورے نیپال سے ان کے اتنا کثیر الاشاعت زود گو فی البدیہ قادر الکلام شاعر میری نظر میں دوسرا اور کوئی نہیں جتنا سلیقے سے انہوں نے کتابوں کو اور رسالوں کو رکھا ہوا ہے وہ ان کی نفاست پسندی کا بین ثبوت ہے، ان کے بعد ان کے اوپر کام کرنے والوں کو اور ملک نیپال میں اردو اور شعری خدمات پر کام کرنے والوں کو اب زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، لیکن ایک المیہ اردو کے مصنفین کے ساتھ جو ہندوستان و پاکستان میں ہے وہ نیپال میں بھی ہے کہ پبلیشر نہیں ملتے، اب آیئے میں بتاؤں کہ وہ باعتبار سند ۶ جولائی ۱۹۵۷ء جن کی اصل تاریخ پیدائش ۱۹۵۲ء ہے، جنھوں نے شاعری کا آغاز اپنے گاؤں کے ادارے سے صرف تیرہ سال کی عمر شریف میں فرمائی، تصحیح سخن جناب مفتی عبد الواجد نیر قادری سے لیا کرتے تھے، وسطانیہ اپنے گاؤں کے مدرسے سے اور فوقانیہ دربھنگہ مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ سے اور ڈاکٹر بھی دربھنگہ سے ہی ہیلتھ اسسٹینٹ کی ڈگری مہراج گنج میڈیشن کیمپس کاٹھمانڈو سے حاصل کی، آج کل بہت ہی خوش حال زندگی جی رہے ہیں، جنہیں دیکھ کر رشک ہوتا ہے پڑھ کر رشک ہوتا ہے، جو سب سے زیادہ ماہنامہ اعلی حضرت میں شائع ہوئے ہیں، نام ہے ان کا ڈاکٹر وصی احمد واجدی بھانڈ سروی۔

چند نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

ختم غم کا وام ہو ہی جائے گا
دور ہر آلام ہو ہی جائے گا
ہر کسی کا کام ہو ہی جائے گا
لطف ان کا عام ہو ہی جائے گا
شاد ہر ناکام ہو ہی جائے گا

گردشوں میں آدمی کا بخت ہے   کب کسی کے ہاتھ میں یہ وقت ہے
زندگی جینا وصی جی سخت ہے   ائے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

منقبت کے اشعار:

ہے پر عظمت جہاں میں کس قدر احمد رضا کا در
سمجھ پائے کوئی کیا کم نظر احمد رضا کا در
وفا کی زندگی نے تو عقیدت سے کبھی جاکر
وصی دیکھیں گے ہم باچشم تر احمد رضا کا در

پڑھا جب سے رضا کے نعتیہ دیوان کو میں نے
کہیں تب جاکے جانا عشق اور ایمان کو میں نے
میں اک سنی مسلماں اعلی حضرت کا ہوں شیدائی
بچائے آج تک رکھی ہے اس پہچان کو میں میں نے

اسلام کا نشان ہے عظمت کا شہر ہے   احمد رضا کا شہر ولایت کا شہر ہے
جاؤ وصی تم دیکھ کر آؤ ایک بار   سچ مچ بریلی شہر محبت کا شہر ہے

انہوں نے خوب اعلی حضرت اور خانوادہ اعلی حضرت پر شعری اور نثری کام کیا ہے، طوالت کے خوف سے یہیں پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھ رہا ہوں

پھول محمد نعمت رضوی: راقم السطور (پھول محمد نعمت رضوی) کے مختصر احوال وکوائف اور نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں، اب تک چار نعتیہ مجموعے حرف حرف روشنی ۸۰ صفحات، روشن حروف ۷۲ صفحات، روشن عبارت ۶۴ صفحات، تحائف نعمت ۱۳۲ صفحات، اور غزلیہ مجموعہ لشکر سمیٹ دو سو بتیس صفحات منظر عام پر آچکے ہیں، دو کتاب کی ترتیب بھی دے چکا ہوں، مناقب سرکار سرکانہی، اور شاہد ملنگوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب ”جلیات نوری“ کی دوسری اشاعت، اسلامی آواز سہ ماہی کپلوستو نیپال اور ایوان نعت کٹک اڑیسہ کے ادارتی بورڈ کا ممبر بھی رہا ہوں، وقت تو نہیں مل پاتا لیکن پھر بھی نکال کر نظم ونثر میں کچھ کچھ کوشش کرتا رہتا ہوں۔

میری پیدائش باعتبار ڈرائیونگ لائسنس ۲۰/۹/۱۹۷۸ء ہے، اور یہی وسطانیہ فوقانیہ مولوی اور بی اے کے سرٹیفکٹ میں

بھی ہے ، فضیلت کی دستار منظر اسلام بریلی شریف سے ۱۹۹۹ء میں ہوئی ، والد گرامی کا نام عبد العزیز ریحانی ہے ، آبائی وطن برہمپور نوری محلہ سرلاہی ہے ، کچھ دنوں ہریون سرلاہی میں امامت وخطابت کے بعد لگاتار ضلع مظفرپور بہار کے بنکل گاؤں کے شان دار ادارے دار العلوم تیغیہ کنز العلوم کی صدارت کی ذمہ داریوں کو نبھایا ہے ، یہ الگ بات ہے کہ شعر وسخن کی پزیرائی سے قبل نظامت ونقابت کے ذریعہ رب العزت نے غیر معمولی شہرت وعزت سے نواز دیا ہے ، یہی وجہ ہے کہ شاعر سے زیادہ مجھے لوگ ایک مدرس اور نقیب کی حیثیت سے پورے نیپال وہندوستان میں جانتے ہیں ، نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں :

تضمین کے اشعار:

وہ رات کونسی ہے جو ایسے بسر نہ ہو۔۔۔سر اور خدائے پاک کا وہ سنگ در نہ ہو
راہ غلط سے اپنا کبھی بھی گذر نہ ہو۔۔۔پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
میرے نبی کا کوئی بھی ہمسر نہیں یہاں۔۔۔وہ رب کے ہیں حبیب اور سردار دوجہاں
نعمت وہ ساری خلق پہ ہردم ہیں مہرباں۔۔۔ان کے سوا رضا کوئی حامی نہیں جہاں
گذرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

منقبت کے اشعار:

جو رضا کا ترانہ گاتے ہیں ۔۔۔۔ وہ یقینا نوازے جاتے ہیں
ہیں جو سنی کہیں بھی دنیا میں ۔۔۔۔ وہ بریلی سے جانے جاتے ہیں
فیضان بٹ رہاہے بریلی شریف میں ۔۔۔۔ میلہ لگاہوا ہے بریلی شریف میں
جس میں رسول پاک کی الفت کی ہے چمک ۔۔۔۔رکھا وہ آئینہ ہے بریلی شریف میں
شہنشاہ مدینہ کی عطا احمد رضا تم ہو ۔۔۔۔جناب بوحنیفہ کی ضیا احمد رضا تم ہو
وہ جس کو علم والے دولت عظمی سمجھتے ہیں ۔۔۔۔فتاوی رضویہ کس نے لکھا احمد رضا تم ہو
آئے ہیں بھیک لینے کو احمد رضا سے ہم ۔۔۔۔جھولی کو بھر کے جائیں گے ان کی عطا سے ہم
دنیا کو چھوڑ دیں گے یہ منظور ہے مگر ۔۔۔۔رشتہ کبھی نہ توڑیں گے احمد رضا سے ہم
آکے ہر ایک سال بریلی شریف میں ۔۔۔۔دامن بھریں گے دولت فضل خدا سے ہم
سنیوں کا سہارا بریلی میں ہے ۔۔۔۔اور رضا کا دلارا بریلی میں ہے
دیکھ کر جس کو حیراں ہے نعمت سبھی ۔۔۔۔علم کا وہ مینارا بریلی میں ہے
مجدد بن کے چودھویں صدی کا جب رضا چمکا۔۔۔۔ہے تب سے ساری دنیا میں یہ رضوی سلسلہ چمکا

سبھی حضرت ہیں اے نعمت مگر وہ اعلی حضرت ہیں۔۔۔۔۔ کہا جب عالموں نے جب فتاوی رضویہ چمکا
رضا کا ہے تجھے حاصل شرف اے حجۃ الاسلام۔۔۔۔۔ ہو کیوں مائل نہ سب تیری طرف اے حجۃ الاسلام
کبھی بھی وہ بھٹک سکتا نہیں راہ شریعت سے۔۔۔۔۔ ہو جس کو آپ سے گہرا شغف اے حجۃ الاسلام
ہم کو بھی ہو وہ جام عطا مفتی اعظم۔۔۔۔۔ جو جام ہے اکسیر شفا مفتی اعظم
ہم سب کے لئے آج بھی نعمت کی طرح ہیں۔۔۔۔۔ ہم سنیوں کے راہنما مفتی اعظم
شعروادب کی شان تھے میرے حسن رضا۔۔۔۔۔ اس فن کے آسمان تھے میرے حسن رضا
اردو ادب بھی ناز کرے جس کی ذات پر۔۔۔۔۔ وہ صاحب زبان تھے میرے حسن رضا
علم وفن کے آپ ہیں سلطان جیلانی میاں۔۔۔۔۔ اور سارے سنیوں کی شان جیلانی میاں
دادا جن کے اعلی حضرت مفتی اعظم خسر۔۔۔۔۔ حجۃ الاسلام کی ہیں جان جیلانی میاں
دیکھ کر ہوں محو حیرت شاہ رحمانی میاں۔۔۔۔۔ آپ کی یہ شان وعظمت شاہ رحمانی میاں
آرہی ہیں یہ صدائیں اب بھی ہر تحریر سے۔۔۔۔۔ آپ ہیں فخر صحافت شاہ رحمانی میاں

مولانا عبدالغفار اطہر: اصل نام عبدالغفار تخلص اطہر نیپالی، پیدائش ۲/ فروری ۱۹۷۲ء بستپور سرلاہی نیپال، فراغت ۱۹۹۲ء مدرسہ غوث العلوم غوثیہ کریلی الہ آباد، حفظ کی قراءت کی ۱۹۹۵ء بروایت حفص مدرسہ سبحانیہ چوک الہ آباد سے، اطہر صاحب بہت ہی خلیق وملنسار اردو دوست شاعر نواز دل نشیں متصلب فی المسلک دین دار و پرہیزگار بڑے محنتی اور ذکی الحس آدمی ہیں، انہیں سب خصوصیات کی بنیاد پر پیر طریقت، رہبر راہ شریعت، خلیفہ سلطان الاولیا حضرت صوفی محبوب حسن میاں حسنی صاحب قبلہ زید مجدہ السامی نے ۲۰۰۶ء میں سلسلہ ابولعلائیہ چشتیہ کی خلافت سے بھی نوازا، اور اب بڑی دلچسپی کے ساتھ جناب اطہر نیپالی صاحب اردو کے ساتھ ساتھ مسلک وملت اور سلسلے کا کام بھی کر رہے ہیں، عام طور سے علاقہ اور چھتیس گڑھ اور جھارکھنڈ اور مدھ پردیش کے علاقہ میں پیر صاحب کے نام سے ہی متعارف ہیں، انہوں نے باضابطہ دو کتابیں بھی "جلوہ خواجہ حسن" "گلشن خواجہ حسن کے نام سے ترتیب دی ہیں، " سلام بارگاہ خیر الانام" اور وصال اقبال بھی شائع شدہ کتاب ہے، شجرہ شریف اور عرس طہر بھی نکالا ہے، عنقریب ہی اپنی ہی زمین میں باضابطہ انجمن غفاریہ کا افتتاح شاندار نعتیہ مشاعرہ سے کرنے والے ہیں۔ نمونہ کلام:

کیجئے ہم پر عنایت اے میرے احمد رضا۔۔۔۔۔ ہو میرا ایماں سلامت اے میرے احمد رضا
منقبت لکھے نہ کیوں اطہر نیپالی جھوم کر۔۔۔۔۔ ہم پہ بھی جب کہ ہو شفقت اے میرے احمد رضا
خواب میں جلوہ دکھادو اے میرے ریحاں رضا۔۔۔۔۔ غنچہ ارماں کھلادو اے میرے ریحاں رضا
عمر بھر اطہر نیپالی کو لگے نہ پیاس پھر۔۔۔۔۔ جام اک ایسا پلادو اے میرے ریحاں رضا

مولانا پھول محمد خان: اصل نام پھول محمد خان، تخلص اختر، جائے پیدائش کھٹونہ سرلاہی نیپال، پیدائش ۱۳؍ مئی ۱۹۶۸ء اساتذہ، ناصر ملت حضرت علامہ صوفی علاء الدین خاں اور حافظ عبد الحفیظ علیہ الرحمہ بھانڈسروی۔ فراغت ۱۹۸۶ء میں فضلیت حنفیہ غریب نواز بکارو واسٹیل سیٹی سے، مرشد حضور تاج الشریعہ، بڑے متحرک وفعال آدمی ہیں رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں، ایک کتاب " جذبات اختر" کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔

منقبت کے اشعار:

عظمت احمد رضا پہ جو فدا ہوجائے گا ۔۔ محترم وہ دوجہاں میں باخدا ہوجائے گا
حضرت اختر رضا کا ہوگا اختر پہ کرم ۔۔ اعلی حضرت کے کرم کا سلسلہ ہوجائے گا
میرے آقا میرے مرشد پیر کامل آپ ہیں ۔۔ آسمان رضویت کے مہر کامل آپ ہیں
تیرے اختر کو کوئی گمراہ کر سکتا نہیں ۔۔ میرے جب اختر رضا خاں پیر کامل آپ ہیں

مولانا نظام الدین قادری: اصل نام نظام الدین قادری مرکزی، تخلص بسمل نیپالی، ولدیت۔ محمد طیب انصاری، مقام برہم پوری وارڈ نمبر ا گاؤں پالیکا سرلاہی نیپال۔ سند فراغت مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف سے حاصل کی۔ اور درس وتدریس سے منسلک ہیں۔

مشہور اساتذہ میں حضور تاج الشریعہ، مفتی محمد اعظم، بریلی شریف، مفتی محمد صالح، علامہ بہاء المصطفی، علی احمد بسمل، مفتی عین الحق شاہد نوری، مولانا پھول محمد نعمت رضوی ہیں۔ بیعت کا شرف حضور تاج الشریعہ سے، خلافت خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ انوار الحق مصطفوی سے پائی۔ مولانا موصوف بڑے نیک طینت مجسمہ شرافت صاحب لیاقت ترجمان مسلک اعلی حضرت سر مو انحراف بھی جنہیں گوارا نہیں، مسلک اعلی حضرت کے سچے وفادار، پرہیزگار اور بڑے عمدہ خیال شاعر ہیں، نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

تضمین کے اشعار:

محشر کی تمازت کی جب بات سنائی ہے ۔۔ جاں بھی تو میری آکر آنکھوں میں سمائی ہے
تب باد صبا لے کر پیغام یہ آئی ہے ۔۔ سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے
بسمل کا عقیدہ ہے محشر میں نبی واللہ ۔۔ مژدہ بھی شفاعت کا دیے دیں گے رسول اللہ
دوزخ سے نکالیں گے امت کو حبیب اللہ ۔۔ مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

منقبت کے اشعار:

رہبر راہ ہدایت ہیں میرے احمد رضا۔۔۔۔۔عاشق شمع رسالت ہیں میرے احمد رضا
تھام لو دامن رضا کا نجدیو! اب تھام لو۔۔۔۔۔آگئے بہر ہدایت ہیں میرے احمد رضا

مولانا فرقان فیضی: نوری محلہ برہم پوری سے ہی تعلق رکھنے والے آسمان شعر و سخن پہ نمودار ہونے والے ایک اور روشن ستارے کا نام ہے محمد فرقان فیضی، جنہوں نے باضابطہ جامعۃ الرضا میں شعر و سخن کی تربیت پائی ہے، اور علم عروض کے ماہر ہیں اور کیوں نہ ہو کہ ان کے استاذ ماہر فکر و فن شیریں سخن شمع بزم انجمن حضرت علامہ مفتی ظفر القادری بریلوی بھی ایک بہت بڑے ماہر ادیب و شاعر ہیں، جن کے نتیجے کے طور پر آج کل عزیز گرامی مولوی فرقان فیضی سلمہ المنان نے آن لائن مشاعروں نعت و غزل اور مناقب کے حوالے سے دھوم مچا رکھی ہے، اور خوب داد و دہش وصول کر رہے ہیں، عالمی طور پر ان کی پزیرائی بھی ہو رہی ہے۔

اصل نام محمد فرقان فیضی ہے جو کہ تاریخی نام ہے، تخلص فیضی ہے،، ولدیت پھول محمد نعمت رضوی ہے، مشغلہ حصول تعلیم، سب سے پہلا مضمون ماہنامہ سنی دنیا فروری ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا، غزلیں بہت لکھتے ہیں، جب کہ انہیں زیادہ تر نعتیں اور مناقب ہی لکھنی چاہیے، مطالعہ بہت وسیع ہے، خصوصیت کے ساتھ سرکار کی سیرت پر بہت عمدہ مطالعہ ہے، مسلک اعلی حضرت اور خانوادہ اعلی حضرت سے بہت گہرا لگاؤ ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیں:

منقبت کے اشعار:

نور حق شمع وفا احمد رضا ۔۔ہیں فدائے مصطفی احمد رضا
شعر گوئی کا سلیقہ بھی مجھے ۔۔آپ کے در سے ملا احمد رضا
منقبت لکھ کر یہ فیضی آج پھر ۔۔تیرے در پر ہے کھڑا احمد رضا
تیرے در کے بالیقیں منگتے ہیں ہم احمد رضا۔۔کیجئے ہم پر کوئی نظر کرم احمد رضا
عظمت سرکار پر قربان کردی زندگی ۔۔بالیقیں ہیں عاشق شاہ امم احمد رضا
حاسدین دین کا رد ہر گھڑی فیضی کرئے ۔۔کر عطا اس کے قلم کو اتنا دم احمد رضا
علم و عمل کے شاہ سکندر چلے گئے ۔۔یعنی ہمارے حضرت اختر چلے گئے
ملتی تھی جگ کو جن سے ہدایت کی روشنی ۔۔رشد وھدی کے آج وہ گوہر چلے گئے

فروغ رضویات میں علماے روتہٹ کی خدمات

مولانا مسعود رضا برکاتی

”روتہٹ“ نیپال، کے کثیر آباد والے اضلاع میں سے ہے، اور قلب نیپال میں واقع ہونے کی وجہ سے خصوصی اہمیت کا حامل، شہنشاہی عہد سے لے کر اب تک اس ضلع کے کئی مسلم لیڈران اعلی حکومتی عہدں پر فائز رہ کر ملک وملت کی اہم خدمات انجام دیتے چلے آرہے ہیں، علاقہ ترائی میں واقع ہونے کی وجہ سے یہاں کاشت کاری بہت عمدہ ہوتی ہے، جس کے سبب یہاں کے مسلمان بہت ہی خوش حال بھی ہیں، گذشتہ ایک دہائی سے بیرونی ممالک میں آمد ورفت نے تو مسلمانوں کو مزید خوش حال بنادیا ہے، لیکن اس ترقی کے باوجود افسوس اس بات کا ہے کہ یہاں غالب اکثریت دیابنہ اور وہابیہ کی ہے۔

پورے ضلع میں صرف قصبہ ”جئے نگر“ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں کی پوری آبادی سنی صحیح العقیدہ ہے، اس کے علاوہ حیز اور گاؤں میں مثلا پوکھریا، پیپریا اور پیپرا وغیرہ میں مکتبہ فکر کے لحاظ سے مخلوط آبادی ہے، قصبہ جئے نگر میں ایک معروف دینی ادارہ جامعہ حنفیہ رضویہ بھی ہے۔ جو ملک کے قدیم ترین اداروں میں سے ہے، یہاں دو درجن علما حفاظ اور قرا ہیں، پوکھریا، پیپریا او رپپرا وغیرہ میں بھی کئی علما وحفاظ ہیں، اس پورے ضلع میں قریبا چالیس علما حفاظ اور قرا ہیں، جو اپنے اپنے شغف کے مطابق فروغ اہل سنت اور افکار رضا کی ترویج واشاعت کا گراں قدر فریضہ انجام دے رہے ہیں، ان سبھی حضرات کا ذکر تو بہت مشکل امر ہے، تاہم سر دست ان میں سے چند بزرگ علماے کرام کے ذکر جمیل پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

قاضی روتہٹ حضرت علامہ ظفیر احمد مصباحی آپ اس ضلع کے سب سے بزرگ اور مستند عالم دین ہیں، اسی لیے آپ کو یہاں کے قاضی شرع ہونے کی حیثیت بھی حاصل ہے، آپ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، فراغت کے بعد روتہٹ اور پڑوس ضلع سرلاہی کے متعدّد اہم اداروں میں قابل فخر تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ دعوتی واصلاحی خدمات بھی انجام دیں، اس وقت ملک وبیرون ملک میں آپ کے شاگردوں کی بڑی تعداد فروغ رضویات کا اہم ترین فریضہ سر انجام دینے میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی آپ بھی حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور فراغت کے بعد سے ہی اپنے علاقہ میں دین متین کی خدمات دینی میں مصروف ہیں، بعد فراغت چند سال سیتامڑھی کے معروف سرحدی قصبہ بسہتہ بازار میں تدریسی خدمات انجام دیں، اس کے بعد اپنے قصبہ والوں کی اصرار کی وجہ سے اپنے قصبہ میں ہی واقع

استاذ جامعہ حنفیہ رضویہ، جئے نگر، روتہٹ

جامعہ حنفیہ رضویہ میں تشریف لائے اور تدریس سے لے کر نظامت تک کے عہدوں پر فائز رہتے ہوئے اہم دینی خدمات انجام دیں، آپ کے بھی تلامذہ کی لمبی فہرست ہے جو ملک و بیرون ملک متعدّد علاقوں میں فروغ رضویات کا کام انجام دے رہے ہیں۔

حضرت مولانا جمیل اختر رضوی: آپ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے قدیم فارغین میں سے ہیں، اور کر و وقار بارعب شخصیت کے مالک ہیں، فراغت کے بعد اپنے علاقہ میں ہی رہ کر دینی خدمات انجام دینے میں مصروف ہیں، آپ کے بھی ابتدائی تعلیم یافتہ بہت سے طلبہ ملک و بیرون ملک کے کئی مدارس سے فارغ التحصیل ہوکر فروغ رضویات کی خدمات میں مصروف ہیں۔

مفتی ممتاز عالم مصباحی: آپ کا نام محمد ممتاز عالم ہے اور ولادت: ۱۹۷۹ء ۹ محرم الحرام یوم عرفہ بروز جمعرات بوقت صبح صادق ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے محلہ ہی میں واقع ادارہ جامعہ حنفیہ رضویہ میں حضرت علامہ قاضی ظفیر احمد مصباحی اور حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی دام ظلہما سے حاصل کی، اس کے بعد عالمیت تک کی تعلیم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی میں حاصل کی، پھر اعلی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایشیا کی عظیم عربی یونیورسیٹی الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں داخلہ ہوا اور وہاں سے ۲۰۰۰ء میں فضیلت اور قراءت بروایت حفص کی سندیں حاصل کیں، پھر اس کے بعد قائد اہل سنت، مناظر اعظم ہند حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ ادارہ ”جامعہ حضرت نظام الدین اولیا“ ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں کا ”الاختصاص فی الادب والدعوۃ“ کا دو سالہ کورس امتیازی نمبرات کے ساتھ مکمل کیا۔

فراغت کے بعد آپ کی جامعہ قادریہ دار القلم، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی، جامعۃ الرضا بریلی شریف میں بھی شیخ الادب کی حیثیت سے تقرر ہوئی تھی، مگر کسی وجہ سے چند ایام کے اندر ہی رخصت ہونا پڑا۔ جامعہ قادریہ رچھا اسٹیشن، بریلی شریف، یوپی، جامعہ رضویہ مناظر العلوم، کان پور، یوپی، یہاں صدر المدرسین و صدر مفتی کی حیثیت سے فی الحال خدمت جاری ہے، نیز دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ میں بھی مفتی اور شعبہ افتا کے استاذ کی حیثیت سے تدریسی و فتاوی نویسی کی خدمات جاری ہیں۔

آپ کو تصنیف و تالیف سے خاصا لگاؤ اور تعلق ہے جس کی بنیاد پر آپ کے قلم سے حسب ذیل کتابیں معرض تحریر میں آئیں:

(۱) امہات المؤمنین: مطبوعہ: خواجہ بک ڈپو مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔

الحمد للہ یہ کتاب عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئی، یہاں تک کہ ملک کے کئی مدارس نسواں کے نصاب میں

بھی خارجی مطالعہ کے طور پر داخل ہے، مسلم خواتین بالخصوص طالبات اور معلمات کے لیے یہ کتاب ایک بہترین رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲)اسلام کا سماجی نظام: مطبوعہ: خواجہ بک ڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ یہ کتاب بھی ہر حلقے بالخصوص عوام میں بہت مقبول ہوئی۔ (۳)مسلمانان ہند: مطبوعہ، اس کتاب میں ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۱۵ء تک ملکی وغیر ملکی اخبارات ورسائل میں مسلم مسائل پر شائع شدہ مضامین کا دستاویزی مجموعہ ہے، جس میں مابعد آزادی مسلمانان ہند کے تعلیمی، سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ (۴)فاروق اعظم: غیر مطبوعہ (۵) نقوش سیرت: غیر مطبوعہ۔ یہ کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے متعدد پہلوؤں پر مشتمل عمدہ و تحقیقی مضامین کا گراں قدر مجموعہ ہے، جو تقریبا ۵۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے، اگرچہ یہ کتاب سیرت طیبہ کی کوئی مستقل کتاب نہیں ہے، تاہم ایک بہترین رہنما کتاب ہے۔ (۶)اسلام اور دہشت گردی: غیر مطبوعہ۔ (۷)عہد وسطی کا ہندوستان: غیر مطبوعہ۔ (۸)قرآنی ضابطہ اخلاق: غیر مطبوعہ۔ (۹)غیبت اور بد گمانی: غیر مطبوعہ۔ (۱۰)جن کی حقیقت: غیر مطبوعہ۔ (۱۱)اساطین امت: غیر مطبوعہ۔ (۱۲)افکار وخیالات (مجموعہ مضامین): غیر مطبوعہ۔ (۱۳)حقوق نسواں: غیر مطبوعہ۔ (۱۴) شاہد ملت حیات وخدمات: مطبوعہ دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ، جاجمو کانپور۔ (۱۵)مسلم سیاست وقیادت۔ (۱۶)نکاح: فضائل واحکام۔ (۱۷) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم اول مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔ (۱۸) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم سوم: مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔ (۱۹) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم پنجم: مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔

فروغ رضویات: ۲۰۰۱ء کی بات عرس اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع پر روزنامہ راشٹریہ سہارا نے اپنے اپنے معمول کے مطابق خصوصی نمبر کا اعلان کیا۔ اس موقع پر میں نے ایک مضمون بعنوان "مجدد بریلوی اور رد حرکت زمین" تحریر کیا۔ الحمد للہ یہ مضمون بہت خوب صورت انداز میں شائع ہوا اور نہ صرف دہلی ایڈیشن بلکہ لکھنو ایڈیشن سے بھی شائع ہوا جب کہ لکھنو ایڈیشن میں دہلی ایڈیشن کے علاوہ مضامین تھے۔

۲۰۰۳ء میں پاکستان کے معروف رسالہ "جہان رضا" میں بھی میرا ایک مضمون "امام احمد رضا، افکار عالیہ" کے تحت شائع ہوا۔ اسی سال راشٹریہ سہارا میں عرس کے موقع پر ایک مضمون آپ کی حیات وخدمات پر شائع ہوا۔

۲۰۰۸ء میں ہفت روزہ عالمی سہارا نے ایک ضخیم نمبر عرس کے موقع پر نکالا۔ اس میں میرا ایک تفصیلی مضمون بہت عمدہ انداز میں ابتدائی صفحات میں سے فل صفحہ میں "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۲۰۰۶ء میں سہ ماہی امجدیہ گھوسی میں میرا ایک مضمون عرس کے موقع پر "اعلی حضرت اور علوم جدیدہ" کے عنوان

سے شائع ہوا۔

سال رواں جون میں ماہنامہ کنزالایمان میں ایک مضمون "امام احمد رضا کے معاشی نکات" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۲۰۱۰ء میں نے ایک کتاب "جہان علم فضل" کے عنوان سے تحریر کیا، جو کسی وجہ سے اب تک شائع نہ ہو سکی۔ یہ کتاب مخصوص انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ ان شاء اللہ الرحمن اہل علم اسے ضرور پسند فرمائیں گے۔ اس میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" میں خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعہ ذکر کردہ اپنے ۵۵ علوم میں ان کی مہارت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ان علوم و فنون میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مہارت پر ایک تبصراتی تحریر ہے۔

صدر الشریعہ ایک عبقری شخصیت: غیر مطبوعہ، اس کتاب میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ و مفتی امجد علی اعظمی المعروف بہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے حالات ہیں۔

عہد طالب علمی میں ۱۹۹۶ء میں جامعہ امجدیہ سے "المجدد" کے نام سے ایک عربی ہفت روزہ نکالا، اس میں موقع بموقع اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت پر مضامین لکھے جاتے رہے۔

۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۰ء میں جامعہ اشرفیہ سے "البیان" اور "الصحوہ" نکالا، استاذ گرامی مرتبت مولانا نفیس صاحب کی سرپرستی میں۔ ان میں بھی موقع بموقع مضامین اعلیٰ حضرت کی شخصیت پہ شائع ہوتے رہے۔ ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ میں جامعہ نظام الدین اولیا سے "الاولیاء" کی ادارت کی اس میں اعلیٰ حضرت کی شخصیت پر مضامین شائع ہوئے۔

کان پور، جھانسی اور چھترپور وغیرہ ملک کے کئی شہروں میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مسلک اعلیٰ حضرت کے عنوان پر کئی بار تقریریں کر چکا ہوں۔ جنھیں عوام کے ساتھ اہل علم نے بھی خوب پسند کیا۔ ۲۰۱۴ء میں عرس محمدی کالپی شریف میں جب کہ لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے، ٹھیک قل شریف سے قبل اعلیٰ حضرت، مسلک اعلیٰ حضرت اور رد صلح کلیت پر میری تقریر ہوئی۔ پہلے سے میرا کوئی ارادہ نہیں تھا ناظم اجلاس مفتی اشفاق صاحب نے میرے نام کا اعلان خصوصی تبصرہ کے ساتھ کیا اور اصرار کے ساتھ حکم دیا کہ آپ تقریر کریں میں نے معذرت کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ اسٹیج پر دو درجن سے زائد علما تھے اور عوام لاتعداد، میں نے اللہ عزوجل کا نام لے کر برجستہ تقریر کی۔ جسے سب نے بہت پسند کیا۔ پروگرام کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا یہ تقریر کسی اور موقع پر بڑے پروگرام میں کریں تو مزہ آئے گا۔ یہ تقریر وہاں میری پہچان بن گئی۔

* * *

باب چہارم

★ فروغ رضویات بذریعہ رد و مناظرہ
★ فروغ رضویات بذریعہ تحریر و قلم
★ فروغ رضویات بذریعہ شعر و سخن
★ فروغ رضویات بذریعہ قیام مدارس و مساجد و تنظیمات
★ فروغ رضویات بذریعہ اجلاس و کانفرنس
★ فروغ رضویات بذریعہ درس و تدریس

فروغ رضویات مختلف ذرائع سے

باب چہارم

فروغ رضویات

مختلف ذرائع سے

بذریعہ ردو مناظرہ

عطاء النبی حسینی مصباحی

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی تحفظ شان الوہیت و تحفظ ناموس رسالت کے لیے وقف تھی۔ اس میں کمی کرنے والے اور ان عظیم بارگاہوں میں ادنی بھی گستاخی کرنے والے کو آپ نے نہیں بخشا بلکہ ان کی تفہیم کی، ان کا تعاقب کیا جب بات نہیں بنی توان کا رد کیا اس سے بھی بات نہیں بنی توان کا رد بلیغ کیا لیکن اس معاملے میں کسی سے کسی طرح کا کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اور کیسے آپ سمجھوتہ کرسکتے تھے کہ گستاخوں کا رد تو آپ کی زندگی کا ایک نصب العین تھا۔ چناں چہ جب علامہ عبدالحق خیرآبادی کی بارگاہ میں آپ ایک نواب صاحب کے اصرار پر علم منطق کے حصول کی غرض سے حاضر ہوئے تو علامہ خیرآبادی نے آپ سے آپ کا مشغلہ دریافت کرتے ہوئے سوال فرمایا:

بریلی میں آپ کا کیا مشغلہ ہے ؟ فرمایا: تدریس، افتا، تصنیف۔ (علامہ خیرآبادی نے) فرمایا: کس فن میں تصنیف کرتے ہیں ؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور ردوہابیہ میں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص:۱۲۸)

اسی طرح صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مرتبہ امام اہل سنت کی بارگاہ میں آپ کی کتابوں میں سخت انداز میں کچھ نرمی کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

مولانا تمنا تو یہ تھی کہ احمد رضا کے ہاتھ میں تلوار ہوتی اور احمد رضا کے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی گردنیں ہوتیں اور اپنے ہاتھ سے ان گستاخوں کے سر قلم کرتا اور اس طرح گستاخی اور توہین کا سدباب کرتا لیکن تلوار سے کام لینا تو اپنے اختیار میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قلم عطا فرمایا ہے۔ تو میں قلم سے ان بے دینوں کا شدت کے ساتھ اس لیے رد کرتا ہوں تاکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کرنے والوں کو اپنے خلاف شدید دیکھ کر مجھ پر غصہ آئے، پھر جل بھن کر مجھے گالیاں دینے لگیں اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکنا بھول جائیں، اس طرح میرے آبا و اجداد کی عزت وآبرو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے لیے سپر بن جائیں"۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص:۴۳۶)

رد کے ساتھ ساتھ آپ نے مناظروں کا بھی سلسلہ کیا یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنی کثیر مصروفیات و مشغولیات کے سبب مناظروں کے لیے بذات خود بیرون بریلی تشریف نہیں لے گئے لیکن جب ضرورت پڑی اپنے شاگردوں اور اپنے خلفا مثلاً ملک العلماء علامہ ظفرالدین بہاری، صدر لشریعہ علامہ امجد علی اعظمی، شیربیشہ سنت علامہ حشمت علی خان وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کو روانہ فرمایا اور ان حضرات نے اپنے فریق مخالف کی کوئی رعایت نہیں کی بلکہ احقاق حق و ابطال باطل کا پورا پورا حق ادا کیا۔

علماے نیپال نے بھی امام اہل سنت کے نقش قدم پر چلتے اور آپ کے کردار و افکار پر عمل کرتے ہوئے آپ کے اس مشن کو آگے بڑھایا اور احقاق حق و ابطال کا حق ادا کیا جس سے جہاں ان فرقہ باطلہ کی کمر ٹوٹی وہیں دین اسلام اور مذہب و مسلک کا بول بالا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ رضویات کا فروغ بھی ہوا؛ کیوں کہ جس بھی مناظروں میں علماے نیپال نے شرکت کی وہاں فریق مخالف کے سامنے افکار رضا کی روشنی میں رد کیا۔ امام اہل سنت کی اس روش پر عمل کرتے ہوئے جن جن علماے اہل سنت نے مناظرے کیے اور رضا و افکار رضا کے فروغ میں حصہ لیا ان کا چند سطری تعارف اور ان مناظروں کی تفصیل سپرد قرطاس کیے جا رہے ہیں۔

(۱) **زاھد ملت حضرت زاھد حسین قادری:** ملک نیپال کی عظیم و جلیل شخصیت کا نام حافظ زاہد حسین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف بہ زاہد ملت ہے۔ ملک نیپال کا ترائی علاقہ آپ کے احسانات سے کبھی بھی سبک دوش نہیں ہو سکتا۔ آپ کی ولادت ایک تخمینہ کے مطابق ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۴ء موافق ۱۹۷۱ بکرمی کو ضلع مہوتری کی ایک مشہور بستی ”علی پٹی“ میں ہوئی۔ پھر علاقہ کے کے امام مسجد اور فیض الغرباء آرہ، بہار سے تحصیل علم کرتے ہوئے سند فراغت سے سرفراز ہوئے اور ملک نیپال میں اپنی بے لوث و بے مثال خدمات سے اسلام و سنیت کا بول بالا کر دیا۔ آپ نے مختلف جہات سے دینی خدمات انجام دیں لیکن موضوع کے مناسبت سے ان خدمات سے صرف قلم کرتے ہوئے صرف میدان مناظرہ میں آپ کی خدمات تحریر کی جاتی ہیں، یہ واضح رہے کہ آپ نے کئی ایک مناظرے کیے ہیں اور کئی ایک میں بحیثیت صدر مناظرہ شریک رہے ہیں:

(۱) مناظرہ ماناپٹی، مدھوبنی، بہار:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع: قرأت خلف الامام
نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

(۲) مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب
نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان مناظروں کے علاوہ چند مناظروں کی تفصیل ”تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی“ میں کچھ اس طرح ہے:

” مولوی شمس الحق سلفی، شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ بنارس اور ان کے برادرِ کلاں مولوی عین الحق سلفی اسی (نیپال کے

علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اور تقریباً اکثر گاؤں میں ان کی قدیم رشتہ داریاں تھیں۔ یہ دونوں اور ان کے حواریان یہ چاہتے تھے کہ اس سنی علاقہ میں بھی نمایاں طریقہ پر غیر مقلدیت پھیل جائے جس کی پاداش میں ان (مولوی عین و شمس) کے اور مولانا زاہد حسین اور مولانا محمد یوسف (فارغ التحصیل جامعہ منظر اسلام) کے درمیان تقلید شخصی، آمین بالجہر، قراءت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر کئی اہم مناظرے ہوئے"۔ (تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۴۳۱)

(۲) **مولانا ساجد حسین مصباحی:** آپ حضور زاہد ملت کے عظیم فرزند ہیں۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی پھر اہل سنت کی مرکزی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور والد ماجد ہی کے حکم سے تشریف لائے اور یہیں سے فراغت ہوئی۔ بعد فراغت آپ نے مرغیا چک، سیتامڑھی، بہار میں تدریسی فریضہ انجام دیا پھر کشن گنج بہار تشریف لے گئے اور اپنی اکثر زندگی وہاں پر خدمت دینی کے لیے گزار دی۔ آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے کئی مناظرے کیے جن کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

مناظرہ اومگاؤں، مدھوبنی، بہار: آپ مدھوبنی گاؤں ضلع مدھوبنی بہار تشریف لے گئے یہاں سے بغرض تفریح اومگاؤں بازار آئے جہاں غیر مقلدین کی کثرت ہے۔ چند غیر مقلدوں نے آپ کو دیکھ کر آپ کو بلایا اور عقائد کی گفتگو چھیڑ دی۔ آپ نے ان کے ہر سوال کا دنداں شکن جواب دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر وہ لوگ اپنے علما کو بلا لائے اور مناظرے کی بات کر دی تاکہ عقائد و معمولات اہل سنت کا مذاق اڑایا جائے۔ آپ کو کیا پس و پیش ہو سکتا تھا۔ آپ مناظرہ کے لیے تیار ہو گئے، اتنے میں ڈاکٹر عبد الواجد حسین بھی آگئے اور کہا کہ مناظرہ عربی میں ہوگا اس لیے دونوں عربی میں گفتگو کریں۔ چناں چہ آپ نے غیر مقلدین علما سے عربی میں سوال کرنا شروع کیا لیکن غیر مقلدین آپ کے ایک سوال کا بھی جواب نہ دے سکے۔ اتنے میں مولانا عبد الشکور کوثر جمالی کہیں سے آگئے اور آپ کو کامیاب دیکھ کر نعرۂ تکبیر و رسالت بلند کیا۔ بس موقع پاتے ہی غیر مقلدین نے جان چھڑا کر راہ فرار اختیار کر لی۔

مناظرہ مرغیا چک، سیتامڑھی، بہار: مرغیا چک، سیتامڑھی کی عید گاہ جس میں سنی حضرات نماز ادا کرتے تھے، دیوبندیوں نے اپنا قبضہ جمانے کی کوشش شروع کر دی۔ کچھ حساس لوگوں نے انہیں ان کی کوششوں پر متنبہ کیا جس سے بات بڑھی اور مناظرہ تک پہنچ گئی۔ اس زمانے میں مولانا ساجد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے قائم کردہ ادارہ دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک سیتامڑھی میں طالبان علوم نبویہ کو زیور علم و فن سے آراستہ کرنے میں مصروف عمل تھے۔ لوگوں نے آپ سے رابطہ کیا تو آپ راضی ہو گئے۔ وقت مقررہ پر جب آپ وہاں پہنچے تو ماحول ہی بدلا ہوا تھا۔ دیوبندیوں نے اپنی شکست کے خوف سے مناظرہ شروع ہونے سے پہلے ہی پولس کی مدد سے مناظرہ ختم کرا دیا۔ اس طرح یہ مناظرہ بغیر بحث و مباحثہ اور نتیجہ کے ختم ہو گیا۔ البتہ اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ عید گاہ پر سنیوں ہی کا قبضہ رہا اور دیوبندی خائب و خاسر ہوئے۔

(۳) **محدث اعظم نیپال مفتی کلیم الدین:** ملک نیپال کے ترائی اور اس سے متّصل علاقہ بہار کو فیض یاب کرنے والوں میں ایک عظیم ہستی محدث اعظم نیپال حضرت مفتی کلیم الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حضور زاہد ملت کی بارگاہ میں حاصل کی پھر فیض الغربا، آرہ گئے اور سند فراغت کے حصول کے بعد واپس ہوئے اور اپنے مادر علمی

سے اپنی تدریس کا آغاز فرمایا، بعدہ بہار چلے گئے اور یہیں اپنی زندگی وقف کردی۔ البتہ وقتاً فوقتاً ملک نیپال کو بھی اپنے فیض سے مستفید کرتے رہے۔ صوبہ بہار میں آپ نے مناظرے کیے یا نہیں اس کا کہیں سے کوئی علم نہیں ہو سکا بلکہ ان کے معاصرین اور رفقائے مدرسہ بھی ان کے مناظرہ ہی نہیں بلکہ ان کے دیگر خدمات کے بارے میں نہ جانے کس مصلحت کے تحت خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ خیر! لیکن ملک نیپال میں آپ نے وہابیوں اور سلفیوں سے مناظر کیا اور ان کو شکست فاش دیا۔ اس کی ایک جھلک کچھ اس طرح ہے:

مناظرہ نوسو بیگھہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاقہ میں وہابیت و نجدیت کے خاتمہ کے لیے مناظرے بھی کیے۔ سب سے پہلا مناظرہ جس میں آپ نے شرکت فرمائی وہ ”نوسو بیگھہ“ کا مناظرہ ہے۔ اس مناظرہ میں آپ کی معیت میں قاضیِ شریعت مفتی محمد عثمان رضوی دام ظلہ العالی بھی شریک تھے لیکن افسوس کہ مناظرہ نہ ہو سکا کیوں کہ علمائے اہل سنت تو حاضر ہوئے لیکن دیوبندیوں کی طرف سے کوئی نہیں آیا اور اس طرح یہ مناظرہ بے نتیجہ رہا۔

مناظرہ جنک پور: ایک مناظرہ آپ نے جنک پور میں کیا جس کی سرگزشت کچھ اس طرح ہے کہ مفتی جیش محمد صاحب جب بحیثیت صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور دھام آئے تو اسی موقع پر مولوی شمس الحق سلفی بلکٹوی اپنی پوری ذریت کے ساتھ جنک پور دھام حاضر ہوا اور عربی ادب کی ایک مشہور کتاب ”دیوان متنبی“ کے چند سخت اشعار لکھ کر مفتی جیش محمد صاحب کے پاس بھیج دیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان اشعار پر اعراب لگائیں اور ان کا اردو میں سلیس ترجمہ کریں۔ حسن اتفاق ممتاز العلماء مفتی کلیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان ایام میں اپنے گاؤں میں تھے تو مفتی جیش محمد نے مفتی صاحب قبلہ کو بلا کر اس کا جواب دینے کے لیے عرض کیا پھر کیا تھا؟ ممتاز العلماء مفتی کلیم الدین صاحب نے ان اشعار کو اعراب سے مزین کیا اور ان کا ترجمہ کر کے مزید چند سوالات عربی میں لکھ کر بھیجے اور پھر مطالبہ فرمایا کہ ان سوالات کے جواب عربی ہی میں دیں لیکن مولوی شمس الحق بلکٹوی نے جواب نہ دیا اور بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔

(۴)پاسبان ملت علامہ یوسف القادری: پاسبانِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینۃ العلما بیلا کے رہنے والے تھے۔ بعد فراغت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار نے آپ کو خدمت دین کے لیے اپنے علاقہ سے باہر جانے کی اجازت نہ دی بلکہ آپ کو اپنے علاقہ ہی میں رہ کر خدمت دین کے لیے رکھ لیا۔ آپ اپنے والد محترم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے باہر نہ جا کر علاقہ ہی میں خدمت دین کا فریضہ انجام دینے لگے۔ آپ نے جو خدمات انجام دیں ان میں سب سے نمایاں علاقہ کو فرقہ باطلہ کی نجاستوں سے پاک رکھنا ہے جس کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہابیہ و دیابنہ سے کئی مناظرے بھی کیے۔ آپ نے کہاں کہاں، کس کس سے اور کس کس موضوع پر مناظرے کیے اس کی مکمل روداد کہیں موجود نہیں۔ البتہ اختصاراً اتنا معلوم ہو سکا۔

مناظر ماناپٹی دیودھا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع: قراءت خلف الامام
نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب
نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان دو مناظروں کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقلید شخصی، آمین بالجہر، قراءت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر مناظروں میں بھی شرکت فرمائی۔

(۵) فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی: موجودہ دور میں ملک نیپال کی قابل تقلید، نمونہ اسلاف اور مرجع علما شخصیت کا نام نامی اسم گرامی قائد ملت حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ معروف بہ فخر نیپال ہے۔ آپ کی ولادت ضلع مہوتری کے ایک مشہور گاؤں بھمر پورہ میں ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔ ابتدائی اردو اور ناظرہ گاؤں کے مکتب میں مکمل کیا پھر حضور زاہد ملت و محدث اعظم نیپال کے زیر سایہ شرح جامی تک دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی میں پڑھائی کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ مبارک پور حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پانچ سال حضرت کے زیر تربیت علوم دینیہ کے حصول کے بعد سند فراغت سے سرفراز ہوئے۔ بعد فراغت جنت نشان کشمیر میں تدریس سے منسلک ہوئے لیکن جب نیپال آمد ہوئی تو مسلمانانِ نیپال نے آپ کو نیپال ہی میں روک لیا پھر آپ نے ملک نیپال میں تدریس، تقریر، تصنیف، تبلیغ کے ساتھ ساتھ فرق باطلہ سے مناظرہ کے ذریعہ اسلام و سنیت کی ترویج و اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ نے جن جن مناظروں میں شرکت کی اس کی مختصر روداد یہ ہے:

مناظرہ مجھورا، نیپال: یہ مناظرہ ۱۹۹۶ء کو فخر نیپال اور مدرسہ نجم الہدیٰ سلفیہ، مجھورا ضلع مہوتری نیپال کے اساتذہ کے مابین ”غیر اللہ سے استمداد و استعانت“ کے موضوع پر ہوا۔ اس مناظرہ میں غیر مقلدین نے آپ سے انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کے تعلق سے دس سوالات کیے جن کے آپ نے قرآن و حدیث کے حوالے سے ایسے دنداں شکن جواب دیے کہ ان کا ناطقہ بند کر کے رکھ دیا جس کے بعد انہوں نے دوبارہ مناظرے کی ہمت نہ کی۔

مناظرہ دربھنگہ: ماہ شعبان ۱۳۹۲ھ کو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی کے رمضانی پوسٹر کی اشاعت کی غرض سے دربھنگہ حمیدیہ برقی پریس تشریف لے گئے جو مدرسہ احمدیہ سلفیہ سے ملحق ہے۔ یہاں مفتی صاحب کی ملاقات مذکورہ

مدرسہ کے مولوی عین الحق بلکٹوی سے ہوئی اور کسی مسئلہ پر آپس میں بحث ہوگئی جس کی وجہ سے مولوی عین الحق نے مناظرہ کی بات کردی۔ فخرنیپال صاحب اسی وقت مناظرہ کرنے کے لیے تیار ہوگئے جس میں ”تقلید ائمہ“ موضوع متعیّن ہوا۔

بحث کی جھلکی: یہ مناظرہ دو تین گھنٹے میں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ دوران بحث فخرنیپال صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ تو فقہ کی تعلیم اپنے بچوں کو نہیں دیتے ہوں گے کیوں کہ فقہ میں ائمہ کرام کے مستنبط کردہ مسائل بھی ہوتے ہیں اور ان کی تقلید کو آپ لوگ حرام جانتے ہیں۔ مولوی صاحب نے جواباً کہا کہ ہم لوگ فقہ پڑھاتے تو ہیں لیکن قرآن و حدیث سے دلیل ڈھونڈ ڈھونڈ کر پڑھاتے ہیں۔ اس جواب پر فخرنیپال صاحب نے گرفت فرماتے ہوئے کہا کہ امام رازی نے فرمایا کہ میں چاہوں تو صرف ”تعوذ“ سے بارہ ہزار مسائل کا استخراج کردوں پھر معًا بعد فرمایا کہ بارہ لاکھ مسائل کا استخراج کردوں۔ اب آپ بتائیے کہ آپ اس کو کتنے مسائل کی دلیل بنا سکتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ فرض کیجیے کہ کوئی ایسا مسئلہ آیا جس کی دلیل ”تعوذ“ ہے اور آپ اس سے صرف دس مسائل کے استخراج کی صلاحیت رکھتے ہیں اور یہ مسئلہ گیارہواں ہے تو ایسی صورت میں آپ کیا کریں گے؟

فیصلہ: فخرنیپال صاحب کے اس محاصرہ سے لاجواب ہوکر مولوی عین الحق بلکٹوی کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم لوگ بھی تقلید کرتے ہیں اور یہ آپ لوگوں کی ذرہ نوازی ہے کہ ہم لوگوں کو غیر مقلد کہتے ہیں۔

مناظرہ پرسا، نیپال:

پس منظر: علی پٹی ضلع مہوتری سے متّصل پرسا گاؤں میں دیوبندیوں نے ایک جلسہ کرایا جس میں رسول اللہ ﷺ اور اولیاء اللہ کے خلاف تقریریں کیں جن سے فضا مسموم اور ماحول گرم ہوگیا۔ کچھ سنی حضرات نے گرفت کی اور مناظرہ کا چیلنج دیا جس کے بعد مناظرہ کی تاریخ بھی متعیّن ہوگئی۔

سرگزشت: مقررہ تاریخ پر بحیثیت مناظر فخرنیپال صاحب تشریف لائے جب کہ مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی نائب قاضئ نیپال، مفتی عبدالعزیز بانی دارالعلوم عطائے مصطفیٰ اور بلبل نیپال مولانا سعادت حسین اشرفی معاون کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ کافی دیر انتظار اور للکارنے کے باوجود دیوبندی مناظر سامنے نہ آیا۔ آخر کار سنیوں نے اپنی فتح کا اعلان کیا اور پھر عقائد باطلہ کی تردید میں تقریریں ہوئیں اور اہل سنت کی حقانیت واضح کی گئی۔

(۶) **مفتی مصلح الدین کٹیاوی:** ملک نیپال کے صاحب تصانیف علمائے کرام سے ایک مصلح ملت مفتی مصلح الدین قادری برہانی ہیں۔ آپ نے ضلع مہوتری کی ایک مشہور بستی کٹیا میں ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۵ء کو اس خاکدان گیتی پر اپنی آنکھیں کھولیں۔ ناظرہ اور ابتدائی اردو و فارسی کی تعلیم کٹیا ہی میں حضور حنیف ملت کی نگرانی میں چل رہے ”جامعہ مظہر العلوم“ میں حاصل کی پھر تعلیمی سفر جاری رکھتے ہوئے کئی ایک مدارس میں حاضر ہوئے۔ آخر کار آپ کا تعلیمی سفر جامعہ عربیہ سلطان پور، یوپی میں جاکر اختتام پذیر ہوا۔ پھر آپ نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں تدریس، تقریر، تصنیف، تبلیغ اور مناظرہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیے اور تاہنوز یہ سلسلہ الہ آباد میں رہ کر جاری و ساری ہے۔ آپ نے اب تک جو مناظرے کیے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

زمانہ طالب علمی کا مشقی مناظرہ: آپ نے زمانہ طالب علمی میں اپنے رفقا کے مابین اپنے ماہر اساتذہ کی نگرانی میں علم غیب کے موضوع پر زبردست مناظرہ کیا اور آپ کی فتح ہوئی۔

قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ: قصبہ پریہار میں آپ نے بحیثیت صدر مناظرہ اور بحیثیت معاون مناظر شرکت کی جب کہ کلیمی صاحب اصل مناظر تھے اور کتابوں سے حوالہ جات وغیرہ کا کام خود مفتی صاحب قبلہ کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں آپ کے دینی جذبے کا یہ عالم تھا کہ آپ اس زمانے ۱۹۷۸عیسوی میں خود سائیکل چلا کر اپنے ساتھ بہت سی کتابیں حوالہ کے لیے گئے اور جو ایک نائب مناظر و صدر کا کام ہوتا ہے اس کو خوب نبھائے پھر اس مناظرہ میں سنیوں کو فتح و نصرت حاصل ہوئی۔

ضلع پرتاپ گڑھ کے قصبہ بہار کا فیصلہ کن مناظرہ: ضلع الہ آباد سے متّصل ضلع پرتاپ گڑھ ہے اسی ضلع کا ایک معروف قصبہ بہار ہے۔ اِسی قصبہ کا ایک مولوی جس کا نام ضیغم تھا، بالکل نیا نیا ندوۃ العلما لکھنو سے فارغ ہو کر آیا تھا وہ اپنی بدعقیدگی کا شوشہ چھوڑنے لگا۔ جس کے سبب وہاں کے لوگوں نے آپ مفتی صاحب قبلہ سے رابطہ کیا تو مفتی صاحب مناظرہ کے لیے تیار ہو گئے اور اس طرح ۱۷؍مارچ ۱۹۸۷ء کو یہ مناظرہ بموضوع تکبیر بیٹھ کر سننا طے پایا۔ حضور مفتی صاحب قبلہ پوری کتابوں کی ایک بڑی سی گٹھری اپنے ساتھ لائے اور دوران مناظرہ اپنے مد مقابل مولوی ضیغم ندوی سے فرمایا: بول تم کو کتنا ثبوت چاہیے لے یہ بخاری ہے، یہ مسلم ہے، یہ ترمذی ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ مولوی بالکل خاموش ہو گیا اور پھر اس کا فیصلہ وہاں کے لوگوں نے خود سے اس طرح کر دیا کہ وہاں کے لوگوں نے بعد مناظرہ اس کی خاموشی پر اس مولوی ندوی کو اتنا مارا اتنا مارا کہ اس کے بدن کا پورا کپڑا اپھٹ گیا اور وہ بالکل برہنہ ہو گیا اور وہ اسی وقت کھیت ہی کھیت جو بھاگا تو اب تک دوبارہ لوٹ کر نہ آیا پھر اس طرح سے الحمد للہ یہ قصبہ بہار اب تک ہر طرح کی بدعقیدگی سے منزہ پاک و صاف ہے۔

اس مناظرہ کے بارے میں حضور قائد ملت مناظر اعظم علامہ مفتی عبدالمنان صاحب قبلہ کلیمی اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:

آپ (یعنی حضور ادیب اعظم نیپال) میں رد و مناظرہ کی بھی وافر صلاحیت موجود ہے آپ نے دور تدریس میں کئی ایک تاریخی مناظرے کیے جن میں قصبہ بہار ضلع پرتاپ گڑھ کا تاریخی مناظرہ اہمیت کا حامل ہے اور یادگار مناظرہ ہے۔ یہ مناظرہ ۱۷؍مارچ ۱۹۸۷ء کو ندوۃ العلما لکھنو کے ایک فاضل سے کیا گیا اس کا موضوع تھا بیٹھ کر تکبیر سننا۔ اس مناظرہ میں مولانا نے اپنے فریق کو شکست فاش دے کر سنیوں کا سر بلند کیا تھا۔ (بحوالہ روح خطابت)

ضلع کوشامبی کا مناظرہ: ضلع کوشامبی میں ایک مشہور قصبہ ہے جس کا نام اوجینی ہے۔ وہاں پر آپ بغرض تقریر اپنے ایک خاص محب جناب انیف کی دعوت پر تشریف لے گئے جب آپ کی تقریر شروع ہوئی تو ایک منصوبہ بند پلاننگ کے تحت آپ سے دوران تقریر وہاں کے وہابیوں نے سوالات کرنا شروع کر دیا، اسی اثنا میں صاحب خانہ نے اعلان کیا کہ آپ حضرات خاموش ہو جائیں حضرت مفتی صاحب قبلہ اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک آپ لوگوں کے سوالات کے تشفی بخش جوابات نہ دے دیں مگر پروگرام چلنے دیں پروگرام خراب نہ کریں۔

ٹھیک کل بعد فجر صاحب خانہ کے دروازے پر دیوبندیوں کے بڑے دو چار مُلّے حاضر ہوئے اور پھر اس طرح ایک طویل بحث و مباحثہ اور مناظرہ کا دور چلا اور پھر سب کے سامنے مفتی صاحب قبلہ نے تمام دیوبندیوں کو ساکت و جامد اور خاموش کر دیا اور اس طرح اہل سنت کی فتح کا اعلان کر دیا گیا۔

(۷)شیر نیپال صوفی صدیق خان: ملک نیپال میں جن شخصیات نے اپنی خدمات سے مذہب اسلام کی آبیاری کی ان میں ایک قابل قدر نام صوفی محمد صدیق خان صاحب قبلہ کا بھی ہے جو شیر نیپال کے لقب سے ملقب اور مشہور ہیں۔ آپ کی ولادت ۲۷/ جولائی ۱۹۴۶ء کو ملک نیپال کے ضلع روپندیہی کے روہنی گاؤں میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں ہی میں حاصل کی اور اعلیٰ تعلیم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف میں مکمل کی۔ اس کے بعد خدمت دین میں منہمک ہو گئے۔ ان کی خدمت دینی میں بدمذہبوں سے مناظرہ بھی ہے۔ آپ کے مناظرہ کی مختصر روداد یہ ہے:

مناظرہ بنکٹوا، نیپال: حضرت مولانا ضمیر اللہ صاحب مقام بنرہواں، مہراج گنج نے بتایا کہ تقریباً ۱۹۸۸ء میں، جس وقت میں دار العلوم غوثیہ بیروا بنکٹوا میں تعلیم حاصل کر رہا تھا تو عُزیر نامی ایک دیوبندی مولوی نے اپنی جماعت کے ساتھ حضرت مولوی محمد نثار احمد مرحوم سے علم غیب کے مسئلے میں بحث شروع کی اور مناظرے کا چیلنج کیا تو انھوں نے فوراً حضرت صوفی صاحب قبلہ کو بُلایا، پھر حضرت صوفی صاحب قبلہ تشریف لائے اور انھوں نے دیوبندی مولویوں کی وہ دُرگت بنائی کہ انھیں بھاگتے ہی بنی۔ اور آخر کار انھیں حضرت صوفی صاحب قبلہ کے سامنے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

(۸)فخر بھیونڈی مفتی محبوب رضا مصباحی: مفتی صاحب قبلہ کی ولادت ۱۰/ اپریل ۱۹۸۳ء کو ضلع دھنوشہ کے ”پرساہی“ نامی بستی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ”حنفیہ برکاتیہ“ جنک پور سے حاصل کی، دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے کی اور تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ امجدیہ گھوسی سے مکمل کیا۔ پھر نیپال اور اس کے بعد بھیونڈی میں تدریس کی خدمت انجام دی اور تاہنوز بھیونڈی ہی میں تدریس، افتا، تقریر، تبلیغ، تصنیف اور مناظرہ کے ذریعہ دین متین کی خدمت ہی لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے اب تک جو مناظرے کیے یا جن میں شریک ہوئے اس کی ایک جھلک یہ ہے:

پہلا مناظرہ: علم غیب کے موضوع پر بھیونڈی میں اہل حدیث مولوی سے یہ مناظرہ ہال میں ہوا۔ اہل حدیث مولوی عبد الرشید سلفی سامنے تھا۔ یہ فیصلہ کن ثابت ہوا اہل حدیث نے حضور کو مطلع علی غیب مانا عالم غیب نہیں۔

دوسرا مناظرہ: ارجولی تعلقہ بھیونڈی میں تعویذ کے موضوع پر ہوا اہل حدیث مولوی عبید الرحمان مدنی سامنے تھا۔

تیسرا مناظرہ: ہبلی کرناٹک میں عید میلاد پر صرف شرائط طے کرتے وقت ہی اہل حدیث نے شکست تسلیم کر کے تحریر دے دی۔

چوتھا مناظرہ: صمد نگر میں۔ مگر شرائط طے کرتے وقت اہل حدیث مولوی نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور تحریر لکھ کر دی۔

(۹)فقیہ عصر مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی: مفتی عثمان برکاتی صاحب قبلہ کی ولادت ضلع دھنوشہ کی بستی ”کپٹول“ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ ادارے اور نیپال کے دیگر مدارس میں ہوئی۔ اعلیٰ تعلیم جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے حاصل کی پھر ہند و نیپال کے مختلف مدارس میں تدریس کا فریضہ انجام دیا اور اب

اپنے قائم کردہ ادارے ”فیضان مدینہ“ ہی میں قیام رہتا ہے۔ آپ بھی ملک نیپال کے ان علمائے اہل ست سے ہیں جنھوں نے تقریر، تحریر، تبلیغ، افتا اور مناظرہ سے دین اسلام کے فروغ کا کارنامہ انجام دیا۔ آپ نے اب تک جو مناظرے کیے یا جن مناظرے کے لیے تشریف لے گئے ان کی تفصیل یہ ہے:

مناظرہ ناتھ پٹی بسر بھورا، دھنوشہ، نیپال: تقریبا ۱۹۹۱ء میں یہ مناظرہ ہوا جس میں
اہل سنت کے مناظر: مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی
اہل سنت کے معاون: (۱) منظور العلما مولانا منظور احمد صاحب لہرنیا (ضلع مدھوبنی بہار)
(۲) اور حضرت مولانا امین الدین صاحب قبلہ
وہابی کے مناظر: مولوی محمد عبد الخالق جو اس وقت پورے علاقے میں ان کا بڑا عالم تھا۔
وہابی کے معاون: (۱) مولوی عبد القیوم (ٹھلا نیپال)
(۲) عبد السلام یا عبد السبحان (دیودھا ضلع مدھوبنی بہار)
عنوان مناظرہ۔ (۱) حیات النبی (نبی زندہ ہیں یا مردہ)
(۲) تکفیر وہابیہ (وہابی کافر ہیں)
وقت مناظرہ: تقریبا چار پانچ گھنٹے
انجام مناظرہ: اہل سنت وجماعت کی فتح مبین۔
شرکائے مناظرہ: علاقے کے اکثر وبیشتر سنی اور وہابی علما۔

مناظرہ لدنیہ: تقریبا ۲۰۰۱ء مناظرہ ہوا جس میں
اہل سنت کے مناظر: مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی۔
اہل سنت کے معاون:۔ (۱) مفتی رحمت اللہ (لوکہا بہار)
(۲) مفتی مختار احمد صاحب (قضیاہی ضلع مدھوبنی بہار) (حال مقیم دار اپٹی)
وہابی کے مناظر:۔ طاہر گیاوی۔
وہابی کے معاون:۔ اسی علاقے کے دو ۲ بڑے عالم جن کا نام معلوم نہیں۔
عنوان مناظرہ۔ (۱) علم غیب مصطفی (۲) الاستمداد بغیر اللہ۔

(نوٹ) مگر وہابی کے مناظر طاہر گیاوی کے نہ آنے کی وجہ سے وہ لوگ روبرو ہو کر بھی مناظرہ نہ کر سکے۔ اور تھانہ والوں کی مدد سے مناظرہ رکوادیا۔ تو سنی حضرات نے رات میں وہیں چھپکی گاؤں میں فتح کا جشن منایا۔

* * *

باب چہارم

فروغ رضویات مختلف ذرائع سے

بذریعہ تحریر و قلم

مفتی محمد رضا قادری مصباحی

فقیہ اسلام، قطب الارشاد، مجدد المائۃ الماضیہ، مرجع الفقہا و مقدام الصوفیہ، شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری برکاتی بریلوی بن مولانا مفتی نقی علی خان بن مولانا مفتی رضا علی خان بن مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن محمد اعظم خان بن محمد سعادت یار خان بن محمد سعید اللہ خان رحمھم اللہ تعالی (۱۸۵۶ء/ ۱۲۷۲ھ۔ ۱۹۲۱ء/ ۱۳۴۰ھ) کے وصال کو امسال ۱۴۴۰ھ میں سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ گذشتہ چند صدیوں کی تاریخ پڑھنے کے بعد راقم سطور اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ماضی قریب کی کئی صدیوں میں امام احمد رضا قادری۔ قدس سرہ۔ جیسا عبقری فقیہ اور جامع علوم و فنون شخصیت پیدا ہی نہیں ہوئی، نہ کسی شخصیت کے تذکرہ، سوانح اور ان کی مختلف علمی جہات پر اس قدر کتابیں اور تحقیقی مقالات لکھے گئے۔ اعلی حضرت کی شخصیت معاصرین اور بہت سے متقدمین سے ممتاز نظر آتی ہے۔ ان کے وصال کے بعد برصغیر ہندوپاک میں ان پر تحقیقات کا جو کام شروع ہوا وہ اب سیل رواں اور تحریک کی شکل اختیار کرچکا ہے۔ گذشتہ چار دہائیوں کے اندر عالمی سطح پر مختلف یونیورسٹیز میں آپ کی ذات اور خدمات علمی دونوں کو موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے مثلاً برکلے یونیورسٹی (امریکہ) کولمبیا یونیورسٹی (امریکہ) لائڈن یونیورسٹی (ہالینڈ) نیوکاسل یونیورسٹی اور لندن یونیورسٹی (انگلینڈ) جامعۃ الازھر (قاہرہ مصر) کراچی یونیورسٹی (کراچی، پاکستان) پنجاب یونیورسٹی (لاہور) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (اسلام آباد) سندھ یونیورسٹی (جام شورو) پٹنہ یونیورسٹی، (پٹنہ)⁽¹⁾ بہار اردو وفارسی یونیورسٹی (مظفر پور) وغیرہ دانش گاہوں نے اعلیٰ حضرت کی خدمات پر تحقیق کے نتیجے میں پی ایچ ڈی اور ایم فل کی ڈگریاں تفویض کیں۔ گذشتہ دو دہائیوں کے اندر عرب دنیا کے متعدّد اہل قلم نے آپ کی ذات کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ اس میں سب سے بڑا حصہ ہندوپاک کے اہل قلم کا ہے لیکن اپنے اس عظیم محسن کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کی علمی عظمتوں کا اعتراف کرنے کے لیے نیپال کے علما و محققین بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ فروغ رضویات میں ان کی کاوشیں لائق ستائش ہیں جنھیں کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، بیسویں صدی کے اندر اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات اور تعلیمات کے اثرات برصغیر سمیت جس طرح وسطی ایشیا کے بہت سے ملکوں پر پڑے ان ہمہ گیر اثرات سے نیپال بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا، انوار رضویت کی کرنیں اسلامیان نیپال کے دلوں پر بھی پڑنے لگیں ان کے

---

(1) پروفیسر محمد مسعود احمد نقشبندی، پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج، ٹھٹھ، سندھ، پاکستان، تقریظ بر تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، محررہ ۲۴؍رجب ۱۴۰۸ھ۔ ۱۴؍مارچ ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۶۔

استاذ: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

وصال کے بعد صرف ربع صدی کے اندر ان کے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض یافتگان نے نہ صرف ان کے سلسلۂ رضویہ کو طول و عرض میں پھیلایا بلکہ ان کے افکار و تعلیمات کی بھی پر جوش ترویج و اشاعت کی۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت نیپالی مسلمان سواد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مسلک و منہاج پر قائم و دائم ہے اور اسے اپنے لیے طرّۂ امتیاز سمجھتا ہے۔

آمدم برسر مطلب، زیر نظر مقالہ میں اس امر کا جائزہ لیا جائے گا کہ نیپال کے اہل قلم نے فروغ رضویات میں کتنا حصہ لیا ہے؟ اس ضمن میں ان کی کوششیں کہاں تک پہونچی ہیں اور انھوں نے اپنی کاوشوں سے باب رضویات میں کس قدر اضافہ کیا ہے؟ اس مختصر تحریر کا مقصد نہ ساری تحریروں کا احاطہ ہے؛ نہ ساری تحریریں دستیاب ہی ہیں بلکہ اجمالی طور پر ان کی خدمات کا تعارف کرانا ہے۔

۱۔ کنز الایمان اور تفسیر خزائن العرفان میں واقع کتابت کے اغلاط کی تصحیح: نیپال کے ایک عالم دین کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے سیدی اعلی حضرت کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان اور اس کی لاجواب تفسیر خزائن العرفان مؤلفہ خلیفۂ اعلی حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی علیہما الرحمہ پر ایک تحقیق و تفتیش طلب کام کیا ہے۔ خلیفۂ حضور برہان ملت، مصلح امت حضرت مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری رضوی برہانی (پ ۱۹۵۴)، بانی خانقاہ قادریہ رضویہ برہانیہ، گلاب پوسسوا کٹیا، ضلع مہوتری نیپال، موجودہ شیخ الحدیث جامعہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد نے راقم سطور سے فرمایا: یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۹ء کے دوران حضور صدر الشریعہ کے داماد، تلمیذ حضور حافظ ملت مولانا عبد الشکور مرحوم کے قائم کردہ ادارہ الجامعۃ الامجدیہ، بھیونڈی میں تدریسی فریضہ انجام دے رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: مولانا صاحب! کنز الایمان کو مختلف سنی کتب خانوں نے شائع کیا ہے لیکن عدم توجہ کی بنیاد پر ہر اشاعت میں کچھ نہ کچھ خامیاں باقی رہ گئی ہیں۔ بد عقیدہ لوگ اس کو دلیل بناکر تضحیک اور اعلیٰ حضرت کی شان میں توہین کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ کنز الایمان کی ایک اشاعت ایسی ہو جو اس طرح کی غلطیوں سے پاک ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت محدث امروہوی مولانا مبین الدین فاروقی علیہ الرحمہ کی تصحیح والا نسخہ سب سے بہتر مانا جاتا ہے میں نے بمشکل تمام اسے حاصل کرلیا ہے ہم دونوں لوگ مل کر ا۔۱۵ پاروں کی تصحیح کرتے ہیں اور ۱۶ سے ۳۰ پارے تک کا کام میرے صاحبزادے مفتی محمود اختر صاحب انجام دیں گے۔ آپ بعد نماز مغرب ہماری قیام گاہ پر روزانہ تشریف لے آئیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ان کی گذارش کو مانتے ہوئے پوری پابندی کے ساتھ اس کام کو شروع کردیا۔ ترجمہ اور تفسیر دونوں کے اندر کتابت کی بے شمار اغلاط تھیں حتی کہ بہت سے مقامات پر قرآن پر اعراب لگانے میں بھی غلطیاں واقع ہوئی تھیں۔ سب سے مستند و معتبر حضرت محدث امروہوی کی تصحیح والا نسخہ تھا لیکن باریک بینی سے جائزہ لینے پر اس میں بھی بہت سی خامیاں نکل آئیں ابھی تین ہی پاروں پر کام مکمل ہوا تھا کہ دو بڑے رجسٹر پُر ہو گئے۔ ادھر مفتی صاحب قبلہ سخت بیمار پڑ گئے اور ناچار جامعہ چھوڑ کر آپ کو گھر آنا پڑا۔ خدا جانے یہ کام کس منزل تک پہونچا۔ کنز الایمان کی تصحیح، حضرت مولانا عبد الشکور مرحوم اور مفتی صاحب قبلہ کا وہ مثالی کارنامہ ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

۲۔ شان اعلی حضرت پر تحریری خطاب: مفتی صاحب جہاں دینی درس گاہ کی شان ہیں وہیں حدیث و تفسیر، فقہ و تصوف، سیرت، تاریخ، شاعری اور فن خطابت میں اپنی منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ مبتدی و متوسط طلبہ و علما کے لیے شان خطابت، روح

خطات، جان خطابت، روح خطابت اور تاج خطابت کے عنوان سے پانچ عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن کی زبان انتہائی سلیس، فصاحت وبلاغت سے لبریز اور ادبی اسلوب کی حامل ہونے کے ساتھ ہی خطیبانہ مذاق ومزاج سے مکمل ہم آہنگ ہے۔

جان خطابت میں ۲۰ صفحات پر مشتمل شان اعلی حضرت کے نام سے آپ نے ایک تقریر تیار کی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ الفاظ کی بندش اور نشیب وفراز سے قارئین عش عش کر اٹھتے ہیں۔ مفتی صاحب کی ان کتابوں کی روشنی میں صرف اسلوب نگارش پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔

۳۔ خلیفۂ اعلی حضرت، برہان ملت کی ایک کتاب پر تحشیہ، ترجمہ اور تحقیق: حضور برہان ملت کی یہ کتاب تصوف کے موضوع پر لکھی ہوئی ہے کتاب کا نام اب تک معلوم نہیں ہوسکا اس پر کام کی نوعیت یہ ہے کہ مفتی صاحب نے قیام جبل پور کے دوران اس میں وارد تصوف کی اصطلاحات کی تشریح، توضیح طلب مقامات پر حاشیہ نگاری اور اس کتاب میں شامل فارسی اور عربی اشعار کا اردو میں ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کو از سر نو مرتب بھی کیا ہے۔

۴۔ فتاوی رضویہ، بہار شریعت اور فتاوی فیض الرسول سے ماخوذ مسائل امامت:

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ مسائل متعلقہ بہ استحقاق امامت   ۲۔ مسائل امامت متعلقہ بہ صحت نماز
۳۔ مسائل امامت متعلقہ بہ جماعت   ۴۔ مسائل امامت متعلقہ بہ سجدۂ سہو
۵۔ مسائل امامت متعلقہ بہ قراءت   ۶۔ متفرق مسائل امامت

یہ کتاب تقریبا ۱۵۰ مسائل فقہ کا مجموعہ ہوگی، ہنوز زیر ترتیب ہے۔ اس سے عوام مسلمین کو بھی ضروری مسائل سمجھنے میں بڑی مدد ملے گی۔ اس کے مرتب نیپال کے ایک بزرگ عالم دین اور فقیہ مفتی محمد عثمان رضوی ہیں۔ جو ضلع دھنوشا کی مردم خیز بستی ”بیلا لادو“ میں ۱۹؍ ستمبر ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۵ سے ۲۰۱۶ تک مدرسہ انوار العلوم کماں، سیتامڑھی بہار میں گورنمنٹی ملازمت میں تدریس سے منسلک رہے، آپ نے فقہ وفتاوی کے میدان میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ ۱۹۸۸ء سے ۲۰۰۸ء تک مسلسل ۲۰ سال دار العلوم قادریہ، غوثیہ مرگیا چک، سیتامڑھی کے دار الافتا میں بیٹھ کر مفتی کی حیثیت سے فتاوی نویسی کی اس لیے تدریس اور افتا دونوں کا طویل تجربہ رکھتے ہیں۔ اس وقت مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، جنک پور میں صدر المدرسین اور مفتئ ادارۂ شرعیہ نیپال کے منصب پر فائز ہیں۔

۵۔ تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ: یہ کتاب برصغیر ہند وپاک میں اردو زبان میں لکھی جانے والی سب سے اول اور مبسوط کتاب ہے جو اعلیٰ حضرت کے مشائخِ سلسلہ کے حالات پر تفصیلی اطلاع فراہم کرتی ہے۔ اس کے کل صفحات کی تعداد ۷۵۵ ہے اور اس میں حضور اکرم ﷺ سے لے کر اعلی حضرت اور ان کے بعد مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں تک ۴۲ مشائخ سلسلہ رضویہ کے حالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے مبسوط بیان اعلی حضرت قدس سرہ کا ہے نورسی ونہم کے عنوان سے ۳۹ ویں نمبر پہ اعلی حضرت کا تذکرہ اور ان کا بہت ہی جامع اور مدلل تعارف ۷۸ صفحات میں کرایا گیا ہے جو ص ۳۹۱

سے شروع ہوکر ۴۶۸ پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ کتاب کے شروع میں حضور احسن العلما سجادہ نشین مارہرہ شریف، حضور تاج الشریعہ جانشین مفتئ اعظم ہند، بریلی شریف اور ماہر رضویات پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی، پاکستان علیہم الرحمہ نے ایک ایک صفحے میں اپنے تاثرات اور دعائیہ کلمات پیش کیے ہیں جب کہ محقق دوراں، مولانا محمد جلال الدین قادری، کھاریاں، گجرات، پاکستان نے ۲۰ صفحات میں ایک مبسوط تقدیم لکھ کر اس کتاب کی وقعت میں غیر معمولی اضافہ کیا ہے۔ یہ مقدمہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس کتاب کے مؤلف ملک نیپال کے ضلع سرلاہی کی مردم خیز بستی ”سندر پور“ سے تعلق رکھنے والے جلیل القدر عالم دین، شہید راہ حق حضرت مولانا عبد المجتبیٰ رضوی سندر پوری مرحوم ہیں جن کی ولادت ۲۰/ فروری ۱۹۵۷ء کو سندر پور میں ہوئی جامعہ فاروقیہ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد برسہا برس بنارس میں واقع ایک دینی درس گاہ مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا میں گورنمنٹی ملازمت سے منسلک رہے۔ عین عالم شباب میں ۸/ جون ۱۹۹۸ء کو کچھ شرپسندوں نے منصوبہ بند طور پر آپ کو شہید کر دیا۔

مولانا مرحوم ایک باصلاحیت مدرس، اثر آفریں واعظ اور زود نویس قلم کار اور نوجوان محقق تھے۔ سیرت و سوانح اور تاریخ کے موضوع پر آپ نے ۶ کتابیں تصنیف کیں۔

یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۹ء میں، دوسری بار جنوری ۱۹۹۶ء میں مصنف کی حیات میں چھپی، تیسری بار ۱۹۹۹ء میں اور چوتھی بار ۲۰۰۲ء میں ادیب شہیر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ کی کوششوں سے طبع ہوئی۔ تیسرے ایڈیشن میں مولانا موصوف نے اپنی طرف سے اس میں مشائخ قادریہ رضویہ کے بیچ میں برکاتیہ کا اضافہ کیا اور تقدیم میں اس کی صراحت بھی کر دی۔ اخیر کے تینوں ایڈیشن المجمع المصباحی، مبارک پور سے شائع ہوئے۔ بقول مصنف یہ کتاب ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء کے درمیان لکھی گئی ہے۔ حالات کی فراہمی اور جمع و تدوین میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے، مدلل گفتگو کی گئی ہے اور بہت سے قلمی نسخوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۶۔ کنز الایمان اردو تراجم کی جان: باب رضویات میں مرحوم کی دوسری اہم کاوش ”کنز الایمان اردو تراجم کی جان“ ہے یہ ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکی اور معلوم بھی نہ ہو سکا کہ یہ طبع ہوئی یا نہیں۔ مگر عنوان سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے اس میں دیگر تراجم کے ساتھ کنز الایمان کا تقابلی مطالعہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

۷۔ جہان علم و فضل: ملک نیپال کے ضلع روتہٹ، قصبہ جئے نگر سے تعلق رکھنے والے ایک معروف عالم دین اور ممتاز صحافی حضرت مولانا مفتی محمد ممتاز عالم مصباحی، (متولد ۱۹۷۹ء) صدر المدرسین جامعہ رضویہ مناظر العلوم، بابو پورہ کان پور، اتر پردیش نے اعلیٰ حضرت کی مختلف علوم و فنون میں مہارت کو ثابت کرنے کے لیے ۲۰۱۰ء میں ”جہان علم و فضل“ کے نام سے ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینۃ میں اپنے تعلق سے جن ۵۵ علوم و فنون نقلیہ و عقلیہ میں مہارت کا ذکر کیا ہے جہان علم و فضل میں انھیں علوم پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک تجزیاتی اور فکری مطالعہ پیش کیا گیا ہے ان علوم سے علوم قرآن، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، عقائد و کلام، منطق، فلسفہ، مناظرہ، ہیئت، توقیت، ہندسہ، حساب، جفر، تکسیر، طب، زیجات، جبر و مقابلہ، لوگارثم، ارثماطیقی، مثلث کروی، ابعاد، فرائض، اقتصاد،

معدنیات، ارضیات، تاریخ، جغرافیہ، سائنس اور تصوف واخلاق وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

یہ کتاب ابھی غیر مطبوعہ ہے مخطوطہ کے صفحات ۱۵۰ ہیں۔ مولانا کو ابتدا ہی سے صحافت اور عربی زبان وادب سے خاص شغف رہا ہے یہی وجہ ہے کہ عہد طالب علمی سے صحافت اور زبان وادب ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن گئے جہاں بھی گئے کسی نہ کسی مجلہ کی ادارت سرانجام دیتے رہے۔ باب رضویات میں ان کے عربی واردو زبانوں میں لکھے جانے والے مقالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ چند مقالات کی تفصیل حسب ذیل ہے ۱۹۹۶ء میں جامعہ امجدیہ گھوسی میں تحصیل علم کے دوران ”المجدد“ نام سے ہفتہ وار عربی جداریہ نکال کر اعلی حضرت پر مضامین شائع کیے اسی طرح ۱۹۹۹ء سے ۲۰۰۰ء تک جامعہ اشرفیہ میں طالب علمی کے دوران البیان اور الصحوۃ جاری کیے جس میں اعلی حضرت پر متعدّد مضامین شائع کیے ۲۰۰۱ء میں روزنامہ راشٹریہ سہارا اردو کی جانب سے شائع ہونے والے خصوصی نمبر میں ”مجدد بریلوی اور رد حرکت زمین“ کے نام سے ایک خوبصورت مضمون شائع کیا۔ ۲۰۰۳ء میں پاکستان کے معروف رسالہ ”جہان رضا“ میں ”امام احمد رضا: افکار عالیہ“ کے نام سے فکر انگیز مقالہ شائع کیا۔ ۲۰۰۶ء میں سہ ماہی امجدیہ گھوسی سے ”اعلی حضرت اور علوم جدیدہ“ کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔ اسی طرح ۲۰۱۸ء میں ماہنامہ کنزالایمان دہلی نے مولانا کے مضمون ”امام احمد رضا کے معاشی نکات“ کو شائع کیا۔

اس طرح دیکھا جائے تو رضویات کی توسیع وفروغ میں ان کی قلمی خدمات معاصر علما کے درمیان امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ موصوف تقریبا دو درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں ہندوستانی مسلمان، نظام پردہ اور اسلام کا سماجی نظام نے ہندوستان کے اہل قلم سے زبردست خراج تحسین وصول کیا ہے۔

۸۔ امام احمد رضا قادری کا فقہی کمال فتاوی رضویہ جلد ہفتم کے آئینے میں: یہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم پر ریسرچ کا ایک مقالہ ہے جسے راقم سطور نے جامعہ میں اشرفیہ مبارک پور میں شعبۂ اختصاص فی الفقہ میں قیام کے دوران ۲۰۰۸ء/ سے ۲۰۰۹ء کے درمیان لکھا تھا یہ فل اسکیپ سائز میں ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اعلی حضرت قدس سرہ کے فقہی کمال کو اجاگر کرنے کے لیے خود ان کے فتاوی جلد ہفتم سے مضبوط شواہد فراہم کیے گئے ہیں۔ اور ۱۲ عناوین کے تحت اس پر گفتگو کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکلات ومبہمات کی توضیح۔ فقہاے سلف کے کلام میں جہاں ابہام وخفا اور اشکال رہ گیا تھا اعلی حضرت نے اس کی تبیین وتوضیح فرمائی ہے۔ (۲) مختلف اقوال میں ترجیح، اس باب میں اس کا بیان ہے کہ کس طرح اعلی حضرت نے فقہاے اسلام کے اقوال مختلفہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔ (۳) کثیر جزئیات کی فراہمی (۴) مراجع ومصادر کی کثرت (۵) تنقیح طلب مسائل کی توضیح (۶) فکر انگیز تحقیقات (۷) تخریج احادیث (۸) فقہاے متقدمین پر تطفلات (۹) مخالفین پر تعاقبات، (۱۰) غیر منصوص مسائل کے احکام کا استنباط (۱۱) علوم حدیث اور جرح وتعدیل میں مہارت (۱۲) اعلی حضرت کی دنیاوی امور سے آگاہی۔ اسی جلد میں اعلی حضرت کا مشہور رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم بھی شامل ہے۔

یہ ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب ہے جو اہل فکر ونظر کے درمیان اعلیٰ حضرت کا قرار واقعی علمی تعارف کراتی ہے استاذ گرامی، خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتھم، ناظم تعلیمات وسابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور

کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد کمپوزنگ کے مرحلہ سے گزر چکی ہے، جلد ہی فتاوی رضویہ کی دیگر جلدوں کے تعارف کے ساتھ مجلس برکات، مبارک پور سے طبع ہوکر منظر عام پر آنے والی ہے۔

۹۔ امام احمد رضا قادری اور ان کا تفقہ فی الدین: یہ راقم سطور کا ایک تحقیقی مقالہ ہے جو تقریبا ۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اختصاص فی الفقہ کے دوران ۲۰۰۸ء میں لکھا گیا تھا۔ اپنے موضوع پر جامع ہونے کے ساتھ اعلی حضرت قدس سرہ کا ایک سائنٹفک تعارف کراتا ہے اس میں اعلی حضرت کی مختصر سوانح کے ساتھ، تصنیف و تالیف، فقہی تبحر، فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق و توضیح، افضلیت سید الانبیا و افضلیت قرآن کا مسئلہ، ایک صاع پانی سے غسل اور ایک مد پانی سے وضو کا مسئلہ ان موضوعات پر گفتگو کے ذریعہ ان کے تفقہ فی الدین کو اجاگر کیا گیا ہے یہ مقالہ ۲۰۰۹ء میں کاروان رئیس القلم دہلی کے سالانہ مجلہ میں شائع ہوچکا ہے۔

۱۰۔ عظیم المرتبت داعی اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی: بیسویں صدی کے اندر عالمی سطح پر تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دینے والی شخصیت خلیفۂ اعلی حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹۲ء۔۱۹۵۴ء) کی ہے آپ اعلی حضرت کے معتمد اور منظور نظر تھے۔ آپ کو سفیر اسلام بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی دعوت کے میدان میں دور دور تک آپ کا کوئی شریک و سہیم نظر نہیں آتا ہے۔ تن تنہا اس زمانے میں جب ہوائی سفر کا انتظام نہیں تھا آبی جہاز اور دیگر وسائل نقل و حمل کو استعمال کرتے ہوئے آپ نے دنیا کے ۴۰ سے زائد ملکوں کا سفر کر کے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہونچایا تھا۔ ایک محتاط اندازہ کے مطابق آپ کی تبلیغی مساعی سے متاثر ہوکر ۵۰ ہزار سے زائد عوام و خواص حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انھیں کی دعوتی سرگرمیوں اور اسلام کی تبلیغ کے لیے کی جانے والی کوششوں سے دنیا کو واقف کرانے کے لیے راقم سطور نے ۲۰۱۱ء میں یہ تحقیقی مقالہ قلمبند کیا تھا جسے پڑھ کر ہزارہا افراد نے ان کی دعوتی کوششوں کا اعتراف کیا۔ بیسویں صدی میں پوری دنیا کے اندر کوئی بھی شخصیت دعوتی میدان میں ان کا ہم پلہ نظر نہیں آتی ہے۔ اس مقالہ کو پڑھنے کے بعد ہی یہ اندازہ ہوسکے گا کہ اعلی حضرت نے بیک وقت کتنے محاذوں پر مردم سازی کی اور کیسے کیسے جیالے پیدا کیے۔ ۲۰۱۱ء میں یہ مقالہ کاروان رئیس القلم نئی دہلی سے شائع ہوچکا ہے۔

۱۱۔ نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ نوریہ کی تنظیم: نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ کب اور کس طرح پہونچا، اس سلسلے نے یہاں کیسے فروغ پایا، کن مشائخ نے یہاں کام کیا اس حوالے سے اب تک کوئی تاریخ مدون نہ ہوئی تھی نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر تھا۔ پہلی بار راقم سطور نے نیپال میں سلسلۂ رضویہ کے فروغ و توسع اور ترویج کا جائزہ لیا ہے۔ اور اپنی کتاب ”نیپال میں اسلام کی تاریخ“ کے اندر ایک مستقل عنوان ”نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ کا فیضان“ رکھا اور ۱۰۱ صفحات میں ۳۱۷ سے لے کر ۴۱۸ تک اس سلسلہ سے وابستہ ۲۱ علما و مشائخ کا تعارف کرایا۔ اسے نیپال کے حوالے سے فروغ رضویات کا ایک اہم حصہ مانا جاسکتا ہے۔ اس میں نیپال میں حضور مفتی اعظم ہند سے لے کر حضور تاج الشریعہ تک اور بہت سے خلفاے سلسلہ رضویہ کی دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں سے واقف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۲۔ رسالہ تدبیر فلاح و نجات کی تعریب: ۱۹۱۲ء میں اعلیٰ حضرت نے تدبیر فلاح و نجات کے نام سے اردو زبان میں

ایک رسالہ تحریر فرمایا تھا جس میں بہت ساری معاشی اصلاحات اور اسلام کے مضبوط اقتصادی نظام کے اہم نکات کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اور مسلمانوں کے بے جا مقدمہ بازیوں میں پڑکر اپنی معاشی توانائی کو ضائع کرنے سے بچانے پر زور دیا تھا۔ اس کا دوسرا اہم نکتہ یہ تھا کہ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد اور دکن کے صاحبان ثروت مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے اپنا بینک کھولیں۔ کتاب اپنے موضوع پر بے حد مفید ہے اس مختصر رسالہ کا ترجمہ نیپال کے ضلع سرلاہی سے تعلق رکھنے والے محقق عالم دین مولانا مبشر حسن مصباحی نے ۲۰۰۶ء میں عربی زبان میں کیا تھا۔ جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

۱۳۔ الفضل الموھبی فی معنی إذا صح الحدیث فھو مذھبی کا ترجمہ: یہ کتاب اعلی حضرت قدس سرہ کی بڑی معرکۃ الآرا تصنیف ہے اس میں آمین بالجھر رفع الیدین قبل الرکوع و بعد الرکوع وغیرہ اَبحاث پر غیر مقلدین کے موقف کی زبردست تردید کی گئی ہے۔ احناف کے موقف کو علمی اصولوں کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔ اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کس طرح احناف حدیث پر عامل ہیں اور حدیث صحیح ہی ان کا مذہب ہے۔ مولانا مبشر حسن مصباحی نے اس کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا ہے تاکہ اردو قارئین بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ مولانا اس وقت جامعہ جواہر لعل نہرو نئی دہلی سے ”النزعة الإنسانية في الرواية الفلسطينية“ کے موضوع پر عربی زبان میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ نیپال کے ضلع سرلاہی کے بست پور گاؤں سے ان کا تعلق ہے۔ انگریزی سے عربی ترجمہ نگاری اور ترجمانی میں مہارت حاصل ہے۔

۱۴۔ امام احمد رضا اور القاب نوازی: اس کتاب کے مصنف نوجوان عالم، فاضل اور محقق مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی ابن مولانا محمد اسماعیل حسینی چترویدی (پ ۱۹۸۸ء) ہیں نئی نسل کے عالموں میں متحرک اور فعال ہیں۔ ضلع دھنوشا نیپال کی مردم خیز بستی ”بیلالادو“ سے تعلق رکھتے ہیں۔

زیر نظر کتاب رضویات میں ایک نئے باب کا تعارف ہے اور اضافہ بھی۔ اس سے پہلے اس عنوان پر کوئی کتاب فقیر کی نگاہ سے نہ گذری، اس نئے موضوع پر مولانا حسینی نے ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ایک عمدہ کتاب تیار کی ہے جو تین ابواب کا احاطہ کرتی ہے۔ باب اول: مختصر تذکرہ القاب نواز، اس میں اعلیٰ حضرت کے سوانحی گوشوں کو بیان کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے اکابر و معاصرین اور اخلاف نے انھیں کن کن القاب سے یاد کیا ہے۔ باب دوم: القاب یافتہ اکابر و معاصر ۔ اس باب میں اس کا بیان ہے کہ خود امام اہلسنت نے اپنے اکابر و معاصرین کو کن القاب و آداب کے ساتھ یاد فرمایا ہے اس باب میں ۱۳ مشائخ کا تذکرہ شامل ہے۔ باب سوم: القاب یافتہ شاگردان و خلفا۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کے ۳۲ تلامذہ و خلفا کا تذکرہ شامل ہے جن کو اعلیٰحضرت نے ان کے اندر موجود نمایاں وصف کے سبب کسی لقب سے متّصف فرمایا ہے۔

جمع و ترتیب کا یہ کام بڑی عرق ریزی اور محنت سے کیا گیا ہے۔ یہ کتاب پریس کے حوالے کی جا چکی ہے ان شاء اللہ جلد ہی طبع ہو کر باصرہ نواز ہونے والی ہے۔

۱۵۔ علم تفسیر میں امام احمد رضا قدس سرہ کی خدمات: یہ بھی مولانا عطاء النبی حسینی کی دوسری شاہکار تصنیف اور اپنے موضوع پر اولیات کا درجہ رکھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں یہ کہنا بہت ہی مشکل امر ہے کہ آپ کو کسی ایک

خاص علم یا فن میں ید طولی حاصل تھا بلکہ ان کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو الٹ کر بنظر انصاف دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ اعلیٰ حضرت کسی بھی علم سے صرف واقفیت ہی نہیں رکھتے بلکہ اس میں درجۂ امامت پر پہونچے ہوئے ہیں خواہ وہ فن تفسیر ہی کیوں نہ ہو اور صرف یہی نہیں بلکہ اس فن کے امام کہلائے جانے والوں سے بھی دو قدم آگے چل کر اس علم کی انتہا پر پہونچ کر اس کے اماموں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گو کہ ان کا میدان فقہ تھا جس کی ضرورت امت کو ہر دور میں رہی ہے مگر ان کے رہوار قلم نے علم و فن کے ہر میدان میں اپنا جوہر دکھایا ہے اور فن تفسیر میں تو وہ کمال کو پہونچے ہوئے ہیں۔ مصنف کتاب نے ابتدا میں حضور صدر الشریعہ کے حوالے سے اس کا اظہار کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت مستقل طور پر قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے تھے۔ ۲۔۳ روز تک حضور صدر الشریعہ ان تفسیری نکات کو قلمبند کرتے رہے جس سے انھوں نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ تفسیر ضخیم دس بارہ جلدوں میں مکمل ہوگی، پھر طوالت کے اندیشہ سے اسے ملتوی کر دیا گیا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ نے تفسیر پر کام نہیں کیا ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب میں اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں جابجا بکھرے تفسیری نکات اور روایات کو جمع کر کے فن تفسیر میں ان کی مہارت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس میں وہ کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت نے تفسیر کی بڑی بڑی کتابوں پر تعلیقات یا حواشی لکھے یا کسی مخصوص آیت یا سورہ کی تفسیر کی لکھی۔ مصنف نے اس طرح کی ۱۷ کتابوں کو شمار کرایا ہے۔ ان میں الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیہ، حیات الموات فی سماع الاموات، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، تفسیر سورۂ والضحیٰ اسّی جز میں ضخامت ۶۰۰ صفحات، تفسیر باء بسم اللہ، حاشیہ تفسیر خازن، حاشیہ در منثور، حاشیہ معالم التنزیل اور تفسیر سورۂ فاتحہ قابل ذکر ہیں۔

مولانا حسینی نے اعلیٰ حضرت کی فن تفسیر میں انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے علم الاعداد کے ذریعہ قرآن کی تفسیر کی متعدّد مثالیں پیش کی ہیں۔ یقیناً یہ کتاب اہل علم کے درمیان پذیرائی حاصل کرے گی۔ یہ پوری کتاب ۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اسی سال رشد الایمان فاؤنڈیشن، سمندری (پاکستان) سے شائع ہو رہی ہے۔

۱۶۔ مختصر تذکرہ مجدد اعظم: رضویات کے باب میں مولانا عطاء النبی حسینی زید مجدہ کی تیسری کتاب ”مختصر تذکرہ مجدد اعظم“ ہے یہ کتاب بھی رشد الایمان فاؤنڈیشن پاکستان سے شائع ہو رہی ہے۔ میں موصوف کو ان تین اہم کاوشوں کی تکمیل پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی ان سے ایسے ہی کاموں کی توقع ہے۔ ساتھ ہی یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی بھی تحقیقی کام کے حوالے سے یہ جائزہ لینا ضروری ہے کہ ماضی میں اس موضوع پر کام ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو کس جہت سے جدید تحقیق کے نقطۂ نظر سے اس کا ذکر کر دینا ضروری سمجھا جاتا ہے تاکہ اس موضوع پر صاحب کتاب کی انفرادیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکے۔

۱۷۔ امام احمد رضا اور فقہائے سلف سے اختلاف: یہ کتاب پاکستان کے مشہور سنی عالم دین، عمدۃ المحققین علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اور بڑی ہی معرکۃ الآرا ابحاث پر مشتمل ہے کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۴۲ ہے۔ اس پر نیپال کے ضلع دھنوشا سے تعلق رکھنے والے نوجوان عالم دین مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی کا گراں قدر تحشیہ اور تخریج ہے۔ جس سے اس کتاب کی ثقاہت، افادیت اور اہمیت میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ مولانا حسینی صاحب کا خالص علمی و تحقیقی

کارنامہ ہے۔ اس کی کمپوزنگ مکمل ہو چکی ہے اور حضرت مولانا مفتی شمس الہدی مصباحی، استاذ الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور کی تصحیح و نظر ثانی کے بعد منتظر طباعت ہے۔

۱۸۔ علم سیرت اور امام احمد رضا: یہ رسالہ بھی مولانا حسینی کی تازہ کاوشوں میں سے ایک ہے۔ اپنے موضوع پر منفرد ہونے کے سبب دل پذیر بھی ہے۔ اس میں تصانیف اعلی حضرت سے حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز اعلی حضرت نے سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر جو مستقل رسالے لکھے ہیں اس کا بھی احسن تعارف کرایا گیا ہے۔ اعلی حضرت نے سیرت کے گوشے پر جو رسالے لکھے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ) ۲۔ الأمن و العلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء (۱۳۱۱ھ) ۳۔ اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل (۱۲۹۸ھ) ۴۔ انباء المصطفی بحال سر واخفی (۱۳۱۸ھ) ۵۔ زواھر الجنان من جواھر البیان (۱۲۹۷ھ) ۶۔ شمول الاسلام لأصول الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ) مؤلف کتاب نے سیرت کے موضوع پر ۱۸ مستقل تصانیف اور تین حواشی کا ذکر کیا ہے۔ یہ رسالہ ۵۶ صفحات پر مشتمل اور غیر مطبوعہ ہے۔

۱۹۔ امام احمد رضا اور احترام اکابر: یہ بھی مولانا حسینی مصباحی کے ذوق انتخاب کا حسین شاہکار ہے گو کہ اس موضوع پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن موصوف نے سینکڑوں کتابوں میں منتشر ان شہ پاروں کو اپنے مقالے میں یکجا کر کے کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے۔ یہ مقالہ بھی اپنے عنوان پر خوب ہے، گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۰۔ خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا: کم فہم اور سطحی نظر رکھنے والے بہت سے عوام و خواص اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ سلطان الہند، عطائے رسول خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے امام اہل سنت کا رشتۂ عقیدت مضبوط دکھائی نہیں دیتا ہے اگر ایسا ہوتا تو ان کی شان میں کوئی کتاب یا منقبت ضرور لکھتے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ مولانا اظہار النبی صاحب نے زیر نظر مقالہ میں انھیں مغالطوں کا جواب دینے اور ان کے مقدس روابط کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اعلی حضرت یا دیگر مصنفین کی کتابوں سے حسن عقیدت اور اظہار محبت عیاں کرنے والے جملوں کو کشید کر کے ایک لڑی میں جمع کر دیا ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر یقینا معاندین و حاسدین کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بارگاہ غریب نواز میں متعدّد بار اعلی حضرت کی حاضری کو ثابت کیا ہے۔ یہ مقالہ کتابی سائز میں تقریبا ۸ صفحات پر مشتمل ہوگی۔ اس موضوع پر کاروان رئیس القلم نئی دہلی کے خواجہ غریب نواز نمبر میں پروفیسر ضیاء الدین شمسی طہرانی ٹونکی کا محققانہ مضمون شائع ہو چکا ہے جس میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہ مجلہ راقم سطور کی ادارت میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ صدر الافاضل ایک عظیم مصنف و مفکر، فکر رضا کی ترسیل میں الجامعۃ الاشرفیہ کا کردار کے عنوان سے مقالات لکھ کر رضا شناسی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ موصوف جہاں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے ایک باصلاحیت استاذ ہیں وہیں آدھے درجن عربی رسائل و کتب کے مترجم بھی ہیں۔

* * *

فروغ رضویات

مختلف ذرائع سے

بذریعہ شعر و سخن

مفتی نور محمد رضا قادری جگر مصباحی

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان اور فضل و کرم ہے کہ اس نے اپنے محبوب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل مجھ ناکارہ کو ”فروغ رضویات بذریعہ شعر و شاعری“ کے عنوان پر کچھ لکھنے کا شرف عطا فرمایا۔ شعر و شاعری کا میدان جس قدر بہت وسیع ہے اسی قدر بہت دشوار کن بھی ہے۔ جس کو اس میدان کے شہ سوار ہی جانتے ہیں۔ بڑے بڑے اچھے اچھے شعرا کے قدم اس راہ میں ڈگمگا جاتے ہیں اور جنہیں اس کی عادت لگ جائے انہیں اس کے بغیر چین و سکون اور قرار نہیں ملتا بقول ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی صاحب

جسے اس شاعری کا روگ لگ جائے وصؔی صاحب
اسے اوروں کا غم اپنوں سے کچھ زیادہ بھی ہوتا ہے

اصل موضوع کی ابتدا سے قبل شعر و شاعری کے تعلق سے کچھ باتیں بیان کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

شعر و شاعری کی تعریف: لفظ شعر لغوی اور تاریخی اعتبار سے شعور سے نکلا ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو جاننا، سمجھنا، محسوس کرنا۔ اور اصطلاح میں ایسے الفاظ و خیالات کو جو کسی واقعہ یا موضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوں اور ان کے کہنے کا کوئی مقصد بھی ہو ایک لڑی میں پرونا شعر و شاعری ہے۔

شاعری کا محرک: شاعری کا محرک یا تو ایک خداداد فطری عطیہ ہوتا ہے یا دیوانگی کا ہلکا سا اثر۔ اگر پہلی صورت ہو تو انسان ہر طرح کی سیرت نقل کر سکتا ہے۔ اگر دوسری صورت ہو تو وہ اپنی خودی سے اونچا اٹھ جاتا ہے اور تصور میں جو بننا چاہتا ہے بن جاتا ہے۔ (فن شاعری ص ۷۰ انجمن ترقی اردو دہلی)

شاعری کی شرطیں اور خوبیاں: جناب حالی شاعر صاحب اچھی شاعری کے لیے تین شرطوں کو ضروری قرار دیتے ہیں ۱-تخیل، ۲-کائنات کا مطالعہ ۳-الفاظ کا صحیح استعمال۔ اسی طرح انہوں نے شاعری کے لیے تین خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ ۱- ”ایک سادگی“، کلام میں آسان تخیل کو آسان الفاظ کے ذریعہ ادا کرنا تاکہ قاری پس و پیش میں نہ پڑ جائے اور شاعر کے مقصد کلام تک پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا ہو۔ ۲- ”جوش“ یعنی اشعار میں بے ساختگی اور جذبات کا احساس پایا جائے جو قاری کے دل میں سوز و گداز اور کلیجے کو گرما دے، مزید یہ کہ وہ اشعار کے بے ساختہ کہنے پر قادر ہو۔ ۳- ”اصلیت“ یعنی کلام کو مبالغہ آرائی سے محفوظ رکھنا، (مقدمہ شعر و شاعری ایک مختصر تعارف)

شعرا کے لیے چند اہم باتیں ۱-اچھا اور بہتر شاعر وہی ہے جس کا کلام راست گوئی اور حقیقت پر موقوف ہو۔ ۲-اپنے کلام کے ذریعہ لوگوں کو شرعی امور و عمل کی طرف گامزن کرے نیز نفس مضمون سے اس کا بہت گہرا تعلق ہو۔ ۳-اپنا کلام طرح طرح کی خوبیوں اور عمدگیوں سے آراستہ پیراستہ کرے اور اس کی تہ میں وہ غوامض رکھے جو دریافت ہونے پر ایک لطف دے نیز شعر ایسا ہو جس کے الفاظ کے معانی واضح اور دلوں میں گھر کرنے والے ہوں۔ ۴-اپنے کلام کو مبالغہ آرائی، کذب بیانی، بیہودہ، فحش الفاظ اور دولت مندوں کی بے جا تعریف و توصیف سے محفوظ رکھے۔

مولانا محمد عین الحق شاہد نوری ملنگوا سرلاہی نیپال: آپ کا نام عین الحق، تخلص شاہد، اور شاہد نوری سے معروف و مشہور ہیں۔ ۲۰۰۱ بکرمی مطابق ۱۹۳۹ء کو ایک معزز گھرانے میں آپ پیدا ہوئے۔

ابتدائی واعلیٰ تعلیم: ابتدائی تعلیم گلستاں بوستاں تک مدرسہ اسلامیہ فیض الغربا، بھانٹر سر ضلع سرلاہی میں حاصل کرنے کے بعد بقیہ تعلیم فضیلت تک منظر اسلام بریلی شریف میں مکمل کی اور ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں دستار و سند فضیلت سے نوازے گئے۔ آپ کے رفقاے درس میں حضرت تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شامل تھے۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد کچھ سالوں تک بریلی شریف کے قرب و جوار ہی میں درس و تدریس کے فرائض کی انجام دہی میں مصروف رہے پھر ۱۹۷۷ء میں جامعہ شاہدیہ کوثر اسلام کے نام ایک ادارہ قائم کیا اور عمر کی آخری سانس تک اس کی سربراہی اور نظامت کرتے رہے۔

وفات: ۲/ دسمبر ۲۰۰۶ء مطابق ۱۶ گتے اگھن ۲۰۶۳ بکرمی کی شب بیرگنج کے نیشنل میڈیکل کالج اینڈ ہاسپٹیل میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان للہ وانا الیہ راجعون۔

شعر وشاعری: جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو درس و تدریس کی صلاحیت عطا فرمائی تھی وہیں تقریر و خطابت اور شعر و شاعری کے عظیم فن سے بھی نوازا تھا۔ آپ ایک باصلاحیت مدرس و مقرر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ جہاں آپ نے درس و تدریس اور خطابت کے ذریعہ رضویات کو فروغ دیا وہیں نعتیہ شاعری اور غزلیات و تضمین کے ذریعہ بھی رضویات کو بام عروج بخشا، اس سلسلے میں آپ نے ایک کتاب بنام تجلیات نوری قوم و ملت کو عطا کیا۔ نمونہ کے طور پر وہ تضمین جو انہوں نے کلام رضا پر اپنے ریش قلم سے مرقوم فرمایا پیش کرتا ہوں۔

تضمین بر نعت ”واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا“ کے چند اشعار:

سب سے افضل کیا اللہ نے رتبہ تیرا ......بے خرد رتبہ سرکار کو کیا پہچانیں
تو وہ محبوب ہے عالم ہوا شیدا تیرا ......لاکھ وہ اپنی محبت کی لگائیں تانیں
کھل گیا شاہ و گدا پر درِ اعلی تیرا ......باخرد کرتے ہیں قربان نبی پر جانیں
واہ کیا جودوکرم ہے شہہ بطحا تیرا ......فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا ......خسروا عرش یہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

سر جھکاتا ہے زمانہ وہ ہے روضہ تیرا ...... تیرے الطاف سے تشنہ نہیں حور و غلماں
بزم امکاں ہے معطر وہ ہے کوچہ تیرا ...... تیرے ہی در سے پلا کرتے ہیں جن و انساں
موجیں اٹھتی ہیں کرم کی وہ ہے دریا تیرا ...... فیض کا ترے بٹا کرتا ہے باڑا ہر آں
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ...... آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا ...... صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا
بے طلب سب کو عطا ہوتا ہے صدقہ تیرا ...... دل ہے افگار مرا پاؤں ہیں عصیاں سے نڈھال
بلکہ غیروں میں بٹا کرتا ہے باڑا تیرا ...... اور سے جا کے کریں اپنے مقدر کا سوال
کس قدر صاحب اعزاز ہے پیارا سا تیرا ...... تجھ کو اللہ تعالیٰ نے وہ بخشا ہے کمال
فیض ہے اے شہِ تسنیم نرالا تیرا ...... ترے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا ...... جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا
تو جو سرکا لے رخ پاک سے اپنے جو نقاب ...... دیکھ شاہدؔ تیرے آقا تو ہیں محبوب سمیع
ماند پڑ جائے ضیاء سے تیری یکسر مہتاب ...... جو ہیں محبوب نبی ان کے مراتب ہیں رفیع
حسن نے تیرے دو عالم کو وہ بخشے اسباب ...... تو تو ہے مالک کل تیری حکومت ہے وسیع
آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب ...... تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اس کو شفیع
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا ...... جو میرا غوث ہے اور لاڈ لا بیٹا تیرا

خوف میزان سے دل افگار ہوا جاتا ہے ...... بار عصیاں سے میرا قلب پھٹا جاتا ہے
تیرا مجرم تو اسی غم میں مرا جاتا ہے ...... دل عبث خوف سے پتا سا اڑا جاتا ہے
پلہ ہلکا ہی سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا ...... جن و انسان و ملک بھی ہوئے شیدا تجھ پر
جان و دل کرتا ہے قربان زمانہ تجھ پر ...... کیوں نہ ہو مہرباں اللہ تعالیٰ تجھ پر
ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر ...... بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

مفتی مصلح الدین قادری کٹیا مہوتری نیپال:

اسم گرامی محمد مصلح الدین، تخلص مصلح، ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۴ء کو ہندو نیپال کے سنگم پر واقع ایک مردم خیز بستی گلاب پور سسوا کٹیا ضلع مہوتری نیپال میں آپ کی ولادت ہوئی۔

حصول علم کے لیے اسفار: مدرسہ شمس العلوم، باڑا، دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین ،علی پٹی شریف، انوارالعلوم، کما اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور سے تعلیمی اسفار طے کرتے ہوئے مدرسہ منظر حق ٹانڈہ میں عالمیت کی تعلیم مکمل کی اور ۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ جولائی ۱۹۷۷ء کو جامعہ عربیہ ،سلطان پور میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

دینی تدریسی تصنیفی خدمات: مدرسہ مخدومیہ لطیفیہ، فیض آباد، دارالعلوم اہل سنت، جبل پور، مدرسہ بحرالعلوم، مئو اور الجامعۃ الامجدیہ، بھیونڈی میں دینی تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد کافی سالوں سے مدرسہ حبیبہ، لعل گول گنج الہ آباد میں شیخ الحدیث اور مفتی کے منصب عالی پر فائزرہ کر تدریسی و تصنیفی خدمات میں سرگرم عمل ہیں۔ شان خطابت، جان خطابت، نور خطابت، روح خطابت، تاج خطابت اور قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کے نوک قلم سے نکلی ہوئی کل چھ کتابیں منظر عام پر آکر عوام و خواص میں مقبول ہو چکی ہیں۔

شعر و شاعری: باکمال خطیب بے مثال مدرس اور لاجواب مصنف ہونے کے ساتھ آپ شعر و شاعری کے ذریعہ بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں شب و روز مصروف رہتے ہیں۔ یوں تو آپ کے کلام کی تعداد بے شمار، چند کلام ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت در شان اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار:

فقیہ ملت اعلیٰ حضرت .... سب حضرت اعلیٰ حضرت
نام بریلی کا روشن ہے .... تیرے صدقے اعلیٰ حضرت
آپ مثال شخصیت ان کی .... لاجواب ہیں اعلیٰ حضرت
بریلی ہے مرکز عقیدت .... سنیوں کا اعلیٰ حضرت
نام کتابوں کے تاریخی .... ماہر فن تھے اعلیٰ حضرت
فضل خدا نے خوب سنوارا .... مجد و شرف تھے اعلیٰ حضرت

منقبت در شان مفتی اعظم ہند نوراللہ مرقدہ کے چند اشعار:

مرشد کامل ہمارا پیشوا جاتا رہا .... نور عین حضرت احمد رضا جاتا رہا
مفتی اعظم جنہیں ہم کہہ رہے تھے واہ واہ .... کشتی قوم و ملل کا ناخدا جاتا رہا
دو زیادہ چودہ سو ہجری میں واصل حق ہوئے .... مسکراتا دین کا وہ رہنما جاتا رہا
عارف باللہ اور آئینہ دار غوث پاک .... پرتو نور نبی عکس رضا جاتا رہا
پیش ہے دربار عالی میں محبت کا خراج .... ہو کے رخصت خلد میں اہل وفا جاتا رہا
نور سے معمور فرما کر دل غمگین کو .... اہل سنت کا امیر کارواں جاتا رہا
مصلح الدین قادری ہر بام و در کی ہے صدا .... شان والا پیکر جود وسخا جاتا رہا

مولانا محمد اسماعیل چترویدی بیلا دھنوشا نیپال:

اسم گرامی محمد اسماعیل حسینی، تخلص آسی تحریر کرتے ہیں۔ ۴/ اپریل ۱۹۵۳ء کو جنگ پور کے نواح میں واقع ایک مردم خیز بستی بیلا میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیمی اسفار: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب مظہر اسلام میں حاصل کرنے کے بعد مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں، مدرسہ شمس العلوم، باڑا، دارالعلوم علیمیہ انوارالعلوم، سرکاہی شریف، مظفرپور اور دارالعلوم تیغیہ، سلطان پور یوپی سے متوسطات کی تکمیل کی۔ درجات عالیہ کے حصول کے لیے دارالعلوم غریب، نواز الہ آباد میں داخلہ لیا پھر جامعہ فارقیہ عربیہ بنارس سے فارغ التحصیل ہوئے۔

دینی و تدریسی خدمات: بعد فراغت سب سے پہلے گوہائی کی فینسی بازار مسجد میں منصب امامت و خطابت پر فائز ہوئے جہاں دیوبندی جماعت کا بڑا زور تھا، اس کے بعد ضلع ہزاری باغ مدرسہ تنویر الاسلام میں بحیثیت صدرالمدرسین تشریف لائے اور ادارہ کو عروج واستحکام عطا کیا۔ ۱۹/ ستمبر ۱۹۸۲ء سے ۲۰۱۶ء تک کھردہ کولکاتا کی جامع مسجد میں امامت و خطابت کے مقام پہ فائز ہوکر دینی اشاعتی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اور اب اپنی خانقاہ "خانقاہ اسماعیلیہ، کھردہ، کولکاتا" میں رشد وہدایت کی خدمت میں مصروف ہیں۔

تصنیفی خدمات: آپ کی نوک قلم سے تین کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں جو کہ یہ ہیں۔ ۱-اسلام میں تعزیہ اور تعزیہ داری۔ ۲-اسلام اور ہندو دھرم کا تقابلی مطالعہ ۳- دیوان آسی۔

شعر و شاعری: جہاں آپ بہت سی خوبیوں کے جامع متعدّد خانوادہ ہائے تصوف و سلاسل کے فیض یافتہ اور ایک باکمال کامیاب خطیب ہیں وہیں ایک بہترین اور کہنہ مشق شاعر بھی ہیں۔ اپنی شاعری آپ میں بے مثال ہے۔ رضویات کے فروغ میں آپ نے مناقب اور اعلیٰ حضرت وخانوادۂ اعلیٰ حضرت کے طرز کلام کو اپنی شاعری کا موضوع سخن بنایا ہے۔ ان کے منتخب کلام کے چند اشعار ہدیہ قارئین ہیں۔

منقبت در شان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ علیہ

۱-عشق و وفا کا پھول کھلا ہے ایسا اعلیٰ حضرت کا ...... بیگانے بھی پڑھنے لگے ہیں خطبہ اعلیٰ حضرت کا
ہم سنی کو پیارے رضا نے جب کنزالایمان دیا ...... دہر میں ہر سو بجنے لگا ہے ڈنکا اعلیٰ حضرت کا
کون ہے حق پر کون غلط پر فرق بتایا عالم کو ...... اپنے بیگانے کو نہ دیکھے فتوی اعلیٰ حضرت کا
عشق نبی کا فیض ملا ہے نعت شہ دیں کے صدقے ...... اس لیے ہر سو گونج رہا ہے شہرہ اعلیٰ حضرت کا
رحمت و نور کی بارش آسی قبر پہ ان کی ہوتی ہے ...... جاؤ جا کر دیکھ کے آؤ روضہ اعلیٰ حضرت کا
۲- اہل دل اہل سنن کی جان ہیں احمد رضا ...... حضرت غوث الوری کی شان ہیں احمد رضا
آپ نے سید کو کاندھے پہ اٹھایا اس لیے ...... ان کے صدقے میں بہت ذیشان ہیں احمد رضا
عشق شاہ بحر و بر کا معجزہ ہے دوستو ...... آج ہر اک بزم کا عنوان ہیں احمد رضا
اعلیٰ حضرت کی طرح پیدا ہوا نہ آج تک ...... تیس دن کا حافظ قرآن ہیں احمد رضا

نعت گوئی کا صلہ آقا نے ان کو دے دیا . . . . . . .شعراء بولے ہند کا حسان ہیں احمد رضا
کون ہے دشمن نبی کا کون ان کا شیدا ہے . . . . . .حق و باطل کے لیے میزان ہیں احمد رضا
کوئی مانے یا نہ مانے آسی تو یہ مان لے . . . . . .سنی اور حنفی کی اک پہچان ہیں احمد رضا

طرز کلام اعلیٰ حضرت ”واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا“ کے چند اشعار:

ذرے ذرے میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا . . . . . .جب سے دیکھا ہے نگا ہوں نے سراپا تیرا
دیکھ کے چاند بھی بادل میں منہ چھپاتا ہے . . . . . .چاند سے زیادہ حسیں ہے رخ زیبا تیرا
باخدا روضۂ اطہر کے اجالوں کی قسم . . . . . .خلد سے بڑھ کے نظر آتا ہے روضہ تیرا
جن وانسان فرشتے بھی تیرا گن گائیں . . . . . .فرش عرش بریں ہوتا ہے چرچا تیرا
نور سے نور ملا اسری کی شب کہنے لگا . . . . . .یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
دیدۂ حق کے لیے حضرت جبریل امیں . . . . . .اپنی پلکوں سے لگا رکھا ہے تلوا تیرا
سب رہیں پیش خدا آسؔی بروز محشر . . . . . .میں فقط دیکھا کروں حشر میں چہرہ تیرا

طرز کلام مفتیٔ اعظم ہند ”تو شمع رسالت ہے عالم تیرا پروانہ“ کے چند اشعار:

یہ بات حقیقت ہے دل نے ہے جسے مانا . . . . . .سرکار کی الفت ہے ایمان کا پیمانہ
بس اتنی گذارش ہے اے جلوۂ جانانہ . . . . . .کہ دینا سر محشر یہ ہے میرا دیوانہ
دل میں ہے یہی حسرت جب روح میری نکلے . . . . . .جب وقت نزع آئے تم سامنے آجانا
محبوب کی چوکھٹ پر رکھتا ہوں جبیں آسؔی . . . . . .سجدہ نہ سمجھ زاہد سر دیتا ہوں نذرانہ

تضمین بر سلام رضا ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام“ کے چند اشعار:

مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام . . . . . .بھیجتی ہیں سلام ہر گھڑی مچھلیاں
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام . . . . . .جن کے روضے کو چومے سدا تتلیاں
ہے فدا جن کے اوپر ہمارا وجود . . . . . .پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
مصطفیٰ نور ہیں دی خدا نے شہود . . . . . .ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
مہر چرخ نبوت پہ روشن درود . . . . . .جلنے والے شہہ دیں سے جلتے رہیں
گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام . . . . . .دیکھ کر ان کی رفعت وہ آنکھیں ملیں
ذرے ذرے پہ ہے مصطفیٰ کا کرم . . . . . .وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
روز محشر میں رکھنا ہمارا بھرم . . . . . .اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم . . . . . .ذرے ذرے سے آتی ہے پیہم صدا

نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام . . . . . . .سب سے اعلیٰ و افضل ہیں نور ہدیٰ
نور حق مصطفیٰ کا ورود مسعود . . . . . .کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
ہے جہاں میں ہدایت کی شمع مسعود . . . . . .اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کی آقا پہ بے حد درود . . . . . .آپ جیسا جہاں میں نہیں ہے کہیں
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام . . . . . .جس جگہ سے پکارو مکیں ہیں وہیں
میں نچھاور کروں اپنے آقا پہ جان . . . . . .ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں
پیارے پیارے نبی کوتوباتوں کو مان . . . . . .شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان . . . . . .آسؔی آقا کی توصیف لکھے گا کیا

کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام . . . . . . .بے ہنر بے نوا ہے تجھے ہے پتا
وہ نبی لامکاں کا جو دولھا بنا . . . . . .مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
جن کے تلووں کا پتھر نے بوسہ لیا . . . . . .مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا . . . . . .اس جبین نے سعادت پہ لاکھوں سلام
جن کا کلمہ خدا نے ہے خود ہی پڑھا . . . . . .جن کے آنے سے ہر شئے منور ہوا
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا . . . . . .اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی بھانٹر سر سرلاہی نیپال:

نام ڈاکٹر وصی مکرانی واجدی، تخلص وصی۔ ۴؍ جولائی ۱۹۵۷ء کو گاؤں بھانٹر سر ضلع سرلاہی میں ایک معزز گھرانے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

علمی سفر: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں حاصل کی اور مدرسہ حمیدیہ قلعہ گھاٹ دربھنگہ سے بھی استفادہ کیا۔ پھر سی ایم کالج دربھنگہ سے انٹر پاس کرنے کے بعد مہاراج گنج میڈیسین کیمپس کاٹھمنڈو سے ہیلتھ اسٹنٹ کی ڈگری حاصل کی۔

مشغلہ: ۲۲ سالوں تک علاج و معالجہ کے ذریعہ خدمت خلق کرتے رہے۔ اب مصروف کاروبار ہیں۔ ایم۔ ایس۔ ایس۔ ایم۔ بی۔ سوسائٹی کے چیرمین اور کائنات سخن کے بانی وصدر ہیں۔

شعروشاعری: آپ مختلف خوبیوں کے حامل ہونے کے ساتھ ایک کہنہ مشق شاعر واستاد الشعرا بھی ہیں کہ بہت سے حضرات شعروشاعری میں آپ سے اصلاح لیتے ہیں۔ آپ اپنی بیش بہا شاعری کے ذریعہ مسلک امام احمد رضا کی ترویج و اشاعت میں ہنوز مصروف عمل ہیں۔ شعروشاعری کے کئی مجموعے آپ کے منظر عام پر آچکے ہیں۔ آپ کی تصنیف میں ہم بھی منہ میں زباں رکھتے ہیں اور ٹوٹے ہیرے بکھرے موتی قابل ذکر ہیں۔ فروغ رضویات سے متعلق منتخب کلام ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت در شان امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

۱- پڑھا جب سے رضا کے نعتیہ دیوان کو میں نے ...... کہیں تب جا کے جانا عشق اور ایمان کو میں نے
کلام اللہ کی جو ترجمانی کنزالایماں ہے ...... حقیقت میں اسی سے سمجھا ہے قرآن کو میں نے
اک ایسا در ہے ہندوستان میں احمد رضا کا در ...... جہاں پہ سر خمیدہ دیکھا ہے سلطان کو میں نے
بچایا ہے فریب شرک سے تو مسلماں کو ...... ہمیشہ یاد رکھا ہے تیرے احسان کو میں نے

۲- ہے پر عظمت جہاں میں کس قدر احمد رضا کا در ...... سمجھ پائے کوئی کیا کم نظر احمد رضا کا در
میں رہتا وادی باطل میں یوں ہی ٹھوکریں کھاتا ...... نہ ملتا گر مجھے المختصر احمد رضا کا در
سعادت بخش ہے دل کا جھکانا جس جگہ جاکر ...... بزرگوں سے سنا ہے ہے وہ در احمد رضا کا در
نہ ضائع کر مسیحا وقت اپنا میری پرشش میں ...... مریض عشق ہوں ہے چارہ گر احمد رضا کا در
ہماری ہر طلب پر آرزو کرتے ہیں وہ پوری ...... تو پھر جائیں کہیں کیوں چھوڑ کر احمد رضا کا در
وفا کی زندگی نے تو عقیدت سے کبھی جاکر ...... وصیؔ دیکھیں گے ہم باچشم سر احمد رضا کا در

منقبت در شان مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے چند اشعار:

تمھارے در کے ہیں دربان میرے مفتیٔ اعظم ...... گدا و تاجور سلطان میرے مفتیٔ اعظم
قلم کی قوت تحریر بھی حیران و ششدر رہے ...... یہاں ہو کیا تمھاری شان میرے مفتیٔ اعظم
فضائیں مضمحل فرقت میں ہیں اہل سنن مضطر ...... ہے بزم سنیت سنسان میرے مفتیٔ اعظم
فقط شہر بریلی ہی نہیں ماتم کناں بلکہ ...... ہے ہر سنی کا گھر ویران میرے مفتیٔ اعظم
تمنا تھی کہ دیکھوں آپ کو پھر سر کی آنکھوں سے ...... دھرا ہی رہ گیا ارمان میرے مفتیٔ اعظم
نگاہوں سے ہیں پوشیدہ مگر ہیں آج بھی جاری ...... زمانے میں تیرے فیضان میرے مفتیٔ اعظم

منقبت در شان مفسر اعظم ہند المعروف جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار:

نور چشم حجۃ الاسلام جیلانی میاں ...... آج بھی ہے فیض تیرا عام جیلانی میاں
آج بھی سجتی ہے تیری یاد میں بزم سنن ...... ہر صفر کی گیارہویں کی شام جیلانی میاں
عمر بھر ہو گا نہ تشنہ کام جس نے ایک بار ...... تیرے ہاتھوں سے پیا ہے جام جیلانی میاں
جب پریشاں بڑھی آئی بلا ڈھائی ستم ...... لے لیا کرتا ہوں تیرا نام جیلانی میاں

منقبت در شان شہزادۂ مفسر اعظم ہند علامہ ریحان رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

اللہ اللہ عظمت ریحاں ...... سخت مشکل ہے مدحت ریحاں

ہوگئی بزم سنیت سونی . . . . . . .تیرے جانے سے حضرت ریحاں
فکر و فن آگہی سیاست میں . . . . ہے ہمہ گیر شہرت ریحاں
کر دی ہے نیک خو ہزاروں کو . . . . . .پیاری پیاری وہ صحبت ریحان

منقبت در شان تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری نور اللہ مرقدہ کے چند اشعار:

ا-میرے مرشد فخر ازہر آپ جیسا کون ہے . . . . . .علم کا ذخار ساگر آپ جیسا کون ہے
فخر جن کی ذات پر خود جامعہ ازہر کو ہے . . . . . .آپ کا ہم عصر ہمسر آپ جیسا کون ہے
ہوں مسائل فقہہ کے یا کہ احادیث رسول . . . . . .رکھنے والا یا د از بر آپ جیسا کون ہے
صورت وسیرت میں کردار وعمل میں دوسرا . . . . . .کوئی ہم عصروں میں اختر آپ جیسا کون ہے
رکھنے والا وہ شعور فہم اب اس عہد میں . . . . . .امتیاز خیر اور شر آپ جیسا کون ہے
آپ کی برہان کو تھا کاٹنے کا کس میں زور . . . . . .علم کا گہرا سمندر آپ جیسا کون ہے
علم دیں کے بحر کا غواص دو جا دہر میں . . . . . .مثل کوئی اور اختر آپ جیسا کون ہے
سارے عالم کو علوم دین کا عرفان و ہنر . . . . . .بانٹنے والا پیمبر آپ جیسا کون ہے
کیوں نہ ازہر آپ کو دے فخر ازہر کا خطاب . . . . . .آپ تنہا فوج لشکر آپ جیسا کون ہے
اے وصیؔ تھا صاحب ایماں کو جس پر اعتماد . . . . . .ایسا امیدوں کا پیکر آپ جیسا کون ہے

در شان نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں قدس سرہ العزیز کے چند اشعار:

خاندان اعلیٰ حضرت کی نشانی آپ ہیں . . . . . .نور چشم حضرت حامد جیلانی آپ ہیں
منظر اسلام کے بانی امام احمد رضا . . . . . .بعد ریحاں اس کے وارث خاندانی آپ ہیں
لہلہاتا ہے چمن جو منظر اسلام کا . . . . . .اس چمن کے باغبانوں کی نشانی آپ ہیں
لخت دل نور نگاہ حضرت ریحاں رضا . . . . . .اعلیٰ حضرت کے مشن کی ترجمانی آپ ہیں
اعلیٰ حضرت کے مشن کو جس نے بخشا ہے عروج . . . . . .آج بھی خلوت سے کرتے پاسبانی آپ ہیں
زندگی میں اپنے احسن کو بنا کر جانشیں . . . . . .اس روایت کے وصیؔ اک زندہ بانی آپ ہیں

مولانا غیاث الدین احمد عارف مصباحی بھیر یہواں روپندہی نیپال:

نام غیاث الدین احمد، تخلص عارف۔ ۱۰ فروری ۱۹۸۰ کو چین پور بگھا وارڈ ۸ بھیرہواں میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیمی سرگرمیاں: ابتدائی تعلیم دارالعلوم غوثیہ اہلسنت نورالعلوم، بھیرہواں نیپال میں ہوئی اور ۲۰۰۰ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تدریسی و تصنیفی خدمات: بعد فراغت ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۳ء تک دارالعلوم فیض الرسول، نوڈھوا سکھونی مہراج گنج میں اور ۲۰۰۴ء سے تادم تحریر مدرسہ عربیہ سعید العلوم، مہراج گنج میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں ۱- حیات خطیب البراہین، ۲- میلاد النبی کی فضیلت ۳- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب قرآن و حدیث کی روشنی میں ۴- گلستان ریاض، ۵- ترجمہ کلام نوری، ۶- حیات عیسیٰ علیہ السلام اور قادیانی عقائد۔ ۷- شاداب نغمے قابل ذکر ہیں۔

شعر و شاعری: جہاں آپ مختلف گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں وہیں پر شاعری کا وصف بھی آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ اپنی شاعری کے ذریعہ مسلک وملت کی ترویج واشاعت میں شب و روز مشغول رہتے ہیں۔ ان کے چند کلام ہدیہ قارئین ہیں۔

منقبت در شان امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

۱ -ہیں ہمارے پیشوا احمد رضا . . . . . .عاشق خیرالوری احمد رضا
جس کے دم سے سنیت آباد ہے . . . . . .بالیقیں ہے وہ میرا احمد رضا
جس نے ایماں کی عطا کی چاشنی . . . . . .وہ میرے پیارے رضا احمد رضا
تو نے منہ باطل کا کالا کر دیا . . . . . .نور حق روشن ہوا احمد رضا
ان کے در سے مل گیا عارفؔ کو بھی . . . . . .ایک نسخۂ عشق کا احمد رضا

طرز رضا پر کلام کے چند اشعار:

۲-میرے رضا نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں . . . . . .عشق رسول اکرم دل میں بسا دیے ہیں
ہم ان کی کر کے باتیں پڑھ پڑھ کے ان کی نعتیں . . . . . .ہر سمت اس جہاں میں دھومیں مچا دیے ہیں
تھا ان کا اصل مقصد خیرالبشر کی عظمت . . . . . .آداب بارگاہ احمد سکھا دیے ہیں
غیب نبی پہ لکھ کر الدولۃ المکیہ . . . . . .اعدا کے منہ پہ تو نے تالے لگا دیے ہیں
اشعار میں تمھارے عارفؔ جو چاشنی ہے . . . . . .اس میں رضا کے جلوے تو نے بسا دیے ہیں

مولانا پھول محمد نعمت رضوی برہمپوری سرلاہی نیپال:

نام پھول محمد رضوی، تخلص نعمت ہے۔ برہم پور ضلع سرلاہی میں ۱۵ جون ۱۹۷۹ء کو ان کی ولادت ہوئی۔

اعلیٰ تعلیم: ابتدائی تعلیم کے بعد منظر اسلام بریلی شریف سے سند فضیلت اور بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے سند مولویت حاصل کی۔

تدریسی خدمات: مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد اس وقت دارالعلوم تیغیہ کنزالعلوم، بنگل مظفر پور میں صدرالمدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔

شعر و شاعری: جہاں آپ ایک بہترین مدرس اور لاجواب نقیب ہیں وہیں شاعری کے میدان میں بھی بے مثال ہیں نعت و مناقب اور غزل گوئی میں کمال درجہ کا ملکہ حاصل ہے۔ ان کے کئی شعری مجموعے ہیں جن کے اسماء یہ ہیں۔ ۱- حرف حرف روشنی۔ ۲- روشن حروف ۳- روشن عبارت ۴- مجموعہ نعت ۵- مجموعہ غزل ۶- لشکر سمیٹ لو۔ آپ اپنی شاعری کے ذریعہ بھی فروغ رضویات میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ جوکہ آپ کے کلام سے عیاں ہے۔ منتخب کلام ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت در شان مجدد اعظم امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے چند اشعار:

۱- آئے ہیں بھیک لینے جو احمد رضا سے ہم ...... جھولی کو بھر کے جائیں گے ان کی عطا سے ہم
عرس رضا کے فیض سے ہوتے ہیں فیضیاب ...... ہر سال پڑھ کر منقبت ان کی دعا سے ہم
دنیا کو چھوڑ دیں گے یہ منظور ہے مگر ...... رشتہ نہ توڑیں گے کبھی احمد رضا سے ہم
فیض رضا سے ہوگئی پوری یہ منقبت ...... ورنہ ڈرے ہوئے تھے بہت قافیہ سے ہم
احباب اور بزرگوں سے نعمتؔ ہر ایک سال ...... لیکر دعائیں جاتے ہیں شہر رضا سے ہم

۲- مجدد بن کے چودھویں صدی کا جب رضا چمکا ...... ہے تب سے ساری دنیا میں یہ رضوی سلسلہ چمکا
رضا کی شکل میں سن ہجری بارہ سو بہتر کو ...... بریلی میں محمد مصطفی کا معجزہ چمکا
نبی کے عشق کے صدقے یہ بن کے لعل اور گوہر ...... رضا کی نعت کا ہر اک ردیف و قافیہ چمکا
وہ ہو دنیائے تقوی یا کہ فتوی اے میرے مرشد ...... ہے چمکا کون جتنا آپ کا ہے مصطفی چمکا
حضور حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم سے ...... زمانے میں رضا کا سلسلہ بے انتہا چمکا
سبھی حضرت ہیں اے نعمتؔ مگر وہ اعلیٰ حضرت ...... کہا سب عالموں نے جب فتاوی رضویہ چمکا

منقبت در شان استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

آقا کے مدح خوان تھے میرے حسن رضا ...... ملت کے پاسبان تھے میرے حسن رضا
شعر و ادب کی شان تھے میرے حسن رضا ...... اس فن کے آسمان تھے میرے حسن رضا
سیرت ہے بے مثال تو صورت ہے بے نظیر ...... بیشک بڑے مہان تھے میرے حسن رضا
ملت فروش لوگوں سے رہتے تھے آپ دور ...... اچھوں کے قدر دان تھے میرے حسن رضا
نعمتؔ کے لب پہ کیوں نہ ہوں اشعار مدح کے ...... مداح خوش بیان تھے میرے حسن رضا

منقبت در شان حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں نور اللہ مرقدہ کے چند اشعار:

رضا کا ہے تجھے حاصل شرف اے حجۃ الاسلام ...... ہوں کیوں مائل نہ سب تیری طرف اے حجۃ الاسلام
کبھی بھی وہ بھٹک سکتا نہیں راہ شریعت سے ...... ہو جس کو آپ سے گہرا شغف اے حجۃ الاسلام

رضا کے باغیوں کا سر کچلنے کے لیے ہر دم ...... رکھا تیار خود سربکف اے حجۃ الاسلام
رضا کے مسلک حق کی ہمیشہ ترجمانی ہی ...... رہا ہے عمر بھر تیرا ہدف اے حجۃ الاسلام
ہو نازاں نعمتؔ رضوی بھی کیوں نہ قسمت پر ...... تمھارے ذکر کا پاکر شرف اے حجۃ الاسلام

منقبت در شان مفتیٔ اعظم علامہ مصطفی رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار:

میں ہی نہیں دیوانہ تیرا مفتیٔ اعظم ...... ہے سارا جہاں تم پہ فدا مفتیٔ اعظم
ہم کو بھی ہو وہ جام عطا مفتیٔ اعظم ...... جو جام ہے اکسیر شفا مفتیٔ اعظم
ہے جس سے ضیا بار زمانے کی ہر اک سمت ...... تھی ایسی تیری فکر رضا مفتیٔ اعظم
کرتا خلاف سنت سرکار جو کوئی ...... ہوتے تھے آپ اس سے خفا مفتیٔ اعظم
رہتا تھا کوئی دین کی خدمت میں جو سرشار ...... دیتے تھے اسے خوب دعا مفتیٔ اعظم
چمکے وہ مانے میں بھلا کیوں نہ ہمیشہ ...... ہے جس نے کیا تم سے وفا مفتیٔ اعظم
ہم سب کے لیے آج بھی نعمتؔ کی طرح ہیں ...... ہم سنیوں کے راہنما مفتیٔ اعظم

منقبت در شان مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا المعروف جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

علم وفن کے آپ ہیں سلطان جیلانی میاں ...... اور سارے سنیوں کی شان جیلانی میاں
دادا جن کے اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم خسر ...... حجۃ الاسلام کی ہیں جان جیلانی میاں
منظر اسلام میں گھر سے ہی پڑھ کر آے تھے ...... اپنی امی دادی سے قرآن جیلانی میاں
ماہنامہ اعلیٰ حضرت کر کے جاری آپ نے ...... باطلوں کو کر دیا حیران جیلانی میاں
بیس سے زیادہ وہابی بارہ ہندو راؤمیں ...... لائے تیری بات پر ایمان جیلانی میاں
شہر نعمتؔ میں ارے کیا بات جھانکا آپ نے ...... کر دیا ہر مرحلہ آسان جیلانی میاں

تضمین بر کلام رضا ”پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو“ کے چند اشعار:

وہ رات کون سی ہے جو ایسے بسر نہ ہو ...... یارب ذرا سا جلوۂ آقا دکھا ہمیں
سر اور خدائے پاک کا وہ سنگ در نہ ہو ...... سیدھا جو راستہ ہے اسی پر چلا ہمیں
راہ غلط سے اپنا کبھی بھی گذر نہ ہو ...... عشق نبی سے کر نہ کبھی بھی جدا ہمیں
پل سے اتارو راہ گذر کو خبر نہ ہو ...... ایسا گما دے اس کی ولا میں خدا ہمیں
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو ...... ڈھونڈھا کریں پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو
کرتا رہوں میں ذکر سدا کردگار کا ...... کوشش ہوئی ہے لاکھ مگر وہ گھٹا نہیں

مجھ سے ادا ہو شکریہ پروردگار کا . . . . . . .میں مانتا ہوں میرا محمد خدا نہیں
رکھا کروں خیال میں روز شمار کا . . . . . .لیکن وہ ایک پل بھی خدا سے جدا نہیں
کانٹا میرے جگر سے غم روزگار کا . . . . . .اے شوق دل یہ سجدہ گر ان کو روا نہیں
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو . . . . . .اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو
مسلم پھنسے ہیں ظلم کے اس خارزار میں . . . . . .میرے نبی کا کوئی بھی ہمسر نہیں یہاں
بن کر مگر غلام ہیں اپنے دیار میں . . . . . .وہ رب کے ہیں حبیب اور سردار دو جہاں
کب تک پڑے رہیں یونہی ذلت کے غار میں . . . . . .نعمتؔ وہ سارے خلق پر ہر دم ہیں مہرباں
فریاد امتی جو کرے حال زار میں . . . . . .ان کے سوا رضاؔ کوئی حامی نہیں جہاں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو . . . . . .گذرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

مفتی محمد محبوب رضا قمر مصباحی جنک پور دھنوشا نیپال:

اسم گرامی محمد محبوب رضا، تخلص قمر مصباحی ہے۔ ضلع دھنوشا کے ”پرساہی“ نام کی ایک بستی میں ۱۰/ اپریل ۱۹۸۳ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔

علمی سفر: ابتدائی تعلیم مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنکپور سے حاصل کی اور ۱۹۹۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیے اور یہاں درجہ اولی سے فضیلت تک کی تکمیل کر کے ۲۰۰۶ء میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ ۲۰۰۸ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی مئو سے تخصص فی الفقہ کی سند حاصل کی۔

تدریسی و تصنیفی حدمات: ۲۰۰۹ء میں عروس البلاد ممبئی نوری دارالافتاء کوٹر گیٹ بھیونڈی بحیثیت مفتی تشریف لے گئے اور سات سالوں تک فتوی نویسی کرنے کے بعد اگست ۲۰۱۵ء میں مستعفی ہو گئے۔ بعدہ الجامعۃ الرضویہ، کلیان بھیونڈی میں بحیثیت شیخ الحدیث اور برکاتی دارالافتا کے مفتی کے طور پر فریضہ انجام دینا شروع کیا ہے جو تادم تحریر جاری وساری ہے۔ نیز بعد مغرب تا ۱۰ بجے شب رضا دارالافتا، صمد نگر بھیونڈی میں بھی فتوی نویسی کا کام انجام دیتے ہیں۔ آپ نے قلیل مدت میں ۳۳ کتابیں تالیف و ترتیب فرمائی ہیں جو آپ کی وسعت علمی اور فقہی تبحر پر روشن دلیل ہیں۔

شعرو شاعری: درس تدریس، تصنیف و تالیف، تقریر و خطابت اور فتوی نویسی جیسی عظیم مصروفیات کے باوجود شعرو شاعری کے ذریعہ بھی تعلیمات اعلیٰ حضرت کو عام کرنے میں ہمہ تن کوشاں رہتے ہیں۔ آپ نے سینکڑوں نعت و منقبت کے اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے چند کلام ہدیہ قارئین ہیں۔

منقبت در شان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

۱-تو نقیب مصطفی ہے اے امام احمد رضا . . . . . .اہل حق کا مقتدا ہے اے امام احمد رضا
تو حبیب اولیا ہے اے امام احمد رضا . . . . . .سنیوں کا پیشوا ہے اے امام احمد رضا

تو ہے محبوب دو عالم کا حبیب باوفا ...... تم سے توراضی خدا ہے اے امام احمد رضا
تیری ہیبت سے سسکتی نجدیت ہے آج بھی ...... مردہ باطل ہو چکا ہے اے امام احمد رضا
نعمت عشق رسالت مل گئی تیرے طفیل ...... عاشقوں کا پیشوا ہے اے امام احمد رضا
واصف بطحا کی صف میں ہو گیا شامل قمرؔ ...... تیری مدحت کا صلہ ہے اے امام احمد رضا

۲- میرے فکر و فہم سے ماسوا احمد رضاتم ہو ...... رسول پاک کا اک معجزہ احمد رضاتم ہو
رہ شیطاں وہابی دیوبندی کو مبارک ہو ...... ہم اہل حق ہمارا پیشوا احمد رضاتم ہو
در سرکار کامل جائے تو پھر پہنچوں خدا تک میں ...... مگر اس پاک در کا راستہ احمد رضاتم ہو
تمھارے علم و فن کا بج رہا ہر طرف ڈنکا ...... فنا کے بعد بھی اک رہنما احمد رضاتم ہو
مجھے کیوں خوف ہو موج سمندر کے تلاطم کا ...... میری کشتی کا جب کہ ناخدا احمد رضاتم ہو
کلام رب اگر اردو میں ہے تو کنزایماں ہے ...... لکھے جو صاف ستھرا ترجمہ احمد رضاتم ہو
مجدد دین و ملت کا امام عشق و محبت کا ...... یقینا عاشق خیرالوری احمد رضاتم ہو
قمرؔ حاضر در دولت پہ ہے آس عطا لے کر ...... علوم و معرفت کے بادشاہ احمد رضاتم ہو

منقبت در شان حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند اشعار:

۱- مظہر نور خدا تاج الشریعہ آپ ہیں ...... پرتو غوث الوری تاج الشریعہ آپ ہیں
ہو سکے تو لائے کوئی بو حنیفہ دوسرا ...... جستجو کی انتہا تاج الشریعہ آپ ہیں
علم و فن کے بادشاہ میرے امام احمد رضا ...... وارث علم رضا تاج الشریعہ آپ ہیں
کیوں دبے دنیا کی آفات و مصائب سے قمرؔ ...... دافع رنج و بلا تاج الشریعہ آپ ہیں

مولانا قاری محمد نعیم الدین قادری گلاب پور کٹیا نیپال:

نام محمد نعیم الدین، تخلص نعیم قادری ہے۔ ۱۵/ جون ۱۹۸۰ء کو گلاب پور سسوا کٹیا ضلع مہوتری میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیمی اسفار: دارالعلوم یتیم خانہ صفویہ، کرنیل گنج ضلع گونڈہ سے حفظ قرآن پاک مکمل کیا۔ اس کے بعد جامعۃ القراء، لکھنؤ سے قراءت بروایت حفص و شعبہ کی تکمیل کی پھر جامعہ اسلامیہ، روناہی سے عالمیت اور منظر اسلام، بریلی شریف سے ۲۰۰۲ء میں سند فضیلت حاصل کی۔

تدریسی و تصنیفی خدمات: فارغ التحصیل ہونے کے بعد جامعۃ الرضا، بریلی شریف چار سال اور اپنے مادر علمی دارالعلوم صفویہ، کرنیل گنج گونڈہ میں تین سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس وقت جامعۃ عربیہ، رحمان گنج ضلع بارہ بنکی یوپی میں پانچ سالوں سے مدرس اور نائب صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہیں۔ آپ کے رشحات قلم سے نکلی ہوئی چھ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

شعر و شاعری: بہت سی خوبیوں کے ساتھ شعر و شاعری میں بھی آپ کو دسترس حاصل ہے۔ فروغ رضویات میں آپ نے بہت سارے کلام ضبط تحریر میں لائے ہیں جن میں سے چند کلام یہ ہیں۔

منقبت در شان مجدد اعظم امام احمد رضا نور اللہ مرقدہ کے چند اشعار:

اہل حق کی شان تھے احمد رضا ...... سنیت کی جان تھے احمد رضا
جس پہ نازاں ہیں سبھی اہل سنن ...... وہ عظیم الشان تھے احمد رضا
زہد و تقوی میں کوئی ثانی نہیں ...... صاحب عرفان تھے احمد رضا
علم و فن میں بو حنیفہ کی جھلک ...... مظہر نعمان تھے احمد رضا
شعر گوئی میں کوئی ہمسر نہیں ...... پر تو حسان تھے احمد رضا
کہ رہا ہے یہ نعیم قادری ...... عشق کی پہچان تھے احمد رضا

منقبت در شان تاج الشریعہ علامہ اختر رضا خاں ازہری علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

واصف شاہ ہدیٰ اختر رضا خاں ازہری ...... منبع جود و عطا اختر رضا خاں ازہری
وارث علم رضا اختر رضا خاں ازہری ...... پر تو حامد رضا اختر رضا خاں ازہری
جن میں تھا بیشک جمال مفتی اعظم کا عکس ...... وہ ہمارے رہنما اختر رضا خاں ازہری
علم و تقویٰ فقہ و افتا سیرت و کردار میں ...... سنیوں کے پیشوا اختر رضا خاں ازہری
منکر دیں کتنے ہی ایمان لائے دیکھ کر ...... جلوۂ زیبا ترا اختر رضا خاں ازہری
دشمنان دین پہ ہے تیرا قلم قہر خدا ...... پر تو کلک رضا اختر رضا خاں ازہری
آپ کی رحلت سے محفل میری سونی ہوگئی ...... دیجئے پھر سے ضیا اختر رضا خاں ازہری
یا خدا عسجد میاں کو صبر کی توفیق دے ...... ہوگئے ان سے جدا اختر رضا خاں ازہری
ہے نعیم قادری رضوی بھی محتاج کرم ...... آپ کے در کا گدا اختر رضا خاں ازہری

مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی بیلا دھنوشا نیپال:

نام محمد عطاء النبی حسینی، تخلص: عطا اور حسینی رکھتے ہیں۔ ۲۲/ اگست ۱۹۸۸ء کو کھردہ کولکاتا میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم: ابتدائی تعلیم مدرسہ اخلاقیہ، کولکاتا اور دارالعلوم رضائے مصطفی، مٹیا برج کولکاتا سے مولویت مکمل کرنے کے بعد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ۲۰۰۷ء میں داخلہ لیا اور ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

درس تدریس: فراغت کے بعد تین ماہ جامعۃ المدینہ، نیپال گنج اور ۲۰۱۳ء سے ۲۰۱۵ء تک جامعۃ المدینہ فیضان حاجی پیر، مانڈوی کچھ، گجرات میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ ۲۰۱۶ء میں جامعۃ المدینہ فیضان صابر پاک، کلیر شریف میں

ناظم اعلیٰ اور درس وتدریس کے فریضہ میں مصروف رہے اور ۲۰۱۷ء سے تادم تحریر جامعۃ المدینہ فیضان رضا، بریلی شریف میں دعوت وتبلیغ اور درس وتدریس میں مصروف عمل ہیں۔

شعر وشاعری: مولانا موصوف تدریسی وتحریری صلاحیت کے ساتھ شعر وشاعری کا بھی ذوق رکھتے ہیں۔ آپ نے شعر وشاعری میں طرز رضا کو عنوان سخن بنایا ہے، آپ طرز رضا اور مناقب کے ذریعہ رضویات کو فروغ دے رہے ہیں چند کلام ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت درشان امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

میرے احمد رضا میرے احمد رضا . . . . . .اہل دل کی صدا میرے احمد رضا
کان لطف وعطا میرے احمد رضا . . . . . .شان حلم و حیا میرے احمد رضا
دین ودنیا میں اہل سنن کے لیے . . . . . .تو ہے رب کی عطا میرے احمد رضا
فقہ وافتا میں تو ثانی بوحنیف . . . . . . .اور ان کی ضیا میرے احمد رضا
تیغ براں تھے اعدا ے دیں کے لیے . . . . . .عاشقوں پر فدا میرے احمد رضا
اعلیٰ حضرت ہے حق کی نشاں . . . . . .سب کی تر ہے زباں میرے احمد رضا
رکھ حسینؔی کے سر پر کرم کی ردا . . . . . .کر مجھے بھی عطا میرے احمد رضا

طرز رضا کی پیروی کے ذریعہ فروغ رضویات کے چند نمونے ملاحظہ کریں:

۱-نبیوں میں اعلیٰ شرف پانے والے . . . . . .حبیب خدا کا لقب پانے والے
علامت ہے ایماں کی تیری محبت . . . . . .رہیں ہم سدا اس سے سج جانے وانے
ہم اہل سنن کا عقیدہ یہی ہے . . . . . .مرا تو نہیں پر ہے چھپ جانے والے
حرم کی زمیں کیوں جہاں میں نہ چمکے . . . . . .کہ تشریف لائے ہیں چمکا نے والے
نہ ہے کوئی ثانی نہ ہے کوئی ہمسر . . . . . .تو آیا ہے یکتا تو اے آنے والے
قیامت کی سختی میں امت کو اپنی . . . . . .خدا کے یہاں ہیں وہ بخشانے والے
ہو رتبہ صحابہ کا اعلیٰ نہ کیوں کر . . . . . .ہیں عہد نبی کا شرف پانے والے
چلیں پل پہ کیسے ہم اپنے قدم سے . . . . . .کہیں ہم نہ ہو جائیں کٹ جانے والے
چلو نہ ڈرو اے مسلمانو پل سے . . . . . .کہ ہیں رب سلم وہ فرمانے والے
یہ نجدی وہابی جلے ہم سے کیوں نہ . . . . . .کہ ہم حلوہ، کوا ہیں وہ کھانے والے
حسینؔی کو در پر بلا لیجے آقا . . . . . .عطا کر مجھے بھی عطا کرنے والے

"سرور کہوں کہ مالک ومولی کہوں تجھے" کی زمین پر ایک خوب صورت کلام کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دلبر کہوں محبوب رب آقا کہوں تجھے ......مالک کہوں سردار اور سرور کہوں تجھے
رب نے دیے ہیں کنجیاں اپنے خزانے کی ......ملک خدا کا مالک ومولی کہوں تجھے
بعد از خدا بزرگ تو ہے قصہ مختصر ......مظہر خدا کا نور اور جلوہ کہوں تجھے
اول کہوں آخر کہوں باطن کہوں ظاہر ......حیراں ہوں حیراں شہا کیا کیا کہوں تجھے
کہیں ہے جوش لن ترانی پر تجھے دنا ......محبوب رب معراج کا دولھا کہوں تجھے
امت کے لب پر حشر میں ہوگی یہی صدا ......نظر کرم بخشش کا میں سامان کہوں تجھے

مولانا محمد داؤد رضا احسانی لوہار پٹی مہوتری نیپال:

اسم گرامی محمد داؤد رضا صدیقی احسانی، تخلص داؤد ہے۔ ۱۹۷۵ء کو شیخ محلہ لوہار پٹی وارڈ ۷ میں آپ پیدا ہوئے۔

حصول تعلیم: آپ نے اپنی تعلیم مدرسہ حنفیہ غوثیہ، جنک پور میں مکمل کی اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

مصروفیات: درس وتدریس تقریر وخطابت، شعروشاعری، تصنیف وتالیف، سلسلہ برکاتیہ رضویہ احسانیہ کی نشرواشاعت۔

شعر وشاعری: آپ دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری کے ذریعہ بھی اپنے ملک میں رضویات کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل ہیں جس کا بین ثبوت آپ کے نوک قلم سے نکلا ہوا مجموعہ بنام فیضان مستقیم نوری ہے۔ اس کتاب سے منتخب چند کلام قارئین کی نذر ہیں۔

منقبت در شان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

میرے اعلیٰ حضرت کا آستاں چمکتا ہے ......ہر گلی چمکتی ہے ہر مکاں چمکتا ہے
نازجن پہ فرمائیں تاجدار مارہرہ ......وہ رضا بریلی کا چاند سا چمکتا ہے
آؤ سنیوں مل کر دیکھ لیں بریلی سے ......سوئے طیبہ جانے کا راستہ چمکتا ہے
صوفیاء کی جھرمٹ آپ کا وہ شہزادہ ......بن کے مفتی اعظم مصطفی چمکتا ہے
آپ کی کتابوں میں ہے فتاوی رضویہ ......اس میں آپ کا فقہی مرتبہ چمکتا ہے
گلشن بریلی میں نعت کا یہ گلدستہ ......داؤد حزیں لے کر مرحبا چمکتا ہے

منقبت در شان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے چند اشعار:

کتنا پیارا ہے منظر دیکھیے بریلی میں ......نعت خوانی ہے دردر دیکھیے بریلی میں
یہ کرم رضا کا ہے سارے اہل سنت پر ......سیف دین ہے اختر دیکھیے بریلی میں
جلوۂ رضا چمکا آج روئے اختر پر ......دین حق کا ہے رہبر دیکھیے بریلی میں

تم بھی ہو چلو شامل شوق سے غلاموں میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مصطفی کا ہے مظہر دیکھیے بریلی میں
منقبت کا گلدستہ شوق سے لیے داؤدؔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پڑھ سکے گا کب چل کر دیکھیے بریلی میں

مولانا رقیب الحق نظامی اٹھروا مہوتری نیپال:

نام محمد رقیب الحق، تخلص رقیبلؔ ہے۔ ۲۰؍ فروری ۱۹۸۴ء موافق ۸ گتے پھاگون ۲۰۴۰ بکرمی سال مقام اٹھروا گاؤں پالیکا منرا ضلع مہوتری نیپال میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

تعلیم و تعلم: ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مدرسہ مجاہد ملت میں قرآن مجید تک حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۰۰۱ء میں مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین ، بھمرپورہ نیپال میں اعدادیہ سے اولیٰ تک تعلیم پائی۔ بعدہ مدرسہ بحر العلوم، جبل پور ایم۔ پی میں ثانیہ سے خامسہ تک علم دین متین کے زیور سے آراستہ ہوئے پھر اخیر میں بقیہ تعلیم فضیلت تک دار العلوم اہل سنت بحر العلوم، خلیل آباد یوپی میں مکمل کی اور ۲۰۱۰ء میں سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

دینی خدمات: بعد فراغت تدریس کا آغاز سب سے پہلے دار العلوم محمدیہ برکاتیہ ، بھمرپورہ نیپال سے کیا ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۵ء تک اس مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ۲۰۱۶ء سے ۲۰۱۷ء تک جنک پور کے قریب ایک قصبہ شیوپور میں دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ ۲۰۱۸ء سے تادم تحریر لہان نگرپالیکا شوبھاپور نیپال میں خدمات دین متین کر رہے ہیں۔

شعر و شاعری: پروردگار عالم نے جہاں آپ کو بہت سی خوبیوں سے سرفراز فرمایا وہیں شعر کہنے اور پڑھنے کا ہنر بھی عطا کیا۔ آپ نے خانوادۂ رضویہ کی مدح و ثناکر کے رضویت کے فروغ میں اہم رول ادا کیا ہے۔ موصوف کے منتخب کلام مکتوب کر رہا ہوں۔

منقبت در شان اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

روضہ بڑا سہانا احمد رضا تمھارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیدا ہے یہ زمانہ احمد رضا تمھارا
علم و آگہی اور حکمت کی اس ضیاء سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روشن ہوا گھرانا احمد رضا تمھارا
کردے جو نجدیوں کے دل پارہ پارہ پل میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیور تھا عالمانہ احمد رضا تمھارا
تیری سخاوتوں کا اپنوں سے پوچھنا کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قائل ہے جب بیگانہ احمد رضا تمھارا
ہے قسمتوں پہ نازاں رقیبلؔ ہر وہ سائل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پایا جو آستانہ احمد رضا تمھارا

منقبت در شان حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے چند اشعار:

چمکتا ہی رہے روضہ میرے تاج الشریعہ کا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے سر پہ ہو سایہ میرے تاج الشریعہ کا
میرے مولیٰ کرم کردے کسی دن اپنے بندوں پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دکھا دو خواب میں چہرہ میرے تاج الشریعہ کا
ذرا عشق رسول پاک کی یہ شان تو دیکھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گڑا ہے ہر طرف جھنڈا میرے تاج الشریعہ کا
خدا کے فضل سے بے شک ہے بعد مفتی اعظم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رضا کے علم پہ دعویٰ میرے تاج الشریعہ کا

جو چاہو مانگ لو ان سے نبی کے یہ دلارے ہیں . . . . . .ہے غوث پاک تک شجرہ میرے تاج الشریعہ کا
رقیبِؔ جس نے بھی دیکھا مچل کر وہ یہی بولا . . . . . .بڑا پر نور ہے چہرہ میرے تاج الشریعہ کا

(راقم)نور محمد رضاؔ قادری جگر مصباحی سرسیامہوتری نیپال:

نام نور محمد رضا، تخلص جگر مصباحی ہے۔ ایک اندازہ اور اسناد کے مطابق راقم کی پیدائش ۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۱۲/ اگست ۱۹۸۵ء موافق ۲۶ گتے بھادو ۲۰۴۲ بکرمی سال پیر کے دن ہوئی۔

تعلیمی مراحل: ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہی قاعدہ بغدادی سے قرآن شریف ناظرہ تک مکمل کی، اس کے بعد الجامعۃ الامانیہ، علی پٹی شریف اور مدرسہ فیض القرآن، مٹیہانی میں عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۲۰۰۰ء سے ۲۰۰۲ء تک ازاعدادیہ تا ثانیہ دارالعلوم وارثیہ، لکھنؤ میں تعلیم پائی پھر ۲۰۰۲ کے آخر میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور درجہ ثالثہ میں داخلہ لیا۔ ۲۸/ جون ۲۰۰۶ کو دستار قراءت حفص و سند عالمیت اور ۶/ جون ۲۰۰۸ء کو سند و دستار فضیلت و قراءت سبعہ سے نوازا گیا اور جون ۲۰۰۹ء میں جامعہ اکرم العلوم، مرادآباد میں سند فقہ و افتا سے سرفراز کیا گیا۔

تدریسی و تحریری خدمات: جامعہ اکرم العلوم، مرادآباد، دارالعلوم رضویہ مصطفویہ، فیروزآباد، دارالعلوم فیضان اشفاق، ناگور شریف، مدرسہ اسلامیہ معراج العلوم، دیناری گونڈہ، مدرسہ غوثیہ طاہر العلوم، کماسیتا مڑھی میں مختلف مناصب پر فائزرہ کر خدمات دین متین انجام دی اور اس وقت ۲۰۱۲ء سے اہل سنت و جماعت کی قدیم درس گاہ مدرسہ اسلامی عربی، اندر کوٹ گذری بازار میرٹھ شہر یوپی میں فضیلت تک کے طلبہ کو درس و تدریس کے جام سے سیراب کر رہا ہوں۔ راقم کی نوک قلم سے شجرہ قادریہ نوریہ برکاتیہ فخریہ کی ترتیب، نعتیہ کلام کا مجموعہ پروانہ بخشش اور فتاوی فخر نیپال کی ترتیب و تحقیق و تخریج معرض وجود میں آچکی ہے۔

شعر و شاعری: فقیر راقم کو بھی شعر و شاعری سے دلچسپی ہے اور موقع بہ موقع نعت و مناقب لکھتا رہتا ہے۔ نعت و مناقب کا ایک گلدستہ بنام بخششہاے عصیاں المعروف پروانہ بخشش منظر عام پر آچکا ہے۔ راقم تقریر و تحریر کی طرح شعر و سخن کے ذریعہ بھی فروغ رضویات کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ فقیر کے منتخب کلام ملاحظہ فرمائیں

منقبت در شان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اشعار:

۱-اہل سنن کی جاں ہیں اور شان اعلیٰ حضرت . . . . . .دنیا میں دین حق کی پہچان اعلیٰ حضرت
بخشے جلا روحوں کو روشن کرے دلوں کو . . . . . .عشق نبی کی شمع و عرفان اعلیٰ حضرت
بیشک ہے جاری اب بھی سارے جہاں میں واللہ . . . . . .یہ سنیوں پہ تیرا فیضان اعلیٰ حضرت
پڑھ کر فتاوی رضوی اور کتابیں ساری . . . . . .لگتا ہے علم کے ہیں سلطان اعلیٰ حضرت
عشق نبی کا جلوہ ایک ایک سطر سے ظاہر . . . . . .واللہ ہند کے ہیں حسان اعلیٰ حضرت
محشر تلک نہ ہرگز بھولیں گے اہلسنت . . . . . .جو کر گئے ہیں ان پر احسان اعلیٰ حضرت
کاغذ پہ لکھ رہا ہے مدح و ثناء تمھاری . . . . . .مشکل جگرؔ کی بھی ہو آسان اعلیٰ حضرت

۳-نبی ے کرم سے خدا کی طرف سے یہ انعام پایا ہے احمد رضا نے
ہے کیا چیز پیغام قرآن و سنت یہ ہم کو بتایا ہے احمد رضا نے
بیک وقت پچپن علوم میں ماہر ہزاورں کتابوں کا اعلیٰ مصنف
نبی کے توسل سے علم وہنر کا وہ سکہ جمایا ہے احمد رضا نے
وہ علم شریعت ہو یا ہو طریقت تھے بحرین کے آپ جامع و عامل
چراغ محبت سے دن رات دل کو منور بنایا ہے احمد رضا نے
تھا خوشبوئے عرفاں سے انسان خالی تو دیتا ہے بھی کیسے اذان بلالی
تو تاریک دل میں بھی عشق نبی کا دیا پھر جلایا ہے احمد رضا نے
جو کرتے تھے دعوی ایماں کا اپنے جو کہتے تھے ایمان والے ہیں بس ہم
سر بزم چہروں سے ان کی حقیقت کا پردہ اٹھایا ہے احمد رضا نے
صفر کے مہینے کی پچیسویں ہے بریلی کی کتنی مبارک زمیں ہے
چلو چل کر لے لیں عقیدت کے تحفے بریلی بلایا ہے احمد رضا نے
چلوچل کے لیں ان کی چوکھٹ کا بوسہ عقیدت محبت کا ہے بھی تقاضا
جگر اہل سنت کا سارے جہاں میں مقدر جگایا ہے احمد رضا نے

منقبت در شان قاضی القضاۃ فی الہند علامہ اختر رضا خاں ازہری نور اللہ مرقدہ کے چند اشعار:

چل دیے سوئے جناں اختر رضا خاں ازہری ...... چھوڑ کر ویراں جہاں اختر رضا خاں ازہری
فضل رب کرم نبی اور اعلیٰ حضرت کی عطا ...... سنیوں کے پاسباں اختر رضا خاں ازہری
مفتیٔ اعظم کے سچے جانشیں اور لاڈلے ...... دین کے روح رواں اختر رضا خاں ازہری
آبروے اہل سنت شیر حق مرد خدا ...... چل دیے یوں ناگہاں اختر رضا خاں ازہری
اہل سنت مسلک احمد رضا کے دہر میں ...... تھے امیر کارواں اختر رضا خاں ازہری
تعزیت اپنوں نے کی غیروں نے بھی کچھ کم نہ کی ...... رہبر دیں بے گماں اختر رضا خاں ازہری
کارنامے وہ کیے کہ مٹ نہیں سکتے کبھی ...... دہر سے نام و نشاں اختر رضا خاں ازہری
ہوں غلامان رضا میں بس جگر ادنی غلام ...... میں کہاں اور وہ کہاں اختر رضا خاں ازہری

کلام الامام ”صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا“ کی طرز پر کلام کے چند اشعار:

بارہ کو رب نے دکھایا ایسا جلوہ نور کا ......چھنٹ گئیں تاریکیاں پھر دور آیا نور کا
گر کے سجدے میں خبر دی کعبہ نے مولود کی ......دیکھو دنیا کعبے کا ایک کعبہ آیا نور کا
دیکھنے والوں نے دیکھا کہنے والوں نے کہا ......آمنہ بی بی نے پایا پیارا بچہ نور کا
قصر باطل میں یقینا آگیا تھا زلزلہ ......چمن دیں میں جبکہ پودا لہلہایا نور کا
سارے عالم میں بہاریں ہی بہاریں آگئیں ......گھر میں عبداللہ کے جب آیا بچہ نور کا
بحر و بر شجر و حجر ہر شی میں آئی تازگی ......جب جہاں میں آمنہ کا آیا بچہ نور کا
چاند سورج اور ستاروں سے یہ بولے سب مَلک ......کاسۂ الفت میں پایا سب نے صدقہ نور کا
رات کی تاریکیوں میں بھی اجالا ہوگیا ......اے حلیمہ تونے پایا کیسا بچہ نور کا
حضرت موسیٰ نے دیکھا اسریٰ کی شب باربار ......خالق اکبر سے مل کر آنا جانا نور کا
فضل ربی دیکھیے پھر شکر مولی کیجئے ......شکل انسانی میں رب نے بھیجا جلوہ نور کا
سنیوں لہراؤ تم بھی پرچم اسلام کو ......ان کی آمد پر مَلک نے گاڑا جھنڈا نور کا
کیف و مستی کا ہے عالم محفل میلاد میں ......پڑھ جگؔر مصباحی تو بھی اب قصیدہ نور کا

طرز سلام رضا کی پیروی کے چند اشعار:

پیارے آقا کی بعثت پہ لاکھوں سلام ......آمد رب کی رحمت پہ لاکھوں سلام
نور اول کی تخلیق پر ہو درود ......نور کی ثانی خلقت پہ لاکھوں سلام
نور سے جن کے ہر شئ منور ہوئی ......نور ذات رسالت پہ لاکھوں سلام
ان کی صورت و سیرت پہ دائم درود ...... ان کی بے مثل سیرت پہ لاکھوں سلام
جن کے صدقے میں ہر شئ کی خلقت ہوئی ......دائمی ایسی نعمت پہ لاکھوں سلام
ظاہری باطنی علم آنکھوں میں ہے ......مصطفی کی بصارت پہ لاکھوں سلام
عرش اعظم سے ہوکر وہ آبھی گئے ......ان کی رفعت و عظمت پہ لاکھوں سلام
بوبکر و عمر اور عثماں علی ......چار باغ خلافت پہ لاکھوں سلام
جس نے قرآن ناطق کا پایا لقب ......اس کی اعلیٰ تلاوت پہ لاکھوں سلام
سارے ولیوں کی گردن پہ جن کے قدم ......ان کی شان ولایت پہ لاکھوں سلام
فخر سے ناز کرتا ہے جن پہ جگؔر ......ان کی شان امامت پہ لاکھوں سلام

* * *

باب چہارم

فروغ رضویات

مختلف ذرائع سے

بذریعہ قیام مدارس و مساجد و تنظیمات

مولانا غلام غوث مصباحی

عنوان کا جز "فروغ رضویات" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

محدود معنی: یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فضائل و مناقب میں مضامین تحریر کیے جائیں، ان کے نام نامی سے محفلوں کا انعقاد ہو، ان کی تحریروں کو عام کیا جائے یا ان سے منسوب مختلف ادارے کھولے جائیں۔

وسیع معنی: یہ ہے کہ اعلی حضرت کے مشن کو فروغ دیا جائے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی جس کام میں لگا دی اس کام اور اس مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ اس کے لیے مختلف طریقے اپنائے جا سکتے ہیں۔ اس وسیع معنی میں اول الذکر محدود معنی از خود آجاتا ہے۔ اس عنوان میں 'فروغ رضویات' اپنے وسیع معنی میں استعمال ہوا ہے۔

مضمون کا دوسرا جز 'قیام مدارس' اعلی حضرت قدس سرہٗ کے دس نکاتی پروگرام کے پہلے نکتے: 'عظیم شان مدارس کھولے جائیں با قاعدہ تعلیم ہو' کی طرف اشارہ ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہوجاتی ہے کہ لفظ 'مدرسہ 'مکتب کچھ چھوڑ کر دیگر تمام اسلامی تعلیمی اداروں جیسے دارالحفظ و القراءۃ (برائے حفظ وقراءت)، مدرسہ (مولویت تک)، دارالعلوم (فضیلت تک) اور جامعہ (تحقیق وافتاء تک) سب کو شامل ہے۔

اس وضاحت کی ضرورت اس لیے پڑی کہ مختلف تعلیمی سطح کے لیے مختلف اصطلاحات (جو ما قبل میں گزری) استعمال ہوتی ہیں۔ لیکن کسی بھی تعلیمی سطح کے لیے کسی بھی اصطلاح کا استعمال نہ صرف کیا جاتا ہے بلکہ عمومی رواج بن چکا ہے۔ یہ رواج اس قدر عام ہو چکا ہے کہ آج وہ ادارے جہاں صرف حفظ وقرات کی یا صرف اولی یا ثانیہ تک کی تعلیم دی جاتی ہو ان کے نام کا بھی ایک لازمی جز 'جامعہ' ہوتا ہے۔ ہمیں ان اصطلاحوں کو درست طور پر استعمال کرنا چاہیے جیسے عصری تعلیمی اداروں کے لیے مختلف اصطلاحیں ہیں اور ان کا استعمال بھی انہی کے لیے ہوتا ہے جیسے اسکول، کالج اور یونیورسٹی (جو بالترتیب مدرسہ، دارالعلوم اور جامعہ کے متبادل ہیں۔) میں سے کسی کا بھی استعمال کسی دوسرے کے لیے نہیں کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی تعلیمی اداروں کی زمرہ بندی یوں کی جاتی ہے:

مکتب	:	برائے ناظرہ
دارالحفظ والقراءت	:	برائے حفظ وقراءت
مدرسہ	:	برائے مولویت (اعدادیہ تا رابعہ)

دارالعلوم : برائے عالمیت وفضیلت (خامسہ تا ثامنہ)
جامعہ : برائے تحقیق واختصاص

علماے نیپال نے اسلام اور اہل سنت کے فروغ کے لیے نیپال کے مختلف حصوں میں سینکڑوں مدارس قائم کیے۔ ان کی فہرست تو طویل ہے لیکن ان میں سے چند نمائندہ مدارس کے بارے میں ذیل میں مرقوم ہے۔

اس سے قبل چند اغراض و مقاصد جو کم و بیش تمام مدارس اہل سنت میں مشترک ہیں ذیل میں درج کیے جاتے ہیں؛ تاکہ ان اغراض و مقاصد سے اندازہ لگایا جاسکے کہ یہ ادارے فروغ رضویات میں کس قدر کوشاں ہیں۔ ذیل میں مدارس کا ذکر سن قیام یا پھر مدرسہ یا دارالعلوم میں ترقی کرنے سال کے اعتبار مرقوم ہوں گے۔

مدارس اہل سنت: اغراض و مقاصد

ایسے علماء و فضلاء اور اسلام کے داعی تیار کرنا جو کمال علم کے ساتھ تقویٰ، للّٰہیت اور اخلاص کے زیور سے آراستہ ہوں، جن کا مقصدِ اساسی دین اسلام کی حفاظت، اس کی نشر و اشاعت اور امت مسلمہ کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی ہو۔

ایسے علما تیار کرنا جو قرآن و سنت کے علم کے ساتھ ساتھ اسلام کی صحیح سمجھ بھی رکھتے ہوں۔

ایسے علما تیار کرنا جو دور حاضر کے غیر اسلامی افکار و نظریات اور ان کی خصوصیات سے واقفیت کے ساتھ ساتھ حالات حاضرہ کے مسائل پر بھی نگاہ رکھتے ہوں۔

اعلی حضرت قدس سرہ کے بتائے ہوئے حقیقی اسلامی خصوصیات کے حامل علما تیار کرنا۔

ایسے علما تیار کرنا جو اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کے بتائے ہوئے اسلامی اقدار کے احیا کے لیے کوشاں ہوں۔

تنگ نظر علما کے بجائے ایسے وسیع و بالغ نظر علما تیار کرنا جو کسی بھی گروہ اور ذیلی گروہ (ذات پات/علاقہ/زبان/خانقاہیت وغیرہ) سے اوپر اٹھ کر سماجی اور اخلاقی پروگرام کو عام کریں۔

قدیم و جدید دونوں کا جامع نصاب تیار کرنا جس میں اسلام اور اسلامی مسائل پر زور دیا جائے۔

علما کو دور حاضر کے اعتبار سے سائنسی تحقیق، تعلیم و تکنیک فراہم کرنا تاکہ ان طلبا میں اسلامی و سائنسی مزاج فروغ پائے۔

اعلی حضرت کی تحقیقات پر اس انداز میں کام کرنا کہ عہد حاضر میں ان تحقیقات کی معنویت مذہبی اور سائنسی دونوں اعتبار سے اجاگر ہو۔

دوسری جامعات، مدارس اور علمی اداروں کے ساتھ روابط پیدا کرنا اور علمی، تدریسی اور تجرباتی میدان میں ان سے تعاون کرنا۔

نئی نسل کو مذہب سے قریب کرنا اور دینی اقدار اور اسلامی آداب و ثقافت سے روشناس کرانا۔

مسلمان عوام کی اصلاح و راہنمائی اور انہیں ملحدانہ افکار و باطل نظریات سے بچانے کے لیے علمی و تصنیفی کام کرنا۔

الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغرباء سرلاہی (۱۹۱۵)

مدرسہ اسلامیہ فیض الغرباء جو الجامعۃ الاسلامیہ فیض الغربا میں تبدیل ہوا۔ تاریخی اعتبار سے اس مدرسے کو نیپال کا سب

سے قدیم دینی ادارہ مانا جاتا ہے اس کا قیام بھانڑ سر، سرلاہی میں مولانا بخش مکرانی کے ذریعے ۱۳۳۵ھ/1915ء کو عمل میں آیا۔ اس ادارے نے ترائی نیپال کے جنوب مغربی علاقوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کرنے میں کلیدی رول ادا کیا۔ بڑے بڑے اصحاب کمال اور اہل علم و فضل اس ادارے کے فیض یافتہ ہیں۔ فقیہ وقت حضرت مولانا محمد صبغۃ اللہ قادری منظری اور سعدی زماں حضرت مولانا عبدالوحید نوری قدس سرہ تقریبا ۱۹۴۵ء میں اسی ادارے سے ابتدائی تعلیم پاکر منظر اسلام بریلی شریف میں داخل ہوئے اور ۱۹۵۵ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ بعد فراغت آخری عمر تک مولانا صبعت اللہ قادری اسی ادارے سے منسلک رہے جبکہ مولانا عبدالوحید نوری نے فیض الغرباء کے بعد مدرسہ رضویہ ملنگواں کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس ادارے کا ماضی بہت ہی تابناک اور اسکے کا نام قابل ذکر ہیں

اس ادارے کے کامیاب ہونے کا پختہ ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کے ارباب بسط وکشاد نے یگانہ روزگار شخصیات کو اس کے اندر جمع کرلیا تھا مفتی اعظم ہالینڈ حضرت مفتی عبدالواحد قدس سرہٗ، مفتی شبیر احمد، مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی اور عبدالحلیم شاکر القادری جیسے ممتاز اساتذہ کی خدمات حاصل رہیں۔

اس ادارے کی تقلید میں قرب وجوار میں دینی اداروں کا ایک جال سا بچھ گیا۔ یہ اسی کا فیضان ہے کہ اس علاقے کی سنیت بدمذہبوں سے محفوظ ہوگئی مزید یہ کہ اس ادارے اور یہاں سے وابستہ علما کے سبب ہندوستان کی عظیم روحانی اور علمی شخصیات کا ورود وقتاً فوقتاً یہاں ہوتا رہا ان میں حضور مفتی اعظم ہند، حضور محدث اعظم ہند، حضور محدث مفسر اعظم ہند، حضرت ریحان ملت اور تاج الشریعہ کی شخصیات قابل ذکر ہیں۔

مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری (۱۹۳۱)

تاریخی اعتبار سے ترائی علاقے کا یہ دوسرا سب سے قدیم دینی ادارہ ہے۔ نیپال کی تاریخی شہر جنک پور اور جلیشور کے درمیان کثیر مسلم آبادی والی بستی 'علی پٹی' میں یہ ادارہ واقع ہے۔ اس ادارے کا قیام مولانا حافظ زاہد حسین مجیبی اور مولانا نجم الھدیٰ صاحب کی تحریک پر ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء کو 'مدرسہ مصباح المسلمین' کے نام سے ہوا۔ بعد میں اس چھوٹے مدرسے نے 'دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین' کی شکل اختیار کرلی۔ اس ادارے نے چند ہی دنوں میں نیپال کے ترائی علاقے میں علمی جمود کو توڑا اور یہاں کے فیض یافتہ ہندوستان کے مشہور اور عظیم اداروں میں داخلہ لینے لگے۔ اس ادارے سے جنہوں نے عالمیت کی تعلیم حاصل کی ان میں سے چند نمایاں نام یہ ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد کلیم الدین رضوی ابراہیمی، مناظر اہلسنت حضرت مولانا مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب، حضرت مولانا ساجد حسین مصباحی، حضرت مولانا محمد اسرائیل رضوی فخری نیپال صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد عثمان رضوی لادوبیلا، اور حضرت مولانا مفتی محمد مصلح الدین قادری صاحب مصنف شان خطابت وغیرہم۔

جنہوں نے یہاں سے حفظ کی تعلیم حاصل کی ان میں قابل ذکر اسما یہ ہیں: حضرت مولانا مفتی حافظ جیش محمد صاحب، حافظ عبدالحمید صاحب مہدیا، حافظ محمد ادریس صاحب اور حافظ شرافت حسین صاحب علی پٹی وغیرہ۔

یہ ادارہ بھی دارالعلوم کے زمرے میں آتا ہے کیونکہ یہ عالمیۃ تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔

مدرسہ مظہر العلوم کٹیا مہوتری (۱۹۵۰ء)

۱۹۵۰ء میں اس ادارے کی بنیاد ایک خدار سیدہ بزرگ حضرت پیر حفیظ اللہ شاہ قدس سرہٗ کے ہاتھوں عمل میں آیا تھا لیکن اسی سال ہندو مسلم فساد ہو گیا جس کی وجہ سے یہ ادارہ مکمل طور سے تباہ و برباد ہو گیا۔ پھر حضرت مولانا حنیف قادری علیہ رحمہ نے اس ادارے کے تعمیر ثانی کی ۱۹۵۱ء میں فرمائی۔ اس ادارے کے فیض یافتہ سینکڑوں باکمال علمائے کرام ہیں ان میں سر فہرست حضرت مفتی مصلح الدین قادری مصنف شان خطابت، مفتی محمد نجم الدین مصباحی شہزادہ حنیف ملت وغیرہ ہیں۔ یہاں کے فیض یافتگان نے نہ صرف نیپال میں بلکہ ہندوستان کے اور دیگر ملک کے کئی علاقوں میں اہلسنت و جماعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں عشق رسول کی شمع فروزاں کر رہے ہیں۔

مدرسہ اصلاح المسلمین معروف بہ الجامعہ الحنفیہ الغوثیہ جنکپور دھنوشا (۱۹۵۹ء)

اس ادارے کی بنیاد تقریباً سوا سو سال قبل مکتب کی شکل میں بنام 'مدرسہ اصلاح المسلمین' رکھی گئی پھر رفتہ رفتہ ترقی کر کے اس نے مدرسے کی شکل اختیار کر لی۔ ۱۹۵۹ء کے بعد بہت ہی کم دنوں میں یہ ادارہ ترائی نیپال کا ایک مرکزی دار العلوم بن گیا۔

۱۹۸۶ء میں حنفیہ اور ۱۹۸۸ء میں غوثیہ کا لاحقہ لگا۔

۱۹۷۳ء میں اس ادارے کے زیر اہتمام دو روزہ عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوا جس میں ہندو نیپال کے اکابر مشاہیر اہل سنت - حضرت سید العلماء، حضور حافظ ملت، مجاہد دوران سید مظفر حسین، شیر بہار، اور مفتی اعظم ہالینڈ قدس سرھم - نے شرکت فرمائی۔

اس ادارہ کے چند مشہور فیض یافتہ یہ ہیں: مولانا محمد عیسی برکاتی، مولانا محمد مستقیم برکاتی مصباحی اور مولانا محمد عثمان برکاتی کپٹول۔

دار العلوم امانیہ امان الخائفین: حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ قریباً ۳۴ر سال تک دار العلوم قادریہ میں تدریس کے جوہر لٹاتے رہے لیکن قدرت نے سرزمین علی پٹی کی قسمت میں ایک اور دار العلوم مقدر فرما دیا تھا۔ چناں چہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۴ء موافق ۲۰۳۱ بکرمی کو دار العلوم قادریہ سے مستعفی ہوئے اور اسی سال دار العلوم امانیہ امان الخائفین کی بنیاد رکھی اور تاحیات تدریسی فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اپنی جان، جانِ افریں کے حوالے کر دیا۔

دار العلوم امانیہ کو رونق بخشنے والے علمائے کرام: دار العلوم قادریہ کی طرح دار العلوم امانیہ کو بھی خاصی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی یہی وجہ ہے کہ یہاں ایشیا کے بڑے بڑے علمائے اہل سنت نے تشریف لا کر اس کی تعمیر و ترقی کے لیے دعائیں کیں اور اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا، جن علمائے اہل سنت نے اس دار العلوم کو اپنے مبارک قدم سے نوازا، ان میں سے چند کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

(۱) معلم مکہ حضرت علامہ عبد الحی صاحب قبلہ، مکہ معظمہ، (۲) وارث پنجتن حضرت سید یحیی احسن مارہروی علیہ الرحمہ، (۳) خطیب پاکستان حضرت علامہ عبد الوحید ربانی علیہ الرحمہ، (۴) رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ، (۵) شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت علامہ بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ، (۶) نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ، (۷) حضرت علامہ عبد الحلیم صاحب قبلہ، الہ آباد، (۸) حضرت مولانا غلام المصطفیٰ بابا نور القادری صاحب قبلہ۔

مدرسہ غوثیہ اہل سنت نور العلوم بھیرہوا، روپندیہی (۱۹۷۲ء)

۱۹۶۳ء کے آس پاس اس ادارے کی بنا 'مدرسہ نور العلوم ' کے طور پر رکھی گئی۔ اس مکتب کے اول استاذ حضرت مولوی احسان علی صاحب مرحوم ساکن درخشوا بھیر ہوا مقرر ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب دور دور تک نہ مدرسے تھے نہ اسکول اور پرائمری درجات کی تعلیم تھی؛ اس لیے یہاں دور دراز کے طلبہ کافی تعداد میں آنے لگے، جن میں مسلم بچوں کے علاوہ غیر مسلم بچے بھی شامل تھے۔

کچھ ہی دنوں بعد ارکان مدرسہ کو یہ غم ستانے لگا کہ کہیں یہاں اہل باطل کا قبضہ نہ ہو جائے؛ کیوں کہ وہابیوں اور غیر مقلدوں نے بھیر ہواں قصبے میں پاؤں جمانا شروع کر دیا تھا اس پریشانی کے مد نظر ۱۹۷۲ء، مطابق ۱۳۹۲ھ کو حضرت صوفی محمد صدیق صاحب قبلہ مقام کُھرہریا روپندیہی نے یہاں ایک دار العلوم کی بنیاد ڈالی اور آپ نے اس ادارے کا نام آپ نے از سرِ نو دار العلوم غوثیہ رضویہ اہل سنت نور العلوم رکھا، اسے ایک دار العلوم کی شکل میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں درجہ سادسہ اور حفظ و قرات کی تعلیم جاری ہو گئی۔ یہاں سے بہت سے طلبہ درس نظامی کی تعلیم حاصل کر کے ہندوستان کے بڑے اداروں جامعہ اشرفیہ مبارک پور، فیض الرسول براؤں شریف، علیمیہ جمدا شاہی، وغیرہ میں اور، جیسے جامعہ ازہر مصر میں داخل ہو کر اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ہند و نیپال میں مسلک اہل سنت اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں۔ آج یہ ادارہ علاقے کا سب سے بڑا مسلک اعلیٰ حضرت کا پاسبان ہے اور یہاں سے روز و شب مسلک اعلیٰ حضرت کا کام ہو رہا ہے۔

الجامعہ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ مہوتری (۱۹۷۵ء)

مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین ترائی نیپال کا ایک قابل ذکر ادارہ ہے۔ تعلیم و تربیت اور تعمیر و ترقی کے اعتبار سے اس علاقے کا سب سے بڑا اور خوبصورت مدرسہ ہے ۱۹۷۵ء میں اس کی بنیاد الحاج محمد زین الحق اور علاقے کے مسلمانوں نے رکھی۔ یہا کے فیض یافتگان ہندوستان کے بڑے بڑے دینی اداروں سے فارغ التحصیل ہو کر ملک اور بیرون ملک اہلسنت والجماعت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں ناظرہ تا فضلت تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ دار العلوم کے زمرے میں شامل ہے۔ اس ادارے کی وجہ سے نہ صرف ترائی نیپال میں بلکہ بہار کے بھی بہت سارے علاقوں میں اہل سنت و جماعت نے فروغ پایا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں حب خدا اور حب رسول کی لو تیز ہوئی ہے۔

مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور (۱۹۸۰ء)

یہ ادارہ بھی جنکپور کے جانکی نگر میں واقع ہے۔ اس کا قیام حضرت مولانا محمد مستقیم برکاتی مصباحی نے ۱۹۸۰ء میں کیا۔ ابتدا میں یہ ایک مکتب کی شکل میں تھا لیکن انہوں نے اپنی انتھک کوشش کے ذریعے اس مکتب کو مدرسے کے شکل دی بیرونی طلبا ۶۰-۷۰ کے آس پاس رہتے ہیں جب کہ مقامی طلبا و طالبات کی تعداد سیکڑوں میں ہے۔ اس ادارے کی وجہ سے بھی جنکپور اور ترائی علاقے میں اہلسنت نے اپنی پہچان اور اپنا وجود باقی رکھا ہے اس ادارے میں ناظرہ سے لے کر حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ بھی دار العلوم کی صف میں شامل ہے۔ یہاں کے تعلیم یافتہ حفاظ اور علماء ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہوں میں داخلہ لے کر ملک اور بیرون ملک اہلسنت والجماعت کی خدمت کر رہے ہیں۔

مدرسہ اشرفیہ فیض الاسلام بھیرہوا (۱۹۸۳ء)

اس کا قیام مکتب کی شکل میں ۱۹۸۳ میں ہوا چند سالوں بعد حضرت مولانا فیض اللہ اشرفی صاحب قبلہ اس ادارے کے مہتم ہوئے اور انھوں نے اس ادرے میں حفظ کی تعلیم کا آغاز کیا، ان کا خاص دھیان مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت میں تھا جس کی وجہ پورے بھیرہوا میں اس ادارے کا بڑا فائدہ ہوا اس علاقے میں اہل سنت کی بقا میں اس ادارے کا بہت اہم کردار ہے۔ اس پورے علاقے میں غیر مقلدیت بہت تیزی سے پھیل رہی تھی اور بہت سے سنی حضرات بھی ان سے متاثر ہو رہے تھے ایسے ماحول میں اس ادارے نے لوگوں تک پہنچ کر درست اسلامی عقائد یعنی عقائد اہل سنت بتایا اور انھیں غیر مقلدیت کے گمراہ کن عقائد سے باخبر کر کے انھی سنیت پہ قائم رکھا۔

دارالعلوم نوری برکاتی جنکپور (۱۹۹۵ء)

اس ادارے کا قیام حضرت مولانا محمد عیسی برکاتی کے ذریعے ۱۹۹۵ میں جنکپور میں عمل میں آیا۔ یہاں ناظرہ اور حفظ کے ساتھ ساتھ مولویت تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لیے یہ ادارا صرف مدرسے کے زمرے میں آئے گا۔

دارالعلوم عطاے مصطفی، بیلا، جنک پور (۱۹۹۶ء)

اس دارالعلوم کے بانی عزیز ملت حضرت مفتی عبدالعزیز رضوی مظہری صاحب ہیں۔ اس کے سنگ بنیاد کی تاریخ ۱۹/مارچ ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۹ شوال ۱۴۱۶ھ ہے اور نوری جامع مسجد کے سنگ بنیاد کی تاریخ ۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱/اپریل ۲۰۰۶ء ہے۔ دار العلوم عطاے مصطفی کم و بیش ۴ کٹھ کی وسیع و عریض زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔

جامعہ غوثیہ احسن البرکات نیا بازار کٹمنڈو (۲۰۰۱ء)

مولانا نور محمد خالد مصباحی صاحب نے نیپال کی راجدھانی کاٹھمنڈو کے 'نیا بازار' میں اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ یہاں پر ناظرہ کے علاوہ حفظ کی تعلیم دی جاتی ہے اور ساتھ ہی نرسری کلاس سے لے کر آٹھویں کلاس تک اسکول نظام کے مطابق تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ ادارہ اس لیے قابل ذکر ہے کہ دارالحکومت میں اہل سنت والجماعت کا کوئی قابل قدر ادارہ نہیں جس کی وجہ سے وہابی اور غیر مقلیدیت بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس ادارے کے قیام کے بعد سنی برادری میں اہل سنت اور عقائد اہل سنت کا فروغ ہو رہا ہے۔ یہ ادارہ چار منزلہ ہے جس میں اک مسجد بھی واقع ہے۔

جامعہ احسن البرکات۔ (نسواں) کپل وستو (۲۰۰۵ء)

اس ادارے کا قیام حضرت مولانا نور محمد مصباحی، (کپل وستو) کے ذریعے ۲۰۰۵ کو تولہواں، کپل وستو میں ہوا۔ یہ نسواں ادارہ ہے اور ضلع کپل وستو کا پہلا ادارہ ہے۔ جس کی سرپرستی خانقاہ مارہرہ مطہرہ کر رہی ہے۔ اس ادرے نے حیرت انگیز ترقی کی۔ اس وقت عالمیت تک کی تعلیم کا مکمل انتظام ہے۔ ضلع کپل وستو وہ علاقہ ہے جہاں پر سب سے زیادہ وہابیت کا غلبہ ہے یہاں مسلک اعلی حضرت کے ادارے کی سخت ضرورت تھی جسے مولانا موصوف نے پورا کر دیا۔

دارالعلوم فیضان مدینہ جنکپور (۲۰۰۸ء)

اس کی بنیاد حضرت مولانا مفتی محمد عثمان برکاتی کپٹول نے ۲۰۰۸ء میں رکھی۔ یہاں پر ناظرہ اور حفظ کے ساتھ ساتھ مولویت کے کچھ درجات تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ اور دارر العلوم نوری برکاتی دونوں ادارے گرچہ مولویت تک کی تعلیم دیتے ہیں لیکن عوام کے درمیان اہل سنت کے عقائد کے فروغ اور اسلامی اخلاق واقدار کو باقی رکھنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

مدرسہ فیض النبی نوری مرکزی دار القراءت لہنہ، ضلع دھنوشا (۲۰۰۸ء)

یہ ادارہ خالص حفظ اور قرات کے لیے بنایا گیا ہے اس کی بنیاد حضرت حافظ بخاری الحاج محمد نسیم احمد قادری نے ۲۰۰۸ء میں رکھی۔ یہ ادارہ اپنے نوعیت کا بالکل ہی منفرد ادارہ ہے؛ کیوں کہ اس سے قبل نیپال میں حفظ و قراءت کے لیے اہلسنت کا کوئی بہترین ادارہ نہیں تھا۔ یہ ادارہ اپنے قیام سے ہی اہل سنت کے درمیان مقبول رہا ہے۔ یہاں کے طلبا بہترین مشاق اور بہتر عمدہ حافظ اور قاری ہوتے ہیں۔ عوام کے درمیان حفظ اپنے بچوں کو حفظ کرانے کا جذبہ پیدا کیا ہے۔

الجامعہ الاسلامیہ صوت الرضا پرریا ضلع مہوتری (۲۰۱۲)

اس ادارے کا قیام ۱۲/ فروری ۲۰۱۲ء کو پرریا میں ہوا۔ اس کے بانی حضرت مولانا الحاج محمد امجد علی رضوی ہیں۔ اسے ادارے نے بہت کم عرصے میں اس علاقے میں علم کی روشنی عام کی اور لوگوں کے دلوں میں ایمانی حرارت پیدا کی۔ عوام کو نہ صرف مذہبی مسائل سے واقف کرایا بلکہ وقتاً فوقتاً ملکی اور سماجی مسائل سے روشناس کرانے اور بیداری لانے کے لیے ریلیاں بھی نکالیں۔ اسے ادارے میں معیار تعلیم ناظرہ تا خامسہ ہے یعنی یہ ادارہ صرف مدرسہ نہیں بلکہ دار العلوم کی صف میں شامل ہے۔ اس میں مقامی طلبہ زیادہ ہیں بیرونی طلبہ بھی چالیس کے قریب ہیں۔

دینی تعلیم سے دوری کے باوجود سے تارے نے عوام اور اھل علم دونوں کے دلوں میں بنایا ہے۔ دوسرے اداروں کے برعکس یہاں قدیم اور جدید دونوں علوم سکھائے جاتے ہیں۔ ہفتہ واری بسم کا منعقد کرکے طلباء و کو تقریر و عظ و مناظرہ کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔ علاقائی سطح پر یہ ادارہ محفل میلاد اور جلوس کے ذریعے عوام کو عقائد اہلسنت سے واقف کر آتا ہے اور ان کی اخلاقی اور مذہبی تربیت بھی کرتا ہے۔

جامعہ حبیبیہ رضویہ (۲۰۱۲ء)

اس مدرسہ کی تعمیر شیر اسلام **حضرت مفتی حبیب اللہ مصباحی** کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ جس کی تعمیر سے جہاں ملت اسلامیہ کو کافی سکون حاصل ہوا وہیں آپ کو بھی بڑی خوشی ہوئی۔

آپ نے ۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۲ء میں اس جامعہ کا سنگ بنیاد رکھا اور ۳/ اپریل ۲۰۱۷ء میں اس کے تعلیمی افتتاح کا اجلاس منعقد ہوا اور الحمد للہ رفتہ رفتہ عروج کی جانب رواں دواں ہے۔ اس مدرسے کو حضرت مفتی حبیب اللہ صاحب نے امام اہل سنت اعلی حضرت کی طرف منسوب کیا اور اس کا نام "جامعہ حبیبیہ رضویہ" رکھا۔

جامعہ قمر النسا نسواں روپندیہی (۲۰۱۳ء)

فروری/ ۲۰۱۳ میں حضرت مولانا غیاث الدین احمد عارف مصباحی نے یہ ادارہ قائم کیا۔ یہ ضلع روپندیہی کا پہلا نسواں

ادارہ ہے اور یہاں اس وقت درجہ خامسہ تک کی تعلیم ہو رہی ہے۔ ادارے کی سرعت ترقی کا حال یہ ہے اس قلیل مدت میں دس کمرے مکمل ہو چکے ہیں۔ اس ادارے کا اصل مقصد بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت ہی ہے۔

کلیہ فاطمہ زہراء للبنات جنکپور (۲۰۱۳ء)

اس ادارے کا قیام بھی حضرت مولانا محمد عیسی برکاتی صاحب نے ۲۰۱۳ء میں کیا۔ یہ دھنوشا ضلع کا سب سے پہلا نسواں مدرسہ مانا جاتا ہے جہاں عالمیہ تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس سے پہلے جتنے بھی نسواں ادارے کھولے گئے وہاں صرف ناظرہ یا اعدادیہ کی تعلیم دی جاتی رہی ہیں لیکن اس ادارے میں عالمیت کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اور بیرونی طالبات کی تعداد ۸۵ ہے۔ اس ادارے کے ذریعے مسلام خواتین میں اسلامی اور دینی تعلیم کے تئیں مثبت تبدیلیاں آئیں ہیں۔ اس سے قبل دینی علوم کی جانب مسلم خواتین کا رجحان بہت کم تھا لیکن اس ادارہ کے قیام کے بعد یہاں سے تعلیم حاصل کر کے کلیۃ البنات الامجدیہ جاتی ہیں اور نہ صرف اپنے خاندان بلکہ مسلم معاشرے میں کی اصلاح اور اہل سنت وجماعت کے فروغ میں کوشاں رہتی ہیں۔

جامعہ برکات رضا، پرڑیا، مہوتری (۲۰۱۴ء)

اس مدرسے کے بانی مولانا عبدالقادر برکاتی صاحب ہیں۔ اس کی بنیاد ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق ۱۹ر ستمبر ۲۰۱۴ء میں ڈالی گئی۔ اس کے مدرسین مولانا داؤد، مولانا ظہیر الدین اور مولانا عبدالصمد صاحبان ہیں۔ یہاں مقامی اور بیرونی طلبہ پڑھتے ہیں۔ بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا انتظام کیا جاتا ہے۔

جامعہ امام احمد رضا نول پراسی (۲۰۱۵ء)

پالھی نندن گاؤں پالیکا میں ۲۰۱۵ میں حضرت مولانا ذوالفقار قادری منظری نے قائم کیا۔ قیام کے وقت صرف ناظرہ تک تعلیم دی جاتی تھی لیکن ترقی کر کے اب یہاں ناظرہ، حفظ وقرات کی تعلیم کے علاوہ اعدادیہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اس کے نام سے ہی ادارے کا مقصد واضح ہے۔

جامعہ حضرت عائشہ صدیقہ انسٹی ٹیوٹ، بیلا، جنک پر (۲۰۱۷ء)

اس کے بانی مولانا علیم الدین نوری صاحب ہیں۔ اپنے علاقہ نیپال میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے ودورہ حدیث تک کی معیاری تعلیم اور قوم مسلم کی بچیوں کے لیے سرکاری دنیوی تعلیم کے لیے ہائی اسکول اور کمپیوٹر سلائی کا صحیح انتظام ہو، جہاں یہ مسلم بچیاں بلا خوف وخطر تعلیم حاصل کر لے، اس کے لیے بڑی دوڑ دھوپ میٹنگ، سیٹنگ کا سلسلہ چلتا رہا، کتنی رکاوٹیں اختلافات رونما ہوئے، لیکن میں صبر وضبط کے ساتھ کرائے کے مکان میں ۲۰۱۷ء کے بعد ۲۷۰۰۰ مربع فٹ پر کم وبیش ڈیڑھ کڑور کی شاندار عمارت میں بچیاں مسلم قوم کی لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہیں، آپ کے اندر یہ تمنا انگڑائیاں لے رہی ہے کہ پانچ سو بچیاں اور قوم مسلم کی بیٹیاں دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ ہوتی رہیں، اور آپ دن رات سوتے جاگتے یہی خواب دیکھتے رہتے ہیں۔

قیام مساجد

نیپال میں سینکڑوں کی تعداد میں اہل سنت کی مسجدیں قائم ہیں۔ ان مسجدوں کے ذکر سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ ان

مساجد نے فروغ رضویات میں کیا کردار نبھایا ہے؟ اس کے لیے ذیل میں اہل سنت کی مساجد کے عمومی اغراض و مقاصد لکھے جا رہے ہیں جن سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہو جاتا ہے کہ ان مساجد نے عوام اہل سنت کو کس طرح مسلک حق مسلک اعلی حضرت پر قائم رکھا ہے۔

اغراض و مقاصد

مسلم معاشرے میں دینی جذبہ بیدار کرنا
مسلم عوام میں دینی شعور پیدا کرنا
باطل فرقوں کے عقائد باطلہ سے روکنا
عوام اہل سنت کی ہفتہ واری تعلیمی تربیت کرنا
عوام میں اسلامی اخوت کا فروغ
عوام اہل سنت کو مذہب حق اہل سنت و جماعت کے عقائد سے واقف کرانا اور ان پر قائم رکھنا
عوام کے دلوں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور بزرگان دین کی محبت پیدا کرنا
اسلامی معاشرے کی تشکیل
عوام اہل سنت کو اسلامی مسائل سے واقف کرانا تاکہ وہ اسلام کے مطابق زندگی گزار سکیں۔

مندرجہ بالا اغراض و مقاصد کے پیش نظر ہی اہل سنت کی تمام تر مسجدیں رواں دواں ہیں۔ اور یہ بات بھی اہم ہے کہ ان تمام مساجد کے ساتھ ہی مکاتب بھی منسلک ہوتے ہیں۔ اس طرح نسل نو کو اسلامی معاشرہ کی بنیادی معلومات یہیں سے دی جاتی ہیں۔ اور یہیں سے وہ نہ صرف اعلی حضرت قدس سرہ کو جانتے ہیں بلکہ مسلک اہل سنت کے بنیادی عقائد سے بھی واقف ہوتے ہیں نیز بد مذہبوں کے باطل عقائد سے بھی روشناس ہوتے اور ان سے دور رہنے کی وجہ اور جذبہ یہیں سے نسل نو میں بیدار ہوتا ہے۔ اس طرح یہ مساجد فروغ رضویات میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں بہت سی مسجدیں ایسی بھی ہیں جو اعلی حضرت قدس سرہ کے نام نامی سے منسوب ہیں۔

قیام تنظیمات

سماج میں کچھ کام ایسے ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی تنظیم کے ذریعے انجام پاتے ہیں، وہ کام کما حقہ نہ تو مسجد سے ہو پاتا ہے اور نہ ہی مدرسہ سے؛ اس لیے ایسے کام کو کرنے کے لیے تنظیم کا وجود ضروری ہو جاتا ہے۔ رضویات سے متعلق ایسے کارناموں کو انجام دینے کے لیے کئی تنظیمیں ہیں، جو مدارس و مساجد کے کام کے علاوہ کئی دیگر سماجی کام انجام دے رہے ہیں اور انہیں کام کے ذریعے لوگوں تک اعلی حضرت قدس سرہ کے پیغام، ان کی تعلیمات، ان کے حالات زندگی اور ان کے کارنامے کو پہنچاتے ہیں۔ ذیل چند ایسی ہی تنظیموں کا ذکر ہے۔

آل نیپال سنی جمعیۃ العلما

آل نیپال سنی جمعیۃ العلما کا سن قیام ۲۶؍ نومبر؍ ۱۹۸۷ء مطابق ۵؍ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
بانی حضور فخر نیپال مدظلہ العالی

اغراض و مقاصد

مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کرنا۔
گمراہ ہونے والے نوجوانوں کو مسلک اعلیٰ حضرت سے روشناس کرنا۔
قوم مسلم کے اندر مذہبی شعور و آگہی بیدار کرنا۔
قوم مسلم کے ناخواندہ افراد کو دینی و عصری تعلیم کے حصول کی ترغیب دلانا۔
قوم مسلم کے اندر پیدا شدہ اختلاف کو قوانین اسلام کی روشنی میں ختم کرنا اور باہمی اتفاق و اتحاد پیدا کرنا۔
غریب و نادار لڑکیوں کی شادی کروانا۔
دائرہ اسلام میں رہ کر ملکی قوانین کی پابندی کرنا اور کروانا۔

خدمات:

اس جمعیۃ کے تحت مرکزی دار الافتا اور مرکزی دار القضا، رویت ہلال کمیٹی ایک لمبے عرصے سے قوم و ملت کی مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں دینی اور شرعی رہنمائی کے میدان میں اپنی خدمات پیش کر رہے ہیں۔

البرکات نیشنل اسلامک اکیڈمی سدھارتھ نگر روپندیہی (۲۰۰۳ء)

فروری ۲۰۰۳ء میں اس تنظیم کا قیام عمل آیا۔ صدر مولانا غیاث الدین احمد عارف مصباحی ہیں۔

اغراض و مقاصد

مسلک اہل سنت کا فروغ
غریب و نادار بچیوں کی شادی میں مالی امداد
دینی و عصری کتابوں پر مشتمل لائبریریوں کا قیام
اسلامی مسائل سے متعلق کتاب، کتابچہ اور پمفلٹ کی اشاعت کرنا
اہم کتابوں کا نیپالی اور ہندی میں ترجمہ کر کے ان کی اشاعت کرنا

خدمات

اشاعت کتب: اس تنظیم کے تحت اب تک مندرجہ ذیل پانچ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

میلاد النبی کا ثبوت ہندی۔
حیات خطیب البراہین صوفی نظام الدین۔ اردو۔
احمد کبیر فاعی بحیثیت صوفی۔ اردو۔

نغمات عارف۔ اردو۔

علم غیب قران وحدیث کی روشنی میں

امداد حاجت منداں: اس کے علاوہ غریبوں کی امداد بھی اس کا خاص حصہ ہے۔ خصوصاً رمضان اور بقرہ عید کے موقع پر متعدّد بیواؤں کو نقدر قوم دیا تاکہ وہ اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں لے سکیں۔ ایک اچھی بات یہ ہے کہ اس تنظیم ان عورتوں کی عزت نفس کا خیال کرتے ہوئے ان کی تصویر نہیں لی۔

اس طرح یہ تنظیم علمی اور مالی دونوں جہت سے اہل سنت کی خدمت میں اپنی حیثیت کے اعتبار سے کوشاں ہے۔

فروغ اسلام فاؤنڈیشن (۲۰۰۸ء)

اس تنظیم کا قیام جامعہ اشرفیہ کے نیپالی طلبا کے ذریعے جامعہ اشرفیہ ہی میں ۲۰۰۸ میں ان اغراض ومقاصد کے ساتھ عمل میں آیا۔

اغراض ومقاصد

مسلک اہل سنت کا فروغ

نادار طلبا کی کفالت

غریب ونادار بچیوں کی شادی میں مالی امداد

دینی وعصری کتابوں پر مشتمل لائبریریوں کا قیام

طلبا میں تحریری صلاحیت پیدا کرنے اور اسے نکھارنے کے لیے اردو اور عربی جداریوں کا اجرا

اسلامی مسائل سے متعلق کتاب، کتابچہ اور پمفلٹ کی اشاعت کرنا

اہم کتابوں کا نیپالی اور ہندی میں ترجمہ کرکے ان کی اشاعت کرنا

مدرسوں کا قیام

خدمات

رضا لائبریری کا قیام: جامعہ اشرفیہ میں سینکڑوں کتب پر مشتمل لائبریری کا قیام اور بیل بانس، سرلاہی، نیپال میں اسی نام سے ایک اور لائبریری کا قیام۔

جداریوں کا اجرا: جامعہ اشرفیہ میں دو جداریے 'ہفت روزہ ہلال' (اردو) اور پندرہ روزہ 'الہلال' (عربی) کی اشاعت۔

مختلف مواقع پر اسلامی عقائد ومسائل پر مشتمل پمفلٹ تیار کرکے عوام کے درمیان مفت تقسیم۔

ہر سال ۱۰-۵ ضرورت مند طلبا کو اسکالرشپ دینا تاکہ وہ اپنا علمی سفر جاری رکھ سکیں۔

حنفیہ کلیۃ البنات کا قیام: مسلم بچیوں کو اسلامی اور عصری تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ۲۰۱۶ء میں ایک Girls English Medium Islamic School کا بیل بانس ضلع سرلاہی میں قیام۔

فخر ملت فاؤنڈیشن (۲۰۱۶ء)

قطر میں ذریعۂ معاش کے لیے جانے والے نیپالی حضرات (عالم وغیر عالم) کے ذریعے اس تنظیم کا قیام جون ۲۰۱۶ میں ہوا۔

اغراض و مقاصد

قرآن وسنت کے پیغامِ ابدی وسرمدی کو مسلکِ سوادِ اعظم مسلکِ اعلیٰ حضرت کی روشنی میں عام کرنا۔

تحفظاتِ سرمایۂ اہل سنت یعنی اہل سنت کی معیاری کتب کی اشاعت وطباعت۔ یوں تو کسی بھی زبان کی کتاب مقاصد میں شامل ہیں جو اصلاحِ عقائد و معمولاتِ اہل سنت و اصلاحِ اعمال اور اصلاحِ معاشرہ کی باعث ہو مگر اردو، نیپالی اور ہندی زبان کو ترجیح دی جائے گی۔

نوجوانانِ اہل سنت میں قلمی و تحریری بیداری پیدا کرنا۔

نوجوان علماے اہل سنت کی ایک مضبوط ٹیم تیار کرنا جو ہر محاذ پر غدارانِ مذہب و مسلک کا محاسبہ کرے۔

کتبِ دینیہ کے لیے لائبریری کا قیام۔

ائمہ مساجد و مکاتب تربیتی کیمپ کا اہتمام کرنا۔

مستقبل کے اغراض و مقاصد

مدارس دینیہ کے نظام کو منظم و مستحکم کرنا۔

ملکی سطح پر اہل سنت کا سیاسی و سماجی رہنمائی کرنا۔

اصلاحِ معاشرہ کے لیے دینی و مذہبی اجتماعات کا انعقاد۔

معاشرہ میں پھیلی برائیوں کے خلاف جدوجہد کرنا۔

نادار و یتیم بچوں کی دینی و عصری تعلیم و تربیت کے لیے امداد کرنا۔

معاشی طور پر پریشان حال مسلمانوں کو امداد کر کے خوشحال بنانے کی کوشش کرنا اور ان کی دلجوئی کرنا۔

ضرورت مند بیماروں کے لیے علاج و معالجہ کے اسباب و مواقع مہیا کرنا۔

مختلف علاقوں میں بیماروں کی عیادت اور ان کے علاج و معالجہ کے لیے وقتاً فوقتاً میڈیکل کیمپ لگانا۔

غریب و مجبور بچے اور بچیوں کی شادی میں حصہ لینا۔

خدمات

اوقات الصلاۃ کی اشاعت: علاقے میں لوگوں کو نماز کی اوقات کے لیے دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور لوگ لوگ دور دراز کے اوقات الصلاۃ سے کسی طرح کام چلاتے تھے اس کا احساس کرتے ہوئے فاؤنڈیشن نے "رضوی دائمی اوقات الصلاۃ" کو تیار کر کے قوم کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کیا۔

حضرت حافظ زاہد حسین معروف بہ زاہد ملت کی حیات و خدمات پر مستند ضخیم کتاب بنام "حیات زاہد ملت" کی اشاعت۔

مفتی کلیم الدین قادری نوری براہیمی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر ایک مستند اور دستاویزی کتاب بنام "حیات محدث اعظم نیپال" کی اشاعت۔

سلام و قیام کے موضوع پر سنی دیوبندی علما کے درمیان فیصلہ کن مناظرے کی روداد بنام "قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ" کی جدید اشاعت۔

نیپال میں اردو صحافت کے فروغ اور علاقائی علما کے درمیان قلمی بیداری لانے کی خاطر سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان "سہ ماہی سنی پیغام نیپال" کا اجرا۔

رمضان المبارک کے موقع پر ہر سال اوقات و سحر و افطار کی اشاعت اور مفت تقسیم۔

اور عنقریب صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر امام احمد رضا اور القاب نوازی، علم سیرت اور امام احمد رضا اور رضوی پریوار کا پرچے شائع ہونے والے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ عظیم و ضخیم نمبر جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس کی بھی اشاعت کا سہرا اسی فاؤنڈیشن کے سر جاتا ہے۔

مزید دیگر سماجی و رفاہی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اور مذہب و ملت اور ملک کی ترقی کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہنا۔

تمام مذکورہ نکات سے یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ علمائے نیپال نے رضویات کا فروغ مختلف طریقوں سے کیا۔ کبھی مدرسہ کے ذریعے، کبھی مسجد کے ذریعے تو کبھی تنظیمیں قائم کرکے۔ ہر اعتبار فروغ رضویات میں حصہ لیا اور اعلی حضرت قدس سرہ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے۔

مصلح ملت فاؤنڈیشن (۲۰۱۷ء)

اس تنظیم کا قیام ۱۵ شعبان ۱۴۳۸ھ / ۱۲ مئی ۲۰۱۷ء کو خانقاہ قادریہ رضویہ کٹیا میں مولانا حافظ محمد سمیع الدین قادری اور قاری نعیم الدین قادری مصحفی کے ذریعے عمل میں آیا۔

اغراض و مقاصد

مسلک اعلی حضرت کے روشنی میں علمی و عملی میدان میں انقلاب برپا کرنا۔

یتیم و غریب بچیوں کی شادی میں ان کا مالی تعاون کرنا۔

سماج میں پھیلی برائیوں کے خاتمے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا۔

قصبہ قصبہ عوام کی اصلاح کے لیے علماء کرام کے ٹیم روانہ کرنا۔

ضرورت مند اور نادار طلبہ کی دینی و عصری تعلیم کے لیے مناسب تعلیمی وظائف کا انتظام کرنا

علماء اہلسنت کی کتابوں کو از سر نو جدید طریقہ سے اشاعت کرنا۔

مختلف مقامات پر ضرورت کے اعتبار سے دینی اور عصری لائبریریاں قائم کرنا۔

عوام کو دینی تعلیم سے واقف کرانے اور سماجی و ملکی مسائل سے آشنا کرنے کے لیے مختلف پروگرام کا انعقاد کرنا

اہلسنت والجماعت کے مختلف گروہوں کے درمیان آپسی اتحاد کی کوشش کرنا۔

سماجی برائیوں کو ختم کرکے اسلامی معاشرہ کے قیام میں کوشاں رہنا۔

علمائے کرام کو ان کی خدمات کے اعتبار سے ایوارڈ دینا تاکہ ان کی خدمات سے عوام اہلسنت واقف ہو سکیں اور دوسرے لوگوں میں خدمت کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

خدمات

حنیف ملت ایوارڈ: ۱۶ شعبان ۱۴۳۹ھ / ۳ مئی میں ۲۰۱۸ء بروز جمعرات ۲۷ ویں عرس حضور حنیف ملّت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد رضا مصباحی صاحب استاد جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو ان کی تاریخی تصنیف 'نیپال میں اسلام کی تاریخ' اور حضرت مولانا قاری محمد نعیم الدین صاحب کو فن قراءت میں تصنیفی خدمات کی وجہ سے حنیف ملت ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

حنیف ملت لائبریری کا قیام: کٹیاہی میں تنظیم کے قیام کے ساتھ ہی اس لائبریری کا قیام عمل میں آگیا۔ ابھی اس وقت ۱۵۰-۲۰۰ اسلامی مسائل اور درسی کتابیں موجود ہیں اور رفتہ رفتہ اس لائبریری کو عظیم بنانے اور عظیم کتابوں کا ذخیرہ کرنے کے لیے اس سے منسلک افراد کوشاں ہیں۔

نیپال اور نیپالی مسلم - آن لائن تنظیم (۲۰۱۸ء)

یہ ایک آئن لائن تنظیم یا یہ کہیں سوشل پیج ہے۔ فیس بک پر اس کا قیام ۱۱ جولائی ۲۰۱۸ء کو مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی کے ذریعے ہوا۔ سوشل میڈیا پر نیپالی مسلم سے متعلق بہت سے پیجیز تھے اور ہیں لیکن (میرے علم کی حد تک) کوئی بھی ایسا پیج نہیں تھا جو اہل سنت کی صحیح نمائندگی کرتا ہو۔ جتنے بھی پیجیز تھے وہ سب اہل حدیث یا دیوبندیوں سے متعلق تھے۔ اور ان صفحات کے ذریعے انہیں سے متعلق معلومات فراہم کرکے یہ بتانے کی کوشش کی جاتی تھی کہ نیپال کے تمام مسلمانوں کے مسائل یہیں ہیں اور یہی تنظیم تمام نیپالی مسلمانوں کی نمائندہ ہے۔ سماجی سائٹس پر کوئی نیپالی سنیوں سے متعلق صحیح معلومات فراہم کرنے والا ایک بھی پیج نہیں تھا۔ نیپالی اہل سنت کی درست نمائندگی اور ان کے مسائل سے آگاہی اور ان سے متعلق معلومات کی اشاعت کے مقصد کے تحت اس پیج کی تخلیق ہوئی۔ روز اول ہی سے یہ پیج اپنے مقصد پہ کاربند ہے۔

اس طرح علمائے نیپال نے ہر پہلو سے فروغ رضویات میں حصہ لیا ہے، خواہ مدرسہ قائم کرکے، مسجد بنا کر یا پھر تنظیم کی تشکیل کرکے۔ فروغ رضویات کے جتنے بھی طریقے ہو سکتے ہیں ان تمام طریقوں کو اپنایا ہے، تصنیف و تالیف، ترجمہ و تحشیہ، تقریر و خطابت، امداد ضرورت منداں، اشاعت کتب و رسائل، پیغام حق کی آن لائن و آف لائن نشر و اشاعت وغیرہ ہر طریقۂ کار کو اپنا کر نیپال اور قرب و جوار میں اعلی حضرت قدس سرہ کے پیغام، ان کی تعلیمات، ان کے فضائل و مناقب سے لوگوں کو روشناس کیا اور عوام اہل سنت کو مسلک اعلی حضرت پر قائم رکھنے میں مثبت کردار ادا کیا۔

فروغ رضویات

مختلف ذرائع سے

ازتحریر

بذریعہ اجلاس و کانفرنس

مولانا قمر الہدی امجدی

اپنی بات کسی تک پہنچانے کے دو طریقے زیادہ موثر ہیں۔ (۱) تحریر (۲) تقریر۔ دونوں میں پہلا طریقہ زیادہ موثر دیرپا ہے جب کہ دوسرا موثر تو ہے لیکن دیرپا نہیں لیکن تقریر کے ذریعہ اپنی باب ہر خاص وعام اور پڑھے لکھے اور غیر پڑھے لکھے ہر ایک تک پہنچائی جاسکتی ہے جب کہ تحریر صرف پڑھے لکھے تک ہی محدود رہتی ہے۔ تبلیغ دین اور خدمت اسلام کی طرف نظر کرتے ہوئے ہم دونوں طریقوں کا جائزہ لیتے ہیں تو دونوں طریقے وقتی طور پر ہی صحیح لیکن زیادہ کامیاب اور موثر تقریر ہی ثابت ہوئی ہے کیوں کہ تقریر کے ذریعہ عوام وخواص اور پڑھے لکھے اور ان پڑھ تک بآسانی باتیں پہنچائی جاسکتی ہے اور بیک وقت کئی ہزار بلکہ لاکھوں کو پہنچائی جاسکتی ہے خود رسول اللہ ﷺ کی لحات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو واضح ہوگا کہ آپ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز ہی اسی انداز پر فرمایا، جب حکم دیا گیا کہ آپ اپنے خاندان کے لوگوں پر حق کی دعوت پیش فرمائیں: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء: ۲۱۴) تو آپ نے بنوہاشم اور بنو مطلب کو جمع فرمایا، ان کے لئے کھانے کا بھی نظم کیا اور پھر ان پر توحید کی دعوت پیش فرمائی؛ بلکہ بعض سیرت نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو دفعہ ایسا اجتماع منعقد کیا، پھر جب آپ کو عمومی طور پر دعوت دین کا حکم دیا گیا تو آپ نے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر تمام اہل مکہ کو اس پہاڑ کے دامن میں جمع فرمایا اور ان سے خطاب کیا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع سے آپ نے جو اثر انگیز خطبات دئے ہیں وہ حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ دعوت کا ایک مسنون اور ماثور طریقہ لوگوں کے ایک گروہ کو جمع کر کے ان کے سامنے اپنی باتیں رکھنا بھی ہے، صحابہ کرام، ان کے بعد تابعین، تبع تابعین، مجددین، مجتہدین، علماے دین اور اولیاے کاملین نے بھی اس طریقہ کار کو اپنایا اور آج پوری دنیا میں اس طریقہ کار کے اثرات صاف نظر آتے ہیں۔ موجود دور کے عرف میں اس کو جلسہ، اجتماع یا کانفرنس وغیرہ کہتے ہیں، ماشاء اللہ مذہبی جماعتیں، تنظیمیں، ادارے، دینی مدارس، انجمنیں، نیز عام مسلمان ایسے اجتماعات اور جلسوں کا اہتمام کرتے ہیں، راقم کا موضوع سخن اس وقت خاص ہے اور وہ ہے "فروغ رضویات بذریعہ جلسے و کانفرنس" اس لیے زیادہ طویل گفتگو نہ کر کے اب موضوع کی طرف آتے ہیں۔ یہ واضح کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جو بھی جلسے یا کانفرنس منعقد کیے جاتے ہیں اور ہو رہے ہیں جہاں وہ دین متین کی دعوت و تبلیغ کا ذریعہ ہیں وہیں رضویات کا فروغ بھی؛ کیوں کہ جس قدر بھی جلسے منعقد ہوتے ہیں وہ ذکر رضا سے ضرور مملو ہوتا ہے یا افکار رضا سے؛ اور افکار رضا کوئی نئی چیز نہیں بلکہ اسلام کی صحیح تعلیم کا نام افکار رضا ہے۔

اس جہت سے دیکھا جائے تو جو بھی جلسے یا کانفرنس ہوتے ہیں ان سے فروغ رضویات ضرور ہو رہا ہے لیکن راقم الحروف

قلت وقت کے سبب اپنے اس موضوع کے تحت صرف اور صرف ملک نیپال میں ہونے والے صرف ان جلسوں کا ذکر خیر کرے گا جس میں امام اہل سنت کے خانوادے سے کسی ہستی کی شرکت ہوئی اور ساتھ ہی ان دوروں کا بھی ذکر، جو ان میں سے کسی نے ملک نیپال میں کیے ہیں؛ کیوں کہ جب دورہ ہوا تو یقینی ہے کہ محفل کا بھی انعقاد ہوا ضرور ہو گا لیکن صفحات میں اس محافل کو قید نہیں کیا گیا اس لیے ان محافل کا کوئی سراغ نہیں۔ تو لیجیے علماے اہل سنت نیپال نے بذریعہ جلسے و کانفرنس فروغ رضویات میں کس طرح اور کس قدر حصہ لیا؟ پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ سندر پور، ضلع سرلاہی نیپال میں دورہ عظیم الشان جلسہ میں شرکت

۱۹۶۶ء / ۲۰۳۲ بکرمی چیت ماہ مطابق ماہ صفر ۱۳۸۵ھ کی بات ہے۔ سندر پور کے عوام اہلسنت نے دو روزہ عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا تھا، جس میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند، مجاہد دوراں سید مظفر حسین کچھوچھوی، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی اور فخر صحافت علامہ کامل میاں سہسرامی علیہم الرحمہ جیسی عبقری شخصیات جلوہ گر تھیں۔

عشاء کی نماز باجماعت ہو چکی تھی اور جلسہ کا پروگرام بھی شروع ہو چکا تھا۔ علاقائی علما میں مولانا عبد الوحید نوری مرحوم اور مولانا صبغۃ اللہ مرحوم بھانٹر سروی خطاب کر رہے تھے۔ مولانا عبد الوحید کے بعد مفتی عبد الواحد صاحب ہالینڈ، پھر مولانا کامل سہسرامی کی رات ایک بجے تک اختتامی تقریر ہوئی۔ ادھر نماز عشاء کے بعد حضور مفتی اعظم نے چاے نوشی فرمائی اور سائلوں کے اِصرار پر تعویذ نویسی میں مصروف ہو گئے۔ یکے بعد دیگرے سیکڑوں تعویذات لکھتے گئے مگر بھیڑ کم نہ ہوئی۔

نماز عشا کے بعد ایک زانو قبلہ رو بیٹھے تو رات کے ۲/ بج گئے۔ تعویذ نویسی کے درمیان کبھی آنکھ بند ہو جاتی کبھی قلم ہاتھ سے چھوٹ جاتا، چوں کہ لمبے اور تھکا دینے والے سفر کی وجہ سے تھک کر چور ہو چکے تھے مگر لوگ تھے کہ ماننے کو تیار نہ تھے، نہ حضرت کو آرام کا موقع مل پا رہا تھا۔ مولانا محمد ادریس صاحب اور دیگر کارکنان، جلسہ ختم ہونے کے بعد حضور کی خدمت میں پہنچے تو حضور کی نقاہت کو دیکھ کر بہت افسوس ہوا اور وہ تعویذات کے سائلوں پر بگڑنے لگے۔

حضور مفتی اعظم نے فرمایا:

مولانا! جانے بھی دیجیے۔ یہ لوگ مجبور اور ضرورت مند ہیں۔

خدا خدا کر کے بھیڑ چھٹی تو مرید ہونے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ حضور مفتی اعظم نے دعا فرمائی اور لوگوں کو داخل سلسلہ کرنا شروع کیا۔ آٹھ دس لوگوں کو فرداً فرداً داخل سلسلہ کیا پھر مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے ایک صاف چادر پھیلا دی اور سارے لوگوں سے کہا اسے پکڑ لو اور حضرت جیسے فرمائیں ویسے دہراتے رہو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح صادق طلوع ہو گئی۔ عشاء کے وضو سے حضور مفتی اعظم نے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ پھر چاے پی اور آرام فرمانے کے لیے کمرہ میں تشریف لے گئے۔

(۲) بھانٹر سر، ضلع سرلاہی نیپال میں حضور مفتی اعظم ہند کی آمد

سندر پور جلسہ میں شرکت فرمانے کے بعد ایک شب و روز کے لیے بھانٹر سر تشریف لائے جسے دھرم پور بھی کہتے ہیں۔ یہ خوش حال مکرانی مسلمانوں کی بستی ہے۔ یہاں فیض الغرباء نام کا ایک قدیمی اور خود کفیل مدرسہ بھی ہے۔ اسی مدرسہ کی وجہ

سے اس علاقہ میں علمائے اہلسنت کی آمد ورفت ہوتی رہی ہے۔ حضور مفتیٔ اعظم ہند کا قیام مذکورہ مدرسہ میں ہوا، جہاں استقبالیہ جلسہ ہوا اور علاقہ کے سیکڑوں مسلمان حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔

(۳) پہلا دورہ حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ دوروزہ جلسۂ سیرت النبی ﷺ دھرم پور (بھانٹرسر) ضلع سرلاہی نیپال

مفسر اعظم ہند نے ۱۹۵۶ء میں دھرم پور (بھانٹرسر) ضلع سرلاہی نیپال کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ یہ دورہ دھرم پور میں دوروزہ جلسۂ سیرت النبی ﷺ میں شرکت کی مناسبت سے ہوا تھا۔ اس جلسہ کے سبب خانوادہ رضویہ کے کسی فرد کی ملک نیپال میں پہلی بار آمد ہوئی۔ اس میں آپ کے علاوہ حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی، سحبان الہند مولانا ابوالوفا فصیحی غازی پوری وغیرہم بھی شریک تھے۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں لوگ آپ کے ہاتھوں پر داخل سلسلۂ قادریہ رضویہ ہوئے۔

(۴) دوسرا دورہ، ملنگواں کا دورہ اور مدرسہ جیلانیہ کا قیام

حضور مفسر اعظم ہند کا دوسرا دورہ ۲۰۱۷ء بکرمی، مہینہ چیت مطابق مارچ یا اپریل ۱۹۶۰ء میں ملنگواں کی سرزمین پر ہوا اور کئی دنوں تک یہاں قیام فرمایا۔ اسی سفر میں محلہ جیلانیہ ملنگواں میں مدرسہ جیلانیہ کی بنیاد رکھی۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی، سرلاہی) واضح ہو کہ اس علاقہ میں کسی رضوی شیخ کا پہلا دورہ تھا۔ آپ کے فیض سے نیپال کا یہ علاقہ خوب نہال ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی سنیت نہایت پختہ نظر آتی ہے بدمذہبیت کے نشانات دور تک نہیں ملتے۔

(۵) حضور ریحان ملت علامہ ریحان رضا خان علیہ الرحمۃ کا ملک نیپال میں ورود مسعود

حضرت ریحان ملت اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلتے ہوئے متعدّد بار ملنگواں اور دھرم پور بھانٹر، نیپال تشریف لائے۔ آخری دورہ ۱۹۸۴ء میں ہوا اس دورہ میں حضرت مفتی عبدالواجد قادری دربھنگوی بھی آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اپنی تبلیغی کوششوں سے ترائی نیپال میں سنیت کو مستحکم کیا اور مسلمانان نیپال کی رہنمائی فرمائی۔

(۶) حضور تاج الشریعہ کا نیپال میں سب سے پہلا دورہ

حضور تاج الشریعہ کا نیپال میں سب سے پہلا دورہ ۱۹۶۷ء میں ہوا۔ جامعہ ازہر، مصر سے فراغت کے بعد جلد ہی آپ نے نیپال کا دورہ فرمایا تھا۔ یہ دورہ نیپال کے بھانٹرسر، ضلع سرلاہی میں ہوا اور اس دورہ کے محرک حضرت مفتیٔ اعظم ہالینڈ مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ تھے۔ مفتی صاحب ان دنوں ضلع سرلاہی میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اس موقع پر بھی اس انتہائی نوجوان شیخ سے کثیر تعداد میں لوگ بیعت ہوئے۔ نیپال کے معروف شاعر ڈاکٹر وصی احمد مکرانی صاحب بھی اسی موقع پر سلسلۂ رضویہ میں داخل ہوئے، پھر بھانٹرسر سے آپ ملنگواں تشریف فرما ہوئے اور تقریباً ایک ہفتہ آپ نے ملنگواں میں قیام فرمایا۔

(۷) حضور تاج الشریعہ کا دوسرا دورہ

اس کے بعد تاج الشریعہ اس علاقہ میں ۳۰۔۳۵ سال قبل عرس سلامی کے موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد عین الحق شاہد نوری ملنگوی کی کوششوں سے دوبار تشریف لائے۔ مولانا شاہد نوری صاحب منظر اسلام میں حضور تاج الشریعہ کے ہم سبق تھے۔

(۸) تیسرا دورہ سندر پور سرلاہی

تیسری بار سندر پور سرلاہی کے ایک اجلاس میں شرکت کے لیے آپ کی آمد ہوئی۔ (بروایت ڈاکٹر وصی مکرانی، سرلاہی)

(۹) چوتھا دورہ بسلسلہ ”رسول اعظم کانفرنس“ سسواکٹیا میں شرکت

اس کے بعد ۱۴۱۰ھ /۱۹۸۷ء میں مدرسہ مظہر اسلام کٹیا ضلع مہوتری، نیپال کے زیر اہتمام عظیم الشان ”رسول اعظم کانفرنس“ کے تیسرے اجلاس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ آپ کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی حضرت قمر العلما مولانا قمر رضا خان بریلوی قدس سرہ بھی شریک اجلاس تھے۔ دونوں بزرگوں نے مل کر ہزاروں کے مجمع میں حضرت حنیف ملت مولانا شاہ محمد حنیف القادری کے سر پر دستار اجازت و خلافت باندھی۔

(۱۰) پانچواں دورہ ”سرکار مدینہ کانفرنس“ میں شرکت

۱-۲/ اپریل ۱۹۹۵ء مطابق ۸-۱۹/ گتے چیت ۲۰۵۱ بکرمی کو دار العلوم حنفیہ اشرفیہ، لہان ضلع سرہا کے زیر اہتمام تاریخ ساز ”سرکار مدینہ کانفرنس“ بموقع دستار فضیلت میں اراکین مدرسہ ہذا کی دعوت پر سرپرست اجلاس کی حیثیت سے تشریف لائے۔ اس موقع پر ہزاروں افراد آپ کے ہاتھ پر سلسلہ رضویہ میں داخل ہوئے اسی سفر میں آپ نے جنک پور نیپال کا بھی دورہ کیا۔

ہزاروں کی تعداد میں آپ کے دست حق پرست پر علما اور عوام نے بیعت کی۔ آج بڑی تعداد میں نیپال کے اندر آپ کے مریدین پائے جاتے ہیں۔

درج بالا کانفرنسوں کی معلومات مفتی محمد رضا مصباحی صاحب قبلہ استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی علمی و تحقیقی کتاب ”نیپال میں اسلام کی تاریخ“ سے اخذ کر کے پیش کی گئی ہیں۔ یہ نہایت خوب خوب تحقیق و تفتیش اور تلاش و جستجو کے بعد لکھی گئی ہے لیکن انتہائی تعجب ہوا کہ اس کتاب میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے بزرگان دین کی ملک نیپال میں آمد اور دورے کی تفصیل لکھی گئی تو ہے لیکن نہ جانے اپنے پاس پڑوس کے علاقہ میں آمد کی تفصیل سے کیوں صرف نظر و قلم کیا گیا حالاں کہ کم از کم ایک تو اس قدر مشہور ہے جسے حقیر راقم جیسا ناکارہ بھی جانتا ہے اگرچہ علمائے اہل سنت سے سن کر اور پوسٹر کا کچھ حصہ دیکھ کر۔

خیر! درج نہیں ہوا، کیوں نہیں ہوا؟ اس کے اسباب و علل کا راقم کو علم نہیں اس لیے اس پر کلام مناسب نہیں۔ اس لیے اب ان دوروں کی جھلک سپرد قرطاس کی جا رہی ہے جسے صفحہ قرطاس میں محفوظ نہیں کیا جا سکا۔

(۱۲) تاج السنہ کا دورہ نیپال، عرس زاہد ملت میں شرکت

۱۴۰۹ھ /۱۹۸۸ء میں ملک نیپال کی عظیم و جلیل ہستی حضرت مولانا حافظ زاہد حسین قادری علیہ الرحمہ معروف بہ زاہد ملت کے عرس پاک میں خانوادہ رضویہ کے ایک مشہور و معروف فرد تاج السنہ علامہ محمد توصیف رضا خان قادری صاحب قبلہ کی تشریف آوری ہوئی۔ اس عرس میں موسم کی خرابی کے سبب راستہ چلنے کے قابل نہیں تھا اور اس دور میں گاڑی کی سہولت بھی نہ تھی اس لیے آپ کو عرس زاہد ملت کے اسٹیج پر پالکی میں بٹھا کر لے جایا گیا۔ اس عرس مبارک میں توصیف میاں کے علاوہ مناظر اہل سنت علامہ عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ اور علاقائی علمائے اہل سنت بھی شریک تھے۔ اسی عرس زاہد ملت علیہ الرحمہ میں حضور تاج السنہ نے امین شریعت ثالث حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ معروف بہ فخر نیپال کو مجمع عام اور علمائے

اہل سنت کی موجودگی میں سلسلہ قادریہ رضویہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

(۱۰)امام احمد رضا کانفرنس سکھوبا مہندر نگر میں شرکت

امام احمد رضا کانفرنس سکھوبا مہندر نگر سن ۱۹۹۵ء میں منعقد ہوا جس خانوادہ رضویہ سے تاج السنہ علامہ توصیف رضا خاں اور تسلیم رضا خاں جامعہ اشرفیہ سے محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین پٹنہ ادارہ شرعیہ سے غلام رسول بلیاوی اور علاقائی اکابر واصاغر علما موجود تھے۔ لوگوں کی مجمع خوب تھا جس میں کافی تعداد میں لوگ داخل سلسلہ رضویہ ہوئے۔

(۱۱) مفسر اعظم کانفرنس باہتمام مدرسہ جیلانیہ ملنگوا ٹاؤن ضلع سرلاہی

مفسر اعظم کانفرنس باہتمام مدرسہ جیلانیہ ملنگوا ٹاؤن ضلع سرلاہی ۱۹۹۷ء میں منعقد ہوا جس میں تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ اور قمر ملت علامہ قمر رضا خان علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی اور لوگوں کو سلسلہ رضویہ میں داخل بھی فرمایا۔

(۱۲)اصلاح معاشرہ کانفرنس نکال دھنوسہ میں شرکت

اصلاح معاشرہ کانفرنس نکال دھنوسہ تاریخ ۱۲/۱۳/اپریل ۲۰۱۱ء ۷/۸/جمادی الاول ۱۴۳۲ھ میں منعقد ہوئی جس میں خانوادہ رضویہ سے تاج السنہ علامہ توصیف رضا خاں اور جامعہ اشرفیہ سے سربراہ اعلی تشریف لائے تھے۔

(۱۳) عطاے مصطفیٰ کانفرنس بیلا جنک پور میں شرکت

۵ / مئی ۲۰۰۸ء / ۲۸ / ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ ۲۳ / بیساکھ ۲۰۶۵ بکرمی بروز پیر عطاے مصطفیٰ کانفرنس ہوئی جس میں خانوادہ رضویہ سے تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ کی شرکت ہوئی جب کہ امین شریعت مفتی کلیم الدین صاحب قدس سرہ اور مناظر اہل سنت مفتی عبد المانان کلیمی وغیرہ علماے اہل سنت کی شرکت ہوئی۔

(۱۴)صبح طیبہ کانفرنس میں شرکت

سرزمین بھمر پور میں ۲۹،۲۸/ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ / ۲۰،۱۹/ مارچ ۱۹۹۶ء / ۷،۶/ چیت ۲۰۵۲ بکرمی بروز منگل اور بدھ منعقد ہونے والی کانفرنس ملک نیپال کی عظیم الشان کانفرنس سے ایک ہے جس میں خانوادۂ رضویہ سے تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ، خانوادۂ برکاتیہ سے وارث پنجتن حضرت یحییٰ میاں صاحب قبلہ شمع محفل اور رونق محفل تھے۔ جب کہ عوام پروانہ و دیوانہ وار شریک تو ہوئے ہی تھے ملک نیپال کے علماے اہل سنت کی ایک عظیم جماعت نے بھی پروانہ اور دیوانہ وار شرکت کا شرف حاصل کیا۔ یہ کانفرنس دار العلوم اہل سنت مدرسہ رضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ، ضلع مہوتری کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جب کہ سرپرستی امین شریعت محدث اعظم نیپال علامہ کلیم الدین علیہ الرحمہ اور صدارت فخر ملت حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ فرمارہے تھے اور دیگر علماے اہل سنت میں خطیب اہل سنت مولانا عبد الوحید ربانی، پاکستان، فقیہ النفس حضرت مفتی مطیع الرحمٰن مضطر صاحب قبلہ پورنوی، خطیب ملت حضرت علامہ قاسم براہیمی صاحب قبلہ، بہار، مناظر اہل سنت علامہ عبد المنان کلیمی صاحب قبلہ، بہار، سربراہ اعلیٰ حضرت عبد الحفیظ صاحب قبلہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، سراج الفقہا مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، قاضی نیپال مفتی محمد عثمان رضوی قادری صاحب قبلہ، قائد اہل

سنت علامہ منصور علی خان ممبئی، بلبلان بنگال مولانا محمد قمر الدین نعیمی آسنسول اور مولانا حنیف صاحب فیضی آروی وغیرہ کی شرکت ہوئی اور دو روز تک یہ کانفرنس علمائے اہل سنت کی تقاریر سے عوام اہل سنت کو مستفید و مستنیر کرتی رہی۔ اسی کانفرنس میں فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ کو وارث پنجتن حضرت یحییٰ میاں علیہ الرحمۃ نے سلسلہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت سے نوازا اور قاضی نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی قادری صاحب قبلہ کو تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان صاحب قبلہ نے سلسلہ رضویہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

(۱۵) قمر ملت اور تاج السنہ کی آل نیپال نوری کانفرنس بیلا جنک پور میں شرکت

آل نیپال نوری کانفرنس ۲۲،۲۱ فروری ۱۹۹۲ء میں منعقد ہوا جس میں خانوادہ رضویہ سے قمر ملت ڈاکٹر قمر رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ اور تاج السنہ مولانا توصیف رضا خان صاحب قبلہ، مرکزی دار الافتا سے قاضی عبد الرحیم بستوی علیہ الرحمۃ، منظر اسلام سے علامہ بہاء المصطفی صاحب قبلہ، خانقاہ سرکانہی شریف سے محقق بے مثیل علامہ علی احمد جید القادری صاحب قبلہ اور مراد آباد سے مناظر اہل سنت مفتی عبد المنان مصباحی صاحب قبلہ، کولکاتا سے حکیم ملت حضرت علامہ محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) صاحب قبلہ تشریف لائے تھے۔ علاوہ ازیں اسی موقع پر غلام رسول بلیاوی بھی آئے تھے جس کے بعد نیپال میں وہ مشہور ہوئے۔ مزید نیپال کے اکثر اکابرین اہل سنت خصوصاً امین شریعت مفتی کلیم الدین صاحب قبلہ، فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی صاحب قبلہ، قاضی نیپال مفتی محمد عثمان رضوی صاحب قبلہ بھی موجود تھے۔ اس موقع پر بھی کثیر لوگ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے منسلک ہوئے۔

(۱۶) سرکار مدینہ کانفرنس سندر پور سرلاہی میں شرکت

۱۹۹۴ء سرکار مدینہ کانفرنس سندر پور سرلاہی میں حضور قمر ملت علامہ قمر رضا خان علیہ الرحمۃ کی آمد ہوئی اور الجامعۃ الرضویہ ہدایت المسلمین، سندر پور میں آپ کا قیام رہا اور لوگ داخل سلسلہ بھی ہوئے۔

(۱۷) ۲۰۱۲ سے مسلسل ملنگوا، سرلاہی وغیرہ مقامات پر مختلف اوقات میں آپ کے دورے فرمائے۔ لیکن اس کی تفصیل نہیں مل سکی۔ شہزادۂ قمر العلماء علامہ عمر رضا خان صاحب قبلہ نے مولانا علاء الدین صاحب کے اصرار پر صرف اتنا بیان فرمایا جو تحریر کر دیے گئے۔

(۱۸) دورۂ کاٹھمانڈو

البتہ مولانا علاء الدین امن رضوی صاحب نے شہزادہ قمر العلماء کے توسط سے ایک اور دورہ نیپال کی روایت کی وہ دورۂ کاٹھمانڈو ہے جس میں آپ اپنے والد ماجد علامہ قمر رضا خان علیہ الرحمۃ کی معیت میں کاٹھمانڈو تشریف لے گئے۔

○

باب چہارم

فروغ رضویات

مختلف ذرائع سے

بذریعہ درس وتدریس

مفتی محمد محبوب رضا مصباحی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کائنات کو وجود بخشا اور طرح طرح کے مخلوقوں سے اس دنیا کو سجایا انہیں مخلوقوں میں سے ایک مخلوق جسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے یہ وہی مخلوق ہے جو دنیا میں انسان کے نام سے مشہور و معروف ہے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہداہت کے لیے اور اپنے دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے انبیا علیھم السلام کو مبعوث فرمایا جن کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، انہوں نے اللہ کے فرمان کے مطابق دین کی تبلیغ فرمائی پھر بعد مسدود باب نبوت اللہ نے یہی کام صحابہ کرام سے لیا، ان کے بعد تابعین پھر تبع تابعین نے اس کار عظیم کو انجام دیا اور دور حاضر میں وہی کام علماے کرام سے لیا جا رہا ہے۔ اللہ نے اپنے دین کی خدمت کے لیے علماے کرام کو چُن لیا ہے اور جب بھی کوئی فتنہ رونما ہوتا ہے تو علماے کرام کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس فتنہ کو دور فرماتا ہے، جیسا کہ چودہ صدی ہجری میں جب کچھ بد عقیدوں نے انبیا ے کرام کی شان میں گستاخی کرنی شروع کی اور لوگوں کو ہر طرح سے بہکانے لگے اور من گڑت عقیدوں کا پرچار کرنے لگے کہ انبیا مرکر مٹی میں مل گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے علم غیب عطا نہیں کیا اور وہ کسی چیز کا علم نہیں رکھتے ہیں اور معاذاللہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح کے غلط اعتقاد لوگوں میں عام کرنے لگے اور دین اسلام کو بدنام کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بریلی شریف کی سرزمین پر ایک مرد مجاہد کو بھیجا جن کو دنیا امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا کے نام سے جانتی ہے۔ اللہ نے ان کو وہ علم عطا کیا تھا کہ آج تک اس کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا، پھر انہوں نے اللہ کے عطا کردہ علم سے ان عقائد باطلہ کا اس طرح رد کیا اور ان کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی اور دنیا کو کہنا پڑا کہ اس دور میں کوئی مرد مجاہد ہے ، عاشق مصطفی اور محبوب الٰہی ہے تو وہ بریلی کا امام احمد رضا ہے، اور اس دنیا نے آپ کو چودہویں صدی کا مجدد اعظم تسلیم کیا، اور آپ کو اہل سنت کا پیشوا ماننے پر مجبور ہوگئی، آپ بے شمار کتابیں تحریر فرمائیں جو ہر موضوع پر آج بھی موجود ہے اور اہل سنت کی بنیاد قائم رکھنے کے لیے اور اسے تقویت پہنچانے لیے آپ نے فرمایا کہ کثیر تعداد میں مدارس کھولے جائیں، اور علما کی ٹیم تیار کی جائے جو ہمیشہ اہل سنت وجماعت پر قائم و دائم رہے، یہ آپ کا مشن عظیم تھا، جس مشن کو آج بھی اہل سنت وجماعت کے فرزند انجام تک پہونچا رہے ہیں اور پوری دنیا میں اس مشن کو عام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

پوچھا جاتا ہے کہ ایک چھوٹا سا ملک جو پہاڑوں کی کھائی میں بسا ہوا ہے یعنی ملک نیپال میں بھی کیا لوگ اہل سنت کے اس مشن عظیم کو کامیابی تک پہونچانے کے لیے کام کر رہے ہیں؟

توہم اس کا جواب دیتے ہیں ہاں ہاں ملک نیپال میں بھی آج سے نہیں بلکہ برسوں سے لوگ امام اہل سنت کے اس مشن عظیم پر کام کررہے ہیں اور ہمہ وقت اس مشن کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اور خوب اہل سنت وجماعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اور ایسی ایسی شخصیتیں بھی گزری ہیں جنہوں نے اپنی پوری زندگی اہل سنت وجماعت کی تبلیغ کی اور خود بھی اس پر قائم رہے اور لوگوں کو بھی اس پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ انہیں شخصیتوں میں سے اپنے ناقص علم کے مطابق کچھ مشہور ومعروف شخصیتوں کا یہاں ہم ذکر کرتے ہیں۔

پہلی شخصیت : حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (علی پٹی شریف) یہ وہی شخصیت ہے جس نے اپنی پوری زندگی دین اسلام کی خدمت میں گزار دی اور مذہب اہل سنت کی تبلیغ واشاعت میں اپنے شب وروز صرف فرمادی، مذہب اہل سنت کی حفاظت کے لیے آپ نے متعدّد جگہوں کا دورہ بھی فرمایا۔ آج ترائی نیپال میں سنیت کا پرچم لہرارہاہے اور مدارس کی شکل میں جو اہل سنت کے بے شمار قلعے نظر آرہے ہیں یہ سب آپ ہی کی دین ہے اور آپ کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ پورے نیپال میں جو علمائے کرام کی کثرت پائی جارہی ہے بلاواسطہ یابالواسطہ سب آپ ہی کے شاگرد ہیں آپ پوری زندگی خود مسلک اہل سنت وجماعت پر سختی سے قائم رہے اور دوسروں کو بھی قائم رہنے کی تاکید فرماتے رہیں۔

یقیناآپ کی ذات ملک نیپال کے لیے ایک انمول سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام اہل سنت کے مشن عظیم کونیپال کی سر زمین پر عام فرمایا، آپ نے درس وتدریس کے لیے دو کامیاب ادارے قائم فرمائے "دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین اور الجامعہ الامانیۃ امان الخائفین "جس میں آپ نے اپنی آخری سانس تک درس و تدریس کا فریضہ انجام دیا، اور اس کے دوام وبقاکے لیے ایسے ایسے تلامذہ تیار فرمائے کہ آج بھی مدارس اسلامیہ میں درس وتدریس کی مسند پر جلوہ گر ہوکر علم وفن کے گوہر لٹارہے ہیں، اور مشن عظیم کو کامیاب بنارہے ہیں۔

پیر طریقت رہبر شریعت حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ فخر نیپال (بھمر پورہ) آپ کی وہ ذات ہے جن کو حضور حافظ ملت جیسی شخصیت نے کشمیر کی طرف روانہ فرمایااور وہاں پر دین اسلام کی تبلیغ فرمائی اس کے بعد آپ اپنے محبوب وطن نیپال تشریف لائے اور تقریباً چالیس سال سے دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین (علی پٹی شریف) میں درس وتدریس کافریضہ انجام دے رہے ہیں اور یہاں کی نظانت کو سنبھالے ہوئے ہیں اسی اثنامیں آپ نے مشن امام اہل سنت کی بقاو کامیابی کے لیے کئی کتابیں بھی تحریر فرمائیں جو منظر عام پر آچکی ہیں اور آج بھی اپنے علم وعمل سے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی فرمارہے ہیں اور انہیں مستفید فرمارہے ہیں۔

عزیز ملت حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعزیز منظری (لادوبیلا) بانی مدرسہ عطائے مصطفیٰ (لادوبیلا) آپ کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ ایک مدت تک پوربندر گجرات میں خدمت دین انجام دیتے رہے، اور آج ایک طویل عرصہ سے اپنے مدرسہ عطائے مصطفی میں درس وتدریس کافریضہ انجام دے رہے ہیں۔

قاضیِ نیپال حضرت علامہ مولانا مفتی عثمان صاحب رضوی (لادوبیلا) آپ کافی عرصے تک ہندوستان کے صوبہ بہار

میں تعلیم و تعلم کا فریضہ انجام دیتے رہے، لیکن اب اپنے آبائی وطن نیپال میں ہی منصب افتا و قضا پر فائز ہیں۔

مناظر اہل سنت مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محبوب رضا قادری مصباحی (جنک پور دھام) مفتی برکاتی دارالافتا کلیان پور ممبئی۔ آپ کی وہ عظیم شخصیت ہے جو تقریباً دس سال سے ممبئی کی سرزمین پر علم و فن کا جھنڈا گاڑے ہوئے ہیں، اور امام اہل سنت کے مشن کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے میں ہمیشہ کوشا رہتے ہیں، اور کئی مرتبہ آپ نے بریلی شریف میں ہونے والے سیمینار میں بھی شرکت فرمائی، اور گاہ بگاہ اپنے آبائی وطن نیپال تشریف لاکر اپنے علما اہل سنت کو نیک مشوروں سے نوازتے رہتے ہیں، اور شعبہ تخصص کے لیے نیپال میں ایک ادارہ کی بنیاد ڈال چکے ہیں اللہ آپ کو مقصد میں کامیابی عطا فرمائے آمین۔

عزیز العلما حضرت علامہ مولانا مفتی داؤد حسین مصباحی (بھمر پورہ) پرنسپل الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین (بھمر پورہ) آپ بھی اپنے آپ میں ایک بے مثالی حیثیت رکھتے ہیں جو نیپال کا ایک عظیم ادارہ الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین میں ۲۰/ سالوں سے خدمت دین انجام دے رہے ہیں اور اپنے تلامذہ کو علم و ادب کا جام پلا رہے ہیں۔

بلبل نیپال حضرت علامہ مولانا سعادت حسین اشرفی پرنسپل جامعہ امانیہ (علی پٹی شریف) آپ حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ امانیہ میں خدمت دین انجام دے رہے ہیں اور درس و تدریس کے زلف برہم کو سنوار رہے ہیں۔

سلطان الاساتذہ حضرت علامہ معین الدین اشرف اشرفی (علی پٹی شریف) آپ کی شخصیت بھی ایک نمایاں حیثیت کی حامل ہے تقریباً ۱۸/ سالوں سے سمستی پور بہار کے ایک عظیم ادارہ میں علم کا جام اپنے تلامذہ کو پلا رہے ہیں۔

ماہر علم و فن حضرت علامہ مولانا مستقیم صاحب قبلہ مصباحی بانی جامعہ حنفیہ برکاتیہ جنک پور آپ بھی ایک لمبے عرصے سے اپنی ذمہ داری بخوبی نبھا رہے ہیں۔

قابل احترام حضرت مولانا غلام یٰسین صاحب قبلہ (مہدیا) استاذ الجامعۃ الرضویہ بھمر پورہ (المعقر)

شیخ الفارسی حضرت علامہ و مولانا غلام یٰسین مسعود نوری (کھونٹا) استاذ الجامعۃ الرضویہ بھمر پورہ (المعقر)

حضرت علامہ و مولانا الیاس منظری صاحب قبلہ استاذ جامعہ امانیہ علی پٹی شریف (المعقر)

مولانا علیم الدین (سہپور) مہتمم جامعہ عائشہ بیلا جنک پور، آپ نے پہلے دارالعلوم غوث اعظم، گجرات میں پھر مراد آباد میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی، اور ابھی اپنے جامعہ عائشہ میں ہی دین کی خدمت فرما رہے ہیں۔ مولانا اسلم القادری مہتمم مدرسہ مدینۃ العلوم جنک پور، آپ نے تقریباً دس سالوں تک حنفیہ برکاتیہ میں خدمت درس دی اور ابھی اپنا ادارہ مدینۃ العلوم کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

مولانا نعمان رضوی (بیلا) آپ نے بھی حنفیہ برکاتیہ میں دو سال تک درس دیا۔

مولانا سلیم الدین برکاتی مصباحی (برداہا) آپ نے کافی دنوں تک بچھاڑ پور مئو یو، پی میں درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔

مولانا الیاس برکاتی مصباحی (برداہا) آپ نے دس سالوں تک دارالعلوم قادریہ علی پٹی شریف میں خدمت دین انجام دیا۔

مولانا مبارک حسین (برداہا) جامعہ امانیہ علی پٹی شریف میں آپ نے تین سالوں تک درس و تدریس کی خدمت انجام دی۔ مولانا عابد حسین (برداہا) تقریباً آپ نے دو سال تک حنفیہ برکاتیہ جنک پور میں خدمت دین انجام دی۔

مولانا شفیق اللہ امجدی (برداہا) آپ نے چار سال تک حنفیہ برکاتیہ میں تدریس کی خدمت انجام دی۔

مولانا عبد الرحیم (بیلا) آپ نے قادریہ علی پٹی شریف میں چار سال تک خدمت دین انجام دی،

مولانا عبد الرحیم (پڑریا) آپ نوری برکاتی میں تقریباً ایک سال درس کی خدمت انجام دی

مولانا صداقت حسین علی پٹی شریف قادریہ نور الاسلام میں چار سال کی خدمت آپ کے نام ہے۔

مفتی رحمت علی (تاراپٹی) آپ مالیگاؤں ناسک میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا اسرئیل صاحب (گلاب پورکٹیا) خیریہ فیض عام مئویو، پی میں تقریباً ۱۵؍ سالوں سے تدریس کے منصب پر فائز ہیں۔

مولانا نصیر الدین رضوی (بھگوتی پور) آپ نے پانچ سالوں تک خیریہ فیض عام میں درس دیا۔

مفتی احمد رضا ثقافی صاحب تقریباً نو سالوں سے حنفیہ اشرفیہ لہان میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مولانا مفتی شکیل مصباحی صاحب (پرساہی) حنفیہ اشرفیہ لہان میں تقریباً دس سال تک خدمت انجام دی۔

مولانا مفتی عثمان برکاتی مہتمم مدرسہ فیضان مدینہ جنک پور آپ نے تقریباً تیس سال تک فدائیہ سمرقندیہ دربھنگہ اندور ایم، پی، نوری برکاتی جنکپور وغیرہ میں خدمت تدریس انجام دیا

مولانا مفتی شوکت امجدی منظری، اورنگ حال مقیم جنکپور مہتمم گلشن اجمیری جنکپور، فدائیہ سمرقندیہ، فیضان مدینہ جنکپور وغیرہ میں آپ نے تقریباً دس سالوں تک خدمت تدریس کی۔

مولانا مفتی غلام جیلانی امجدی، (کھنڈھوا) ایم، پی میں آپ نے تقریباً ۸؍ سالوں سے خدمت تدریس انجام دے رہے ہیں آپ دیپورہ روپیٹھا سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا عظمت اللہ مصباحی (لکھوری) آپ نے ایک مدت تک الجامعۃ الرضویہ بھمرپورہ میں خدمت تدریس کی۔

مولانا عبد الحمید مصباحی صاحب آپ نے علی پٹی شریف قادریہ میں اور حنفیہ برکاتیہ جنکپور میں تدریس کی خدمت انجام دیا۔

مولانا یوسف القادری نوسوبگھہ آپ تقریباً چالیس سال سے قادریہ نور الاسلام نوسوبگھہ میں درس و تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

مولانا نسیم القادری علی پٹی شریف آپ نے کئی جگہ دین کی خدمت کی اور ابھی ادھیاپور میں خدمت دین انجام دے رہے ہیں۔

عالم بے مثال حضرت علامہ اظہار النبی صاحب مصباحی (لادوبیلا) استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بے شک آپ کی ذات پر ہم اہل سنت کو فخر ہے کہ آپ سنیوں کا ایک عظیم ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ میں منصب درس و تدریس کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ مولانا عطاء النبی صاحب مصباحی (لادو بیلا) آپ کی ذات بھی قابل رشک ہے کہ ہندوستان کی سرزمین بریلی شریف میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

عمدۃ المحققین حضرت علامہ ومولانا مفتی محمد رضا صاحب مصباحی آپ کی وہ ذات ہے جنھوں نے تقریبًا چار سال تک جامعہ نظام الدین اولیاء دہلی کے پرنسپل رہے اور اب الجامعۃ الاشرفیہ میں شعبۂ قراءت کو سنبھال رہے ہیں۔

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی مبارک حسین امجدی (علی پٹی شریف) آپ اس وقت کلیر شریف میں مسند درس وتدریس پر فائز ہوکر دین متین کی خدمت فرما رہے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی ہیں جو مدرسوں میں استاذ کی شکل میں اور مساجدوں میں امام کی شکل میں جگہ جگہ دین اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں جن کو شمار کرانا مشکل ہے۔ بلکہ جو ذرہ جہاں ہے وہیں آفتاب ہے۔

دوسری کڑی: حضور حنیف ملت علیہ الرحمۃ والرضوان (کٹیا شریف)

تیسری کڑی: حضور مفتی کلیم الدین علیہ الرحمۃ والرضوان (مہدیارحمن پور ٹولہ)

چوتھی کڑی: پاسبان ملت مولانا یوسف القادری علیہ الرحمۃ والرضوان (بیلا شریف)

یہ چاروں اس ہستی کا نام ہے جنھوں نے مذہب اہل سنت وجماعت کے فروغ کو اپنی زندگی کا مقصد عظیم بنالیا تھا اور آج جو کچھ بھی آپ نیپال میں دیکھ رہے ہیں یہ سب انہیں بزرگان دین کا دیا ہوا ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ ان بزرگان دین کے فیوض برکات ہمیشہ ہم اہل سنت وجماعت پر جاری وساری رکھے اور ان کی قبروں پر رحمت وانوار کی بارش برسائے۔ اور علما اہل سنت باحیات ہیں اور اس وقت مختلف ممالک میں رہکر مدارس اسلامیہ میں دین متین کی خدمت میں مشغول ہیں جن کا ہم نے یہاں ذکر کیا اور جن ذکر نہ کرسکا مولا سب کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرما اور سب کو اہل سنت وجماعت پر سختی سے قائم رہنے کی اور امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان سے سچی الفت ومحبت کرنے کی توفیق عظیم عطا فرما آمین یارب العلمین۔

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں کیا چیز ہے لوح وقلم تیرے ہیں
محمد کی محمد دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی توسب کچھ نامکمل ہے

ب

- ★ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ پاسبان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ محدث اعظم نیپال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ مناظر اہل سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ حمید ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات
- ★ مصنف تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فروغ رضویات

فروغ رضویات مختلف ذرائع سے

باب پنجم

فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے

محمد غلام مرتضیٰ مصباحی

زاہد ملت اور فروغ رضویات

ولادت اور اسم گرامی: استاذ العلما والحفاظ حضرت علامہ محمد زاہد حسین قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف بہ زاہد ملت ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۴ء کو ضلع مہوتری کی ایک مشہور بستی ”علی پٹی“ میں قاضی محمد رمضان علی راعین مرحوم کے گھر پیدا ہوئے، اور آپ کا اسم گرامی ” زاہد حسین “ رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت: حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگر چہ راعین خاندان میں پیدا ہوئے تھے جن کا پیشہ عموماً کاشت کاری ہوتا ہے، لیکن آپ کی جبین مبارک پر اقبال مندی کے آثار نمایا دیکھ کر آپ کے والدین نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی، چناں چہ آپ کے والد محترم نے حصول علم کے لیے محلہ کے امام مسجد کی بارگاہ میں آپ کو پیش کر دیا، آپ نے اپنی ذہانت وفطانت اور فضل خداوندی سے بہت جلد ابتدائی تعلیم مکمل کرلی۔ ابتدائی تعلیم سے آراستہ ہونے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ نے دار العلوم فیض الغربا؛ آرہ بہار کا انتخاب فرمایا اور یہاں حضرت مولانا عبد الغفور جو اس وقت شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے اور مولانا ابراہیم و مولانا اسمٰعیل صاحبان کے زیر سایہ رہ کر درسیات مکمل فرمائی، اور اسی مدرسہ کے زیر اہتمام سالانہ اجلاس میں حضور محدث اعظم ہند سید محمد اشرفی کچھوچھوی اور ملک العلما علامہ سید ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہما کے دست بابرکت سے سند و دستار فضیلت سے سرفراز کیے گئے۔

بیعت وارادت: آپ دینی و علمی عظیم درس گاہ سے فارغ ہو چکے تھے لیکن اب بھی ایک تشنگی باقی تھی اور وہ تشنگی تھی نسبت کی جس کے لیے آپ کی نظر میں بہار کی ایک عظیم دینی وروحانی سرچشمہ خانقاہ مجیبیہ، پھلواری شریف پر پڑی، پھر کیا تھا آپ سیرابی کے لیے پھلواری شریف تشریف لائے اور خانقاہ کی ایک عظیم المرتبت شخصیت حضرت علامہ الشاہ محی الدین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت وارادت سے شرف نیاز حاصل کر کے ان کی غلامی کا پٹہ گلے میں ڈال کر نیپال واپس آئے۔

درس و تدریس: آپ نے بعد فراغت نیپال کے حالات و ضرورت کے پیش نظر علاقہ کے چند مخلص و مخیر حجاج کرام کے تعاون سے ۱۳۵۱ھ کو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی بنیاد رکھی، پھر کیا تھا تعلیم کا سلسلہ چلا اور ایسا چلا کہ علاقہ اور قرب وجوار کے علاوہ شمالی سرحدی ہند کے طلبا کی کثیر تعداد علم وفن سے آراستہ ہونے کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور خوب خوب اپنی علمی تشنگی بجھائی، دار العلوم قادریہ میں آپ نے روز اول سے ۳۴؍ سال تک درس و تدریس کا عظیم کارنامہ انجام دیا، اور قابل قدر شاہین صفت شاگرد پیدا کیے، جس میں سے چند کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) محدث اعظم نیپال حضرت علامہ محمد کلیم الدین (۲) مناظر اہل سنت حضرت مولانا ساجد حسین مصباحی (خلف اکبر حضور زاہد ملت) (۳) پاسبان ملت حضرت علامہ محمد یوسف مجیبی رضوی رحمۃ اللہ علیہ (۴) مناظر اہل سنت حضرت مفتی عبد المنان کلیمی (۵) فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی (۶) قاضی نیپال حضرت مفتی محمد عثمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ۔

وصال: ملک نیپال کے آفتاب ولایت، استاذ الاساتذہ زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کی روداد پیش کی جا رہی ہے:

حضور زاہد ملت کی وفات کو تقریباً تین ماہ تھے، کہ آپ نے مولانا رحمت اللہ برکاتی کو خواب کے ذریعہ اپنی وفات کی خبر دی، جس سے پورے علاقہ میں خبر پھیل گئی، خواب کی تعبیر کی ابتدا حضور زاہد ملت کی علالت سے ہوتی ہے، جب حضور زاہد ملت کی علالت میں شدت بڑھتی چلی گئی، تو آ کو جنکپور ہاسپیٹل میں لے جایا گیا، لیکن مرضیِ مولی جب وصال کا وقت قریب آیا تو شدت مرض کا اضافہ ہوا، لوگ ڈاکٹر کی جانب دوڑے ادھر زاہد ملت نے فجر کی نماز ادا کی، ڈاکٹر راستہ میں ہیں کہ حضور زاہد ملت زبان قال سے پڑھتے ہیں: اللہ، اللہ، اللہ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

آپ ۱۹۸۷ء میں جب آپ سخت علیل تو آپ کو جنک پور ہاسپیٹل لے جایا گیا اور وہیں پر آپ مالک حقیقی سے جا ملے (انتہائی اختصار کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات یہاں بیان کیے گئے ہیں، جن حضرات کو تفصیل کی حاجت ہو وہ حیات زاہد ملت مصنفہ مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی، تجلیات زاہد ملت مصنفہ مولانا اسلم القادری کا مطالعہ کرنے کی زحمت فرمائیں)

فروغ رضویات: رضویات کے فروغ میں آپ کی کوشش اور خدمات بظاہر نہیں دکھتے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی خدمات کا دائرہ کافی وسیع ہے، جس کا اعتراف مناظر اہل سنت مفتی عبد المنان کلیمی نے یوں کیا ہے:

”ملک نیپال میں بحمدہ تعالی مسلک اعلی حضرت کا زبردست کام ہوا ہے اور میری معلومات میں مشرقی نیپال میں مسلک اعلی حضرت کے فروغ واستحکام میں مندرجہ ذیل اسلاف کرام کی قربانیوں اور جدوجہد کا زیادہ حصہ ہے:

... زاہد ملت حضرت علامہ حافظ محمد زاہد حسین صاحب قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی پٹی مہوتری نیپال۔“ (اسی نمبر میں شامل تحریری مباحثہ سے اقتباس)

اہل علم سے خالی پورے علاقے کے آپ تنہا قطب تھے اگر چاہتے تو پورا کا پورا علاقہ خانقاہ پھلواری کے رحم وکرم پر ہوتا لیکن آپ نے پوری زندگی مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں گزار دی اور مسلمانوں کو مسلک اعلی حضرت پر چلنا سکھایا حتی کہ اپنے صاحب زادے حضرت علامہ ساجد حسین قادری رضوی مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گلے میں شہزادہ اعلی حضرت حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلامی کا پٹہ ڈال کر آنے والی نسلوں کو سواد اعظم مسلک اعلی حضرت ہی سے وابستہ رہنے کا پیغام دے گئے۔

* * *

باب پنجم

فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے

مولانا صفی اللہ قادری گلاب پوری

حنیف ملت اور فروغ رضویات

فروغ رضویات کا مطلب فروغ سنیت ہے، ہر مبلغ اسلام اور داعی ایمان کے ملی واخلاقی فریضہ میں داخل ہے کہ کم ازکم وہ اپنے حلقہ اثر میں صدق پھیلائے اور کذب کو جلائے، حق کی اشاعت کرے اور باطل پر بم بارود برسائے، اچھائی پھیلائے اور برائی کو نیست ونابود کردے۔ اس کے پیش نظر حضرت حنیف ملت علیہ الرحمہ مبلغ اسلام اور داعی ایمان کی حیثیت سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اس پر گامزن رہے، اور فروغ رضویات کو گلے کا ہار بنا کر اسے اپنے لیے جزو حیات سمجھتے رہے۔

چناں چہ حنیف ملت نے سرزمین گلاب پور میں فروغ رضویت کے لیے دینی قلعہ کی تعمیر کرنے کا منظم منصوبہ بنا کر محنت شاقہ کے بعد اسے عملی جامہ پہنایا، اور مدرسہ مظہر العلوم کے سنگ بنیاد کے لیے اپنے استاذ گرامی عاشق اعلی حضرت محدث بریلوی حضرت علامہ عظیم الدین صاحب (پوکھریروی) فاضل بہاری علیہ الرحمہ کو مدعو کیا۔ اس وقت فاضل بہاری علیہ الرحمہ مدرسہ رضاء العلوم (کنہواں) میں جلوہ افروز تھے، آپ ہی کے دست مبارک سے حنیف ملت نے ۱۳۷۲ھ میں مظہر العلوم کا سنگ بنیاد رکھوایا اور مظہر العلوم کے نام سے باقاعدہ افتتاح بھی فرمایا جو سسواکٹیا کی زمین پر رشد وہدایت کا مینارہ نور ہے، مدرسہ ہذا میں تعلیمی سلسلہ شروع ہونے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے سسواکٹیا کے حالات لالہ زار میں تبدیل ہو گئے، اور چند مہینوں میں آپ کی تعلیم وتربیت کا شہرہ بوئے گل کی طرح پورے علاقہ میں پھیل گیا۔ مظہر العلوم کی ترقی کے دروازے کھل گئے، بیرونی طلبہ کی آمد ہونے لگی لوگ اپنے نونہالوں کو علم دین سے آراستگی کے لیے داخلہ کرانے لگے، اس وقت اہل سسواکٹیا نے فراخ دلی کا ثبوت پیش کیا اور بیرونی طلبہ کے خورد ونوش کے لیے اپنے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے، اس طرح یہ دینی ادارہ نیپال میں اپنی خدمات کا پرچم لہرانے لگا۔ حضور حنیف ملت از سنگ بنیاد تا وصال مدرسہ ہذا میں صدر المدرسین کی حیثیت سے فروغ سنیت کا کام انجام دیتے رہے، اور اپنی پوری عمر مدرسہ کے ہر داخلی وخارجی معاملات میں ہر سیاہ وسفید کے مالک رہے، اور حنیف ملت کے اول شاگرد حضرت تسلیم ملت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (سابق خازن) اس ادارہ کے دوش بدوش رہ کر ہر صلاح وفلاح میں شامل رہے، حنیف ملت صابر وشاکر اور پابند شرع تھے۔ نیک سیرت اور نیک طبیعت کے مالک تھے۔ دین داری اور تقوی میں مشہور تھے۔ آپ کے اندر حسن اخلاق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، حنیف ملت عشق ووفا کے پیکر تھے، سلف صالحین کی ایک زندہ روایت تھے، اولیاء اللہ کی برکت وفیضان کے جلوے تھے، رحمت وعرفاں کا ابلتا ہوا چشمہ تھے، شریعت وطریقت کے سنگم تھے، اسلام وسنیت کے چہکتا ہوا گلشن تھے، غوث اعظم کے الطاف وعنایات کے گہوارہ تھے، امام ابو حنیفہ کے فقہی مقلد تھے، امام رازی کی حکمت تھے، امام

غزالی کے تصوف تھے، مولاے روم کے سوز و گداز تھے، فروغ رضویت (مسلک اعلی حضرت) کے ترجمان تھے، حنیف ملت کی پر نور صورت حقانیت و صداقت کا ایک ایسا روشن آفتاب تھے جسے پڑھ لینے کے بعد دلوں کے دروازے خود کھل جاتے تھے۔

ان میں نہ بغض تھا نہ تکبر نہ خود سری
دل ان کا ایک آئینہ بے غبار تھا

آپ کی ولادت اپنے آبائی وطن بیلا اکڈارا ضلع مہوتری نیپال میں ہوئی، جو ضلع کے صدر مقام جلیشور سے گیارہ کلو میٹر جانب مغرب میں واقع ہے، خاندانی اعتبار سے خوش حال تھے، دینیات کی تعلیم اپنے پدر بزرگوار محمد عبد اللہ مرحوم سے حاصل کی، مکتب کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر جب ذوق طلب علم نے مجبور کیا تو رضاء العلوم کنہواں ضلع سیتامڑھی میں حضرت علامہ عظیم الدین (پوکھریروی) فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر سایہ رہ کر فارسی کی پہلی سے متوسطات تک بحسن و خوبی تعلیم حاصل کی، اعلی تعلیم کے لیے حضرت فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اجازت نامہ لے کر اہل سنت و جماعت کی دینی و مرکزی درسگاہ فیض الغربا (آرہ) کا قصد کیا، اور یہاں کے علمی ماحول نے آپ میں علمی شعور کی پختگی اور مطالعہ کتب کا اعلی ذوق پیدا کر دیا، شرح جامی سے بخاری شریف تک باظابطہ تعلیم پاکر ۱۳۶۱ھ میں مدرسہ فیض الغربا (آرہ) بہار کے زیر اہتمام سالانہ نورانی اجلاس کے موقع پر ہندوستان کے مشاہیر اولیاے طریقت و اساطین اہل سنت کے مقدس ہاتھوں سند فراغت و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے، حنیف ملت کو حضرت فاضل بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شیخ طریقت، گل گلزار قادریت مجذوب ولی، فرشتہ صفت، سلسلہ قادریہ کے اہم ستون حضرت علامہ مفتی شاہ خلیل الرحمن قادری نندپوری (نواکھال) بنگلہ دیش سے شرف بیعت حاصل ہے، اور ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور سسواکٹیا کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان رسول اعظم کانفرنس کے دوسرے اجلاس میں جانشین حضور مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں اور قمر العلما حضرت علامہ قمر رضا خاں بریلوی نے متفقہ طور سے لاکھوں کے مجمع میں حنیف ملت کے سر پر دستار خلافت باندھی اور سند اجازت عطا فرما کر سلسلہ قادریہ رضویہ کا شیخ طریقت بنا دیا، اس کے بعد آپ نے پیری مریدی شروع کی۔

فروغ رضویات: حضور حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ از ابتدا تا وقت وصال مدرسہ مظہر العلوم کے صدر الدرسین کے عہدہ پر فائز رہے اور تا حین حیات مدرسہ ہذا کے جملہ داخلی و خارجی معاملات کی باگ و ڈور سنبھالتے رہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی علاقہ میں مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات میں گزار دی۔ صاحب تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی حضرت مولانا الیاس مصباحی اندولوی لکھتے ہیں:

> حضرت حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی، مذہبی، تدریسی اور تبلیغی خدمات کا دائرہ نیپال کے ساتھ ضلع سیتامڑھی کے دیار و امصار تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ اپنی زندگی کی آخری سانس تک مذہب و ملت اور مسلک اعلی حضرت کی بے لوث اور پر خلوص خدمات دیتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج علاقہ کی سنیت کی جو عظیم بہاریں ہیں وہ آپ ہی کی ہمہ گیر خدمات کا ثمرہ ہے۔
> (تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۴۰۱) ....

(بقیہ صفحہ ۲۳۳ پر)

مولانا محمد عنایت اللہ امجدی واسطی

پاسبان ملت اور فروغ رضویات

ولادت اور اسم گرامی: حضرت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکت کو حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اول شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت سرزمین بیلا لادو، جنک پور دھام ضلع دھنوشہ نیپال کے ایک معزز خاندان حاجی محمد مرحوم عرف حاجی لوٹن میاں کے فرزند حاجی امیر الدین مرحوم کے گھر ۱۲/ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ بروز پیر بوقت ۳/ بجے ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی ”محمد یوسف“ رکھا گیا اور عملی زندگی میں قدم رکھنے اور آپ کے کارناموں کے پیش نظر علمائے نیپال نے آپ کو ”پاسبان ملت“ کے لقب سے یاد کیا۔

تعلیم و تربیت: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں مرحوم اور آپ کے والد بزرگوار حاجی امیر الدین مرحوم علم دوست اور علما نواز تھے۔ آپ دونوں کی دلی تمنا تھی کہ کم از کم خاندان کا ایک لڑکا ایسا عالم دین ہو جو علاقے میں دین و سنیت کا کام کرے اور دیوبندیت و وہابیت وغیرہا فرقہ باطلہ سے علاقے کو پاک و صاف رکھے۔ چناں چہ اپنی اسی دیرینہ آرزو کی تکمیل کے لیے انہوں نے اپنے جیب خاص سے ایک ماہر استاذ کو آپ کی تعلیم و تربیت کے لیے مقرر فرمایا جن کے زیر نگرانی پاسبان ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی آئے اور حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے اولین تلامذہ میں شامل ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۳۵۵ھ میں مرکز اہل سنت بریلی شریف میں حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائم کردہ ”مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی“ کا رخ کیا جو تعلیمی اعتبار سے اپنی ایک شان اور پہچان رکھتا تھا۔ یہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تقریباً ۶/ سال تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ ہوتے رہے۔ اس دوران حضور محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ ابو الفضل سردار احمد علیہ الرحمہ سے سبقاً سبقاً صحاح ستہ پڑھ کر دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت: اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلف اکبر حضور حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس چہلم کے موقع سعید پر ۲۹/ جمادی الاخرۃ ۱۳۶۲ھ مطابق ۶/ مئی ۱۹۴۲ء بروز یک شنبہ بوقت ۵/ بجے حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے پاسبان ملت کی جماعت کو بخاری شریف کی آخری حدیث پاک پڑھا کر ختم بخاری کی تقریب فرمائی اور شرف تلمذ سے بھی نوازا۔ اس کے بعد اسی محفل پر نور میں حضور مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان، ملک العلما حضرت سید محمد ظفر الدین بہاری، صدر الافاضل حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مبلغ اسلام حضرت عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہم اور دیگر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں آپ علیہ الرحمہ کے سر مبارک پر دستار فضیلت باندھی گئی اور جبہ سے بھی نوازے گئے۔

مشاہیر اساتذہ: آپ نے جن اساتذہ کے سایہ علم و حکمت میں خود کو علم و فن سے معمور کیا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سردار احمد لائل پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

(۲) بحر العلوم حضرت علامہ مولانا افضل حسین مونگیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

(۳) محدث مئوی حضرت علامہ مولانا ثناء اللہ مئوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ۔

رفقائے درس: آپ علیہ الرحمہ نے جن رفقا کے ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو جاری رکھا اور اختتام بھی فرمایا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، (۲) پیر طریقت مفسر قرآن حضرت سید ظہور الحسین صاحب قبلہ، (۳) حضرت علامہ ادریس رضا نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ۔

فروغ رضویات میں کردار: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم و تربیت کا مقصد ہی دین متین اور مسلک اعلی حضرت کا فروغ و استحکام تھا چناں چہ آپ اپنے والد محترم کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے باہر نہ جاکر علاقہ ہی میں خدمت دین کا فریضہ انجام دینے لگے۔ اس کی سے سے پہلی کڑی یہ تھی کہ آپ نے اپنے گاؤں میں آج سے تقریبا ۶۰/ سال پہلے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس کا نام یادگار مفتی اعظم ہند "مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی" کے نام پر "**مدرسہ مظہر اسلام**" نام رکھا۔ یہ مدرسہ دو کٹھہ زمین پر تعمیر کیا گیا اور اب اسی سے متّصل رضا جامع مسجد بھی ہے۔

مناظرہ: آپ نے جو خدمات انجام دیں ان میں سب سے نمایاں علاقہ کو فرق باطلہ کی نجاستوں سے پاک رکھنا ہے جس کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہابیہ و دیابنہ سے کئی مناظرے بھی کیے۔ آپ نے کہاں کہاں، کس کس سے اور کس کس موضوع پر مناظرے کیے اس کی مکمل روداد کہیں موجود نہیں۔ البتہ اختصاراً اتنا معلوم ہو سکا۔

(۱) مناظر ماناپٹی دیودھا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی
موضوع: قراءت خلف الامام
نتیجہ: اہل سنت کی فتح مبین اور اہل حدیث کی شکست فاش

(۲) مناظرہ بلہا:

مناظر اہل سنت: پاسبان ملت علامہ یوسف رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
صدر مناظرہ: زاہد ملت علامہ زاہد حسین مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

فریق مخالف: مولوی عین الحق بلکٹوی

موضوع مناظرہ: مسئلہ ایصال ثواب

نتیجہ: اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح عطا فرمائی اور اہل حدیث کو شکست۔

ان دو مناظروں کے علاوہ آپ علیہ الرحمہ نے تقلید شخصی، آمین بالجہر، قراءت خلف الامام اور ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے موضوعات پر مناظروں میں بھی شرکت فرمائی۔

(........ صفحہ نمبر ۲۳۰/ کا بقیہ حصہ)

حنیف ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گلاب پور سسواکٹیا اور اس کے اطراف وجوانب میں رضویت کو فروغ دے کر ۱۶ شعبان المعظم ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۲ء بروز جمعہ کو ۸/ بجے صبح اپنے حقیقی رب ذوالجلال سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت حنیف ملت کی نماز جنازہ کے لیے غسل اور کفن پہنا کر کٹیا بازار پر لایا گیا ہر جانب سے لوگ دیوانہ وار اپنے مذہبی رہنما کے جنازہ میں شرکت کے لیے مثل سیلاب امنڈ پڑے تھے، جنازہ میں تقریباً پانچ ہزار سے زیادہ لوگ شریک تھے، اور بریلی شریف سے تشریف لائے ہوئے خانوادہ رضویہ کے چشم وچراغ قمر العلما حضرت علامہ قمر رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۳۶/ گھنٹہ بعد حنیف ملت کا پاکیزہ لاشہ مظہر العلوم کے صحن میں سپرد خاک کیا گیا۔

استاذ الشعرا جناب فرحت صابری نے تاریخ وفات کو اس شعر میں پرو دیا ہے

ارض وسمانہ جنگل وصحرا اداس ہے
ہر کوئی تیرا چاہنے والا اداس ہے
ہشت بہشت سیر کو تم تو گئے مگر
۱ ۲ ۴ ۱
حضرت حنیف دیکھیے دنیا اداس ہے

حنیف ملت کے شاگرد آج سینکڑوں کی تعداد میں ہند ونیپال کے کونے کونے میں دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ گلاب پور سسواکٹیا کی سرزمین پر ہر سال نہایت شان وشوکت کے ساتھ ۱۶ رشعبان المعظم کو حنیف ملت کا عرس منایا جاتا ہے۔

باب پنجم

فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے

حافظ محمد تحسین رضا

محدث اعظم نیپال اور فروغ رضویات

ولادت: محدث اعظم نیپال کی ولادت محلہ رحمٰن پور مہدیا، ضلع مہوتری نیپال کے صوفی عبدالرحیم مرحوم کے گھر ۱۹۳۶ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت: جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد ماجد نے آپ کو میاں جی کے مکتب میں داخل فرمادیا لیکن علاقہ کی پسماندگی کے سبب وہاں دو سال تک پڑھنے لکھنے کے باوجود آپ کی خاطر خواہ تعلیم نہ ہوسکی۔ آخر کار آپ ۱۹۴۹ء میں اس دیار کے شہرۂ آفاق ادارہ ”دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی“ حاضر ہوئے اور حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔ یہاں آپ نے مکمل سات سال رہ کر اردو فارسی سے لے کر شرح جامی متوسطات تک کی تعلیم کامل دل جمعی اور محنت کے ساتھ مکمل کی۔ پھر اساتذۂ کرام کے مشورہ سے ۱۹۵۷ء کو حضرت حافظ حکیم عبدالشکور مرحوم نے آپ کو وقت کی عظیم دینی درس گاہ ”دار العلوم فیض الغرباء آرہ، بہار“ داخل فرمادیا۔ جہاں سے آپ نے درسیات کی تکمیل فرمائی اور ۱۹۶۰ء میں دستار فضلیت اور سند فراغت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سابق مادر علمی دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا اور ۱۹۷۸ء تک مکمل اٹھارہ سال اپنے فیوض و برکات سے طالبان علوم کو شادکام کرتے رہے۔ پھر مشاہیر اہل سنت کے اصرار پر ”دار العلوم فیضان العلوم“ داراپٹی مظفر پور بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لے گئے اور تاحین حیات اپنی خداداد علمی، فقہی، تحقیقی اور تدریسی خدمات کا مظاہرہ فرماتے رہے۔

خدمت دین و سنیت اور ترویج مسلک اعلی حضرت کی خاطر آپ نے علماے اہل سنت نیپال کی تنظیم ”آل نیپال سنی جمعیۃ العلما“ کا قیام فرمایا اور اس کے سرپرست اول مقرر ہوئے۔ اس جمعیت کے زیر اہتمام ”آل نیپال دار القضا و مرکزی رویت ہلال کمیٹی“ کی پہلی مجلس شوری میں اول امین شریعت نیپال اور قاضی القضاۃ نیپال بھی آپ ہی منتخب ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب خاص حضور فخر نیپال دام ظلہ علینا بحسن و خوبی اس عہدہ کو سنبھالے ہوئے ہیں اور آل نیپال سنی جمعیۃ العلما کی سرپرستی اور نیپال کے علما و عوام کی قیادت فرما رہے ہیں۔

تصنیف: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں باضابطہ کوئی کتاب تصنیف فرمائی یا نہیں اس کا علم نہ ہوسکا البتہ حال ہی میں منظر عام پر آنے والی کتاب ”تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی“ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قلمی خدمات کے تعلق سے مرقوم ہے:

”آپ کے علمی متروکات میں تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل نہایت معلوماتی ذخیرہ ہے جس میں تفسیر و حدیث، فقہ و افتا،

درس و تدریس اور صرف و نحو کے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلد یہ ذخیرۂ علمی ترتیب و اشاعت کے مرحلہ سے گزرنے والا ہے“۔ (تذکرہ علماے اہل سنت سیتامڑھی، ص: ۴۳۲)۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ محدث اعظم نیپال کا یہ ذخیرہ علمی جلد از جلد اشاعت کے مرحلے سے گزر کر منظر عام پر آئے اور خصوصًا اہل نیپال اس سے مستفید ہوں اور علماے اہل سنت نیپال کی قلمی و تصنیفی خدمات میں قابل قدر اضافہ ہو۔

فروغ رضویات: حضور محدث اعظم نیپال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی مسلک و ملت کے لیے وقف تھی۔ ملک نیپال سے شمالی بہار تک آپ کی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ تاحین حیات مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے علماے کرام و مفتان عظام کے اسما شامل ہیں جن کی خدمات کا دائرہ نیپال اور ہندوستان میں وسیع تر ہے۔ امین شریعت نیپال تاج الفقہا حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال، شیر اعلی حضرت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی قاضی شہر مرادآباد، قاضی نیپال فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد عثمان رضوی بیلاوی، ادیب نیپال حضرت علامہ مفتی مصلح الدین برہانی گلاب پوری مصنف شان خطابت، نجم العلما شہزادہ حضور حنیف ملت حضرت علامہ مفتی نجم الدین قادری مصباحی، حضرت علامہ عبد الشکور کوثر جمالی وغیرہم آپ کے فروغ رضویات اور ترویج مسلک اعلی حضرت بذریعہ افراد سازی کی دلیل اور زندہ و جاوید مثال ہیں۔

مناظرہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علاقہ میں وہابیت و نجدیت کے خاتمہ کر کے مسلک اعلی حضرت کا بول بالا کیا۔

سب سے پہلا مناظرہ جس میں آپ نے شرکت فرمائی وہ ” نوسو بیگھ “ کا مناظرہ ہے۔ اس مناظرہ میں آپ کی معیت قاضی شریعت مفتی محمد عثمان رضوی دام ظلہ العالی بھی شریک تھے لیکن افسوس کہ مناظرہ نہ ہو سکا کیوں کہ علماے اہل سنت تو حاضر ہوئے لیکن دیوبندیوں کی طرف سے کوئی نہیں آیا اور اس طرح یہ مناظرہ بے نتیجہ رہا۔

دوسرا مناظرہ آپ نے جنکپور میں کیا جس کی سرگزشت کچھ اس طرح ہے کہ مفتی جیش محمد صاحب جب بحیثیت صدر المدرسین جامعہ حنفیہ غوثیہ جنک پور دھام آئے تو اسی موقع پر مولوی شمس الحق سلفی بلکٹوی اپنی پوری ذریت کے ساتھ جنک پور دھام حاضر ہوا اور عربی ادب کی ایک مشہور کتاب ” دیوان متنبی “ کے چند سخت اشعار لکھ کر مفتی جیش محمد صاحب کے پاس بھیج دیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان اشعار پر اعراب لگائیں اور ان کا اردو میں سلیس ترجمہ کریں حسن اتفاق ممتاز العلما مفتی کلیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان ایام میں اپنے گاؤں میں تھے تو مفتی جیش محمد نے مفتی صاحب قبلہ کو بلا کر اس کا جواب دینے کے لیے عرض کیا پھر کیا تھا؟ ممتاز العلما مفتی کلیم الدین صاحب نے ان اشعار کو اعراب سے مزین کیا اور ان کا ترجمہ کر کے مزید چند سوالات عربی میں لکھ کر بھیجے اور پھر مطالبہ فرمایا کہ ان سوالات کے جواب عربی ہی میں دیں لیکن مولوی شمس الحق بلکٹوی نے جواب نہ دیا اور بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کیا۔

وصال پرملال: محدث اعظم نیپال ۷۵/ سال اس دار فانی میں رہے اور ۵۰/ سال تک دین و شریعت اور مذہب و مسلک کی خدمات انجام دے کر ۲۲/ ربیع النور مطابق ۲۵/ فروری ۲۰۱۱ء کو دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔

محمد مرتضی رضوی مرکزی

مناظر اہل سنت اور فروغ رضویات

ولادت اور تعلیم: آپ کی پیدائش ملک نیپال کی انقلاب آفریں شخصیت زاہد ملت علامہ زاہد حسین قدس سرہ کے گھر ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے اپنے ولد ماجد حضور زاہد ملت کے حکم پر جامعہ اشرفیہ تشریف لائے اور محنت و مشقت، جد و جہد اور دلجمعی و دلچسپی سے حصول علم کرتے رہے حتیٰ کہ ۱۰؍ شعبان المعظم ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں سند فراغت و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

درس و تدریس: بعد فراغت تدریس میں مشغول ہوئے اور پہلے دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرغیاچک سیتامڑھی (جو آپ ہی کا قائم کردہ ہے) میں کئی سالوں تک تدریس سے منسلک رہے۔ پھر کشن گنج چلے گئے اور اپنی پوری زندگی وہاں کے لیے وقف کر دی۔

کانفرنس و جلسے کا انعقاد: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیامِ سیتامڑھی کے دوران مذہب و مسلک کی ترویج و اشاعت، عقائد و معمولات اہل سنت کی ترسیل و ابلاغ اور اصلاح معاشرہ کے لیے وقتاً فوقتاً کانفرنس اور جلسوں کا انعقاد بھی کرایا جس کے نتائج بھی علاقہ میں اچھے مرتب ہوئے۔ آپ کے ذریعہ منعقد ہونے والے کانفرنس میں سے ایک مرغیاچک کی سرزمین پر ۲۳، ۲۴؍ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ میں منعقد ہونے والا تاریخی کانفرنس ہے جس میں وقت کے اجلہ علمائے اہل سنت کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفی مارہروی، مفتی اعظم ہند حضرت محمد مصطفی رضا خان اور حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہم مدعو تھے۔ اسی موقع سعید پر آپ نے اپنے والد ماجد حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

مناظرہ: اپنے والد ماجد حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ علیہ الرحمہ نے بھی دیوبندیوں اور وہابیوں سے مناظرے کیے۔

پہلا مناظرہ: ضلع مدھوبنی کا ایک مشہور شہر "اومگاؤں" میں وہابیوں سے "عقائد اہل سنت" کے موضوع پر کیا اور فتح حاصل کی۔

دوسرا مناظرہ: صوبہ بہار ضلع سیتامڑھی کے مشہور مقام "مرغیاچک" میں دیوبندیوں سے "دیوبندیوں کے پیچھے نماز" کے موضوع پر ہوا جس میں اہل سنت کو فتح نصیب ہوئی جس کے نتیجہ میں عید گاہ بھی سنیوں کے قبضے میں آ گئی۔

باب پنجم

فروغ رضویات میں اسلاف کے کارنامے

مولانا محمد علاء الدین امن رضوی

حمید ملت اور فروغ رضویات

چودھویں صدی ہجری کے اواخر اور پندرہویں صدی کے اوائل میں ملک نیپال کے سپہر علم وفضل پر جو مقتدر، قدآور، صاحبان عزت وعظمت، وارثین علوم رسالت، جاں نثاران مصطفی ﷺ جان رحمت، شخصیتیں علم وآگہی کے شمس وقمر بن کر جلوہ فگن ہوئیں، اور اپنے علم وفن، زہد و اتقا، اخلاق وآداب، محبت و مروت، دعوت و تبلیغ، جہد مسلسل، سعی پیہم اور اخلاص ووفا، سے ملک نیپال جیسے کفرستان میں نور ایمان کی تجلیات سے لوگوں کے دلوں کو مجلی و منور فرمایا ان شخصیات میں حضرت سلطان الحفاظ مولانا شاہ عبدالحمید القادری رضوی نوری علیہ الرحمۃ القوی کا نام نامی اسم گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، آپ علیہ الرحمہ علم وفضل میں ماہر کامل، فکر سلف صالحین کے امین، عمل وکردار میں اکابرین اہل سنت کے شبیہ، اور بے شمار فضائل وکمالات کے جامع کامل تھے۔

ولادت: سلطان الحفاظ، صاحب زہدواتقا، عارف باللہ، قطب مہدیا حضرت مولانا حافظ وقاری عبدالحمید القادری رضوی نوری بن حضرت سبدلی میاں جی بن جناب پھیکو میاں جی بن جناب دینا میاں جی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۵ء میں نیپال کے ضلع مہوتری کے مشہور ومعروف قریہ گلستان علم وفن" مہدیا میں پیدا ہوئے۔

خاندانی پس منظر: آپ کا خاندان حسب ونسب کے اعتبار سے اعلی صاحب علم وشرف ہیں، آپ کے جد اعلی حضرت دینا میاں جی ہند سے ہجرت کرکے مہدیا نیپال تشریف لائیں، یہاں کے مسلمان مسائل شرعیہ سے واقف نہیں تھے بس روایتی مسلمان تھے اکثر حضرات صحیح سے کلمہ پڑھنا نہیں جانتے تھے نماز وغیرہ سے بالکل غافل تھے، حضرت دینا میاں دعوت دین کے لیے لوگوں کو بیٹھا کر مسائل شرعیہ بتاتے اور نماز وغیرہ پڑھنے کی تاکید کرتے، غریب مفلس مسلمانوں کو اپنے گھر سے کھانا کھلاتے تھے، رفتہ رفتہ کچھ لوگ دین سے قریب ہونے لگے، اس وقت تک مہدیا میں باضابطہ مسجد، مکتب وغیرہ نہیں تھے، سارے دینی کام اپنے دلان میں انجام دیتے آپ کی وفات کے بعد حضرت پھیکو میاں جی مرحوم ومغفور (جد امجد حضور حمید ملت) نے اپنی زمین دے کر مسجد، مکتب، عید گاہ قائم فرمایا، تاکہ نسل نو دینی تعلیم سے آراستہ ہوسکے، مسجد کی مکمل دیکھ بھال آپ کے والد گرامی حضرت سبدلی میاں جی (جو بڑے ہی نیک صاحب تقوی عامل شریعت بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار پاک الہی بخش عید گاہ مہدیا سے متصل ہے، (ان شاءاللہ حضرت کی حیات پر کبھی تفصیلی گفتگو کی جائے گی) فرماتے، خود اذان کہتے خود نماز پڑھاتے مکتب میں بحیثیت مدرس سب سے پہلے حضرت نجم العلما شیخ ملت علامہ نجم الہدی علی پٹی شریف علیہ الرحمہ نے فروغ علم دین کا کام انجام دیا۔

حال مقیم: دوحہ، قطر

تعلیم وتربیت : آپ نے اپنے مقامی مکتب سے تعلیم کا آغاز فرمایا اور بغدادی قاعدہ سے ناظرہ قرآن مقدس، اور ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی، ابتدا ہی سے آپ کے دل میں حصول تعلیم کا جذبہ کار فرما تھا، چناں چہ اسی تمنا اور لگن کو دیکھ کر آپ کے والد گرامی نے ملک نیپال کی اول درس گاہ چمنستان علم وفن دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی شریف میں داخلہ کرا دیا جس کی بنیاد آپ کے آنے سے کچھ ماہ قبل ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ، قطب نیپال، استاذ الکل حضرت علامہ حافظ زاہد حسین قادری مجیبی المعروف بہ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ نے چند مخیر حضرات کی معیت میں ڈالی، واضح رہے کہ آپ حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے ان سابقین اولین شاگردوں میں سے ایک ہیں جس پر استاذ کل مکمل اعتماد فرماتے تھے، یہیں سے آپ نے اپنے اساتذہ خصوصا حضور حکیم ملت حضرت مولانا حافظ عبدالشکور براہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر سایہ حفظ قرآن مجید کی تکمیل فرمائی، بعدہ حضور حکیم ملت اور سرکار زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہما نے مزید تعلیم کے لیے اپنے مادر علمی جو خلیفہ وتلمیذ سرکار اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقیہ زماں حضرت علامہ الشاہ رحیم بخش آروی کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ فیض الغربا، آرہ، بہار ہند میں بھیج دیا اور وہیں سے آپ کی فراغت ہوئی۔ (یہ وہی ادارہ ہے جہاں سرکار اعلی حضرت جلسہ دستار بندی کی تقریب میں تشریف لاتے تھے)

اساتذہ : اساتذہ کرام میں جن حضرات کی تعلیم وتربیت کا آپ کی زندگی پر گہرا اثر تھا ان حضرات میں حضرت والد ماجد صوفی سبدلی میاں جی، برادر اکبر حضرت حنیف میاں جی، شیخ ملت حضرت مولانا نجم الہدی علی پٹی، حکیم ملت حضرت مولانا حافظ وقاری عبدالشکور عزیزی براہی (والد ماجد حضرت مفتی عبدالمنان کلیمی) قطب نیپال حضرت علامہ شاہ زاہد حسین قادری مجیبی، حضرت علامہ اسمعیل آروی، حضرت مولانا حافظ عیدن آروی، حضرت علامہ ابراہیم آروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سر فہرست ہیں، خصوصیت کے ساتھ آپ قطب نیپال حضور زاہد ملت اور حضور حکیم ملت سے سب سے زیادہ مستفیض ہوئے، جس کی وجہ سے آپ ان حضرات سے غایت درجہ الفت ومحبت اور عشق وعقیدت رکھتے تھے۔

نسبت رضویت : آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم عقلیہ نقلیہ سے فارغ ہوئے اور درس وتدریس فرمانے لگے، اور جب مرشد کی ضرورت محسوس کی تو دل میں خواہش انگڑائی لینے لگی تو نگاہ انتخاب ایسی شخصیت پہ جا ٹھری، جس کا ذکر آپ کی دل ودماغ میں سمایا ہوا تھا، ہر لمحہ ان کی بات کرتے تھے کبھی ان کے زہد وتقوی، دعوت وتبلیغ، عجز وانکساری، تبحر علمی، پر رشک کرتے تو کبھی ان کی نسبت رضا پر، کبھی ان کے علمی فکری جولانیت کا ذکر کرتے تو کبھی ان کے فیوض وبرکات کا، دل میں آرزوئیں مچل رہی تھی، عقیدت ومحبت کے شعلے بھڑک رہے تھے، بالآخر وہ موقع سعید آ ہی گیا اور آپ اپنے ممدوح مکرم شہزادہ سرکار اعلی حضرت، مفتی اعظم عالم حضرت علامہ شاہ مصطفی رضا خاں نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بموقع عظیم الشان کانفرنس دارالعلوم رضاء العلوم، کنہواں سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ میں بیعت وارادت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

تدریسی خدمات : ماہر علم وفن وجلیل القدر اساتذہ سے علم دین حاصل کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنے گاؤں میں تدریسی خدمات انجام دیں، بعدہ مدرسہ تیغیہ مظفر پور میں کچھ ماہ تعلیم دی، مدرسہ انوار العلوم بتہا، بہار، انڈیا میں آپ بہت سالوں تک اپنے گوہر علم کو لٹاتے رہے، تقریبا چھ ماہ مدرسہ امانیہ امان الخائفین علی پٹی میں پڑھایا، پھر اپنے گاؤں والوں کے شدید

اصرار پر دوبارہ اپنے گاؤں میں فروغ علم دین کے لیے تشریف لائے اور مکتب سے دارالعلوم کا بنیاد رکھا جس کا نام مدرسہ قادریہ غریب نواز ہے اپنی پوری زندگی اسی مدرسہ کے لیے وقف کردی۔

فروغ رضویات میں آپ کا کردار: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلک اہل سنت یعنی مسلک اعلی حضرت کی خدمات میں اپنی زندگی وقف فرمادی، سفر، حضر، تدریس، تقریر، وعظ و نصیحت، ہر مقام پر مسلک اعلی حضرت کے سچے داعی و مبلغ نظر آتے ہیں، سرکار اعلی حضرت رضی المولی تعالی عنہ سے ایسی وارفتگی اور انسیت و محبت تھی کہ فکر رضا سے وابستہ ہر عالم دین چاہے وہ قادری ہو یا نقشبندی چشتی ہو یا سہروردی غرض کہ کسی بھی سلسلہ سے جڑے ہوں ہر ایک کی قدر و عزت فرماتے، حضور حمید ملت امام اہل سنت اعلی حضرت کی شخصیت اور ان کے مشن سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے، آپ مسلک اعلی حضرت کے سچے مخلص نقیب تھے، فکر رضا کے فروغ واشاعت کے لیے آپ نے علماے اہل سنت کی ایک ٹیم تیار کی جو نیپال و ہند میں مسلک اعلی حضرت کے خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کے سارے فضائل و کمالات میں سب سے نمایاں مسلک اعلی حضرت کا فروغ ہے، مسلک اعلی حضرت کی اشاعت کے لیے آپ نے کسی کی پرواہ کی نہ کسی اقتدار سے خائف ہوئے، آپ نے بے پناہ جدوجہد سے امام احمد رضا کی پاکیزہ تعلیمات سے لوگوں کے دلوں میں عشق رسالت مآب ﷺ کی قندیلیں روشن کیں، انہیں سنت و شریعت کا پابند بنایا، اور خود بھی اپنی ساری زندگی مسلک اعلی حضرت میں گزاری، سچ پوچھیے تو آپ کی خلوت و جلوت عشق امام احمد رضا سے فروزاں تھی، ہر جگہ دوست واحباب یا کسی مجلس یا دینی محفل میں کسی نہ کسی نہج سے امام احمد رضا کا ذکر کر ڈالتے، اگر کسی شریک محفل نے مسلک اعلی حضرت زندہ باد کا نعرہ لگتا تو خوشی سے جھوم جاتے، سرکار اعلی حضرت سے گہرا لگاؤ تھا، جب حالات اعلی حضرت پر خطاب فرماتے آنکھیں اشک بار ہوجاتیں، اور فرماتے الحمد للہ امام اہل سنت شیخ امام احمد رضا اعلی حضرت رضی اللہ عنہ اہل سنت کی شان ہے ہم مسلمانوں پر آپ کا بڑا احسان ہے، ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائی، ہمیں عشق رسول ﷺ کا جام پلایا، مذاہب باطلہ سے خبردار کیا، اور اپنے فکر و مسلک کو ہم تک منتقل فرمایا جو صحیح معنوں میں رسول اللہ ﷺ کا دین ہے صحابہ کا دین ہے، اور بدعات و خرافات کا قلعہ قمع کیا اور سنت و شریعت کا درس دیا، اے امام اہل سنت اللہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے تربت انور پر، آپ کا احسان دینی ہم نہیں بھول سکتے، آپ کا خطاب نایاب بڑا مؤثر و فکر انگیز ہوا کرتا تھا، مہدیا نوری جامع مسجد کو آپ نے دعوت و تبلیغ کا مرکز بنایا تھا پوری زندگی اس مسجد کے ممبر سے تعلیمات اعلی حضرت کو عام کرتے رہے، آپ علیہ الرحمہ مسلک اعلی حضرت کے معاملہ میں بڑے ہی متصلب تھے، اور اپنے خاندان، گاؤں والے، معتقدین، متوسلین شاگردان سب کو مسلک اعلی حضرت پر سختی سے قائم رہنے کی تاکید فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کا خاندان بھی مسلک اعلی حضرت کے پکے وفادار، اور پورا گاؤں فکر رضا سے معطر سارے سنی حنفی بریلوی ملیں گے، آپ تقریبا بیس سال اپنے گاؤں سے باہر رہے ہفتہ میں ایک بار ضرور تشریف لاتے، جب تک آپ کا قیام رہتا معتقدین و محبین کی بھیڑ جمع ہوجاتی کوئی شرعی مسئلہ پوچھتا کوئی اپنی الجھن و پریشانی کی کہانی سناتا حسب عادت سب کی مدد فرماتے، یقینا آپ کی شخصیت مسلک اعلی حضرت کی ترجمان تھی، آپ مسلک اعلی حضرت کے لیے تھے اور مسلک اعلی

حضرت آپ کے دل و دماغ میں سمایا ہوا تھا، مکمل خدمات کا احاطہ تو نہیں کیا جاسکتا آئیے اس ضمن میں کچھ واقعات و حالات و مشاہدات قارئین کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

مراسم محرم اور مسلمانوں کی اصلاح: ماہ محرم کا آتا ہے تو کچھ مسلمان حسینی بن کر مسلک امام حسین کی دھجیاں اڑانا شروع کر دیتے ہیں، کہتے ہیں ہم حسینی ہیں مگر کام یزیدیوں کا کرنے میں ذرا بھی خفت محسوس نہیں کرتے، محرم الحرام آتے ہی بدعات و خرافات کے دروازے کھل جاتے ہیں، کوئی خود بھی ناچتا ہے اور اپنی مستورات کو بھی سر عام نچواتا ہے، بھدے بھدے قسم کے گانے وغیرہ گائے جاتے ہیں، سرخ، سبز، سیاہ ملبوسات پہن کر ماتم کرتے ہیں، سینہ پیٹنا زدو کوب کرنا، افسوس کہ یہ سب آج کچھ سنی مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کے گاؤں میں بھی لوگ تعزیہ بناتے اور اسے بیادگار روضہ امام حسین سے تعبیر کرتے، ڈھول باجا تاشا، بجاتے، عورتیں بے پردہ ناچتی، مردوں کے ساتھ گیت گاتی، میلہ میں جاتی، آپ نے اس کے خلاف آواز بلند کی مسلک اعلی حضرت کی صحیح تعلیم دی اور لوگوں کی اصلاح فرمائی، اور فرمایا، یہ سب بدعات ہیں ہم مسلک اعلی حضرت والے ہیں ہمیں شریعت مصطفوی کے سایہ میں اپنے امور انجام دینے چاہیے، محرم الحرام میں ہمیں سید الشہدا امام عالی مقام نواسہ رسول اکرم ﷺ سردار شباب جنت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے بہ نیت ایصال ثواب فاتحہ خوانی کرنی چاہیے، لنگر تقسیم کرو، سبیل لگاؤ، قرآن خوانی کرو، ان کے فضائل و کمالات سننے کے لیے مجلس امام حسین کا انعقاد کرو فقرا و مساکین کو کھانا کھلاو پانی پلاو، مستورات کو بے پردہ گھومنا ناجائز و حرام ہے لہذا عورتیں اپنے گھروں میں رہ کر قرآن کی تلاوت کرے، فاتحہ پڑھ کر حضرات حسنین کو ایصال ثواب کرے، روزہ رکھے، یہی مسلک اعلی حضرت ہے، یہی فکر رضا ہے اس کے علاوہ سب خرافات سب باطل منکرات ہیں، آپ کی پر اثر خطاب سے کافی لوگوں کی اصلاح ہوئی اور اکثر گھروں سے یہ ناجائز و حرام کام جاتا رہا۔ ماہ محرم الحرام میں آپ کا معمول تھا کہ ہر روز قرآن خوانی، اور فاتحہ خوانی کرتے اور امام حسین کی روح پاک کو نذر کرتے، عاشورہ کی شب آپ کے دروازہ پر پورے خاندان اور کچھ گاؤں کے لوگ جمع ہوتے کچھ دیر وعظ و نصیحت فرماتے اور فاتحہ خوانی ہوتی جس میں کثیر علمائے کرام شریک ہوتے اور اجتماعی دعا کی جاتی، اور تمام گھروں میں شیرنی تقسیم کی جاتی، اور بحمدہ تعالی یہ عمل آج تک جاری و ساری ہے، اور بعد نماز فجر قبرستان تشریف لے جاتے اور تمام حضرت کے لیے دعا فرماتے تھے۔

مزارات پر عورتوں کی حاضری اور اس کی اصلاح: مزارات اولیا اور قبور عوام پر مرد اپنے ساتھ عورتوں کو بھی لے جاتے ہیں یہ مشاہدات کی بات ہے، زیادہ تر عورتیں مزارات اولیا پر جاتی ہیں، اور وہاں بدعات و خرافات انجام دینا شروع کر دیتی ہیں، مزارات اولیا کی بے حرمتی، بے پردہ عورتوں کا جانا وغیرہ وغیرہ، گاؤں دیہات سے بھی کئی عورتیں مزارات پر جاتی ہیں، ترائی علاقہ میں زیادہ تر مرد و عورتیں حضرت داتا گدا علی شاہ ایرانی کاشغری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر جاتے ہیں، وہاں ہر روز عورتوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے، علمائے اہل سنت کے منع کرنے کے باوجود لوگ اپنی اپنی مستورات کو پردے میں نہیں رکھ پاتے اور اس حرکت قبیح کی وجہ سے اہل باطل مسلک اعلی حضرت کو بدنام کرتے ہیں معاذاللہ رب العالمین، جو لوگ کچھ جاہل عوام کی حرکت حرام سے

سرکار اعلی حضرت اور آپ کی تعلیمات پر انگشت نمائی کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ بنظر غائر امام اہل سنت کی کتابیں مطالعہ کر کے فیصلہ کریں کہ کون امام بدعات ہیں؟ آئیے کچھ فتاوی امام اہل سنت ملاحظہ فرمالیں۔ سرکار اعلی حضرت فرماتے ہیں:

عورتوں کے مزارات اولیا، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت، ج دوم، ص ۱۸)

اصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ج ۴، ص ۱۶۵)

”غنیہ“ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں، بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے، اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں“ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ الخ۔ (الملفوظ، دوم، ص ۱۰۶)

آپ کے گاؤں کی بھی کچھ عورتیں مزارت پر جاتی تھی، مرغا، خصی، بکرا وغیرہ لے کر، جب آپ کو خبر لگی آپ نے سختی سے ان لوگوں کو منع فرمایا اور مزارات وغیرہ پر عورتوں کو جانے سے روکا، کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت ہم لوگوں نے منت مانگی ہے کہ مزار شریف پر حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کریں گے، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا سنو! مزارت اولیا پر مرد حضرات جائیں اور وہاں حاضری دے آئیں عورتیں گھر میں رہ کر ان کے نام سے ایصال ثواب کریں، اور فاتحہ یہاں سے بھی کر سکتے ہیں ان کے مزار پر جانا ضروری نہیں، شریعت کے خلاف اگر کچھ کروگے تو تمھاری مرادیں پوری نہیں ہو سکتیں اور اس کا کچھ ثواب نہ ملے گا سوائے گناہ کے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ عرس کے موقع پر کبھی بھی مزار حضور گدا علی شاہ رحمۃ اللہ میں حاضر نہیں ہوئے کیوں کہ وہاں عورتوں کا ہجوم ہوتا ہے اور مزار مبارک یا جلسہ گاہ تک جانے کے لیے ایک ہی راستہ ہے آپ نے احتیاط فرمایا اور علاوہ عرس کے حاضر ہوتے۔

مدرسہ قادریہ غریب نواز:۔ علم کی اہمیت وافادیت سے بھلا کون انکار کر سکتا ہے، علم ایک نور ہے جو معاشرہ کو منور کرتا ہے، واقعی علم کے بغیر انسان مکمل طور پر پابند شرع نہیں ہو سکتا، ہر معاملہ میں انسان علم دین کا محتاج ہے۔ علم نہ ہونے صورت میں بسا اوقات عبادت گزار بھی گمرہی، منہیات وبدعات اور کفر کی دلدل میں پھنس جاتا ہے اور انہیں خبر بھی نہیں ہو پاتی۔ الا ماشاء اللہ۔ حضور حمید ملت نے مسلک اعلی حضرت کی اشاعت وتبلیغ کے لیے ادارہ قائم فرمایا جو مدرسہ قادریہ غریب نواز سے مشہور ہوا، آپ نے محسوس کر لیا تھا کہ ہمارے یہاں علما ہوں گے تو ان شاء اللہ سب کا ایمان محفوظ رہے گا کوئی بدعقیدہ کسی کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا، آنے والی نسلیں مسلک اعلی حضرت کی وفادار ہوں گے اسی کڑی کو مضبوط کرنے کے لیے آپ نے گھر گھر سے ایک بچہ علم دین حاصل کرنے لیے اپنے یہاں ان کے والدین سے درخواست کی سبھوں نے لبیک کہتے ہوئے آپ کی بارگاہ میں اپنے اپنے بچوں کو سونپ دیا آپ نے ان حضرات کو بہترین تعلیم وتربیت دے کر ہند کے اعلی مدارس سے علم دین کی تکمیل کروائی آپ نے کچھ طلبا کو ازہر ہند جامعہ اشرفیہ بھیجا کچھ کو مرکز اہل سنت بریلی شریف کچھ حضرات مدرسہ فیض الغربا وغیرہ وغیرہ سے فارغ التحصیل ہو کر مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔..........

(بقیہ صفحہ ۲۴۴ ر پر)

مصنف تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ اور فروغ رضویات

ولادت و تعلیم و تربیت: حضرت مولانا عبد المجتبیٰ رضوی قدس سرہ کی حیثیت جماعت اہل سنت خصوصاً علماے اہل سنت نیپال میں ایک گوہر نایاب کی تھی۔ ۲۰؍ فروری ۱۹۵۷ء کو ضلع سرلاہی کے سندر پور گاؤں میں پیدا ہوئے۔ تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل سے گذرتے ہوئے ۱۹۷۴ء میں جامعہ فاروقیہ بنارس سے سند فضیلت حاصل کی۔ متعدّد مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دیں ۱۹۸۲ء میں مسجد شیخ سلیم پھاٹک، بنارس میں خطیب و امام ہونے کے ساتھ تدریس سے بھی منسلک رہے۔ پھر برسوں مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا بنارس میں تدریسی خدمت انجام دی۔

ذاتی اوصاف و کمالات: مرحوم چھریرے بدن کے دبلے پتلے سادہ لوح انسان تھے، نیک سیرت، خوش خصلت، ملنسار عالم باعمل تھے، حق گو اور بے باک و بے لاگ داعی اہل سنت تھے، مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ اور اصلاحی کاموں سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، زر اندوزی اور شہرت طلبی سے بے نیاز ہو کر شہری سطح پر ابلاغ حق اور ابطال باطل کو اپنا فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند بریلوی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت حاصل تھا۔

آپ کی مصروفیات: فخر صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی آپ کی مصروفیات کے حوالے سے لکھتے ہیں: ان کی حیات کا درخشاں آفتاب عین نصف النہار میں غروب ہوگیا، اور کتنے قلمی اور فکری خاکے انہیں کے ساتھ دفن ہوگئے، مرحوم باصلاحیت عالم، مصلح خطیب، اخلاص پیشہ مبلغ، دردمند اور پر عزم قلم کار تھے، تذکرہ نگاری اور تاریخ نویسی ان کے من پسند موضوع تھے، علماے اہل سنت کے قدیم قلمی آثار و تبرکات کے رسیا تھے، اپنے موضوع کے مواد کے سلسلے میں جہاں سراغ پاجاتے ہزار مشقت اور دماغ سوزی کے باوجود حاصل کر کے ہی دم لیتے، آخری ایام میں ان کے فکر و قلم کا موضوع " تاریخ بنارس " تھا، کئی برس سے مسلسل اس کی تدوین و تالیف میں مصروف تھے، انہیں اپنے اس موضوع سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا، جب بھی ملاقات ہوتی اپنے موضوع کے حوالے سے نئے نئے حیرت انگیز انکشافات فرماتے، خدا جانے ان کا یہ کام کس منزل تک پہنچا، اے کاش کوئی دردمند ان کی آخری تصنیف " تاریخ بنارس " کو تکمیل و اشاعت کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لے آتا تو ان کی روح بھی خوش ہوتی اور بنارس کی دینی، علمی اور روحانی تاریخ سے ایک عالم فیض یاب ہوجاتا، بنارس کے دردمند اہل علم اور دین دار اہل ثروت کو اس جانب خصوصی توجہ دینا چاہئے۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیفی کاوش تذکرۂ مشائخ قادریہ ہے۔

وصال پر ملال: بنارس کے ایک جلسہ میں دیکھنے والوں نے انہیں شب تین بجے تک دیکھا، علمائے کرام کی تقریروں کے دوران وہ اسٹیج سے اٹھ کر کب گئے، کس کے ساتھ گئے اور کیوں گئے؟، کسی کو اس کا پتہ نہیں۔ ۹/ جون ۱۹۹۸ء کو دوسرے روز پولیس نے ان کی درس گاہ مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا، بنارس میں یہ جاں کاہ خبر دی کہ حضرت مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی کی لاش رسڑا ضلع بلیا میں لاوارث پائی گئی ہے، یہ واردات ۸/جون ۱۹۹۸ء کو ہوئی۔

قلمی و تصنیفی خدمات: آپ کی تصنیف کردہ کتب کے اسما درج ذیل ہیں:

(۱) تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ۔ (۲) کنزالایمان اردو تراجم کی جان۔ (۳) موت کے بعد۔ (۴) دیوبندی عقائد ہندی ترجمہ عقائد علمائے دیوبند، از حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ (۵) تاریخ بنارس۔ (۶) ہماری نماز ہندی، ان کتابوں کے علاوہ متعدّد علمی، فکری تاریخی اور دینی مضامین ومقالات بھی ہیں۔

فروغ رضویات: فروغ رضویات میں آپ کا سب سے اہم علمی، تاریخی اور قابل قدر کارنامہ ”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ کی تصنیف ہے، اور یوں کہہ لیا جائے کہ راقم کی ناقص معلومات کے مطابق رضویات کے حوالے سے ملک نیپال کو حاصل ہونے والی واحد اولیت ہے۔ وہ اس طور پر کہ یہ کتاب برصغیر ہندوپاک میں اردو زبان میں لکھی جانے والی سب سے اول اور مبسوط کتاب ہے جو اعلیٰ حضرت کے مشائخِ سلسلہ کے حالات پر تفصیلی اطلاع فراہم کرتی ہے۔ بقول مصنف یہ کتاب ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء کے درمیان لکھی گئی ہے۔ حالات کی فراہمی اور جمع وتدوین میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے، مدلل گفتگو کی گئی ہے اور بہت سے قلمی نسخوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اس کے کل صفحات کی تعداد ۵۵۷ ہے اور اس میں حضور اکرم ﷺ سے لے کر اعلی حضرت اور ان کے بعد مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں تک ۴۲ مشائخ سلسلہ رضویہ کے حالات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس میں سب سے مبسوط بیان اعلی حضرت قدس سرہ کا ہے نورسی و نہم کے عنوان سے ۳۹ویں نمبر پہ اعلی حضرت کا تذکرہ اور ان کا بہت ہی جامع اور مدلل تعارف ۷۸ صفحات میں کرایا گیا ہے جو ص ۳۹۱ سے شروع ہو کر ۴۶۸ پر جاکر ختم ہوتا ہے۔

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۸۹ء میں دوسری بار جنوری ۱۹۹۶ء میں مصنف کی حیات میں چھپی، تیسری بار ۱۹۹۹ء میں اور چوتھی بار ۲۰۰۲ء میں ادیب شہیر حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ کی کوششوں سے طبع ہوئی۔ تیسرے ایڈیشن میں مولانا موصوف نے اپنی طرف سے اس میں مشائخ قادریہ رضویہ کے بیچ میں برکاتیہ کا اضافہ کیا، اس اضافے کی تفصیل خود مولانا مبارک حسین مصباحی کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

”۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی صاحب المجمع المصباحی مبارکپور تشریف لائے اور انہوں نے اپنی خاموش آرزو کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ اس شہرہ آفاق ادارہ سے شائع ہوجاتی تو بہتر ہوتا، خیر ہم نے باہم مشورہ کرکے اس کی اشاعت کا وعدہ کرلیا، اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن ان کی زندگی میں منظر عام پر آگیا، جب ادارہ نے اس کے تیسرے ایڈیشن کا ارادہ کیا تو بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ اس کے نام میں ”برکاتیہ“ کا اضافہ کرکے کتاب کا نام ”تذکرہ

مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ" کردیا جائے، یہ تبدیلی ادارہ نے مصنف کی اجازت کے بغیر کی ہے، لیکن اس اعتماد ویقین کے ساتھ کی ہے کہ اگر مصنف بقید حیات ہوتے تو ضرور خوش ہوتے، پیش نظر کتاب کا چوتھا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے، اب اس تذکرہ کی حیثیت ایک اہم مآخذ کی ہوگئی ہے، اور دن بدن اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

کنز الایمان اردو تراجم کی جان: باب رضویات میں مولانا موصوف کی دوسری اہم کاوش "کنز الایمان اردو تراجم کی جان" ہے یہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوسکی اور معلوم بھی نہ ہوسکا کہ یہ طبع ہوئی یا نہیں۔ مگر عنوان سے ہی واضح ہے کہ مصنف نے اس میں دیگر تراجم کے ساتھ کنز الایمان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہوگا۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص:۱۲ - ۱۴، المجمع المصباحی)

(.......... صفحہ نمبر ۲۴۱/ کا بقیہ)

بارہویں شریف واعراس بزرگان دین کے محافل کا آغاز: آپ کے گاؤں میں لوگ میلاد النبی ﷺ کی محفل منعقد تو کرتے تھے مگر باقاعدہ بارہ ربیع النور شریف کو مجلس کا کوئی خصوصی اہتمام نہیں ہوتا تھا، آپ نے اپنی کوششوں سے جشن عید میلاد النبی ﷺ، عرس قادری، عرس غریب نواز، عرس امام احمد رضا کا آغاز فرمایا ہر سال وقت مقررہ پر محفلیں منعقد کی جاتیں، گاؤں میں فاتحہ خوانی کا اعلان کیا جاتا، آپ کے جملہ خاندان ایک جگہ جمع ہوکر فاتحہ خوانی تلاوت قرآن پاک کرتے اور بعد فاتحہ شیرینی تقسیم کی جاتی، قبل عشا کھانا کھاکر سب نماز کے لیے جاتے اس کے بعد محفل کی جملہ کاروائی شروع کی جاتی جس میں آپ خود دو گھنٹہ یا اس سے زیادہ خطاب فرماتے اور لوگوں کے ایمان وعقیدہ کو فکر رضا سے منور کرتے۔

وصال مبارک: طبیعت سخت علیل ہونے کی وجہ سے اچانک ۱۱/ صفر ۱۴۱۸ھ، مطابق ۱۷/ جون ۱۹۹۷ء کو قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے ہوئے اہل سنت وجماعت کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اور یہ علم وفن کا ماہتاب مسلک اعلی حضرت کا سچا مبلغ تقوی وطہارت کا نیر تاباں ہمیشہ ہمیش کے لیے اس دنیا سے روپوش ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہوجائے گا
یعنی آغوش زمیں میں آسماں سوجائے گا

علما وعوام اہل سنت کی جم غفیر میں جنازہ کو مہدیا قبرستان میں لایا گیا جنازہ کی نماز استاذ العلما نقیب الاولیا پاسبان ملت حضرت علامہ مفتی محمد یوسف القادری مجیبی رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کا مزار مہدیا قبرستان میں مرجع خلائق ہے، ہر سال عرس مقدس کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں علمائے اہل سنت کے بیانات ہوتے ہیں۔

باب ششم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

- ★ فخر نیپال اور فروغ رضویات
- ★ قاضی نیپال اور فروغ رضویات
- ★ مصلح ملت اور فروغ رضویات
- ★ حکیم ملت اور فروغ رضویات
- ★ عزیز ملت اور فروغ رضویات
- ★ مجاہد دوراں اور فروغ رضویات
- ★ شیخ الادب اور فروغ رضویات
- ★ مفتی شہر کان پور اور فروغ رضویات
- ★ محبوب العلما اور فروغ رضویات
- ★ ادیب لبیب اور فروغ رضویات
- ★ عزیز العلما اور فروغ رضویات
- ★ بلبل نیپال اور فروغ رضویات
- ★ نجم الفقہا اور فروغ رضویات
- ★ مفتی شہر رائے بریلی اور فروغ رضویات
- ★ خطیب ملت اور فروغ رضویات
- ★ فخر بھیونڈی اور فروغ رضویات
- ★ مؤرخ نیپال اور فروغ رضویات
- ★ محقق نیپال اور فروغ رضویات
- ★ ثمر مصباحی اور فروغ رضویات
- ★ مولانا حسینی اور فروغ رضویات

باب سوم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

فخر نیپال اور فروغ رضویات

مولانا فضل یزدانی امجدی

نام و نسب: نام: محمد اسرائیل، کنیت: ابوالفضل، والد ماجد کا نام: عبدالرحیم، لقب: فخر نیپال، خانقاہی نسبت: قادری، رضوی، نوری، برکاتی، تعلیمی نسبت: مصباحی۔ پورا نام: ابوالفضل مفتی محمد اسرائیل قادری رضوی نوری برکاتی مصباحی المعروف بہ فخر نیپال۔

سلسلہ نسب یہ ہے: محمد اسرائیل بن الحاج عبدالرحیم بن الحاج برکت اللہ بن لہوری میاں

ولادت: آپ کی ولادت موضع بھمر پورہ ضلع مہوتری نیپال میں ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ آپ اس معزز اسلامی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جس کے مورث اعلیٰ حاجی برکت اللہ شہید علیہ الرحمہ نے خانۂ خدا کی حفاظت اور اعلاے کلمۃ اللہ کی خاطر بلوائیوں کے ہاتھوں اپنی قیمتی جان کو راہِ اسلام میں قربان کر کے جام شہادت نوش فرمائی۔ اس طرح مسلک و ملت اور دین و شریعت کی بقا و تحفظ کے لیے جان و مال کی قربانیاں دینا آپ کو ورثہ میں ملا ہے۔

تعلیم و تربیت: آپ کی تعلیم گاؤں کے ایک مکتب سے شروع ہوئی اور علاقہ کے سب سے اول قدیم دینی درس گاہ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین کی وساطت سے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی آغوش تربیت میں پہنچی۔ دنیاے سنیت کا عظیم علمی معہد الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں پانچ سال تک مایہ ناز متبحر اساتذۂ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء میں اکابر علماے اہل سنت کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

بیعت و ارادت: آپ نے دوران طالب علمی سیوان کی سرزمین پر ۱۳۸۹ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا۔

اجازت و خلافت: حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف دو جگہوں سے باضابطہ اجازت و خلافت حاصل ہے۔

چناں چہ پہلی خلافت ۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ میں قطب نیپال حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس چہلم میں ملی جس میں سنیوں کے مرکز عقیدت بریلی شریف سے نبیرہ اعلیٰ حضرت علامہ توصیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے تھے۔ انھوں نے علی پٹی کی سرزمین پر مجمع عام میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی مکمل اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ تب سے لے کر آج تک مکمل پابندی کے ساتھ آپ اس سلسلے کا کام بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں اور فروغ رضویات کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے ہیں۔

حال مقیم: دوحہ، قطر

دوسری خلافت بھی آپ کو ۱۴۰۹ھ ہی میں مارہرہ مطہرہ سے ملی جب آپ مقدمات حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلے میں مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب قبلہ کے ساتھ مارہرہ تشریف لے گئے جہاں حضرت یحیٰ حسن میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو بغیر طلب کے زبانی طور پر اجازت و خلافت سے نوازا یہ فرماتے ہوئے کہ یہاں کے بزرگوں کے اشارہ پر ہی کسی کو خلافت دی جاتی ہے، یہ آپ کی امانت ہے جسے آج آپ کے سپرد کر رہا ہوں۔ لیکن اس کا باضابطہ اعلان اور دستار بندی ۱۴۱۶ھ میں بھمرپورہ کی سرزمین پر صبح طیبہ کانفرنس میں ہوئی جس میں حضرت یحیٰ حسن میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری ہوئی تھی۔ آپ نے مجمع عام میں نعرہاے تکبیر و رسالت کے درمیان اپنے دست مبارک سے حضور فخر نیپال کے سر پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی اجازت و خلافت کی دستار باندھی۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم پر درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کے لیے سری نگر کشمیر تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک سال تک نہایت خلوص اور پوری ذمہ داری کے ساتھ خدمت دین متین انجام دی۔

۱۹۷۱ء میں جب آپ کشمیر سے اپنے وطن مالوف تشریف لائے تو دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی کے اراکین نے موقع کو غنیمت جان کر نائب صدر المدرسین کے عہدہ کے لیے پیش کش کر دی۔ احباب کے اصرار اور علاقہ کی تعلیمی پسماندگی کو دیکھ کر آپ کو یہ عہدہ قبول کرنا پڑا اور آپ نے دار العلوم قادریہ ہی کو اپنا علمی نشیمن بنا لیا، اور امین شریعت محدث نیپال حضرت علامہ مفتی محمد کلیم الدین رضوی نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیادت میں حسن تدبر اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ درس و تدریس کے اہم فرائض انجام دینے لگے۔ ۱۳۹۸ھ /۱۹۷۸ء میں جب حضور امین شریعت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارا پٹی مظفر پور تشریف لے گئے تو اراکین دار العلوم نے آپ کو داخلی و خارجی تمام ذمہ داریاں سونپ کر صدر المدرسین کے عظیم عہدہ پر فائز کر دیا۔ آپ نے دار العلوم کی باگ وڈور کو کچھ اس طرح سنبھالا کہ پورے علاقہ میں آپ کے علمی رعب و دبدبہ اور خدمت اسلام و سنیت کا ڈنکا بجنے لگا۔ الحمد للہ تادم تحریر آپ اسی عہدہ پر فائز ہیں اور نہایت خلوص اور کمال تدبر کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو انجام دے رہے ہیں۔

تحریری خدمات : دار العلوم کی ذمہ داریاں، علما و عوام کی نمائندگی اور دعوت و تبلیغ کے کاموں میں مشغول رہنے کے باوجود آپ کی کئی کتابیں جو کہ آپ کے قلمی کارناموں اور تحریری خدمات کے بین ثبوت ہیں منظر عام پر آچکی ہیں۔ اب تک جو کتابیں طباعت کے مرحلے سے گذر چکی ہیں وہ یہ ہیں۔

گلشن علم و ادب : آپ کی پہلی قلمی کاوش ہے جو ۱۳۹۹ھ میں تالیف کی گئی۔ اس کتاب میں آپ نے علاقہ کی سب سے پہلی اور قدیم درس گاہ دارالعلوم قادریہ مصباح المسلمین کی پچاس سالہ خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے اور ایک جامع معلوماتی مقدمہ نیپال اور نیپالی مسلمانوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے جو طلبا و علما سب کے لیے مفید ہے۔

مشکل کشا : یہ معلوماتی و تحقیقی رسالہ خدا کے محبوبین و مقربین کا بعطاے الٰہی مشکل کشائی فرمانے کے ثبوت میں تحریر کیا گیا ہے۔ جس میں آپ نے عقائد اہل سنت و جماعت کو قرآن و حدیث اور معتبر تفسیروں سے مدلل و مبرہن کر کے پیش فرمایا ہے اور استمداد و استعانت کو شرک کہنے والے غیر مقلدین کے بکواس کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

اجماع وقیاس کی شرعی حیثیت: دینی و ملی ہمدردی میں تصنیف کیا گیا یہ رسالہ ان غیر مقلدین کے رد و ابطال میں ہے جو اجماع امت اور قیاس مجتہد کے منکر ہیں۔ اس میں آپ نے منکرین اجماع وقیاس کا رد بلیغ کیا ہے اور آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ اور اقوال ائمہ وفقہا کے ذریعہ اجماع وقیاس کی شرعی حیثیت کو ثابت کیا ہے۔

آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت: انبیاے عظام، اولیاے کرام اور خدا کے محبوبین و مقربین سے منسوب آثار و تبرکات سے استفادہ مسلمانوں کے لیے سعادت عظمیٰ ہے۔ لیکن کچھ ناخلف ان آثار و تبرکات سے فیوض وبرکات حاصل کرنے کو ناجائز و حرام بتاتے ہیں اور شرک ٹھہراتے ہیں جب کہ قرآن و حدیث اور اقوال سلف سے ان کی عظمت و رفعت اور اہمیت و اولیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ نے اس کتاب میں انبیا و رسولان عظام، اولیاے کرام اور علما و مشائخ اعلام کے آثار و تبرکات کی اہمیت و افادیت کو بیان فرمایا ہے اور اس کی شرعی حیثیت کو دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔

احقاق حق وابطال باطل: احقاق حق وابطال باطل کے جذبہ کے تحت معرض وجود میں آنے والی چند تحریروں کا مجموعہ۔ جو مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی کی ترتیب وتخریج اور تحشیہ کے بعد منظر عام پر آئی۔

دعوتی اور تبلیغی خدمات: دین کی ترویج و اشاعت اور دعوت و تبلیغ کے دو اہم ذرائع ہیں تحریر اور تقریر۔ یہ سچ ہے کہ تحریریں دیرپا اور دور رس ہوتی ہیں لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جو کام تحریر کے ذریعہ نہیں ہو سکتا تقریر کر جاتی ہے۔ بسا اوقات بڑے سے بڑا کام لوگوں کے دینی و ملی جذبے کو بیدار کر کے چند دنوں میں انجام دیا جاسکتا ہے۔ حضور فخر نیپال کے اندر دونوں صفات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ آپ ایک بہترین قلم کار ہونے کے ساتھ ایک کامیاب خطیب بھی ہیں۔ پورے ترائی علاقہ میں مسلک و ملت کے تئیں جو بیداری پائی جاتی ہے اس میں آپ کی دعوت و تبلیغ کا ایک اہم حصہ شامل ہے۔ محلے کے چھوٹے چھوٹے پروگراموں سے لے کے بڑے بڑے کانفرنسوں میں شریک ہو کر لوگوں کے دلوں میں سنیت کا شمع فروزاں کرنا اور علاقے میں مسلکی و ملی بیداری برقرار رکھنا آپ کی زندگی کا ایک اہم مشن ہے۔

تنظیمی خدمات: درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور دعوت و تبلیغ کے علاوہ علاقہ کے مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی کا ذمہ بھی آپ کے سر ہے جس کو آپ کمال تدبر و دانش مندی کے ساتھ پورا فرما رہے ہیں۔ آل نیپال سنی جمعیۃ العلما، آل نیپال تنظیم المدارس، مرکزی رویت ہلال نیپال، آل نیپال دار القضا، علامہ فضل حق ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ نیپال، یہ وہ متحرک تنظیمیں ہیں جو آپ کی قیادت و سرپرستی میں چل رہی ہیں۔ علاوہ ازیں شمالی بہار و ترائی نیپال کے کئی اضلاع کے مکاتب مساجد کی بنیادیں آپ کے ہاتھوں رکھی گئیں ہیں اور فی الحال آپ درجنوں تنظیم و مدارس اور ملی و مسلکی تحریکات کی سربراہی فرما رہے ہیں۔

رد و مناظرہ: آپ ایک باکمال مدرس، کامیاب خطیب اور عظیم قائد و مبلغ ہونے کے ساتھ ایک عمدہ مناظر بھی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ تحریر و تقریر اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ فرقہاے باطلہ کا رد فرمایا ہے۔ آپ نے مسلک و ملت کی سربلندی اور احقاق حق کی خاطر اکابر وہابیہ و دیابنہ سے کئی مناظرے بھی کیے ہیں۔ ان میں دربھنگہ، مجھورا، علی پٹی اور پرسا کے مناظرے قابل ذکر ہیں جن میں حق کی جیت اور باطل کی شکست فاش ہوئی۔

فخر نیپال کا اعزازی لقب: ۱۳۹۹ھ میں دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی کے زیر اہتمام ”آل نیپال تاجدار مدینہ کانفرنس“ منعقد ہوئی جس میں ہند و نیپال کے سینکڑوں اکابر علمائے اہل سنت نے شرکت فرمائی خاص طور پر بحر العلوم مفتی عبد المنان مبارک پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی، رئیس القلم مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، زاہد ملت حضرت حافظ زاہد حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، ممتاز الاساتذہ امین شریعت مفتی محمد کلیم الدین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شریک ہوئے۔ ان اکابر علمائے اہل سنت کی موجودگی میں قائد اہل سنت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی دینی و ملی اور مسلکی خدمات کی بنا پر آپ کو ”فخر نیپال“ کے اعزازی لقب سے نوازا اور ہزاروں لوگوں نے نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج سے اس کی تائید کی۔ (ماخوذ از احقاق حق و ابطال باطل ص: ۸-۱۳)

فروغ رضویات میں حضور فخر نیپال کا کردار:

بذریعہ تقریر و خطابت: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ذات بابرکات آپ کا پسندیدہ عنوان ہے۔ اعلیٰ حضرت کے اوصاف و کمالات بالخصوص اعلیٰ حضرت کے عشق رسول پر جب آپ کی گفتگو ہونے لگتی ہے تو پورا مجمع عش عش کر اٹھتا ہے۔ اپنی تقریر میں کثرت کے ساتھ بر محل کلام رضا اور پیر و مرشد حضور مفتی ہند کے کلام کا استعمال فرماتے ہیں۔ ملک نیپال خاص کر مہوتری و دھنوشہ ضلع میں فروغ رضویات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت میں آپ کی تقریر و خطابت نے ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

بذریعہ تحریر و قلم: آپ نے ہمیشہ زبان و بیان اور تحریر و قلم سے علاقے میں مسلک اعلیٰ حضرت کو فروغ دیا ہے۔ جب بھی کسی نے عقائد و معمولات اہل سنت پر انگشت نمائی کی تو آپ نے تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کا بھرپور رد کیا ہے اور دنداں شکن جواب دے کر علاقے کے اہل سنت و جماعت کے ایمان و عقیدہ کی حفاظت فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ پورا علاقہ اہل سنت و جماعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکاروں کا ہے۔ مشکل کشا، اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت، آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت اور احقاق حق و ابطال باطل جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے آپ کی وہ کتابیں ہیں جن کو آپ نے فروغ رضویات اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کی خاطر لکھی ہے۔

بذریعہ جلسے جلوس: نیپال کی عبقری علمی شخصیت ہونے کے ناطے علاقہ کے اکثر جلسوں کی صدارت و سرپرستی آپ ہی فرماتے ہیں اور ہر سال بلا ناغہ علاقے میں دو چار جلسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے منعقد کرواتے ہیں۔ بالخصوص جن علاقوں میں فتنہ وہابیت کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے وہاں اس کا خاص التزام فرماتے ہیں۔

بذریعہ بیعت و ارادت: نبیرہ اعلیٰ حضرت حضرت علامہ توصیف رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت ملنے کے بعد ہی سے آپ پوری مستعدی کے ساتھ اس سلسلہ کا کام بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ نیپال اور شمالی ہند میں آپ کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہے اور آپ کے درجنوں خلفا سلسلہ رضویہ کے فروغ اور دین و سنیت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔...............

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۵۴ پر)

قاضی نیپال اور فروغ رضویات

محمد قمر رضا مصباحی

جن صاحبان فضل وکمال اور علماے ربانی نے سرزمین نیپال میں حق وایمان کے پودے لگائے اور پھر لگاتار ان کی آبیاری کی، اور جن کے احسانات سے اہل نیپال زیر بار ہیں، انہیں خدا شناسوں میں ایک ذات قاضی نیپال فقیہ النفس حضرت مفتی محمد عثمان رضوی مدظلہ العالی کی نظر آتی ہے۔

ولادت: حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ولادت باسعادت مدینۃ العلما بیلا لادو، پنچایت بندھی وارڈ نمبر ۳ ضلع دھنوشا نیپال کے خاندان حاجی محمد عرف لوٹن میاں مرحوم کے نواسہ حاجی محمد لیس کے دولت خانہ میں ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔

تعلیم وتربیت: جب آپ کی عمر مکتب جانے کی ہوئی تو گاؤں ہی میں واقع ”مدرسہ مظہر اسلام“ جانے لگے جہاں آپ نے حافظ محمد عین الحق، برداہا نیپال سے ابتدائی تعلیم، اور مولانا صغیر کنہواں سے فارسی کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین، علی پٹی حاضر ہوئے اور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے گلستاں اور محدث اعظم نیپال سے بوستاں پڑھ کر مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑاسیتامڑھی میں داخل ہوئے، اور یوسف زلیخا، میزان ومنشعب سے ہدایۃ النحو تک تعلیم پائی، پھر اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکار سرکاہی، اور دار العلوم تیغیہ، ماری پور مظفر پور حاضر ہوئے اور فقیہ عصر حضرت علامہ علی احمد جید القادری کے زیر سایہ تعلیم مکمل کی، اور ۱۹۷۲ء میں دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکار سرکاہی شریف سے فضیلت کی سند ودستار سے شرف یاب ہوئے، نیز بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے فاضل حدیث، فاضل اردو، اور فاضل فارسی کی اسناد امتیازی نمبرات سے حاصل کیں، ساتھ ہی فاضل حدیث میں آپ کو گولڈ میڈلیسٹ ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

بیعت وخلافت: ۱۹۶۸ء میں دوران تعلیم ہی سیوان میں منعقد ہونے والے سنی کانفرنس میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور صاحب سجادہ فقیہ عصر علامہ علی احمد جید القادری خانقاہ قادریہ آبادانیہ، سرکار سرکاہی شریف، مظفر پور اور مولانا توصیف رضا خاں بریلی شریف نے آپ کو تحریرا وتقریرا خلافت واجازت عطا فرمائی۔

تدریسی خدمات: آپ بچپن ہی سے ذہین وفطین تھے، جس کے سبب آپ کے استاذ محترم فقیہ عصر علامہ علی احمد جید القادری نے آپ کو دوران تعلیم ہی معین المدرسین کے طور پر دار العلوم علیمیہ انوار العلوم میں تدریس کی ذمہ داری سونپ دی، اور بعد فراغت دار العلوم تیغیہ، ماری پور میں منصب تدریس پر مامور ہوئے، لیکن ایک سال بعد ہی ۱۹۷۳ء میں مدرسہ غریب نواز، کٹک اڑیسہ میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کا انتخاب ہوا، لیکن یہاں بھی صرف دو ماہ رہے کہ آپ مدرسہ انوار

العلوم، کماسوتیہارا سیتامڑھی تشریف لے آئے اور ۱۹۷۴ء تک اپنے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، ۱۹۷۵ء میں مدرسہ اسلامیہ، گوپال گنج بہار میں خدمت تدریس سے منسلک رہے، اور ۱۹۷۷ء میں دارالعلوم امانیہ امان الخائفین، علی پٹی نیپال میں درس وتدریس کی ذمہ داری نبھانے کے بعد آپ دوبارہ اپنے مادر علمی مدرسہ تیغیہ ماری پور تشریف لائے، اور ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۵ء تک ایک طویل مدت تک یہاں علمی ہیرے لٹاتے رہے، پھر ۱۹۸۵ کے اواخر میں مدرسہ انوار العلوم، کماسوتیہارا تشریف لائے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے، اور اب ریٹائرمنٹ کے بعد نیپال کی قدیم دینی درس گاہ جامعہ حنفیہ برکاتیہ، جنک پور میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ اس دوران آپ ۱۹۸۸ء تا ۲۰۰۸ء تک دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک سیتامڑھی میں بحیثیت صدر شعبہ افتا حاضر ہوکر ایک عظیم دینی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ اس طرح آپ کی تدریسی خدمات تقریباً پچاس سال کو محیط ہے بلکہ اب بھی جاری ہے۔

تصنیفی خدمات: آپ کی کثرت مشغولیت اور تبلیغی اسفار کے باعث مسلمانوں کو آپ کی بارگاہ سے دو کتابیں ہی ملیں مگر دونوں ہی بڑی اہم اور معلوماتی کتاب ہیں، ان میں سے اول ”آئینۂ حق نما“ طبع ہوکر مقبولیت حاصل کر چکی ہے جب کہ دوسری امامت کے مسائل منتظر اشاعت ہے۔ اس کے علاوہ دوران تدریس آپ کی نوک قلم سے جو فتاوی صادر ہوئے اگر ان کو جمع کیا جائے تو کم از کم دو ضخیم جلدیں ضرور آپ کی تصنیفات کی فہرست میں آسکتی ہے۔ اللہ عزوجل کسی کو ان فتاوی کے جمع وترتیب کی توفیق دے۔

دیگر مشغولیات: آپ کے مشاغل کی فہرست بڑی طویل ہے، ان کا مختصر ذکر ”تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی“ میں یوں ہے:

ادارہ دار العلوم قادریہ غوثیہ، مرغیا چک، سیتامڑھی کی تدریسی خدمات، جواب استفتا، آل نیپال سنی جمعیۃ العلما کی نظامت، ادارہ شرعیہ جنک پور میں دار القضا کی خدمت حنفیہ جامع مسجد ملحقہ مدرسہ حنفیہ برکاتیہ، جانکی نگر میں نماز جمعہ کی امامت وخطابت، ہندو نیپال میں تبلیغی اسفار، اور موبائیل وٹیلیفون کے ذریعہ آئے ہوئے سوالوں کے جوابات نیز امور خانگی بقدر ضرورت ؛؛۔ نیز ایف ایم ریڈیو کے ذریعہ ہفتہ وار اصلاحی تقریر فرماکر قوم کی اصلاح کا فریضہ انجام دے رہے ہیں)(تذکرہ علمائے اہل سنت سیتامڑھی ج ا ص ۳۸)

فروغ رضویات: آپ نے کئی جہتوں سے مسلک اعلی حضرت کی خدمت انجام دی جنھیں اختصار کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

فروغ رضویات بذریعہ تصنیف وتالیف:

امامت کے مسائل میں: یہ رسالہ فتاوی رضویہ، بہار شریعت اور فتاوی فیض الرسول وغیرہ کتب فقہ سے ماخوذ امامت کے مسائل کا ایک معلوماتی مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے سات اجزا ہیں، ان میں امامت سے متعلق احادیث و مسائل کی تعداد کچھ اس طرح ہے:

جزاول: امامت کے معانی وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اس میں چار احادیث اور چار مسائل ہیں۔

جزثانی: استحقاق امامت کے بارے میں ہے۔ اس میں تین احادیث اور چھبیس مسائل ہیں۔

جزثالث: صحت نماز کے بارے میں ہے۔ یہ جزانیس مسائل پر مشتمل ہے۔

جزرابع: جماعت سے متعلق مسائل کا بیان ہے۔ اس میں تین احادیث اور اکیس مسائل درج ہیں۔

جزخامس: قراءت کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اس میں پانچ احادیث اور سترہ مسائل شامل ہیں۔

جزسادس: اس میں سجدہ سہو کے مسائل کا بیان ہے۔ اور یہ بتیس مسائل پر مشتمل ہے۔

جزسابع: متفرق مسائل درج ہیں۔ اس میں چھ مسائل نقل کیے گئے ہیں۔

فروغ رضویات بذریعہ فقہ وفتاوی: آپ نے فتاوی نویسی کے ذریعہ بھی افکار رضا کو عام کیا، مشن رضا کی خدمت کی اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ بطور نمونہ آپ کے چند فتاوی ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے اور داڑھی ایک مشت سے کم رکھتے ہیں اور سینے کا بٹن بھی کھول کر رکھتے ہیں نماز کی حالت میں، اس کے پیچھے جو لوگ نماز پڑھتے ہیں ان لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟... مدلل و مفصّل جواب عنایت کریں۔

الجواب بعون الملک الوہاب: صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سوال سائل داڑھی منڈانا اور ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے جیساکہ در مختار مع شامی، ج:۵، ص:۲۶۱ میں ہے: "يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ" یعنی مرد کو اپنی داڑھی کاٹنا حرام ہے۔ اور فتح القدیر، ج:۲، ص:۲۷، در مختار مع شامی، ج:۲، ص:۱۱۶، رد المحتار، ج:۲، ص:۱۱۷، بحر الرائق، ص:۲۸۰ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص:۴۱۱ میں ہے، واللفظ للطحاوی "والأخذ من اللحية وهو دون ذلك (أي بقدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم" یعنی داڑھی جب کہ ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جس طرح بعض مغربی اور زنانے زنخ کرتے ہیں، کسی کے نزدیک جائز نہیں اور کل داڑھی کا صفایا کرنا یہ کام تو ہندوستان کے یہودیوں اور ایران کے مجوسیوں کا ہے۔ اور حضور سیدی اعلی حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۳۷۳ میں تحریر فرماتے ہیں: داڑھی کتروانا اور منڈانا حرام ہے۔ (ملخصا فتاوی غوثیہ، ص:۳۵۲، ۳۵۳)

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) غیر مسلموں کے تہوار کو اپنانا، پرستش کرنا، لڈو دے کر چڑھاؤ دینا ایسے لوگوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) اور جان بوجھ کر ایسے لوگوں سے سلام و مصافحہ کرنا کیسا ہے اور کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب بعون الملک الوہاب: العیاذ باللہ صد بار العیاذ باللہ! یہ تمام افعال بدتر ہیں کہ از وبال کفر، کفر بدترین کفر ہیں، یہ نہ پوچھیے کہ وہ کیسا ہے، جب شریعت مطہرہ کے نزدیک ان افعال کفریہ وشنیعہ کو پسند کی نگاہ سے دیکھنا مدح وستائش و تعظیم واحترام

کرنا کفر ہے تو اس کی پرستش اور اس پر لڈو چڑھانا بدترین کفر ہے۔ جیسا کہ سیدی و سندی اعلی حضرت عظیم البرکت قاطع شرک و بدعت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فتاوی رضویہ، ج:٦، ص:١٢٢ پر غمز العیون کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ. واللّٰہ تعالٰی اعلم. جس نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا قرار دیا اسکی تکفیر پر مشائخ کا اتفاق ہے۔ اور اسی کتاب کے ص:١٤٩ پر الاشباہ والنظائر کے حوالے سے ہے: وان قصد تعظیمه کما یعظمه المشرکون یکفر یعنی اگر مشرکین کی طرح ان کی تعظیم بھی کرے گا تو کفر ہو گا۔ اور ص:١٥٣ پر غمز العیون ہی کے حوالے سے فرماتے ہیں: اتفق مشائخنا من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر یعنی ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعائر کو پسند کرنے والا کافر ہے۔ اس بنا پر وہ تمام لوگ جو ان افعال شنیعہ قبیحہ کفریہ کے مرتکب ہیں سخت گنہ گار ہیں، مستحق قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہوئے۔ (نعوذ باللہ) ان پر تجدید ایمان، اگر شادی شدہ ہوں تو تجدید نکاح اور اگر کسی پیر سے مرید ہوں تو تجدید بیعت لازم و ضروری ہے بلکہ جو لوگ ان ساری چیزوں کا علم رکھتے ہوئے ان کے ساتھ کھانے پینے اور سلام و کلام روا رکھتے ہوں تو ان پر بھی تجدید ایمان، تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم و ضروری ہے۔ (ملخصا فتاوی غوثیہ، ص:٤٠، ٤٢)

* * *

(....... صفحہ نمبر ۲۵۰/ کا بقیہ)

بذریعہ تعمیر مساجد و مکاتب: نیپال کے ضلع مہوتری، دھنوشہ، سرہا اور شمالی ہند کے ضلع سیتامڑھی اور مدھوبنی کے علاقوں میں تقریبا دو درجن مساجد و مکاتب اور مدارس کے آپ بانی و سرپرست ہیں جن میں سے بیشتر اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یا اہل سنت کے کسی بزرگ ہستی کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں جامعہ برکات رضا، مدرسہ گلشن رضا، رضا جامع مسجد پرڑیا وغیرہ شامل ہے۔ آپ اکثر سنگ بنیاد کی محفل کے صدر ہونے کے ناطے اسی طرح کے اسمار کھواتے ہیں تاکہ یہ نام وہابیہ اور اہل سنت کے مابین خط امتیاز بنا رہے۔

بذریعہ ردو مناظرہ: باشندگان نیپال کی جانب سے بالاتفاق آپ کو مسلک اعلی حضرت کے پاسبان کہے جانے کے پیچھے آپ کی مسلکی خدمات کے ساتھ آپ کے رد و مناظرہ بھی شامل ہے۔ جب جب مسلک اعلی حضرت کو لے کر اعتراض ہوا یا عوام الناس میں گمراہیت پھیلانے کی کوشش کی گئی آپ نے ان اکابر وہابیہ و دیابنہ سے تحریری و تقریری مناظرے کر کے احقاق حق و ابطال باطل کیا اور ان کے فتنوں کے گرد مضبوط حصار قائم فرمائے۔ دربھنگہ، مجھورا، علی پٹی اور پرسا سے آپ کی للکار اور مسلک اعلی حضرت زندہ باد کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے۔

* * *

مصلحِ ملت اور فروغِ رضویات

مولانا محمد صفی اللہ قادری گلاب پوری

ہیرا چمک رہا ہے زمانے کی دھول میں
خوشبو اچھل رہی ہے محبت کے پھول میں

(از قادری میخانہ)

کچھ شخصیت اتنی مقبول اور بافیض ہوتی ہیں کہ ان کی حیثیت انجمن، ادارہ اور تحریک کی ہوتی ہے ان کا تشخص گرچہ انفرادی ہوتا ہے لیکن ان کے عظیم کارنامے، ان کے کردار و گفتار، نگارشات کی شکل و صورت میں اجتماعیت لیے ہوئے ہوتے ہیں انہیں شخصیات کی نمایاں اور بابرکت قطار میں حضرت مصلح ملت کا شمار ہے ان سے اخذ فیض کے لیے حضرت کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل میں چمک رہا ہے۔

نام : مصلح الدین قادری

ولدیت : حافظ تسلیم الدین قادری (تسلیم ملت)

تولد : مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنؤ اتر پردیش سند کے لحاظ سے تاریخ پیدائش ۱۱/ نومبر ۱۹۵۹ء ہے

حصول تعلیم کے مراحل : ۵/ سال کی عمر میں رسم تسمیہ خوانی حضور حنیف ملت کے مبارک کلمات سے مدرسہ مظہر العلوم گلاب پور سسواکٹیا نیپال میں ادا کی گئی اور وہیں ناظرہ، اردو، فارسی، ابتدائی عربی وغیرہ کی تعلیم حاصل کی علاوہ ازیں مندرجہ ذیل درسگاہوں سے علمی تشنگی بجھائی:

مدرسہ شمس العلوم باڑا ضلع سیتامڑھی
دار العلوم قادریہ مصباح المسلمین علی پٹی ضلع مہوتری نیپال
مدرسہ انوار العلوم کما ضلع سیتامڑھی بہار

الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ یہاں کی آب و ہوا ناموافق ہونے کے باعث منظر حق ٹانڈہ کی پر نور علمی فضا میں باقی ماندہ تعلیم کی تکمیل کی۔

سن فراغت : ۱۱/ شعبان المعظم ۱۳۹۷ھ میں جامعہ عربیہ سلطان پور کے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہندوستان کے مشاہیر مشائخ طریقت و علمائے اہل سنت کے مقدس ہاتھوں بالخصوص حضور مجاہد ملت علیہ الرحمہ رئیس اڑیسہ کے دست اقدس سے

دستار عظمت وسند فضلیت آپ کو تفویض ہوئی۔

اساتذۂ کرام : حضور حنیف ملت، تسلیم ملت گلاب پور سسواکٹیا
حضرت علامہ شمس الحق رضوی باڑا ضلع سیتا مڑھی بہار
حضرت علامہ کلیم الدین قادری رحمن پوری مصباح العلوم علی پٹی نیپال
فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباح العلوم علی پٹی
بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی مبارکپور اعظم گڑھ
محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری گھوسی ضلع مئو
سلطان الواعظین حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی گھوسی
شیخ المعقولات والمنقولات حضرت علامہ معین الدین فتح پور تال نرجا ضلع مئو
حضرت علامہ نجم الہدیٰ گاوی وغیرھم

بیعت وخلافت: ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفی رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر آپ شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ اور خلافت واجازت حضور برہان ملت علیہ الرحمہ جبل پوری سے حاصل ہوئی۔

علمی لیاقت : درس نظامیہ کے علاوہ عربی وفارسی بورڈ الہ آباد سے منشی، کامل، مولوی، عالم، فاضل دینیات، فاضل طب کے امتحانات دے کر سندیں حاصل کیں۔

تدریسی کارنامے: بعد فراغت بے لوث خدمات کے زریں نقوش مندرجہ ذیل درس گاہوں میں چھوڑے:

دار لعلوم اہلسنت جبل پور	نائب شیخ الحدیث
بحر العلوم مئو	صدر مدرس
الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی	صدر مدرس
ضیاء العلوم ادری ضلع مئو	مدرس

ان دنوں ضلع الہ آباد کی مشہور ترین اسلامی درس گاہ مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج میں شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز المرام ہیں۔

فروغ رضویات (یعنی فروغ سنیت اور فروغ حقانیت ہے) کے لیے مصلح ملت کی پوری زندگی وقف ہے۔ تحریر، تقریر، تدریس، تصفیف وغیرہ میں اس کا لحاظ ہے بلکہ حضرت کی یہی حاصل زندگی ہے۔ ہمہ وقت اس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے تلامذہ کو مصروف رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ یقینا یہ کام رضویات کی ترجمانی پر دلالت کرتا ہے اس کے پیش نظر رضویات کے فروغ کے لیے حضرت مصلح ملت نے فتاویٰ رضویہ کے مطابق لعل گوپال گنج وجوار اور پڑوسی ضلع پرتاب گڑھ کی

تقریباً ۵۲ مساجد جہاں تمام مسجدوں میں جمعہ کی اذان ثانی اندورون مسجد ہوتی تھی۔ نہ جانے یہ کب سے رائج تھا لیکن مصلح ملت نے اپنے طور سے ہر مساجد میں اذان ثانی خارج مسجد دلوائی حالاں کہ آپ کو کئی جگہوں سے مزاحمت کرنی پڑی اس کے باوجود رضویات کو فروغ دیتے ہوئے اذان ثانی خارج مسجد دلوائی اور آپ کامیاب رہے، اور آج بھی اسی پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ مصلح ملت کی محنت شاقہ اور مذہب و ملت پر شدت کے ساتھ عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ مصلح ملت کی شخصیت ہمہ جہت ہے تصنیفی میدان ہوں یا درس گاہی ماحول خانقاہی شب بیداری ہو یا مساجد کی عبادت گزاری، آپ نے ہر ماحول میں رضویات کو فروغ دیا ہے، اور کئی مناظرے بھی کیے ہیں اور علمی خدمات کے تحت کئی کتابیں تصانیف بھی فرمائی ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مناظرہ بہار: مصلح ملت نے دور تدریسی میں کئی ایک تاریخی مناظرے کیے ہیں جن میں قصبہ بہار ضلع پرتاپ گڑھ یوپی کا تاریخی مناظرہ اہمیت کا حامل ہے اور یادگار مناظرہ ہے۔ یہ مناظرہ ۱۷/مارچ ۱۹۸۷ء میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک فاضل (جس جانام ضیغم ندوی تھا) سے ہوا اس مناظرہ کا موضوع ”بیٹھ کر تکبیر سننا“ متعیّن ہوا۔ اس مناظرہ میں جو کچھ کیا اپنے فریق کو اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اور احقاق حق کے لیے نتیجہ فریق ثانی کو ہزیمت اور شکست فاش کا منحوس چہرہ دیکھنا پڑا اس شہادت پورا قصبہ بہار ہے۔ اور وہ شکست سے دوچار ہو کر دور تک بھاگتا رہا اور عوام اسے پکڑنے کے لیے دور تک تعاقب کرتے رہے اور ابھی تک دوبارہ قصبہ مذکور میں لوٹ کر نہیں آیا حالاں کہ اس کا آبائی وطن قصبہ بہار ہی تھا۔ (از سوانح مصلح ملت)

مناظرہ اوجھنی: یہ مناظرہ ماہ اپری ۱۹۸۴ء اوجھنی ضلع کوشامبی میں ہوا۔ محمد انیس بھائی ساکن اوجھن کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے، یہاں کے کچھ لوگ دیوبندی اور کچھ لوگ اہل حدیث تھے، صرف چند لوگ سنی بریلوی تھے، چند دیوبندی علما پرانے اور گھسے پیٹے سوالات دہراتے رہے جس کے جوابات بارہا سنی علما مناظرے میں دے چکے ہیں۔ مصلح ملت نہایت سنجیدگی اور متانت کے ساتھ ہر ایک کے جوابات مدلل و مفصل انداز میں دیتے رہے اور سنی موقف کو خوب خوب ظاہر فرماتے رہیں۔ اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتھوی، خلیل احمد امیٹھوی وغیرہ علماے دیوبند جنہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں کفر لکھا، کفر چھاپا اور کفر کی تشہیر کر کے پوری دنیا میں پھیلایا حضرت مصلح ملت نے انہیں بھی برا کہا اور خوب مذمت کی دلائل و براہین سے دیوبندی علما کو لاجواب کر دیا۔ ختم مناظرہ کے بعد سامعین کا تاثر تھا کہ حضرت نے جس سنجیدگی اور خوب صورتی کے ساتھ لوگوں کو سمجھایا، ایسا پہلی بار سننے کو ملا اور ہم لوگوں کو سمجھ میں آگیا چناں چہ سب کے سب دیوبندیت سے تائب ہو کر پکے سنی بن گئے۔

قصبہ پریہار کا مناظرہ: یہ مناظرہ ۱۹۷۸ء میں پریہار کے جامع مسجد میں ہوا تھا اس مناظرہ میں اہل سنت و جماعت کی جانب سے حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی بحیثیت مناظر تھے اور حضرت مصلح ملت بحیثیت صدر مناظر و معاون مناظر تشریف فرما رہے اور دیوبندی کی جانب سے ظہیر احمد ساکن موتی گیر پر ساحال مقیم پریہار اور معاون کے طور پر اشرف العلوم کنہواں کے جملہ اسٹاپ شریک مناظرہ تھے۔

صلوۃ و سلام مع قیام کے موضوع پر مناظرہ ہوا تھا جس میں سنیوں کو فتح مبین ہوئی اور دیوبندیوں کی شکست ہوئی، بعد مناظرہ حضرت مصلح ملت نے اس کی تفصیلی روداد تحریر فرمائی جو ”قصبہ پریہار کا فیصلہ کن مناظرہ“ کے نام سے چھپا اور لوگوں کی

پسندیدگی کے سبب اس کا دوسرا ایڈیشن فخر ملت فاونڈیشن، نیپال کی جانب سے چھپ کر منظر عام پر آگیا ہے۔

تصانیف : خطابت کی دنیا میں مصلح ملت کی کتابیں لاجواب ہیں جو تقاریر کے تمام تقاضوں کو پورا کرتی ہیں، اردوے معلیٰ کے ادیب بناتی ہیں، وہ شان خطابت، روح خطابت، نور خطابت، جان خطابت، تاج خطابت ہیں۔

مصلح ملت نے اعلیٰ حضرت محدث کی عشق رسول پر مشتمل نعت و منقبت کی مشہور کتاب حدائق بخشش سے اشعار محبت موقع محل کے لحاظ سے منتخب فرماکر مذکورہ کتابوں کو مزین فرمایا ہے اور اس طرح سے رضویات کے فروغ میں حصہ لیا۔ مذکورہ کتابوں سے جان خطابت میں امام اہل سنت پر بھی ایک خوب صورت تقریر شامل کتاب ہے اس لیے اس کی کچھ تفصیل بھی پیش خدمت ہے۔

جان خطابت : اس کی اشاعت ۲۰۰۹ء میں ہوئی جو ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب مصلح ملت کی رشحات قلم کا انمول ہیرا ہے جو اپنے خزانے کو الفاظ و نقوش کی شکل میں قرطاس ابیض پر بکھیر دیے ہیں اس کتاب میں مندرجہ ذیل بارہ خطبات کا شاندار مرقع ہے۔

{۱} ایمان و عمل {۲} عظمت توحید {۳} شان رسالت {۴} یا غوث اعظم {۵} روزہ کا فلسفہ {۶} عید قرباں {۷} اسلام کا فلسفہ {۸} صراط مستقیم {۹} انفاق فی سبیل اللہ {۱۰} فیضان اعلیٰ حضرت {۱۱} فضائل درود و سلام {۱۲} مابعد کربلا

قادری میخانہ : مصلح ملت نے شعرو شاعری کی دنیا میں خوب صورت اشعار نظم کیے ہیں ، ایک ایک مصرع اردو ادب کا شاہ کار ہے حمد، نعت، منقبت، لکھے ہیں خاص طور سے نعت گوئی کے جملہ شرائط و آداب کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔ منقبت کے ضمن میں امام اہل سنت اور آپ کے افراد خاندان پر بھی منقبت تحریر فرمائی ہے جو آپ کے فروغ رضویات کی ایک کوشش ہے۔

کنزالایمان کی تصحیح : مصنف بہار شریعت صدرالشریعہ حضرت علامہ مفتی حکیم امجد علی علیہ الرحمۃ اعظمی کے داماد اور مہاراشٹر کا مشہور سنی ادارہ الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی کے بانی و صدر مجلس شوریٰ حضرت علامہ عبد الشکور علیہ الرحمۃ مصلح ملت سے کہنے لگے مولانا صاحب کنزالایمان کو مختلف سنی کتب خانہ اپنے اپنے طور پر شائع کیا لیکن عدم توجہ کی بنیاد پر ہر اشاعت میں کچھ نہ کچھ خامیاں اور فروگذاشت نظر آتی رہیں۔ بدعقیدہ لوگ اسی کو دلیل بناکر کنزالایمان کی تضحیک اور اعلی حضرت محدث بریلوی کی توہین کرتے ہیں۔ مزید مولانا عبد الشکور کہنے لگے میں چاہتا ہوں کے کنزالایمان کی ایک اشاعت ایسی ہو جو تمام طرح کے اغلاط سے منزہ اور پاک ہو اس سلسلہ میں مسلک رضویت کے ترجمان حضرت علامہ مبین الدین صاحب امرد ہوی کا صحیح کردہ کنز الایمان معتبر اور اغلاط سے پاک و صاف مانا جاتا ہے۔ میں نے نایاب ہونے کے باوجود بمشکل تمام اسے حاصل کرلیا ہے۔ روزانہ مغرب و عشاء کے درمیان آپ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ ہم دونوں مل کر کنزالایمان کی تصحیح کرلیں اور اسے شائع کرکے منظر عام پر لے آویں۔ آپ کو بھی فرصت نہیں اور میں بھی مصروف رہتا ہوں کام بہت اہم ہے، لہذا ہم نے سوچا ہے کہ ایک سے پندرہ تک تصحیح ہم اور آپ مل کر کرلیں اور ۱۶ پارے سے ۳۰ پارے تک تصحیح میرے لخت جگر و دارالعلوم محمدیہ کے صدر مفتی محمد اختر صاحب کردیں تاکہ یہ کنزالایمان جلد از جلد اشاعت پذیر ہوجائے۔ یقینا یہ کام بہت ہی اہم اور با برکت ہے چناں چہ دوسرے دن یہ کام شروع ہوا۔.................

(بقیہ صفحہ ۲۶۸/ پر)

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

حکیمِ ملت اور فروغِ رضویات

محمد محبوب رضا مصباحی

اللہ رب العزت نے ہر دور میں ایسے بزرگان دین اور علماے صالحین پیدا فرمائے جنھوں نے خدمت دین متین کی خاطر اپنی پوری زندگی وقف کردی، اور اپنا خون جگر لگا کر مذہب اسلام کی آبیاری فرمائی، انہیں میں سے ایک حکیم ملت حضرت مولانا اسمعیل حسینی چترویدی ہیں، جو اپنی زندگی کے گوشہ تنہائی کو بھی خدمت خلق اور ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت اور مذہب اسلام کی ترجمانی میں گزارتے ہیں، اور ان شاء اللہ عزوجل آئندہ بھی گزارتے رہیں گے۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت شہر جنک پور کے قریب ایک مشہور مقام مدینۃ العلما "بیلا" میں ۴/ اپریل ۱۹۵۲ء کو ہوئی۔

نام ونسب: ابتدا میں آپ کا نام محمد اسعیل تجویز فرمایا گیا تھا بعد میں پیر طریقت، مفسر قرآن حضور سید ظہور الحسین احمد رضوی مدظلہ العالی سے بیعت وخلافت کی نسبت سے "حسینی" کا الحاق ہوا اور نام کا جز بن گیا، نیز ہندو مذہب کے چاروں وید کی بھی تعلیم حاصل کی جس کی مناسبت سے "چترویدی" بھی آپ کے نام کا حصہ بنا، اس طرح آپ محمد اسمعیل حسینی چترویدی کے نام سے ملک اور بیرون ملک میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔

آپ کا نسب کچھ اس طرح ہے، محمد اسمعیل حسینی بن الحاج محمد ادریس راعین بن الحاج مولوی میاں راعین بن حاجی محمد عرف لوٹن میاں مرحوم۔

تعلیم وتربیت: آپ موصوف نے اپنی تعلیم کی ابتدا گاؤں ہی کے مکتب "مدرسہ مظہر اسلام" بیلا سے کی، وہاں آپ نے درجہ اطفال کی کتابیں پڑھیں، پھر ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں ضلع سیتا مڑھی میں حاصل کی، بعدہ مدرسہ شمس العلوم، باڑا لہوریا ضلع سیتا مڑھی اور بہار کی مشہور درس گاہ دار العلوم علیمیہ انوار العلوم، سرکاہی شریف، مظفر پور بہار میں درس نظامی کی بعض کتابیں پڑھیں، اور اس طرح اپنا علمی سفر جاری رکھتے ہوئے دار العلوم تیغیہ، رسول آباد، سلطان پور یوپی پھر دار العلوم غریب نواز، الہ آباد اور اخیر میں آپ کا علمی سفر جامعہ فاروقیہ، مدن پورہ، یوپی جاکر اختتام پذیر ہوا۔

اساتذہ وشیوخ: آپ کے مشہور اساتذہ میں سے حافظ عین الحق، مولانا صغیر احمد، مولانا حامد رضا اور مولانا منظور مجیبی، شمس العلما مولانا شمس الحق، مولانا الیاس، حضرت مفتی محمد عزیز اللہ مظہری میاں، محقق بے مثیل حضرت علامہ علی احمد جید القادری اور حضرت مولانا محمد ایوب القادری، خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ نے حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سے سورہ فیل، سورہ قریش اور سورہ فاتحہ پڑھیں اور اس طرح آپ کو زاہد ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاگردی بھی نصیب ہوئی۔

بیعت وخلافت: بیعت وارادت کی دولت آپ کو پیر طریقت، مفسر قرآن، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضور سید شاہ ظہور الحسین قادری مدظلہ العالی کے دست اقدس سے ۲۵/ ذی قعدہ ۱۳۸۷ھ سہ شنبہ کو ملی، اور خلافت واجازت آپ کو چھ خانقاہوں سے ملی ہے، اختصار کے ساتھ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت علامہ سید شاہ سیف اللہ غوث علی میسوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، چرواں شریف۔

(۲) ۲۵/ صفر ۱۴۰۴ھ کو پیر طریقت صوفی باصفا حضرت حافظ محمد نذیر خاں تیغی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۳) حافظ توریت وانجیل حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم چشتی نظامی معروف بہ علامہ قتیل داناپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۴) حضرت خواجہ صوفی لیاقت حسین عرف منے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵) حضرت علامہ سید شاہ محمد شرف الدین نیر قادری، امجھر شریف

(۶) حضرت علامہ سید شاہ محمد ظہور الحسین احمد رضوی قادری، سادات پور، ضلع سیوان۔

خدمات: آپ نے مختصر اوقات میں دین متین کی وہ خدمات انجام دیں ہیں جو قابل رشک ہے، جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بعد فراغت جب آپ کا گوہاٹی کی فینسی بازار مسجد میں بحیثیت امام تقرر ہوا جو اس وقت دیوبندیوں اور وہابیوں کا گہوارہ تھا، لیکن آپ نے اس سرگرم ماحول میں ان کا ایسا تعاقب فرمایا کہ خوش ہوکر حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ایک خط لکھا کہ میری کتاب اگر ضرورت پڑے تو اپنے نام سے شائع کرکے ان کا جواب دینا، مجھے نام سے نہیں رسول اللہ ﷺ کے دین کے کام سے سروکار ہے۔ پھر چند ماہ وہاں خدمت انجام دینے کے بعد مسجد کے ٹرسٹی کے سبب استعفی دے دیا۔

اس کے بعد صوبہ جھارکھنڈ کے ایک دینی ادارہ "مدرسہ تنویر الاسلام" میں بحیثیت صدر آپ کا تقرر ہوا، آپ نے پوری دلجمعی کے ساتھ تعلیمی، تدریسی، تعمیری ترقی میں مصروف عمل ہوگئے اور قلیل مدت میں مدرسہ کو خاطر خواہ ترقی سے ہمکنار بھی فرمایا، لیکن کچھ عرصہ بعد "مدرسہ غریب نواز" میں آئے، پھر اس کے بعد "مدرسہ فیض الرضا" میں منصب صدر المدرسین کو سنبھالا اور چند سال تک خدمت تدریس انجام دے کر ملک نیپال کے مشہور شہر بیرگنج کی جامع مسجد میں بحیثیت امام اپنے فرائض انجام دیے، اور اخیر میں کھردہ، کولکاتا کی جامع مسجد میں امامت کے منصب پر فائز ہوئے، اور تقریباً ۳۶/ سال امامت کے فرائض انجام دیتے رہے اور اب بتقاضاے عمر استعفی دے کر اپنی خانقاہ میں رشد وہدایت کا کام کررہے ہیں، اس کے علاوہ اپنے مصروف اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر ملک وبیرون ملک میں اپنے دل نشیں خطابت سے عوام اہل سنت کو حقیقت بیانی سے آشنا کیا کرتے ہیں، اور اللہ کے فضل وکرم سے جہاں بھی جاتے ہیں یہی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل کو مذہب اسلام کی جانب کھینچ لے آئیں۔

تصنیف وتالیف: آپ کی تصانیف میں سے پہلی مطبوعہ کتاب "اسلام میں تعزیہ اور تعزیہ داری" ہے، البتہ اس سے

قبل ایک کتاب اسلام اور ہندو دھرم کے تقابلی مطالعہ پر معرض وجود میں آچکی ہے، لیکن تشنہ طباعت ہے، نیز آپ کا نعتیہ مجموعہ ”دیوان آسی“ بھی غیر مطوعہ ہے۔ (حیات زاہد ملت، محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی، ص ۱۱۱ تا ۱۱۴)

فروغ رضویات: اعلی حضرت اور مسلک اعلی حضرت سے آپ کو بڑی عقیدت اور لگاؤ ہے، اکثر بیشتر اپنی محفل میں اعلی حضرت کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اعلی حضرت کا چرچا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ رضویات کے حوالے سے آپ کی خدمات کافی وسیع ہیں، جنھیں ہم درج ذیل چند ذیلی عناوین کے تحت بیان کریں گے:

(۱) وعظ و نصیحت (۲) ردفرقۂ باطلہ (۳) شعروشاعری (۴) شخصیات خانوادۂ رضا کے اعراس کا انعقاد

(۱) تربیت اور وعظ و نصیحت: آپ نے فروغ رضویات میں وعظ و نصیحت کے ذریعہ جو خدمات انجام دی ہیں، وہ ایک اہم کارنامہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی سبھی اولاد اعلیٰ حضرت کے شیدائی وفدائی ہیں اور مسلک رضا کی ترویج و اشاعت اور اس کے فروغ میں گاہ بگاہ حصہ لیتے رہتے ہیں جیساکہ آپ کے شہزادگان میں سے حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی نے بنام ”امام احمد رضا اور القاب نوازی“، ”امام احمد رضا اور علم تفسیر“ اور ”مختصر سوانح اعلیٰ حضرت“ کتابیں لکھیں اور ان کے علاوہ آپ کے بہت سے مضامین فروغ رضویات کے حوالے سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے دوسرے صاحب زادے حضرت مولانا محمد اظہار النبی حسینی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے بھی اعلی حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے سلسلے میں کئی کتابیں تحریر فرمائی ہیں جیسے: ”علم سیرت اور امام احمد رضا“ کی تصنیف اور ”امام احمد رضا اور فقہاے سلف سے اختلاف“ کی تخریج و تحشیہ کا کام کیا ہے۔ اور ان کے علاوہ کئی مضامین وقتاً فوقتاً ہند و پاک کے مختلف رسائل و جرائد میں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان شاءاللہ تعالیٰ مذکورہ تمام کتابیں ”جشن صد سالہ عرس رضوی“ کے موقع سے طباعت پذیر ہوں گی۔

حکیم ملت کا دل فریب اور عشق رضا سے لبریز ایک واقعہ حضرت مولانا عطاء النبی حسینی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں کولکاتا میں زیر تعلیم تھا، ایک مرتبہ بارہ ربیع النور کے موقع سے والد صاحب کے پاس آیا، بارہویں شریف کی صبح کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز فجر کے بعد صلوۃ وسلام پڑھا رہے ہیں اور آنکھیں اشک بار ہورہی ہیں حتیٰ کہ بے ساختہ آپ بلند آواز سے رونے لگے۔ جب صلوٰۃ وسلام اور دعا سے فارغ ہوئے تو آپ کہنے لگے اعلیٰ حضرت ایک سچے عاشق رسول تھے۔ اور آپ جب سلام رضا کو دل کی گہرائیوں سے پڑھیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ جیسے اعلیٰ حضرت نے عشق کے پانی سے وضو کرکے یہ سلام نجات پیام لکھا ہو۔ ایک عجیب کیفیت چھاجاتی ہے اور دل مچلنے لگتا ہے۔ اس طرح سے آپ نے اعلیٰ حضرت کا تعارف اور افکارِ رضا اور فکر رضا کو اپنے مقتدی اور اپنے صاحب زادوں کے درمیان پیش کیا۔ اس طرح کے کئی واقعات ہیں جن سے فروغ رضویات کی خوشبو آتی ہے۔

ردفرق باطلہ: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے جن اہم خدمات میں اپنی زندگی وقف کردی ان میں سے ایک اہم ردفرق باطلہ تھا۔ الحمدللہ! حکیم ملت دام ظلہ اپنے مقام امامت میں ردفرق باطلہ کرتے رہتے ہیں۔ اور کئی بار ایسا بھی

ہوا کہ بعض گستاخان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے پاس آئے اور سوالات کرنے لگے اور اپنے شبہات کو ظاہر کرنے لگے تو آپ نے ان کے سوالات اور شبہات کا ایسا جواب دیا کہ وہ ساکت و مبہوت ہو کر واپس لوٹا۔ آپ عموماً عوامی اور الزامی جواب دیتے ہیں تاکہ بات عوام کے ذہن نشیں ہو جائے۔ لیکن آپ نے اپنی دیگر مصروفیات خصوصاً تقریری مصروفیات اور قلت وقت کی وجہ سے فکر رضا کو عام کرنے اور رد فرق باطلہ کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کی مختلف میدانوں میں ترجمانی کرنے والی ایک اہم، بڑی اور عالمی تنظیم "دعوت اسلامی" کے مبلغین میں سے ایک بہترین مبلغ کو دعوت دی، اپنی مسجد میں جگہ دی اور پورے علاقے میں تبلیغ کرنے کی اجازت دی۔

(۳) شعر و شاعری: آپ ایک کہنہ مشق شاعر بھی ہیں، تخلص "آسی" ہے، کئی زبانوں میں آپ نے نعت و حمد و منقبت لکھی ہیں۔ اردو، ہندی، میتھلی، بھوج پوری اور سنسکرت زبانوں میں آپ نے نعتیں لکھی ہیں۔ اور کچھ کلام میں تو ایسی فن کاری ہے کہ جس کی مثال کم ملتی ہے یعنی آپ کے بعض کلام ایسے ہیں کہ اس کے ہر شعر کا پہلا مصرعہ کسی آیت کریمہ کا ٹکڑا اور بعض کلام ایسے ہیں کہ جن کے ہر شعر کا پہلا مصرعہ کسی حدیث پاک کا ٹکڑا ہے۔ آپ نے مختلف بزرگان دین کی شان میں منقبتیں بھی لکھی ہیں، انھیں میں اعلی حضرت بھی ہیں، مزید یہ کہ آپ نے اعلی حضرت کی زمین پر بھی کلام لکھے ہیں اور کلام الامام کی تضمین بھی لکھی ہیں یہاں ہم ہر ایک سے بطور مثال چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

اعلی حضرت کی شان میں منقبت کے چند نمونے:

اہل دل اہل سنن کی جان ہیں احمد رضا — حضرت غوث الوری کی شان ہیں احمدرضا
نعت گوئی کا صلہ آقا نے ان کو دے دیا — شعرا بولے ہند کا حسان ہیں احمد رضا
کون ہے دشمن نبی کا کون ان کا شیدا ہے — حق و باطل کے لیے میزان ہیں احمدرضا
کوئی مانے یا نہ مانے آسی تو یہ مان لے — سنی اور حنفی کی اک پہچان ہیں احمد رضا

عالم بھی ہے حافظ اور مفتی اک ایسا نام رضا کا ہے — جسے پڑھتے ہی مستی چھا جائے لاریب کلام رضا کا ہے
پھرتے ہیں گلی چوراہے پر ایمان و عمل کے سوداگر — تم سودا کبھی بھی مت کرنا حقانی پیام رضا کا ہے
باطل کو رضا نے ٹھکرایا حق والوں کا پرچم لہرایا — و اللہ پکارے حق چڑھ کر یہ دیکھو کام رضا کا ہے
جو عشق رضا میں جیتے ہیں اے آسی قیامت میں ان کو — بولیں گے فرشتے آپس میں وہ دیکھو غلام رضا کا ہے

زمین رضا پر نعت کی کاشت کاری:

ذرے ذرے میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا — جب سے دیکھا ہے نگاہوں نے سراپا تیرا

تیرے دربار کا دستور نرالا دیکھا زندگی بھیک میں دے دیتا ہے منگتا تیرا
دیکھ کے چاند بھی بادل میں منھ چھپاتا ہے چاند سے زیادہ حسین ہے رخ زیبا تیرا
با خدا روضۂ اطہر کے اجالوں کی قسم خلد سے بڑھ کے نظر آتا ہے روضہ تیرا
جن و انسان فرستے بھی ترا گن گائیں فرش تا عرش بریں ہوتا ہے چرچا تیرا
نور سے نور ملا اسری کی شب کہنے لگا یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
دیدۂ حق کے لیے حضرت جبریل امیں اپنی پلکوں سے لگا رکھا ہے تلوہ تیرا
سب رہیں پیش خدا آسی بروز محشر میں فقط دیکھا کروں حشر میں چہرہ تیرا

کلام الامام پر تضمین: یوں تو آپ نے امام اہل سنت کے کئی ایک کلام پر تضمین لکھی ہیں مگر ہم یہاں صرف زبان زد خواص و عوام سلام رضا پر لکھی تضمین کے چند اشعار پیش کرتے ہیں:

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

ہے فدا جن کے اوپر ہمارا وجود ------مصطفی نور ہیں دی خدانے شہود
مہرچرخ نبوت پہ لاکھوں درود------گل باغ رسالت پہ لاکھوں سلام
ذرے ذرے پہ ہے مصطفی کا کرم -----روز محشر میں رکھنا ہمارا بھرم
شہر یار ارم تاجدار حرم ------نوبہار شفاعت پہ لاکھوں سلام
نور حق مصطفی کا ورود مسعود-------ہے جہاں میں ہدایت کی شمع مسعود
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود-----ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
آپ جیسا جہاں میں نہیں ہے کہیں ------جس جگہ سے پکارو مکیں ہیں وہیں
ایک میرا ہی رحمت میں دعوی نہیں ------شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
جلنے والے شہ دیں سے جلتے رہیں ------دیکھ کر ان کی رفعت وہ آنکھیں ملیں
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں -----اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

(۴) شخصیات خانوادۂ رضا کے اعراس کا انعقاد: آپ کو بزرگان دین متین سے بڑی عقیدت و محبت ہے یہی وجہ ہے کہ آپ اپنی خانقاہ میں مختلف اوقات میں بزرگان دین کے اعراس کا انعقاد کرتے رہتے ہیں اور کم از کم ان بزرگان دین کے نام ایصال ثواب کرتے اور اپنے عقیدت مندوں سے کرواتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلی حضرت کا بھی عرس پاک آپ ہر ماہ صرف کو تزک و احتشام کے ساتھ مناتے ہیں اور خصوصی وعظ و خطاب کا اہتمام کرتے ہیں۔ بلکہ حضور مفتی اعظم ہند کے ایصال ثواب کے لیے فاتحہ کا بھی انعقاد

کرتے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں تاج الشریعہ کے انتقال پر قرآن خوانی اور پھر چہلم کے موقع پر بھی عرس کا اہتمام کیا۔

ایک اہم اور قابل توجہ بات: کل نعمة محسود ایک مسلمہ حقیقت ہے، چناں چہ جہاں آپ کی خدمات دینی کی بنیاد پر علما و عوام کا تعلق قلبی آپ سے گہرا ہوا وہیں آپ سے کچھ لوگوں کو حسد ہوا اور حاسدین نے اپنے حسد کی آگ بجھانے کے لیے فی زمانہ رائج سب سے مضبوط ہتھیار استعمال کیا اور وہ ہتھیار یہ ہے کہ فلاں شخص اعلی حضرت اور مسلک اعلی حضرت کا باغی و مخالف ہے، مسلک اعلی حضرت کا پیرو کار نہیں، اعلی حضرت سے بغض رکھتا ہے وغیرہ، حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

جو حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ آج کے دور میں کچھ نقاب پوش علم برداروں نے مسلک اعلی حضرت کی ترویج کے نام پر مسلک اور اعلی حضرت کو بدنام کیا اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ وہ اس طرح کہ بلاوجہ کفر و گمراہیت کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اپنی انا کی تسکین اور ذاتی مفاد یا اختلاف کی بنیاد پر کسی بھی علمی یا عوامی فرد پر کم از کم گمراہی کا الزام اور فتوی داغ دیتے ہیں ایسے لوگوں کی تادیب اور عوام کو متنبہ کرنے کی غرض سے بعض اوقات آپ کہا کرتے ہیں کہ اگر یہی مسلک اعلی حضرت ہے تو یقینا مسلک اعلی حضرت کوئی پانچوں مسلک ہے جسے ہم نے نہ کبھی مانا تھا اور نہ کبھی مانیں گے اور نہ اپنے حلقۂ اثر میں اس کا اثر آنے دیں گے۔ ہاں! مسلک اعلی حضرت کا جو تصور ہمارے بزرگان دین نے پیش کیا اور ہم تک پہنچایا یقینا وہ مسلک اعلی حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ وہی پرانا مسلک ہے جسے کسی زمانے میں اور اب بھی بعض اوقات مسلک اہل سنت کے نام سے یاد کیا کرتے ہیں۔

مزید ایک بات کی وضاحت کی جاتی ہے کہ ہر خانقاہ کے اپنے کچھ نظریات اور معمولات و مراسم ہوتے ہیں اور اہل خانقاہ ان پر وہ سختی سے کاربند رہتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے مریدین و معتقدین بھی اسی پر کاربند رہیں، جیسا کہ خانقاہ مارہرہ کا نظریہ ایمان و کفر ابوطالب کی بابت سکوت کا ہے، اسی طرح خانقاہ حشمتیہ میں تعزیہ کا ایک زمانے سے معمول رہا ہے۔ آپ کی خانقاہ کے بھی کچھ مراسم و معمولات ہیں، جو بظاہر اعلی حضرت کے فتاوی سے متصادم ہیں مثلاً تعزیہ، قوالی بالمزامیر، ایمان ابوطالب کے مسئلے میں آپ کا جو معمول و نظریہ ہے وہ اعلی حضرت کے فتاوی سے میل نہیں کھاتے ہیں۔ اب ان مسائل کی بنیاد پر کچھ لوگوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ آپ مسلک اعلی حضرت کے باغی اور مخالف ہیں۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر اصحاب علم و فن سے گزارش ہے کہ بنظر انصاف آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کیا آپ کو مسلک اعلی حضرت کا باغی اور اعلی حضرت کا مخالف و بغض رکھنے والا کہنا صحیح ہے؟

* * *

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

عزیز ملت اور فروغ رضویات

مولانا مصطفیٰ رضا مصباحی

اس دنیاے آب وگل میں اللہ عزوجل نے انسان کو اشرف المخلوقات کا تاج زریں پہنا کر بڑی عزت عطا فرمائی، پھر انسان کو اپنے فضل وکرم سے اسلام جیسی عظیم نعمت سے شرف یاب فرمایا، اسلام کی نشر واشاعت کے لیے اللہ رب العزت نے اپنے محبوبین انبیاے کرام کو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے مبعوث فرمایا، حضور خاتم الانبیا، محبوب کبریا، رسول اعظم محمد مصطفی ﷺ کے ظہور قدسی کے بعد انبیا کی آمد کا سلسلہ بند ہو گیا اور اسلام کی تبلیغ واشاعت کی ذمہ داری امت محمدیہ کے سپرد ہوئی، علماے ملت اسلامیہ نے ہر دور میں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا، انہیں داعیان اسلام میں سے ایک شخصیت حضرت مولانا مفتی عبد العزیز دام ظلہ العالی کی بھی ہیں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۱۳۷۲ھ/مطابق ۱۹۵۲ء بکرمی ۲۰۰۸ نیپالی سال میں ضلع دھنوشا کے نہایت مشہور ومعروف اور مردم خیز قصبہ مدینۃ العلما بیلا، جنک پور دھام وارڈ ۳ میں عالی جناب محمد زین العابدین رضوی کے گھر میں ہوئی۔

نسب نامہ: مفتی عبد العزیز بن محمد زین العابدین رضوی بن محمد فرسو میاں بن محمد طوفانی میاں بن امام الدین میاں۔

تعلیم وتربیت: اپنے گاؤں کے مکتب مدرسہ مظہر اسلام میں حضرت حافظ محمد عین الحق مرحوم ومغفور سے ابتدائی ناظرہ قرآن شریف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، بعدہ مدرسہ رضاء العلوم، کنہواں ضلع سیتامڑھی، مدرسہ رضویہ شمس العلوم، باڑا، لہوریا ضلع سیتامڑھی اور جامعہ قادریہ، مقصود پور، اورائی، ضلع مظفر پور بہار سے متوسطات تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اہل سنت کا عظیم ادارہ ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی میں اعلی تعلیم کے لیے داخلہ لیا اور وہاں آپ نے جملہ علوم عقلیہ نقلیہ کی تعلیم بڑی محنت ولگن عرق ریزی کے ساتھ حاصل کی اور دورہ حدیث کے لیے مرکز اہل سنت کا عظیم اور قدیم ادارہ مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی، بریلی شریف کا رخ کیا اور وہیں سے ۱۹۷۵ء/مطابق ۱۳۹۵ھ میں سند ودستار فضلیت سے نوازیں گئے۔ نیز الہ آباد بورڈ سے ۱۹۷۶ء میں عالمیت اور ۱۹۸۰ء میں فضیلت کی تکمیل فرمائی، اور جامعہ قادریہ مقصود پور سے قراءت سبعہ کی دستار ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔

اساتذہ کرام: محمد زین العابدین رضوی، حضرت حافظ محمد عین الحق برداہا، حضرت مولانا محمد سکندر علی، بہتا، حضرت مولانا محمد صغیر احمد، کنہواں، حضرت مولانا محمد شمس الحق، باڑا، لہوریا، حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد قاسم، شیر بہار حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی، مظفر پور، حضرت مولانا محمد شعیب باڑاوی، حضرت مولانا محمد زاہد حسین، بسوریا، شمس العلما قاضی محمد

شمس الدین، جونپوری، محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری گھوسوی، حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی، حضرت مولانا شفیع احمد اعظمی، مبارک پور، حضرت علامہ مولانا محمد محدث ثناء اللہ مئوی، حضرت علامہ تحسین رضا بریلوی، حضرت علامہ عبد المبین امروہوی، حضرت مولانا مفتی محمد اعظم ٹانڈوی۔ مذکرہ علمائے اہل سنت واکابرین ملت سے مختلف جگہوں پر مختلف اوقات میں آپ نے درس لیا، اوران کے فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے، رحمہم اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

تدریسی خدمات: ماہر وباکمال اساتذہ کرام سے حصول علم کے بعد آپ نے درس وتدریس کا آغاز ۱۹۷۷ء سے مدرسہ امانیہ امان الخائفین علی پٹی شریف، ضلع مہوتری نیپال سے کیا، اور ۱۹۷۸ء تک مکمل ایک سال وہاں رہے، بعدہ مدرسہ خیریہ نظامیہ، سہسرام ضلع روہتاس، بہار میں درس وتدریس کے لیے ۱۹۷۹ء میں تشریف لے گئے اور وہاں مکمل ذمہ داریوں کے ساتھ اپنے فرائض کو بحسن وخوبی ۱۹۸۷ء تک انجام دیتے رہے، وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد گجرات کا اہم ادارہ مدرسہ غوث اعظم، پور بندر، گجرات کے مسند تدریس کو زینت بخشی اور ۱۹۸۸ء تا ۱۹۸۹ء تک تدریسی گوہر لٹاتے رہے، ۱۹۹۰ء میں مدرسہ ضیاء العلوم، کچی باغ، مدرسہ اکرم العلوم، لال مسجد مرادآباد، یوپی ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۲ء تک درس دیا، اور اب اپنے وطن مالوف میں دار العلوم عطائے مصطفی، بیلا لادو، جنک پور دھام میں ۱۹۹۳ء سے اب تک تدریس اور نظامت وصدارت کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ واضح رہے کہ آپ نے مذکورہ اداروں میں بڑی محنت اور جاں سوزی اور کمال مہارت کے ساتھ درس وتدریس کے فرائض انجام دیے اور اب تک مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوکر تشنگان علوم کی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

بیعت وارادت: آپ شہزادہ حضور سرکار اعلی حضرت، مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفی رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت وارادت سے مشرف ہوئے۔

تعمیری خدمات: دار العلوم عطائے مصطفی، بیلا، جنک پور، دھنوشا، نیپال، نوری جامع مسجد۔

دار العلوم کے سنگ بنیاد کی تاریخ ۱۹/مارچ ۱۹۹۶ء بمطابق ۲۹ شوال ۱۴۱۶ھ ہے اور نوری جامع مسجد کے سنگ بنیاد کی تاریخ ۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۱/اپریل ۲۰۰۶ء ہے۔ دار العلوم عطائے مصطفی کم وبیش ۴ کٹھہ کی وسیع وعریض زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔

تحریری خدمات: معجزات النبی ﷺ، غیر مطبوعہ۔

حج وزیارت: حرمین شریفین کی زیارت وحاضری اور فریضہ حج کی ادائیگی دونوں جہان کی نعمتوں، سعادتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہیں، خوش بخت ہیں وہ حضرات جنہیں یہ نعمتیں میسر آئیں اور جو محبوب خدا احمد مجتبی رسول اکرم ﷺ کے مزار پر انوار کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضرت مفتی صاحب نے بھی دو بار زیارت روضہ رسول اعظم ﷺ اور حج کی سعادت سے شرف یابی حاصل کی، پہلا حج ۲۰۰۹ء میں فرمایا اور دوسرا حج ۲۰۱۸ء بمطابق ۱۴۳۹ھ میں ادا کیا۔ آپ جنک پور سے کاٹھمانڈو اور کاٹھمانڈو سے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ کے لیے روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ میں مبلغ اسلام، حضور امیر اہل سنت ابوالبلال حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری رضوی دام فیوضہم سے ملاقات اور خصوصی تعارف ہوا، اس حج کی کچھ داستان خود حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بفضلہ تعالی و بکرم حبیبہ العلی

دسمبر ۲۰۰۸ء میں ہمارے فرزندوں نے حج بیت اللہ کے لیے میرے اور میری والدہ محترمہ اور اپنی والدہ کے لیے اسباب فراہم کیے، مکہ معظمہ پہنچ کر عمرہ کیا اور پھر ۷/جنوری ۲۰۰۹ء میں حج کی ادائیگی کرنے کے بعد مدینہ طیبہ کی حاضری کی اور مقصود کائنات، محبوب دوجہاں ﷺ سے شرف ملاقات کا حصول ہوا۔

پھر قسمت بلند ہوئی ۹/ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/اگست ۲۰۱۸ء بروز سموار میدان عرفات میں حج کی ادائیگی ہوئی۔

الحمدللہ! ۲۰۱۸ء میں ہمارے فرزندوں نے قطر سے ٹیلیفون کیا کہ ابا آپ والدہ اور دادی تینوں حج کی تیاری کریں، اور آپ سب حج کا فارم بھر دیں اور حج کو جائیں، پھر کیا تھا کہ خوشیوں کے بادل جھما جھم برسنے لگے، حج کا فارم بھر دیا روپے جمع ہوگئے، جیسے جیسے وقت قریب آتا گیا حرمین طیبین کی زیارت کے لیے دل کھینچنے لگا، وہ وقت آگیا کہ مکہ معظمہ پہنچ گیا، عمرہ کیا اور ۷/جنوری ۲۰۰۹ء بروز اتوار حج کی ادائیگی ہوئی، پھر تمام ارکان سے فارغ ہوکر مدینہ منورہ زاہ اللہ شرفا و تعظیما کی تیاری ہونے لگی، ۱۴۳۰ھ ماہ محرم الحرام اور جنوری ۲۰۰۹ء کے آخری حصہ میں مدینہ منورہ حاضری نصیب ہوئی، اور روضہ شریف حاضر ہوکر دیدار شرف سے شرف یاب ہوا۔

اسی سال یعنی ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰۱۸ء مارچ کا آخری حصہ میں حضرت مولانا الیاس منظری نے کہا کہ ہم نے حج کا فارم بھر دیا ہے، پھر تو ہماری بے قراری بڑھنے لگی، وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے بتایا کہ صرف ایک ہفتہ رہ گیا ہے، پوچھ تاچھ کرنے اور آفس آنے جانے روپے جمع کرنے وقت ختم ہوگیا، اب تو کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی مگر امیدیں بندھی ہوئی تھیں، سمدھی محمد ابراہیم نیتا سہپور کو ٹیلیفون کیا حالت بتائی، وہ بھی افسوس کرنے لگے، پھر بتایا کہ آپ پاسپورٹ بھجوادیں ان شاء اللہ کام ہوجائے گا، بفضلہ تعالی کام ہوگیا خوشخبری کا پیغام آگیا، ۷/اگست ۲۰۱۸ء بروز منگل کاٹھمانڈو نیپال سے مکہ مکرمہ کے لیے ائیر عربیہ سے براہ شارجہ روانہ ہوا، اسی دن قیام گاہ پر پہنچ گیا، ۹/ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰/اگست ۲۰۱۸ء کو حج کی دولت سے مالامال ہوا، اور تمام ارکان بحسن وخوبی انجام دیا، شہر طائف کے چند مقامات مقدسہ کی زیارت اور وہاں عمرہ کا احرام، پھر مسجد جعیرانہ سے دو عمروں کا احرام، مسجد عائشہ سے دو عمرہ کا احرام سے بھی خوب خوب مشرف ہوا، ۱۷/ستمبر کو بوقت صبح ساڑھے نو بجے میں مدینہ منورہ کی طرف بائی بس روانگی ہوئی، بوقت شام مدینہ منورہ میں داخلہ، بعد نماز مغرب زیارت النبی ﷺ کے لیے روانگی، جتنے اقدام اٹھتے جاتے زیارت شوق اور طلب ذوق میں اضافہ ہوتا جاتا تھا، ان کی نگاہ ناز نے قدم ناز تک پہنچا دیا، باادب اپنی اور سلام کہلوانے والوں کی طرف سے صلوۃ وسلام کا نذرانہ پیش کیا اور من زار قبری وجبت لہ شفاعتی کا حقدار بن گیا، پھر چند مقامات مقدسہ اور مساجد ذوعیہ کی زیارت سے مشرف ہویے، جیسے جبل احد، مسجد قبا، مسجد قبلتین، مسجد غمامہ، مسجد ابوبکر۔

اولاد وامجاد: حضرت مولانا حافظ وقاری احمد رضا عزیزی مصباحی، حضرت مولانا محمد رضا عزیزی مصباحی، محمد حامد رضا، ماسٹر، کمپیوٹر کلینک، مولانا محمد مصطفی رضا مصباحی، عزیزہ انجم آرا، شہناز بیگم (یہ بچپن میں فوت ہوگئی)۔

اکابرین اہل سنت سے ملاقات: مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفی رضا خاں نوری، امین شریعت، حضرت علامہ مفتی محمد رفاقت حسین مظفر پور، حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی، مجاہد ملت حضرت علامہ حبیب الرحمن اڑیسہ، حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز مبارک پور (بانی الجامعۃ الاشرفیہ)، سید العلما حضرت علامہ سید شاہ آل رسول مارہرہ مطہرہ، احسن العلما حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں مارہرہ مطہرہ، اشرف المشائخ حضرت علامہ سید شاہ محمد مختار اشرف الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ، حضرت علامہ ضیاء الحسن، سہسرام بہار، برہان ملت حضرت علامہ شاہ مفتی محمد برہان الدین جبل پور۔

فروغ رضویات: نوری جامع مسجد کی بنیاد ۱۲/ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۱/ اپریل ۲۰۰۶ء میں رکھی گئی۔ مسجد سڑک کے کنارے واقع ہے اور اس کی جانب مغرب و شمال میں دارالعلوم عطائے مصطفی ہے۔ اس مسجد کے میں گیٹ پر اور محراب مسجد کے پچھلے حصے میں گنبد رضا بنایا گیا ہے۔ جسے دیکھ کر راہ گیر اور سفر کرنے والے مسجد، اس کے امام، مقتدی اور ذمے داران کے سنی ہونے اور امام عشق و محبت سے عشق و محبت کا یقین ضرور کر لیتے ہوں گے۔

◆

(............ صفحہ نمبر ۲۵۸/ کا بقیہ)

کبھی مصلح ملت پڑھتے تو مولانا عبدالشکور صاحب سنتے اور کبھی مولانا عبدالشکور صاحب پڑھتے تو مصلح ملت سنتے۔ حضور مصلح ملت اپنے ہاتھ میں قلم اور کاپی لیے ہوتے تھے یقین مانیے کہ صرف چند پارے ہوئے تھے کہ دو موٹی کاپی غلطیوں سے پر ہو گئی۔ ان دونوں کو تعجب ہو رہا تھا کہ سب سے صحیح اشاعت حضرت علامہ مبین الدین کی مانی جاتی ہے لیکن یہ بھی غلطی سے پاک و صاف نہیں ہے حد تو یہ ہے کہ خزائن العرفان میں اغلاط تھے ہی اور قرآن کی کچھ آیات پر غلط اعراب لگ گئے تھے (از سوانح مصلح ملت)

تصحیح کا یہ سلسلہ رواں دواں تھا کہ مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج سے مصلح ملت کا بلاوا آگیا، اور مصلح ملت الجامعۃ الامجدیہ بھیونڈی سے مستعفی ہو کر مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج ضلع الہ آباد آگئے۔ کاش کہ یہ کام مکمل ہو گیا ہوتا تو جملہ قارئین کے لیے محبت کا سامان اور اغیار کے لیے منہ توڑ جواب ثابت ہوتا۔

انوار حبیب خدا: مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج کے زیر اھتمام شائع ہونے والا سہ ماھی مجلہ بنام (انوار حبیب خدا) جو ملسل آٹھ سال تک شائع ہوتا رہا اور ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنا فیض تقسیم کرتا رہا۔ بہت سے قلم کاروں نے اس کی نقل کی اور بہت سے اشاعتی اداروں نے مصلح ملت سے اجازت لیکر اپنی نشریات میں شامل فرمایا۔

حبیب نماز: انجمن رفاہ المسلمین مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج الہ آباد کے زیر اہتمام منصۂ شہود پر آنے والا رسالہ جس میں دائمی اوقات نماز پنجگانہ، سحری وافطار، تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اور ضلع الہ آباد و لعل گوپال گنج کا دائمی ٹائم بہت خوبصورت اور صحیح انداز میں سیٹ کیا گیا ہے۔ یہ مصلح ملت کے قلم حقیقت رقم کی کرامت ہے۔ اس کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے دائمی اوقات کی ترتیب لعل گوپال گنج کے دائمی اوقات کے لحاظ سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی و علامہ ظفر الدین ملک العلماء بہاری، شمس العلماء حضرت علامہ مفتی نظام الدین الہ آبادی وغیرہ کی کتاب سے مترشح ہے۔

◆

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

مجاہد دوراں اور فروغ رضویات

مولانا رحمت علی امجدی

نام و ولادت: حضرت علامہ مولانا الحاج محمد مستقیم صاحب برکاتی مہتمم و صدرالمدرسین مدرسہ حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر جنک پور وارڈ نمبر ۷ ضلع دھنوشا نیپال۔ آپ کی ولادت ۱۰ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ میں ہوئی۔

تعلیم: مدرسہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ میں از ابتدا تا ہدایۃ النحو وغیرہ، کشمیری جامع مسجد میں ایک سال کافیہ وغیرہ دوبارہ دارالعلوم حنفیہ غوثیہ میں ۱۳۹۵ھ ایک سال، بعدہ اعلی تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں داخلہ لیا اور ۱۴۰۰ھ میں فراغت پائی۔

اساتذہ: مولانا مسلم، لوما کپیا، مدھوبنی، مفتی جیش محمد، لوہنا، بحرالعلوم حضرت علامہ مولانا عبدالمنان اعظمی، محدث کبیر حضرت علامہ محمد ضیاء المصطفی قادری، حضرت علامہ عبداللہ خاں عزیزی، محدث جلیل حضرت علامہ مولانا عبدالشکور، حضرت علامہ مولانا محمد نصیرالدین، حضرت علامہ یسین اختر، حضرت علامہ مولانا افتخار عالم، حضرت علامہ مولانا محمد اعجاز احمد، حضرت علامہ مولانا اسرارالحق، حضرت علامہ مولانا شفیع احمد، حضرت علامہ مولانا علی احمد، حضرت قاری ابوالحسن۔

بیعت:۔ سید حیدر حسن عرف سید العلما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مارہرہ مقدسہ یوپی کے دست حق پرست پر ۱۳۹۴ھ میں۔

بیعت تبرک:۔ حضور مفتی اعظم ہند علامہ الشاہ مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی شریف۔

تدریس: مدرسہ اسلامیہ غریب نواز، راج براج از ۱۴۰۱ھ تا ۱۴۰۲ھ تقریبا دو سال، مدرسہ حنفیہ برکاتیہ میں ۱۴۰۳ھ تا وقت تحریر۔

کارنامہ: مکتب حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر کو مدرسہ حنفیہ برکاتیہ کی شکل دینا، اور بیرونی بچے کے داخلے کی ترکیب، از ابتدا تا جماعت سادسہ کی تعلیم، دو دھور زمین سے سوا دو کٹھ زمین کی فراہمی، اسی پہ نوری جامع مسجد کی دو منزلہ تعمیر، مدرسہ کی پختہ دو منزلہ تعمیر، مسجد و مدرسہ کے مین گیٹ کی سہ منزلہ مع گنبد رضا کی تعمیر، ۲۰۱۷ء میں دو منزلہ کیمپس کی خرید، ساڑھے دس دھور زمین کے ساتھ، مدرسہ ہذا کا اہتمام وانصرام، اور عہدہ صدرالمدرسین پہ قیام، شہر جنک پور میں پریشان حال لوگوں کی پریشانی کے دفع کے لیے دامے درمے قدمے اور سخنے تعاون، اور رفاہ عام کے لیے لاوارث میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین، معذور و مریضوں کی دیکھ ریکھ، علالت اور پولیس چوکی میں پریشان لوگوں کی مالی وجانی امداد، علاقے میں تبلیغی دورہ، علاقے میں آپسی تنازع کا حل، اور اس کا مداوا، مکاتیب و مساجد کی بنیاد، ضرورت کے تحت علاقے میں مکاتیب و مساجد کے لیے رقم اور علما کا تقرر، بدمذہبوں کی تحریری وتقریری تردید، آل نیپال سنی جمیعۃ العلما کی صدارت۔........ (بقیہ صفحہ ۲۷۸/ پر)

حال مقیم: دوحہ، قطر

شیخ الادب مفتی اسرائیل رضوی اور فروغ رضویات

مولانا محمد بدرعالم نظامی فیضی

اس سال عرس رضوی کے جشن صد سالہ کے حسین وجمیل موقع پر ملک نیپال سے شائع ہونے والا عظیم سہ ماہی سنی پیغام نیپال کی جانب سے ”فروغ رضویات اور علمائے نیپال“ کے تعلق سے تحریری گلدستہ منظر عام پر آنے والا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک! جب اعلان تحریری شکل میں نظر نواز ہوا تو خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے سوچا کہ اس یادگار اور مبارک و مسعود موقع پر اپنے استاذ محترم کے حالات زندگی فروغ رضویات کے تعلق سے بیان کر دوں جن کی شخصیت علماے نیپال میں ایک الگ مقام کی حامل ہے۔

ملک نیپال کی نامور شخصیات میں ایک نام ماہر علوم وفنون حضرت علامہ مولانا محمد اسرائیل رضوی فیضی شیخ الادب دارالعلوم اہل سنت خیریہ فیض عام، گھوسی کا ہے، جن کی خدمات دینی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ آپ کی شخصیت عالم اسلام کے ان علماے کرام اور جماعت اہل سنت کے ان اکابرین میں سے جو اپنی جماعت میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔ آپ زہد وتقویٰ، علم وعمل، اچھے اخلاق کے سچے علم بردار، سنیت کے عظیم رہنما اور افکار رضا کے امین وپاسبان ہیں۔

نام ونسب: محمد اسرائیل رضوی فیضی ابن محمد اسحٰق انصاری ابن علی جان انصاری ابن حسینی میاں ابن پرائو میاں ابن بشن میاں ابن دوکھا میاں۔

لقب: شیخ الادب۔

ولادت: آپ کی ولادت ملک نیپال کے ضلع مہوتری کے مشہور معروف گاؤں گلاب پور، سسواکٹیا (قریۃ العلما) کے ایک متوسط خاندان میں ۴؍ فروری ۱۹۷۴ء کو ہوئی۔

اسناد: فاضل درس نظامیہ، عالم، فاضل مدرسہ تعلیمی بورڈ اتر پردیش، وسطانیہ، فوقانیہ، مولوی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ، ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل، معلم علی گڑھ۔

تعلیم وتربیت: چار سال کی عمر میں آپ کے والد گرامی نے حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں سے رسم بسم اللہ خوانی کرائی، اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم یعنی پرائمری سے اعدادیہ تک مدرسہ مظہر العلوم میں وقت کے مایہ ناز عالم دین حضرت علامہ مفتی حنیف القادری علیہ رحمۃ الباری اور شہزادۂ تسلیم ملت حضرت علامہ مولانا نظام الدین صاحب قادری (برادر اصغر شان نیپال حضور مصلح ملت مدظلہٗ العالی) کے زیر سایہ رہ کر حاصل کی۔ پھر آپ نے اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے ہندوستان کا رخ کیا اور صوبۂ یوپی کی مشہور درس گاہ دارالعلوم سرکار آسی، سکندر پور، بلیا میں اپنے مشفق اساتذہ کی

صحبت میں ایک سال رہے، بعدہٗ ۱۹۸۵ء میں مرکز علم وادب مدینۃ العلما گھوسی کے دارالعلوم شمس العلوم میں ثانیہ تک طلب علم کیا، پھر حضرت قمر ملت مولانا قمر الدین قمر اشرفی علیہ الرحمہ کی اجازت سے گھوسی کی مشہور معروف علمی درس گاہ دارالعلوم اہل سنت خیریہ فیض عام میں ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۱ء تک علمی پیاس بجھاتے رہے اور اپنے اساتذۂ کرام سے اکتساب علم کرتے رہے خصوصاً آپ نے حافظ احادیث کثیرہ استاذ العلما پیر طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ صوفی محمد اکرام الحق نقش بندی مجددی، شیخ الحدیث اور صدر المدرسین دارالعلوم ہذا سے صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر کتابیں نیز تفسیر کی اکثر کتابیں پڑھیں۔

فراغت: آپ نے ۸/ شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۴/ فروری ۱۹۹۱ء میں دارالعلوم اہل سنت خیریہ فیض عام کے جلسۂ دستار فضیلت کے پُر مسرت اور مبارک و مسعود موقع پر وقت کے اکابر علما و مشائخ بالخصوص حضور اکرام ملت اور مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین صاحب اشرفی جیلانی کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے مقدس ہاتھوں دستار فضیلت حاصل کی۔

تدریسی خدمات: فراغت کے بعد علامہ شیخ الادب کو اسی ادارہ کے اساتذہ واراکین نے دینی و تدریسی خدمات اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ و استحکام کے لیے اپنے ادارہ ہی میں منتخب کرلیا، موصوف اپنی ذکاوت و ذہانت ادب و تہذیب اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے اپنے اساتذہ واراکین کے محبوب نظر تھے، آپ اپنے اساتذہ کی امید پر سوفیصد صحیح اتر کر بحسن و خوبی محنت و جفا کشی اور خلوص و للّٰہیت سے خدمت تدریس و تقریر و اشاعت افکار رضا انجام دے رہے ہیں آپ اس ادارہ میں معقولات و منقولات خاص کر ادب کی منتہی کتابوں کا درس دے رہے ہیں آپ سے کثیر تشنگان علوم دینیہ علم و فضل سے سیرابی حاصل کر کے ہند و نیپال کے اطراف و اکناف میں خدمت دین متین اور اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں مصروف ہیں۔

قوت حافظہ اور طریقۂ تدریس: رب قدیر نے حضرت شیخ الادب کو ایسا قوی حافظہ اور ذہن عطا فرمایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ جس مضمون کو ایک بار بغور دیکھ لیتے وہ ازبر ہوجاتا ہے، اسی طرح کسی عبارت کو اپنی عمیق نظروں سے دیکھ لیتے تو پھر دوبارہ اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، آپ کے پڑھانے کا انداز ماشاء اللہ بہت نرالا ہے آپ پڑھانے کے لیے ایسا نادر طریقہ اختیار فرماتے ہیں کہ دقیق سے دقیق مسئلہ کو طلبہ کے ذہن میں اتار دیتے ہیں، آپ کے اس انداز کو دیکھ کر بارہا طلبہ کہا کرتے ہیں ”کاش ساری کتاب ہم حضرت ہی سے پڑھاتے“۔

مربی و سرپرست اور اساتذۂ کرام: حضرت شیخ الادب مدظلہ العالی کی تعلیم و تربیت میں جن بزرگوں کا خصوصی فیضان کرم ہے، وہ درج ذیل ہیں:

مرجع العلما شان نیپال مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی مصلح الدین قادری برہانی، شہزادۂ حضور اکرام ملت حضرت علامہ مولانا قمر الدین صاحب نقش بندی مصباحی علیہ الرحمۃ والرضوان، شہزادۂ حضور حنیف ملت حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد نجم الدین صاحب قادری، شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلما حضرت علامہ صوفی محمد اکرام الحق نقش بندی مجددی، سعدی زمانہ شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد حنیف القادری الملقب بہ حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ بانی، شہزادۂ حضور تسلیم ملت حضرت علامہ مولانا محمد نظام الدین صاحب قادری، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ قمر الدین صاحب قمر اشرفی علیہ الرحمہ، ادیب

شہیر مفکر قوم وملت حضرت علامہ الحاج ڈاکٹر محمد عاصم صاحب اعظمی ، حضرت علامہ مولانا ذاکر حسین صاحب لطیفی، حضرت علامہ مولانا سجاد احمد صاحب رشیدی ، حضرت علامہ مولانا الحاج محمد اشفاق عالم ، حضرت علامہ مولانا ثناء المصطفیٰ مصباحی ، حضرت علامہ مولانا وصی احمد شمسی۔

مشہور تلامذہ: حضرت شیخ الادب فکر عمیق رکھتے ہیں اس لیے آپ ہمیشہ شخصیت سازی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ نے ایک سے ایک علم کے آفتاب وماہتاب پیدا کیے، آپ کے تلامذہ میں بے بدل فقیہ، لاجواب مدرس، بے مثال ادیب، شاندار خطیب اور بہترین شاعر نظر آتے ہیں جو ہند ونیپال کی مرکزی درس گاہوں میں تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے چند تلامذہ کے ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا عبداللہ فیضی، گھوسی، حضرت علامہ مولانا مفتی علی حسن رضوی، بہار، حضرت علامہ مولانا محمد جمال اللہ فیضی گھوسی، حضرت علامہ مولانا مفتی محبوب اشرف اشرفی کٹیہار، حضرت علامہ مولانا معراج احمد فیضی، گھوسی، حضرت علامہ مولانا محمد اشرف رضا، دربھنگہ، حضرت علامہ مولانا علاء الدین شمسی، حضرت علامہ مولانا محمد رضاء اللہ حنفی، حضرت علامہ مولانا بدر عالم فیضی نظامی، حضرت علامہ مولانا ساجد رضا مصباحی، حضرت علامہ مولانا مفتی اظہر رضا، بدایوں، حضرت علامہ مولانا قطب الدین فیضی، گھوسی، حضرت علامہ مولانا امتیاز احمد مصباحی، حضرت علامہ مولانا منتظر رضا فیضی، مہاراشٹر، حضرت علامہ مولانا محمد صادق، گھوسی، جناب حافظ محمد مجیب الرحمٰن رضوی، گلاب پوری۔

شرف بیعت: آپ کو سرکار تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان صاحب ازہری علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر بیعت وارادت کی سعادت حاصل ہے۔ یہ مبارک سعادت غالباً ۱۹۸۵ء میں الجامعۃ الامجدیہ گھوسی کے تعلیمی افتتاح کے موقع پر سرکار تاج الشریعہ کی تشریف آوری قادری منزل گھوسی میں ہوئی تھی آپ نے قادری منزل ہی میں حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے دست اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی سعادت حاصل کی اور آپ کے ساتھ ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا صفی اللہ صاحب قادری نائب شیخ الحدیث مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج کو بھی شرف بیعت حاصل ہے۔

تحریری خدمات: کثرت کار، بسیار افکار، نیز تدریسی ذمہ داریوں کے باوجود حضرت شیخ الادب کے قلم سے بہت سارے مقالات، مضامین، نوٹس وغیرہ معرض وجود میں آچکے ہیں مثلاً نحو، صرف، اصول فقہ، منطق اور فلسفہ کے نوٹس وغیرہ آپ کے درجنوں مضامین ماہناموں واخبار میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں، آپ کے شائع ہونے والے مضامین جو زندگی کو بہترین طریقے سے گزارنے کی طرف دعوت دیتے ہیں، آپ نے زندگی کے مقصد کو دین اسلام کی خدمت وفروغ کے لیے وقف کر دیا۔

فروغ رضویات کے تعلق سے آپ کا مضمون ”امام احمد رضا ایک نامور محدث“ ہے جس میں آپ امام احمد رضا کے افکار ونظریات اور محدثانہ بصیرت کو اچھے انداز میں پیش کر کے اہل علم سے داد وتحسین حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ کے سارے مضامین ہیں مثلاً عکس حسین، اعلیٰ حضرت کی شاعری قرآن وسنت کی روشنی میں، حضرت صدیق اکبر کی اولیت ‘حضرت فاروق اعظم کی حیات وخدمات’ ‘حضرت عمار ابن یاسر’ ‘حضرت غوث پاک کی سیرت وکرامت’ ‘منصب ولایت’ ‘کامیاب زندگی’ ‘آج اور

کل کا فرق“ آج کا معاشرہ اور ہم“ اس کے علاوہ بہت سارے مضامین ہیں جن سے میری واقفیت نہ ہو پائی۔

حضرت شیخ الادب اور فروغ رضویات: امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار و نظریات کا صحیح ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت ہے جو مسلک اہل سنت کا مرادف ہے اور تمام مذاہب باطلہ سے امتیاز و شناخت کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت ہی زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت دین اسلام، اشاعت سنت خیر الانام، ترویج تعلیمات اسلامیہ، اور احقاق حق وابطال باطل کے حوالے اپنی تحریر و تقریر اور قول و فعل سے ایسی تجدیدی خدمات و تعریفی کارنامے انجام دیے کہ اہل سنت کے عقائد و معمولات ادیان باطلہ کی آمیزش سے مکمل منقح اور مصفیٰ ہو گیا اس لیے اکابر و مشائخ نے مسلک اہل سنت کو آپ کی طرف منسوب کر کے مسلک اعلیٰ حضرت کا نام دیا جو بلا شبہہ فرقہاے باطلہ سے امتیاز کے لیے آہنی دیوار اور خط فاصل ہے۔

حضرت شیخ الادب ابتدائی تعلیم ہی سے فروغ رضویات کے حاملین و وارثین سے مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ سن رہے تھے اور ان لوگوں کی سرپرستی و نگرانی میں تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے اپنے اساتذہ و مربیین سے مسلک اعلیٰ حضرت کی اہمیت و افادیت اور فرقہاے باطلہ سے نفرت و عداوت کے اسباق حاصل کیے تھے جس مسلک کی پیروی و اشاعت میں ایمان و عقیدہ کی حفاظت، عشق رسول کی صیانت، اور اولیا و مشائخ کی محبت وابستہ ہے؛ اسی لیے حضرت شیخ الادب بھی تحصیل علم سے فراغت کے بعد ہی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات میں ہمہ تن مصروف ہیں، چناں چہ فروغ رضویات کے تعلق سے آپ کا مضمون ”امام احمد رضا ایک نامور محدث“ ہے جس میں آپ امام احمد رضا کے افکار و نظریات اور محدثانہ بصیرت کو اچھے انداز میں پیش کر کے اہل علم سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ بھی آپ کے سارے مضامین ہیں مثلاً عکس حسین، اعلیٰ حضرت کی شاعری قران و سنت کی روشنی میں۔

درس و تدریس میں افکار رضا کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ طلبہ کے دل و دماغ محبت رسول کی خوشبو سے معطر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اعلیٰ حضرت نے ہم سنیوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا صحیح سلیقہ عطا فرمایا عشق رسول کا صحیح درس دیا اور اولیا و اکابر سے محبت کرنے کا صحیح ڈھنگ عطا فرمایا۔

موصوف ایک اچھے مشہور اور مستند خطیب ہیں آپ اپنی خطابت و واعظ و نصیحت میں عشق رسول سے لبریز اشعار رضا کو بھی اپنی تقریر کا ایک اہم حصہ رکھتے ہیں موقع و محل کے اعتبار سے اشعار رضا کو پیش کر کے قوم و ملت کو مسلک اعلیٰ حضرت سے روشناس کراتے رہتے ہیں اور اپنی تحریر سے فروغ رضویات میں خدمت انجام دے رہے ہیں یعنی امام احمد رضا کے افکار و نظریات اور ان کی محدثانہ بصیرت و فقہی مہارت کو عوام الناس کے سامنے کرتے رہتے ہیں جس پر آپ کے چند مضامین شاہد ہیں جو دینی و ملی و مذہبی ماہناموں میں چھپے ہوئے ہیں علامہ فیضی کو رب قدیر جل جلالہٗ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت اور فروغ رضویات میں مزید توانائی عطا فرمائے آمین

* * *

باب ششم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

مفتی شہر کان پور اور فروغ رضویات

خود نوشت

اصلی نام: محمد ممتاز عالم
قلمی نام: ممتاز عالم مصباحی
کنیت: ابوالحسنات
ولدیت: جناب محمد حبیب انصاری
ماں کا نام: محترمہ رقیہ خاتون
ولادت: ۱۹۷۹ء ۹ محرم الحرام یوم عرفہ بروز جمعرات بوقت صبح صادق

جائے پیدائش: ملک نیپال براعظم ایشیا کے دو بڑے ممالک ہندوستان اور چین کے وسط میں واقع ایک خوب صورت ترین ملک ہے، پورا ملک ندیوں، نالیوں، جھرنوں، مرغ زاروں، ریگزاروں اور سرسبز و شاداب جنگلات پر مشتمل ہے، دنیا کا سب سے اونچا پہاڑ ” ہمالیہ “ بھی یہیں واقع ہے، قدرت کے ان بہترین مظاہر کی کثرت کی وجہ سے یہاں کی آب و ہوا بھی بہت ہی خوش گوار اور صحت بخش ہے، جغرافیائی اعتبار سے ملک کے دو حصے ہیں، ایک پہاڑی اور دوسرا ترائی یعنی نشیبی جہاں کی زمین ہموار ہے، پہاڑی علاقوں میں کھیتی کا کام نہیں ہوتا، صرف مکئی اور باجرہ وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے، کیوں کہ یہاں کی زمین ہموار نہیں، اس کے برعکس نشیبی علاقوں میں بہت اچھی کھیتی کی جاتی ہے، چوں کہ ملک کی تمام ندیاں انہیں علاقوں سے ہو کر گزرتی ہیں، اس لیے کھیتی بھی بہت کامیاب ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں کے زیادہ تر لوگ خوش حال ہیں، پہاڑی علاقوں کا موسم نسبتاً سرد ہوتا ہے، جب کہ نشیبی علاقوں کا موسم ہندوستان کے مطابق معتدل ہوتا ہے، ملک کی معشیت کا دارومدار ” سیر و سیاحت “ پر ہے، یوں تو پورا ملک ہی قدرتی خوب صورتی کا بہترین نمونہ ہے، مزید برآں یہاں پر واقع ” ماؤنٹ ایوریسٹ “ کو دیکھنے کے لیے امریکہ، برطانیہ، کناڈا، بیلجیم، آسٹریلیا وغیرہ دنیا کے متعدد ممالک کے سیاح کثیر تعداد میں یہاں آتے ہی رہتے ہیں۔

یہاں کا مرکزی مقام کاٹھمانڈو ہے، جو ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے، اس ملک کے ۷۵ اضلاع ہیں، ضلع ” روتہٹ “ جو ملک کے وسط میں واقع ہے اور کثیر مسلم آبادی والے اضلاع میں سے ہے، اسی ضلع کا مردم خیز گاؤں ” جئے نگر “ میں جائے پیدائش ہے، یہ گاؤں ہندوستان بارڈر سے تقریباً ۱۸ کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے اور کئی کیلو میٹر میں پھیلا ہوا

ہے، اس اعتبار سے اسے گاؤں نہیں بلکہ قصبہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس کی بنیاد کب پڑی اس کے بارے میں مجھے صحیح معلومات نہیں، تاہم یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ تقریبا ۲۰۰ سال پرانا گاؤں ہے، یہاں پر بسنے والے بیشتر لوگ ہندوستان کے قریبی علاقوں سے منتقل ہو کر آئے ہوئے ہیں۔ شروع سے ہی یہاں کی آبادی مخلوط رہی ہے، تعداد کے اعتبار سے مسلمان اور ہندو تقریبا دونوں ہی برابر ہیں اور دونوں ہی باہم شیر وشکر بن کر رہتے ہیں، اب تک کی تاریخ میں کبھی کوئی فرقہ وارانہ واقعہ رونما نہیں ہوا، ۲۰۲۷ بکرمی کے اس منصوبہ بند فرقہ وارانہ فساد کے موقع پر بھی جب کہ پورے ضلع میں فساد کی آگ بھڑک اٹھی تھی، یہ گاؤں پوری طرح محفوظ رہا کسی طرح کا جانی ومالی نقصان نہیں ہوا، یہ بات یہاں کے باشندوں کے آپسی میل محبت اور اتفاق واتحاد پر شاہد عدل ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج کے اس دینی بیزاری کے دور میں بھی جب کہ دیوبندیت اور وہابیت کے فتنے ہر جگہ پہنچتے جارہے ہیں، اس کے باوجود یہاں ایک بھی دیوبندی، وہابی یا کوئی بدعقیدہ نہیں ہے، پوری مسلم آبادی خالص سنی صحیح العقیدہ ہے، یہاں تقریبا ڈیڑھ درجن علما اور حفاظ ہیں، یہاں ایک مدرسہ بھی ہے، جسے آج سے نصف صدی قبل پیر طریقت، رہبر شریعت، خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ الحاج الشاہ سید ظہور الحسن صاحب قبلہ دام ظلہ النورانی (سیوان بہار) نے قائم فرمایا، یہاں سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے درجنوں طلبہ اب تک ملک وبیرون ملک کی بڑی درس گاہوں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق ملک وبیرون ملک میں دینی خدمات انجام دینے میں ہمہ تن سرگرم عمل ہیں، یہاں تین خوب صورت مسجدیں بھی ہیں، جن میں سے ایک جامع مسجد ہے جو آبادی کے قلب میں واقع ہے اور دوسری مسجد خالص مسلم آبادی والے محلہ میں واقع ہے، جب کہ تیسری مسجد حال ہی میں آباد نئے محلہ میں واقع ہے۔

تعلیم وتربیت: میں نے ابتدائی تعلیم اپنے محلہ ہی میں واقع ادارہ جامعہ حنفیہ رضویہ میں حضرت علامہ قاضی ظفیر احمد مصباحی اور حضرت مولانا مجاہد حسین مصباحی دام ظلہما سے حاصل کی، اس کے بعد عالمیت تک کی تعلیم جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، مئو، یوپی میں حاصل کی، پھر اعلی دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایشیا کی عظیم عربی یونیورسٹی الجامعۃ الاشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں داخلہ ہوا اور وہاں سے ۲۰۰۰ء میں فضیلت اور قراءت بروایت حفص کی سندیں حاصل کیں، پھر اس کے بعد قائد اہل سنت، مناظر اعظم ہند حضرت علامہ ارشد القادری قدس سرہ العزیز کے قائم کردہ ادارہ ” جامعہ حضرت نظام الدین اولیا “ ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی میں داخلہ لیا اور وہاں کا ” الاختصاص فی الادب والدعوۃ “ کا دوسالہ کورس امتیازی نمبرات کے ساتھ مکمل کیا۔

تدریسی خدمات: جامعہ قادریہ دار القلم، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی دہلی، جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی، جامعۃ الرضا بریلی شریف میں بھی شیخ الادب کی حیثیت سے تقرر ہوئی تھی، مگر کسی وجہ سے چند ایام کے اندر ہی رخصت ہونا پڑا۔ جامعہ قادریہ رچھا اسٹیشن، بریلی شریف، یوپی، جامعہ رضویہ مناظر العلوم، کان پور، یوپی، یہاں صدر المدرسین وصدر مفتی کی حیثیت سے فی الحال خدمت جاری ہے، نیز دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ میں بھی مفتی اور شعبہ افتا کے استاذ کی حیثیت

سے تدریسی و فتاوی نویسی کی خدمات جاری ہیں۔ (فالحمد للہ علی ذالک)

ادارتی و صحافتی خدمات: ادارت: ماہنامہ جام نور دہلی ایک سال ۲۰۰۳ء۔ ادارت: سہ ماہی امجدیہ، گھوسی تین سال ۲۰۰۵ء سے ۲۰۰۸ تک۔

مستقل کالم نویسی: روزنامہ راشٹریہ سہارا کے لیے ۱۰ سال ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۰ء تک۔

گذشتہ بارہ سال سے زائد عرصہ کے اندر، نئی دنیا، دہلی، عالمی سہارا دہلی، قومی آواز دہلی، ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ہندوستان ایکسپریس دہلی، کنزالایمان دہلی، ماہ نور دہلی، اردو دنیا دہلی، نئی شناخت دہلی، افکار ملی دہلی، دین فطرت بنگلور، تبلیغ سیرت کلکتہ، پیام نظامی بستی، المسعود بہرائچ، پیام حرم بستی وغیرہ ملک کے متعدد اخبارات ورسائل میں سیاسی، سماجی، تعلیمی، معاشی اور ادبی موضوعات پر درجنوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

تصنیفی خدمات: (۱) امہات المؤمنین: مطبوعہ: خواجہ بک ڈپو مٹیا محل، جامع مسجد دہلی۔

الحمد للہ یہ کتاب عوام وخواص میں بہت مقبول ہوئی، یہاں تک کہ ملک کے کئی مدارس نسواں کے نصاب میں بھی خارجی مطالعہ کے طور پر داخل ہے، مسلم خواتین بالخصوص طالبات اور معلمات کے لیے یہ کتاب ایک بہترین رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) اسلام کا سماجی نظام: مطبوعہ: خواجہ بک ڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی۔ یہ کتاب بھی ہر حلقے بالخصوص عوام میں بہت مقبول ہوئی۔ (۳) مسلمانان ہند: مطبوعہ، اس کتاب میں ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۱۵ء تک ملکی وغیر ملکی اخبارات ورسائل میں مسلم مسائل پر شائع شدہ مضامین کا دستاویزی مجموعہ ہے، جس میں مابعد آزادی مسلمانان ہند کے تعلیمی، سیاسی، سماجی اور معاشی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ (۴) فاروق اعظم: غیر مطبوعہ (۵) نقوش سیرت: غیر مطبوعہ۔ یہ کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات طیبہ کے متعدد پہلوؤں پر مشتمل عمدہ و تحقیقی مضامین کا گراں قدر مجموعہ ہے، جو تقریباً ۵۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے، اگرچہ یہ کتاب سیرت طیبہ کی کوئی مستقل کتاب نہیں ہے، تاہم ایک بہترین رہنما کتاب ہے۔ (۶) اسلام اور دہشت گردی: غیر مطبوعہ۔ (۷) عہد وسطی کا ہندوستان: غیر مطبوعہ۔ (۸) قرآنی ضابطہ اخلاق: غیر مطبوعہ۔ (۹) غیبت اور بدگمانی: غیر مطبوعہ۔ (۱۰) جن کی حقیقت: غیر مطبوعہ۔ (۱۱) اساطین امت: غیر مطبوعہ۔ (۱۲) افکار وخیالات (مجموعہ مضامین): غیر مطبوعہ۔ (۱۳) حقوق نسواں: غیر مطبوعہ۔ (۱۴) شاہد ملت حیات وخدمات: مطبوعہ دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ، جاجمو کانپور۔ (۱۵) مسلم سیاست وقیادت۔ (۱۶) نکاح: فضائل واحکام۔ (۱۷) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم اول مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔ (۱۸) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم سوم: مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔ (۱۹) تخریج و تحقیق: فتاوی بحر العلوم پنجم: مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف۔

تحریکی و تعمیری سرگرمیاں: بانی و سربراہ اعلی: دار العلوم احمدیہ، کراہا چھترپور (ایم پی) کی۔

ناظم تعلیمات: دار العلوم غریب نواز، آگرہ روڈ جئے پور (راجستھان)، صدر مجلس عاملہ و ناظم تعلیمات: جامعہ

اسلامیہ فیض القرآن، سلیم پور، ہریدوار (اتراکھنڈ)، ناظم تعلیمات: جامعۃ الحجاز، گوالیار (ایم پی)، بانی رکن: مسلم فاؤنڈیشن دہلی۔ بانی: خواجہ غریب نواز فاؤنڈیشن جھانسی (یوپی)، بانی: جلوس خواجہ غریب نواز، جھانسی (یوپی)، بانی رکن: جلوس محمدی ذاکر نگر، اوکھلا نئی دہلی۔ چیف اڈوائزر: مرکزی سنی مجلس شوری علمائے (مدھیہ پردیس)۔

فروغ رضویات: فروغ رضویات: ۲۰۰۱ء کی بات عرس اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع پر روزنامہ راشٹریہ سہارا نے اپنے اپنے معمول کے مطابق خصوصی نمبر کا اعلان کیا۔ اس موقع پر میں نے ایک مضمون بعنوان "مجدد بریلوی اور رد حرکت زمین" تحریر کیا۔ الحمدللہ یہ مضمون بہت خوب صورت انداز میں شائع ہوا اور نہ صرف دہلی ایڈیشن بلکہ لکھنو ایڈیشن سے بھی شائع ہوا جب کہ لکھنو ایڈیشن میں دہلی ایڈیشن کے علاوہ مضامین تھے۔

۲۰۰۳ء میں پاکستان کے معروف رسالہ "جہاں رضا" میں بھی میرا ایک مضمون "امام احمد رضا، افکار عالیہ" کے تحت شائع ہوا۔ اسی سال راشٹریہ سہارا میں عرس کے موقع پر ایک مضمون آپ کی حیات و خدمات پر شائع ہوا۔

۲۰۰۸ء میں ہفت روزہ عالمی سہارا نے ایک ضخیم نمبر عرس کے موقع پر نکالا۔ اس میں میرا ایک تفصیلی مضمون بہت عمدہ انداز میں ابتدائی صفحات میں سے فل صفحہ میں "امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۲۰۰۶ء میں سہ ماہی امجدیہ گھوسی میں میرا ایک مضمون عرس کے موقع پر "اعلی حضرت اور علوم جدیدہ" کے عنوان سے شائع ہوا۔

سال رواں جون میں ماہنامہ کنزالایمان میں ایک مضمون "امام احمد رضا کے معاشی نکات" کے عنوان سے شائع ہوا۔

۲۰۱۰ء میں نے ایک کتاب "جہان علم فضل" کے عنوان سے تحریر کیا، جو کسی وجہ سے اب تک شائع نہ ہوسکی۔ یہ کتاب مخصوص انداز میں تحریر کی گئی ہے۔ ان شاء اللہ الرحمن اہل علم اسے ضرور پسند فرمائیں گے۔ اس میں اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الاجازۃ المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ" میں خود اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعہ ذکر کردہ اپنے ۵۵ علوم میں ان کی مہارت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ان علوم و فنون میں اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مہارت پر ایک تبصراتی تحریر ہے۔

صدر الشریعہ ایک عبقری شخصیت: غیر مطبوعہ، اس کتاب میں خلیفۂ اعلی حضرت علامہ و مفتی امجد علی اعظمی المعروف بہ صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کے حالات ہیں۔

عہد طالب علمی میں ۱۹۹۶ء میں جامعہ امجدیہ سے "المجدد" کے نام سے ایک عربی ہفت روزہ نکالا، اس میں موقع بموقع اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت پر مضامین لکھے جاتے رہے۔

۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۰ء میں جامعہ اشرفیہ سے "البیان" اور "الصحوہ" نکالا، استاذ گرامی مرتبت مولانا نفیس صاحب کی سرپرستی میں۔ ان میں بھی موقع بموقع مضامین اعلی حضرت کی شخصیت پہ شائع ہوتے رہے۔ ۲۰۰۱ء اور ۲۰۰۲ میں جامعہ نظام الدین اولیا سے "الاولیاء" کی ادارت کی اس میں اعلی حضرت کی شخصیت پر مضامین شائع ہوئے۔

کان پور، جھانسی اور چھترپور وغیرہ ملک کے کئی شہروں میں اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور مسلک اعلی حضرت کے عنوان پر کئی بار تقریریں کرچکا ہوں۔ جنھیں عوام کے ساتھ اہل علم نے بھی خوب پسند کیا۔ ۲۰۱۴ء میں عرس محمدی کالپی شریف میں جب کہ لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے، ٹھیک قل شریف سے قبل اعلی حضرت، مسلک اعلی حضرت اور رد صلح کلیت پر میری تقریر ہوئی۔ پہلے سے میرا کوئی ارادہ نہیں تھا ناظم اجلاس مفتی اشفاق صاحب نے میرے نام کا اعلان خصوصی تبصرہ کے ساتھ کیا اور اصرار کے ساتھ حکم دیا کہ آپ تقریر کریں میں نے معذرت کی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ اسٹیج پر دو درجن سے زائد علما تھے اور عوام لاتعداد، میں نے اللہ عزوجل کا نام لے کر برجستہ تقریر کی۔ جسے سب نے بہت پسند کیا۔ پروگرام کے بعد مفتی صاحب نے فرمایا یہ تقریر کسی اور موقع پر بڑے پروگرام میں کریں تو مزہ آئے گا۔ یہ تقریر وہاں میری پہچان بن گئی۔

* * *

(..............صفحہ نمبر ۲۶۹/ کا بقیہ)

معروف تلامذہ: مفتی محمد محبوب رضا مصباحی، مفتی رضا دارالافتا، بھیونڈی، مفتی محمد مجاہد رضا امجدی، برداہا، خطیب نیپال مولانا محمد شفیق اللہ چترویدی، برداہا، مولانا محمد ذکاء اللہ، برداہا، مولانا محمد صداقت حسین، برداہا، مولانا محمد ہدایت اللہ، لوہارپٹی، مولانا محمد ثناء اللہ، برداہا، حافظ محمد حامد رضا، جانکی نگر جنک پور، مولانا نذیر، جنک پور، مولانا عبدالرزاق، سارسر، مولانا محمد بشیر، ہارسر، مولانا عبدالقیوم، ہارسر، مولانا عبدالکریم، بیدہی، مولانا عبداللطیف انصاری، گونرپورا، مولانا احمد حسین، جدوکوہا، مولانا عابد حسین، مہولیا اور مولانا عابد حسین، سگھارا۔

حج:۔ پہلا بار ۱۴۲۴ھ، دوسری مرتبہ مع اہلیہ ۱۴۳۹ھ میں شرف حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

زیارت باسعادت: سرکار کلاں حضور سید مختار اشرف، کچھوچھہ مقدسہ، حضرت مولانا سید مجتبی اشرف، کچھوچھہ شریف، شیخ اعظم حضور سید اظہار اشرف، حضرت سید کلیم اشرف، جائس یوپی، حضرت علامہ سید غلام جیلانی، میرٹھی، حضرت سید یحی حسن، مارہرہ شریف، حضور زاہد ملت، علی پٹی شریف، حضور امین شریعت مفتی محمد کلیم الدین قادری، مہدیا اور حضور پاسبان ملت علامہ محمد یوسف، بیلا۔

فروغ رضویات: نوری جامع مسجد جانکی نگر: قلب جنک پور جانکی نگر میں پیٹھیا بازار سے کچھ دور واقع یہ مسجد بڑی عالی شان اور خوب صورت ہے۔ ۱۴۰۸ھ میں مجاہد دوراں نے اس مسجد کا کام شروع فرمایا اس مسجد کے صدر دروازے پر گنبد رضا نہایت بلندی پر بنایا گیا ہے جو شان امام اہل سنت اور اس علاقے کی سنیت کا اعلان کر رہا ہے۔

جامعہ حنفیہ برکاتیہ: نوری جامع مسجد، جانکی نگر جس احاطے میں واقع ہے، اسی احاطے میں ایک قدیم مدرسہ بھی ہے۔ اس کا نام ”جامعہ حنفیہ برکاتیہ“ ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں مجاہد دوراں کے توسط سے اس کی بنیاد ڈالی گئی اور پیر خانۂ امام اہل سنت کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کے نام میں برکاتیہ کا لاحقہ لگایا۔ یہ نیپال کے مشہور و معروف اداروں میں سے ایک ہے۔

* * *

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

محبوب العلما اور فروغ رضویات

خودنوشت

تاریخ پیدائش: سنہ ۱۹۵۸ء۔ نام: محمد علیم الدین راعین بن نبی جان بن سومن بن غنی کباری۔

جائے پیدائش: شیوپور وارڈ نمبر ۲۳ جنکپور دھام، ضلع دھنوشا، نیپال۔

تعلیم: مادر وطن شیوپور جہاں ہندوؤں کی کثیر آبادی جو نام سے ہی پتہ چلتا ہے، اور مسلم کی قلیل اور معمولی آبادی جہاں ہندوؤں کی تالاب کی گھاٹ سے مسلمانوں کو پانی لینا اور نہانا گناہ اور چھوٹ سمجھا جاتا ہے، ہمارے دادا سومن گماشتہ برائے کروفر اور بااثر آدمی تھے، جن کی دھاک بڑے بڑے زمین داروں اور رئیسوں پر ایسی تھی کہ جو فیصلہ وہ کر دیتے تھے اس کے خلاف کوئی پنچائت یا فیصلہ کے لوگ ہمت نہیں کرتے تھے، پولیس محکمہ پر بھی کافی رعب غالب رہتا تھا، کیوں کہ اس زمانے میں وہ کافی اچھے پڑھے لکھے اور عدالت وکچہری کا کام بخوبی انجام دیتے تھے، المختصر یہ کہ پورے علاقہ پر ان کا اچھا خاصا اثر تھا۔

ہمارے اس گاؤں میں ہندوؤں کا پڑھا لکھا طبقہ:

ایک روز مجھے بلا کر پوچھا میاں جی آپ کے دادا اتنے بڑے آدمی ہیں اور آپ کیا مسلمانی پڑھائی پڑھتے ہیں، اس پڑھائی میں نہ آپ کو سرکاری نوکری ملے گی اور نہ ہی کوئی پوچھ گچھ ہوگی، اس لیے آپ پڑھائی نیپالی سرکار کی پڑھائی پڑھیے: برجستہ میری زبان سے یہ بات نکل گئی؛؛ میں یہی اسلامی اور مسلمانی پڑھائی پڑھوں گا؛؛

اس کے بعد میں جنک پور نیپال کے مدرسہ حنفیہ غوثیہ میں داخلہ لے لیا، مگر وہاں کے صدر مدرس قابل، باصلاحیت، دبنگ لیکن متعصب، متفنی، جوذات پات، اونچ، نیچ اور برادری کی غلط سونچ کے مالک تھے، اور وہ ٹھہرے شیخ، اور میں کباری۔

الحمد للہ! میں محنتی تھا وہاں پہ فارسی اول دوم تسہیل المصادر اس طرح کی اور چند کتابیں زبانی یاد تھیں، اس کے باوجود میں گلستاں تک دو برس میں نہیں پہنچ سکا، اس وقت میری عمر ۹ برس کی رہی ہوگی، کسی بزرگ نے مجھے بلا کر فرمایا؛؛ بیٹے تم یہاں سے کسی دوسرے مدرسہ میں چلے جاؤ ورنہ تم یہاں سے آگے نہیں جاسکوگے؛؛ میرے بچپنے کے دماغ نے اس بات کو قبول کرلیا اور میں علی پٹی حافظ زاہد حسین کے مدرسہ امانیہ امان الخائفین چلا گیا، پھر بعض حالات سے دوچار ہوکر میں باڑا لہوریا بہار جاکر مولانا محمد شمس الحق کے مدرسہ چلا گیا، اور مولانا محمد جابر صاحب باڑاوی سے فارسی، عربی کی چند کتابیں پڑھیں، بھلا کرے مولانا محمد جابر صاحب باڑاوی کا کہ انہوں نے فارسی ایسی پڑھادی کہ گلستاں، خوشحال صبیا، میزان الصرف، نحو میر، پنج گنج وغیرہ کی اکثر عبارتیں حفظ تھیں، اس کے بعد میں پھر حضرت مفتی محمد حبیب اللہ صاحؒ بیلا کے پاس

بحر العلوم مدرسہ جے نگر بہار میں ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح وقایہ، شرح جامی، شرح تھذیب وغیرہ میں بڑی محنت کی، یہاں تک کہ مذکور الصدر دونوں کتابیں نیم حفظ ہوگئیں، پھر وہاں سے میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور گیا، اتفاق کہیے کہ میرے کچھ پرانے ساتھی خصوصا مولانا محمد سراج الحق، مولانا محمد جمشید عالم، مولانا محمد ذاکر حسین وغیرہ جو بہار کے مدھوبنی ضلع کے ایک گاؤں سوہپور کے تھے، ان لوگوں نے مجھ سے مل کر یہ کہا کہ خیر آباد یوپی میں ایک بزرگ پڑھانے جن کا نام مبارک مفتی محمد محبوب احمد اشرفی ہے، وہ بار بار کہتے ہیں کہ کوئی دو لڑکا نیپال سے لے آو، سو تم چلو اور ان سے ملاقات کر کے چلے جانا، میں خیر آباد گیا، ملاقات سے مشرف ہوا اور پھر میں وہیں انہیں کے کمرہ میں شفٹ ہو کر داخلہ لے لیا، صرف چند مہینوں کی تعلیم وتربیت سے یا روحانی فیض سے مجھے چاندی کا چمکتا دمکتا سکہ بنا دیا، اور پھر یہ انہیں کی ہدایت پر غوث زماں، قطب عالم، حضور مفتی اعظم سرکار محمد مصطفی رضا خان شہزادہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے میں مبارک پور جاکر مرید وبیعت سے سرفراز ہوگیا، پھر کیا تھا، دل نے انگڑائیاں لی اور مفتی اعظم سرکار کی روحانیت نے بریلی شریف جانے پر مجبور کر دیا، میں اپنے چند ساتھیوں خصوصا مولانا سلیم الدین اور مولانا عبد الرؤف مہترپٹی ضلع مدھوبنی بہار کے ساتھ بریلی شریف پہنچ کر ”دار العلوم منظر اسلام“ سے تعلیم وتربیت اور مفتی اعظم ہند سرکار سے فیض یاب ہوتا رہا، صفر المظفر کی ۲۵/تاریخ ۱۹۷۹ء کو مفتی اعظم سرکار کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

بخاری شریف کے دورے کے جو ساتھی اور علما تھے انھوں نے مل کر مجھے گجرات یہ کہتے ہوئے بھیج دیے ؛؛ کہ آپ کے ذریعہ وہاں کا بہت اچھا ہوگا ؛؛، میں بڑی تشویش میں پڑ گیا کہ گجرات اور گجراتی سے کیسے میل کھایے گا، اور کیا کیا حالات بنیں گے، لیکن ان دوستوں نے ایک نہ سنی اور ٹکٹ لے کر ٹرین پر بیٹھا دیے، میں بڑی مشکل سے پتہ کے مطابق گجرات پہونچا، تو زبان الگ، خوراک الگ، ماحول الگ اور سب سے بڑی تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ بالکل دیہات مکتب اور مسجد سے کام، جب کہ پڑھنے کے زمانہ میں میرا امنگ رہا کہ میں شیخ الحدیث بن کر پڑھاؤں گا، مگر مرضی مولی از ہمہ اولی، مجبوری یہ ہوئی کہ میری جیب خالی تھی، کیسے واپسی ہو اور کس سے یہ مجبوری بیان کی جایے، سوچا کسی طرح ایک مہینہ کی تنخواہ ملنے پر وطن واپس ہو جاؤں گا، لیکن خداوند قدوس کی بارگاہ سے جہاں روزی لکھ دی گئی بندہ وہاں مجبور ہے، آخر کار اسی چھوٹے اور پٹھانوں کے گاؤں ذریعہ واڈا، ضلع جوناگڑھ، گجرات میں تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوا، وہابیت، تبلیغیت کا دور دورہ تھا، مدرسہ حنفیہ رونق اسلام اور رضوی جامع مسجد کا کام شروع کیا، مسلک اعلی حضرت سے نہ جانے وہابیوں کے سینے کیوں پھٹنے لگتے ہیں، میں اپنے محبوب مسلک اعلی حضرت کی نشر واشاعت کے لیے گاؤں گاؤں پھرتا رہا، اور وہابیوں، تبلیغیوں نے میرے خلاف سازش کا جال پھیلانا شروع کر دیا، کئی بار مار پیٹ ہوئی، گولی بندوق کا استعمال ہوا، احمد آباد سے لے کر سینٹرل گورمینٹ دہلی تک مجھ پر مقدمہ دائر کیا گیا، مہینوں باہر نکلنے پر پابندی لگی رہی، آخر میں کامیاب رہا، الحق یعلو ولا یعلی۔

عوام کو تبلیغیوں سے رشتہ برادری ومناکحت سے الگ کیا، علامہ اختر رضا ازہری سے مرید کرایا، اور پھر پانچ سال کا عرصہ گذارنے کے بعد میں پوربندر کا رخ کیا، کیوں کہ دار العلوم غوث اعظم پر مسلسل دو برس سے تالا چڑھا ہوا تھا، حالات

ناساز گار تھے، میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ پورے گجرات میں گنتی کے چند سنی مدرسے ہیں، اور وہ بھی اختلاف کے شکار ہیں، میں دار العلوم غوث اعظم پور بندر کے کمیٹی کے چند افراد سے ملاقات کی پروگرام بنایا، پھر چند شرطوں کے ساتھ مدرسہ غوث اعظم پر چڑھا ہوا تالا کھول دیا، اور گجرات کے گاؤں، دیہات کے بچوں سے مدرسہ شروع کیا، پھر یوپی، بہار، گجرات، بنگال اور نیپال کے خصوصا مفتی محمد شمس الدین نوری، مفتی عبد العزیز رضوی، مولانا محمد ایوب علی رضوی بیلا جنک پور دھام نیپال کے محنتی مدرسین اور نیپال کے معیاری طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ جو کام ہوا وہ پورا گجرات معترف تھا، اور علامہ باوا قمر الدین گجراتی نے اپنے سنی کے کئی مدرسہ کی نظامت کی پیشکش کی،

اس کے بعد میں بنارس کے آگے دار العلوم معراج العلوم اہرورہ صدر المدرسین کے لیے منتخب ہوا، اچھا ماحول ملا، لیکن وقت کے مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی عبد المنان صاحب کلیمی نے ہرے باغ دیکھا کر مرادآباد جامعہ اکرم العلوم انسٹی ٹیوٹ لے گئے، دو سال بعد حالات نے کروٹ لی، اور میں نیپال آکر جنک پور بیلا میں ۱۹۹۴ء میں دار العلوم عطائے مصطفی کی چار کٹھہ زمین خرید کر تعمیری و تعلیمی سرگرمی میں مصروف ہوگیا، پھر چند سالوں بعد یعنی ۲۰۰۲ء میں پھر حالات نے کروٹ بدلی اور میں چھاتی پر پتھر کا سل رکھ کر بمبئی چلا گیا، بمبئی کے اندھیری علاقہ میں آنند نگر جوگیشوری میں دار العلوم گلشن مدینہ اور گلشن مدینہ کی جامع مسجد چار منزلہ عالیشان عمارت میں نظامت و صدارت کی ذمہ داری قبول کی، پھر حالات کی ناچاکی کی بنیاد پر کچھ مہینوں گوا میں مدرسہ گلستان رضا اور جامعہ مسجد کی نظامت و امامت کے بعد پھر بمبئی واپس آیا اور ۲۰۰۷ء کے بعد خیال گذرا کہ اب اپنے علاقہ نیپال میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے و دورہ حدیث تک کی معیاری تعلیم اور قوم مسلم کی بچیوں کے لیے سرکاری دنیوی تعلیم کے لیے ہائی اسکول اور کمپیوٹر سلائی کا صحیح انتظام ہو، جہاں یہ مسلم بچیاں بلا خوف و خطر تعلیم حاصل کر لے، اس کے لیے بڑی دوڑ دھوپ میٹنگ، سیٹنگ کا سلسلہ چلتا رہا، کتنی رکاوٹیں اختلافات رونما ہوئے، لیکن میں صبر و ضبط کے ساتھ کرائے کے مکان میں ۲۰۱۷ء کے بعد ۲۷۰۰۰ مربع فٹ پر کم و بیش ڈیڑھ کڑور کی شاندار عمارت میں بچیاں مسلم قوم کی لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی ہے، آئندہ مجھے یہ تمنا انگڑائیاں لے رہی ہے، پانچ سو بچیاں ار قوم مسلم کی بیٹیاں دینی و دنیاوی تعلیم و تربیت سے آراستہ و پیراستہ ہوتی رہیں، اور میں دن رات سوتے جاگتے یہی خواب دیکھتا رہتا ہوں، امید کہ خداوند قدوس اپنے محبوب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ہمارے اس ناچیز مبارک خواب کو پورا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

جو محشر فتنہ انگیز دبلائے بے اماں خیزد　　ہجویم از تو درمانم اغثنی یارسول اللہ
گرفتارم دہائی دہ مسیحا مومیائی دہ　　شکستم رنگ سامانم اغثنی یارسول اللہ

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

ادیب لبیب مولانا صفی اللہ اور فروغ رضویات

مولانا محمد سمیع الدین قادری

نام: محمد صفی اللہ قادری۔

ولدیت: محمد عین الحق مرحوم

تولد: عربی وفارسی بورڈ لکھنؤ اتر پردیش سند کے لحاظ سے ۸؍ جون ۱۹۷۳ء تاریخ پیدائش ہے۔

حصول تعلیم وتربیت: ناظرہ، اردو، فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم اپنے وطن کے مرکزی ادارہ مدرسہ مظہر العلوم، گلاب پور، سسواکٹیا میں حاصل کی، اور باقی ماندہ تعلیم ہندوستان کی مندرجہ ذیل عربی درس گاہوں میں حاصل کی:

مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ، لعل گوپال گنج، الہ آباد، دار العلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی، بحر العلوم لطیفیہ جملہ ٹولہ کٹیہار، دار العلوم اہل سنت خیریہ فیض عام، مداپور گھوسی ضلع مئو۔

سن فراغت: ۱۹۹۰ء میں تکمیل دور حدیث کے بعد پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس چہلم کے موقع پر دار العلوم غریب نواز الہ آباد کے خوش گوار چمن اور معطر ماحول میں ہندوستان کے جلیل القدر علما وفضلا نے سر پر فضیلت کی دستار باندھی اور سند سے سرفراز فرمایا۔

اساتذہ کرام: حضور حنیف ملت علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی مصلح الدین قادری، حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی، حضرت مولانا اکرام الحق نقش بندی، حضرت مولانا ثناء المصطفی صاحب نقش بندی، حضرت مولانا بلال احمد پورنوی، حضرت علامہ مفتی شفیق احمد شریفی، حضرت علامہ مجاہد حسین صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ۔

تعلیمی لیاقت: درس نظامیہ کے بعد عربی فارسی بورڈ لکھنؤ اتر پردیش سے منشی، کامل، عالم، فاضل دینیات، فاضل طب، کے امتحانات دے کر سندیں حاصل کیں۔

بیعت وخلافت: ۱۹۸۵ء میں بموقع عرس امجدی (قادری منزل) گھوسی میں حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری میاں رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے، اور خلیفہ حضور برہان ملت حضرت علامہ مفتی محمد مصلح الدین قادری برہانی نے ۲۰۱۶ء میں خلافت واجازت عطا فرمائی۔

تلامذہ: حضرت مولانا مشتاق احمد مصباحی، حضرت مولانا قاری عظیم الدین، حضرت مولانا صغیر احمد، حضرت مولانا نور

الہدی، حضرت مولانا و حافظ شمیم احمد، حضرت مولانا قمر الدین گلاب پوری، مولانا سرفراز عالم بنگال، مولانا عبد القدوس، بنگال، مولانا شہادت حسین پورنیہ، حافظ عظیم الدین قادری گلاب پوری، مولانا عابد حسین مصباحی، مولانا محمد سلیمان قادری باپاوی، مولانا شمیم احمد، مولانا حافظ معین رضا الہ آبادی، مولانا سید ناظم علی الہ آبادی، حافظ توصیف رضا، مولانا محمد آصف رضا گلاب پوری، حضرت مولانا عظیم الدین پرڑیا، حضرت مولانا اشفاق عالم، پریہار، حضرت مولانا اختر رضا مصباحی گلاب پوری، حضرت مولانا جمیل اختر گلاب پوری، حضرت مولانا ساجد مصباحی، حضرت مولانا قمر الدین۔

تدریسی کارنامے: مولانا موصوف نے بعد فراغت اپنی علمی خدمات کے زریں نقوش مندرجہ ذیل عربی درس گاہوں میں چھوڑے ہیں:

بحیثیت صدر المدرسین دار العلوم غوثیہ، دیوا، ایم پی اور مدرسہ حضرت غوث اعظم دہلی میں جب کہ بحیثیت نائب شیخ الحدیث دار العلوم باز اشہب، برئی ضلع پرتاپ گڑھ میں خدمت انجام دی اور ان دنوں مدرسہ حبیبیہ اسلامیہ لعل گوپال گنج ضلع الہ آباد میں نائب شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز المرام ہیں۔

فروغ رضویات میں ادیب لبیب کی دلچسپی: ادیب لبیب حضرت مولانا صفی اللہ قادری نے اپنے زمانہ طالب علمی سے لے کر زمانہ درس و تدریس تک خواہ کسی درسہ میں علم حاصل کیا، انہوں نے رضویات کے تعلق سے بہت کچھ کیا ہے، اور اب زمانہ تدریس میں بھی رضویات کو فروغ دے رہے ہیں، خواہ وہ اسٹیج پر نظامت کر رہے ہوں یا درس گاہوں میں تلامذہ کو اپنا علمی فیض تقسیم کر رہے ہوں، تقریر کر رہے ہوں یا شعر و شاعری کرنے کے لیے قلم کو جنبش دے رہے ہوں، رضویات کو فوقیت دیتے ہیں، مسلک اعلی حضرت کی تشہیر ضرور کرتے ہیں، جب عاشقانہ اشعار بارگاہ رسالت ﷺ میں قرینہ سے پیش کرنے کی بات آتی ہے تو اعلی حضرت محدث بریلوی کے عاشقانہ اشعار بطور استشہاد پیش فرماتے ہیں، آپ کی تصنیفات کو گواہ میں پیش کیا جاسکتا ہے، چوں کہ خانقاہ قادریہ رضویہ بریلی شریف سے آپ کو خاص تعلق اور لگاؤ ہے، قادری موصوف کے والد مرحوم جناب محمد عین الحق قادری اعلی حضرت کے صاجزادے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خاص مریدوں میں شامل ہیں، اور خود مع اہل خانہ خلیفہ و جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں علیہ الرحمہ کے باوفا غلاموں میں ہیں، اور وقت ضرورت اس خانقاہ مذکورہ کی مدح سرائی والہانہ انداز میں کرتے ہیں، تحقیق مسئلہ کے پیش نظر کوئی فقہی جزئیہ درپیش ہوتا ہے تو فتاوی رضویہ شریف کا مطالعہ فرماکر اس کا حل نکال لیتے ہیں، یوں تو مجموعی طور پر جملہ سلاسل کا لحاظ رکھتے ہیں بالخصوص سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ سے غایت درجہ محبت فرماتے ہیں۔

رضویات کو قادری صاحب نے اپنی جملہ تصانیف میں محبت سے شامل کیا ہے، ان کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) اصول نظامت: اس کتاب میں ایک قاری دس شعرا اور دس خطبا کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ ادبی انداز میں دعوت سخن دینے کا خوب صورت طریقہ بیان کیا گیا ہے، یہ کتاب پہلی بار ۱۹۹۵ء میں اردو بکڈپو ٹاؤن ہال، مرادآباد سے چھپی

اور اب مسلسل رضوی کتاب گھر، دہلی سے چھپ رہی ہے، فروغ رضویات کے پیش نظر اس کتاب کا آغاز اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور کتاب ”حدائق بخشش“ کے اس نعتیہ شعر سے کیا گیا ہے۔

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا

اس کلام کے پھول سے عشق رسول ﷺ کی خوش بو آرہی ہے۔

(۲)سوانح حنیف ملت: اس کتاب میں مولانا قادری صاحب نے اپنے استاذ گرامی حضور حنیف ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی مختصر سوانح حیات کے ساتھ مدرسہ مظہر العلوم کا تعارفی خاکہ پیش کیا ہے جو ۴۸ صفحات کی ہے، اس کتاب کو ۲۰۱۱ء میں عرس کمیٹی حنیف ملت، گلاب پور، سسواکٹیا نے شائع کیا ہے۔

(۳)سوانح مصلح ملت: قادری صاحب موصوف کے استاذ و شیخ طریقت حضور مصلح ملت گلاب پوری سجادہ نشیں خانقاہ قادریہ برہانیہ، لعل گوپال گنج، الہ آبادکی مکمل سوانح حیات تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو ۳۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے یہ کتاب ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

(۴)رنگ ولایت: یہ کتاب روضہ گرھی نیپال کے تین بزرگان دین حضرت داتا سید گدا علی شاہ، حضرت داتا بہار علی شاہ اور حضرت داتا رحم علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی مختصر سوانح حیات ہے، اس کتاب کے صفحات کی تعداد ایک سو ہے۔

(۵)بہار نظامت: مولانا قادری صاحب نے اس کتاب کا نام حصول برکت کے لیے حضرت داتا بہار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (روضہ گرھی ضلع مہوتری، نیپال) کے نام مبارک پر ”بہار نظامت“ نام رکھا ہے، یہ کتاب بھی نظامت کی دنیا میں لاجواب ہے، جو ایک قاری پندرہ شعرا اور پندرہ خطبا کی دعوت کلام پر مشتمل ہے، اس کتاب کا آغاز بھی فروغ رضویات کے پیش نظر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے مشہور نعتیہ کلام سے ہے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کے اس کلام سے نور و سرور کی بھرپور چمک محسوس ہوتی ہے، اور ذہن میں با وقار علم و فضل کا انجلا پیدا ہوتا ہے، پہلی بار یہ کتاب عرس رضوی کے موقع پر چھپ کے آئے گی۔

مناظرہ: الحمد للہ! ادیب لبیب مصنف کتب کثیرہ مؤرخ نیپال حضرت علامہ صفی اللہ قادری اپنے وقت کے درسی کتب متداولہ پر مکمل پر عبور رکھنے والے اور علمی، ادبی، فنی صلاحیت کے مالک عالم ربانی ہیں، وہیں حاضر جواب اور اپنے مدمقابل کو شکست فاش دینے والے مناظر بھی ہیں، جہاں تک میں جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ جلدی کسی سے بحث نہیں فرماتے لیکن جب آپ کو کوئی مجبور کر دیتا ہے تو بزرگوں کا یہ قول ”پہلے چھیڑو مت اور جب کوئی چھیڑ دے تو پھر چھوڑو مت“ پر عمل کرتے ہوئے

اپنے مد مقابل سے اپنا علمی لوہا منوا بھی لیتے ہیں۔

ویسے تو آپ نے فروغ رضویات کے جذبہ سے سرشار اپنے غیر سے بہت سے بحث و مباحثہ اور مناظرے فرمائے ہیں ، ذیل میں راقم الحروف (سمیع قادری) صرف آپ کے ایک مناظرہ کا مختصر ذکر کرتا ہے جس سے قارئین اندازہ فرمائیں گے کہ حضرت علامہ صفی اللہ قادری باب رضویات کے فروغ میں کس قدر دلچسپی لیتے ہیں اور آپ کا دل عشق رسول ﷺ کی موجوں سے لبالب ہے۔

جس وقت آپ دار العلوم غوثیہ، دیوا، مدھیہ پردیش میں بحیثیت صدر مدرس اپنا علمی فیض تقسیم فرما رہے تھے، اتفاق سے آپ اپنے کسی محب کی دعوت پر محفل میلاد شریف میں تشریف لے گئے، بعد تقریر دیوبند کا ایک فاضل آپ سے میلاد و قیام اور امکان کذب باری تعالی پر بحث کرنے لگا، پہلے تو آپ نے اسے عالمانہ وقار سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ نہیں مانا اور حد سے تجاوز کرنے لگا تو آپ کو علمی جوش آگیا، اور پھر آپ نے دلائل قاہرہ اور مضبوط برہان سے اپنے مد مقابل اس دیوبندی فاضل کو سر مجمع مبہوت و ساکت کر دیا، اور پھر اہل مجمع نے آپ کو خوب داد و تحسین سے نوازا، اور وہ دیوبندی فاضل خائب و خاسر ذلیل و رسوا ہو کر مجمع سے راہ فرار اختیار کی، یہ مناظرہ والا واقعہ ۱۹۹۱ء کا ہے۔

مدھیہ پردیش عربی، فارسی بورڈ کا نصاب تعلیم:

۱۹۹۱ء میں جس وقت آُ دار العلوم غوثیہ، ریوا میں خدمت دین متین انجام دے رہے تھے، تو اس وقت عربی، فارسی بورڈ مدھیہ پردیش کا نصاب تعلیم کیا ہونا چاہئے، اور یہ اہم کام کون کرے، تو اس اہم کام کے لئے انتظامیہ کے رائے مشروہ کے بعد سب کی نظر آپ پر مرکوز ہوئی، لہٰذا آپ نے پوری تن دہی اور محنت شاقہ سے عربی، فارسی بورڈ مدھیہ پردیش کا مولوی سال اول، مولوی سال دوم، عالم سال اول، عالم سال دوم، فاضل سال اول، فاضل سال آخر کا نصاب تیار کیا، پھر آپ کے بنائے ہوئے نصاب پر انتظامیہ نے منظوری دے کر اس پر عمل بھی کیا۔

مدھیہ پردیش شہر ریوا کا سنٹرل جیل:-

ادیب لبیب حضرت مولان صفی اللہ صاحب قبلہ قادری کو بفضل خداوندی شہر ریوا کے سنٹرل جیل میں مسلم قیدیوں کی عید و بقر عید کی امامت کا شرف بھی حاصل ہے، لہٰذا آپ جب تک وہاں رہیں عیدین کی امامت فرماتے اور قبل امامت مسلک اعلی حضرت کے فروغ کے لیے قیدیوں کو درمیان خطابت عشق رسول ﷺ کا گھونٹ بھی پلاتے، اور خیریت دریافت فرماتے ، اور اپنے جرائم سے توبہ کرنے کی تلقین کرتے، اور صبر و شکیب کا دامن تھامے رہنے کی ترغیب دیتے، الحمد للہ یہ سب شرف مسلک اعلی حضرت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا صدقہ ہے۔

* * *

عزیز العلما اور فروغ رضویات

مفتی مجاہد امجدی

تنویر حیات: حضرت مولانا محمد داود حسین رضوی مصباحی ابن الحاج محمد یعقوب ابن الحاج محمد یوسف صاحب مرحوم قصبہ بھمر پورہ حال لوہار پٹی نگر پالیکا وراڈ نمبر ۷ ضلع مہوتری نیپال میں ۶/ جون ۱۹۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ سے ہوئی اور الجامعۃ الحنفیہ اٹہروا ضلع مدھوبنی بہار اور مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا ضلع سیتامڑھی بہار سے ہوتے ہوئے ۱۹۸۸ء میں ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور یوپی جا پہونچی۔ اکناف ہند میں معیاری اور اعلی تعلیم کے لیے مشہور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں جماعت ثانیہ میں آپ کا داخلہ ہوا اور مکمل سات سالوں تک ماہر و مہربان اساتذہ کرام سے اکتساب فیض فرمانے کے بعد ۶/ نومبر ۱۹۹۴ء میں سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

دوران تعلیم ۱۹۸۶ء میں تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں ہند و نیپال کی تین بزرگ ہستی سے اجازت و خلافت حاصل ہے۔ ۲۰۰۸ء میں دار العلوم عطاے مصطفی بیلا کے زیر اہتمام "عطاے مصطفی کانفرنس" میں نبیرہ اعلی حضرت حضرت علامہ توصیف رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی شریف نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ دوسری بار عرس امین شریعت کے موقع سے مناظر اہل سنت امین شریعت نیپال حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد اسرائیل صاحب رضوی مصباحی المعروف بہ حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔ ۲۰۱۶ء میں الجامعۃ الرضویہ کے زیر اہتمام محدث کبیر کانفرنس میں شہزادہ حضور صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفی قادری دام ظلہ العالی نے بھی اسی سلسلہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

نقوش خدمات: فراغت کے فورا بعد ۱۹۹۵ء میں مادر علمی الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین بھمر پورہ کے اراکین و ممبران کے اصرار پر بحیثیت صدر الدرسین بحال ہوئے تب سے لے کر آج تک نہایت خلوص و ذمہ داری کے ساتھ دینی، ملی، مسلکی اور تدریسی خدمات بحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ الجامعۃ الرضویہ کی تقریبا چوبیس سالہ مدت تدریس میں بے شمار تلامذہ پیدا کیے جو ہند و نیپال اور دیگر ممالک میں دینی ملی مسلکی اور تبلیغی خدمات انجام دے رہے ہیں۔.....

(بقیہ صفحہ ۲۸۸/ پر)

فروغ رضویات میں علمائے اہل سنت کا کردار

بلبل نیپال اور فروغ رضویات

مولانا ہدایت اللہ امجدی

ولادت : بلبلِ نیپال حضرت مولانا محمد سعادت حسین صاحب قبلہ کی ولادت ملک نیپال کی ایک عظیم شخصیت حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ کے برادر اصغر حاجی ریاست حسین مرحوم کے صاحب زادے حضرت حاجی حافظ شرافت حسین صاحب کے گھر ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔

تعلیم و تربیت : آپ کے والد محترم ایک بہترین حافظ قرآن ہیں نیز حضور زاہد ملت علیہ الرحمہ جو آپ کے بڑے دادا تھے اور علمی دولت سے ملک نیپال کو مالا مال کر رہے تھے اس لیے تعلیم کی ابتدا آپ نے اپنے جد محترم حضور زاہد ملت کے سایہ تلے خودان کے قائم کردہ ادارہ ”دار العلوم امانیہ امان الخائفین“ میں کی اور یہیں شرح جامی تک تعلیم پائی۔ پھر ایک سال خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف کے مدرسہ میں رہے اور وہاں سے ”جامعہ شمس العلوم“ گھوسی تشریف لائے اور یہاں آپ نے رابعہ تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد دنیا سنیت کی عظیم درس گاہ ”الجامعۃ الاشرفیہ“ مبارک پور آئے اور تقریباً تین سال حصول علم کرتے رہے لیکن کسی سبب سے تعلیم کی تکمیل کے لیے آپ اعلیٰ حضرت کے قائم کردہ ادارہ ”دار العلوم منظر اسلام“ بریلی شریف حاضر ہوئے اور ۱۹۸۳ء میں حضور بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، ریحان ملت حضرت ریحان رضا خان، حضرت مفتی جہاں گیر صاحب رحمۃ اللہ علیہم کی موجودگی میں سند دستار و فراغت سے سرفراز ہوئے۔

تدریس : بعد فراغت آپ بارگاہِ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہوئے درس و تدریس کے لیے ”انجمن تعلیم الفرقان“ خانجی پیر، اودے پور راجستھان پہنچے۔ تقریباً ۹/سال علمی خدمت انجام دینے کے بعد یادگارِ زاہد ملت علیہ الرحمہ اور مادر علمی ”دار العلوم امانیہ امان الخائفین“ علی پٹی تشریف لائے اور تا حال یہیں بحیثیت ناظم اعلیٰ خدمتِ تدریس میں منہمک ہیں اور طالبان علوم نبویہ کو علمِ دین سے آراستہ و پیراستہ کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وقتاً فوقتاً علاقہ اور بیرونِ علاقہ بذریعۂ خطابت خدمت دین متین انجام دے رہے ہیں۔

بیعت و خلافت: آپ کو سرکار کلاں سید شاہ مختار اشرف کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس پر ۱۹۸۷ء میں بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہوا اور ۲۰۰۸ء میں نبیرہ اعلی حضرت علامہ توصیف رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور ۲۰۱۶ء میں قائد اہل سنت حضور فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت عطا ہوئی۔ ۲۰۱۸ء میں عرس زاہدی کے پر بہار موقع سے شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ دام ظلہ علینا سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور نے بھی آپ

کوسلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ عزیزیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا۔

گوشہ فروغ رضویات: فروغ رضویات بذریعہ جلسہ وجلوس میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔ قیام راجستھان کے دوران شہر ادے پور میں سرکار مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سب سے پہلا عرس منعقد کرنے والے آپ ہی ہیں اور یہ سلسلہ غالباً آج تک جاری وساری ہے اور ہر سال ادے پور شہر میں اعلی پیمانے پر عرس نوری کا انعقاد ہوتا ہے۔

بلبل نیپال اشرفی صاحب قبلہ قابل مدرس اور اچھے خطیب ہونے کے ساتھ عمدہ آواز کے مالک ایک بہترین نعت خواں بھی ہیں بایں سبب آپ کو بلبل نیپال بھی کہا جاتا ہے۔ علما وعوام، بوڑھے بچے جوان سب آپ سے نعت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سننے کے متمنّی رہتے ہیں۔ شوق وجذبہ کے ساتھ جب آپ کلام رضا پڑھتے ہیں تو مجمع پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

فی الحال درس وتدریس، نعت وتقریر اور بڑے پیمانے پر عرس زاہدی میں ہند و نیپال کے مشاہیر علماے کرام کو مدعو کر کے مذہب ومسلک کی خدمات اور فروغ رضویات میں مصروف ہیں۔

* * *

(صفحہ نمبر ۲۸۶/ کا بقیہ..........)

الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین کے توسط سے علاقہ میں مسلک اعلی حضرت کی نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ فی الحال پورے علاقہ میں سب زیادہ متعلمین آپ ہی کے ادارہ میں ہیں اور بحمدہ تعالی اونچی جماعت تک باضابطہ معیاری تعلیم بھی ہو رہی ہے۔ جامعہ کی تعلیم کے ساتھ تعمیری ترقی کے لیے بھی آپ قابل مبارک باد ہیں۔ اب تک شعبہ حفظ وقراءت اور شعبہ عالمیت وفضیلت سے درجنوں علما، حفاظ اور قراء حضرات فارغ التحصیل ہو کر ملک وبیرون ملک مسلک اعلی حضرت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

گوشہ فروغ رضویات: مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت اور فروغ رضویات کی غرض سے جامعہ رضویہ اصلاح المسلمین کے زیر اہتمام ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۱۶ء میں اب تک آپ تین کامیاب کانفرنسیں منعقد کروا چکے ہیں جن میں ہندوستان، پاکستان اور نیپال کے مشاہیر علماے کرام اور مشائخ عظام کی تشریف آوری ہوئی تھی۔

الجامعۃ الرضویہ اصلاح المسلمین میں آپ نے سرکار اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے درسی وغیر درسی کتب کی لائبریری کا نام ”رضا لائبریری“، طلبا کو عصری تعلیم سے مزین کرنے کے لیے شعبہ کمپیوٹر کا نام ”رضا کمپیوٹر سینٹر“ اور شب جمعہ منعقد ہونے والی طلبا کی بزم کا نام ”بزم رضا“ رکھا ہے۔ علاوہ ازیں عمارت میں عالی شان مین گیٹ کا نام بھی سرکار رضا کے نام پر رکھا گیا ہے جس کے اوپر سنہرے لفظوں میں ”باب رضا“ لکھا ہوا ہے اور مستقبل قریب میں اسی کے اوپر ایک خوب صورت گنبد رضا بنانے کا آپ کا ارادہ ہے۔ فروغ رضویات میں یہ آپ کی زریں خدمات ہیں جو آئندہ نسل کے لیے مشعل راہ اور ہم غلامان رضا کے لیے باعث صد افتخار ہے۔

* * *

تیسرا باب

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

نجم الفقہا اور فروغ رضویات

مولانا سمیع الدین قادری

ولادت : تقریبًا آپ ٦ جولائی ١٩٦٤ھ میں مقام بیلا ایکڈارا وارڈ ٨ پوسٹ منرا ضلع مہوتری (نیپال) میں پیدا ہوئے جو صوبہ بہار کے مشہور ضلع سیتامڑھی بہار کی شمالی سرحد سے متّصل ایک کیلو میٹر پورب اور ضلع (مہوتری) کے صدر مقام جلیشور سے تقریبا٦ کیلو میٹر پچھم واقع ہے

آپ کا سلسلہ نسب: اس طرح ہے محمد نجم الدین قادری بن محمد حنیف قادری بن عبداللہ بن حاجی شمس علی

خاندانی حالات : آپ کا خاندان دادیہال ونانیہال دونوں طرف سے شروع سے دینی وعلمی ماحول سے مہذّب ومزین رہاہے آپ کے جد محترم جناب مولوی عبداللہ صاحب ان علاقوں کے منفرد مبلغ ومیلا د خواں تھے جب تک وہ باحیات رہے اپنے گاؤں کی قیادت وامامت محض رضاے الٰہی کی خاطر بلا معاوضہ انجام دیتے رہے اور متقی وپرہیز گار تھے دین داری اور نماز کی پابندی ان کا نشان زندگی رہا گرد ونواح کے علاقوں میں اکثر پاپیادہ دین کی اشاعت اور معمولات اہل سنت کے فروغ کے لیے تبلیغی دورہ فرماتے تھے اسی محنت شاقہ کا نتیجہ رہا کہ آج بھی علاقوں میں ہر موقع پر عوام وخواص محفل میلاد النبی ﷺ کے ذریعہ علماء کرام کے دینی بیانات سنتے اور فیوض وبرکات حاصل کرتے ہیں جناب مولوی عبداللہ مرحوم کی اولاد نرینہ میں شیخ طریقت حضرت علامہ صوفی الشاہ محمد حنیف قادری برکاتی رضوی جو اپنے وقت کے جید عالم فارسی کے ماہر اور بہترین مترنم نعت خواں جب وہ نعت پڑھتے تھے تو اہل محفل جھوم اٹھتے تھے اور دارالعلوم مظہر العلوم موضع گلاب پور سسواکٹیا (نیپال) کے مہتمم وصدر المدرسین کی حیثیت سے تادم حیات تدریسی وانتظامی خدمات انجام دیتے رہے اور ابھی بھی ان کا مزار اقدس دارالعلوم ھذا کے باران علم وفیض سے لوگ سیراب ہوتے رہے

تعلیم: آپ نے ناظرہ کی تعلیم اپنے مقامی اسلامی مکتب میں ماسٹر محمد منیف صاحب اندر وادی سے حاصل کی اس کے بعد اپنے والد گرامی حضرت علامہ مفتی حنیف صاحب قبلہ (علیہ الرحمۃ والرضوان) سے دارالعلوم مظہر العلوم میں فارسی کی پہلی، گلستاں، بوستاں، قدوری فارسی حکایات، لطیف نسخہ تعلیمہ، حمد باری، عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اس کے بعد اپنے والد صاحب قبلہ کی اجازت سے مدرسہ مصباح المسلمین علی پٹی (نیپال) بغرضِ تعلیم چلے گئے اس وقت محدث جلیل حضرت علامہ مفتی کلیم الدین صاحب قاضی شریعت نیپال (علیہ الرحمۃ والرضوان) بحیثیت صدر المدرس بھووباء اور ان کے نائب

حضرت علامہ مفتی اسرائیل صاحب رضوی فخر نیپال زینت درسگاہ تھے ان دونوں باصلاحیت اساتذہ کرام سے یوسف زلیخا، سکندر نامہ، میزان ومنشعب، پنج گنج نحو میر، عوامل النحو، روضتہ الادب وغیرہ کا درس لیا آپ کی ذہانت ومحنت کو دیکھ کر یہ حضرات بھی خصوصی توجہ سے پڑھاتے اور دعاؤں سے نوازتے اور فرماتے کہ (یہ اپنے وقت کا جلیل القدر عالم دین ہوگا اور یہ مدرسہ ایسے ہونہار کو ہمیشہ یاد کرتا رہے گا) آج انہیں دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ بحیثیت شیخ الحدیث ومفتی دین کے عظیم منصب پر فائز ہوکر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں اس کے بعد بہار ونیپال کی سرحد پر ایک عظیم الشان درسگاہ جامعہ رضاء العلوم کنہواں میں عالم باعمل لائق وفائق استاذ گرامی حضرت علامہ حاجی عبدالحمید صاحب قبلہ نوری مدظلہ العالی درس وتدریس میں روحِ رواں کی حیثیت رکھتے ہیں ان سے کافیہ، قدری، اصول الشاسی، فصول اکبری، مرقات وغیرہ کتابیں پڑھیں اور حضرت موصوف نے بڑی لگن اور محنت سے آپ کو پڑھایا وہ آج بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میرے تدریس زمانے میں بہت سارے طلبہ آئے مگر نجم الدین جیسا ذہین وفطین کسی کو نہیں پایا ان کو متعلقہ کتابوں کے پڑھانے میں مجھے بڑی محنت وگہرائی سے شرح وغیرہ کا مطالعہ کرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے (میں نے اپنے اندر علمی لطف بھی کافی پایا ان کی ذکاوت ذہنی وصلاحیت سے مجھے اور ادارہ کو فخر رہے گا میں ایسے سعادت مند وفادار تلمیذ رشید کی کامیابی وترقی کے لیے ہمیشہ دعاگو ہوں ان کے بعد آنے والے تلامذہ کی حوصلہ افزائی کے لیے ان کو نظیر میں کرتا رہتا ہوں بعدہ دارالعلوم شمس العلوم گھوسی مئو جاکر شرح جامی، شرحِ وقایہ، قطبی، ملاحسن، ہدایہ اولین، تفسیرِ جلالین، مشکوۃ شریف، نورالانوار، ہدیہ سعیدیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی وہاں کے اساتذہ کرام میں مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی عبدالمنان کلیمی صاحب قبلہ اور حضرت علامہ قمرالدین اشرفی صاحب قبلہ اور حضرت علامہ حاجی شفیق احمد صاحب قبلہ جیسی گراں قدر شخصیتوں سے علم حاصل کیا اس وقت دارالعلوم کے سالانہ امتحان کے موقع پر قرب وجوار کے خوص وعوام اور دار لعلوم ھذا کے ارکان بھی مدعو ہوتے باہر سے مشہور اکابر علمائے کرام بحیثیت ممتحن تشریف لاتے اس سال اسی موقع پر شرحِ جامی کا امتحان فقیہ ہند مفتی شریف الحق امجدی صاحب نائب مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بڑا سخت لیا انہوں نے ان کا امتحان لینے کے بعد حاضرین سے مخاطب ہوکر اپنے تاثراتی خطاب میں فرمایا کہ میں نے شرحِ جامی بحث اسم کے امتحان میں ایک طالب علم جس کا نام نجم الدین ہے اس سے میں نے بڑے پیچیدہ سوالات کئے ہر ایک سوال کا جواب بڑے اطمینان وسکون سے تشفی بخش دیا اگر کسی اور سے پوچھتا تو پسینہ چھوٹ جاتا مگر اس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں آیا سوال وکے مطابق جواب سن کر میرے دل سے دعائیں نکلیں (اگر ایسا ہی اس کی محنتوں کا سلسلہ رہا تو ان شآءاللہ اپنی جماعت کا نمایاں اور ممتاز عالم دین ہوگا) اور نائب مفتی اعظم نے خوش ہوکر انعام کے طور پر کچھ روپئے بھی عطا کئے ساتھ ہی کمیٹی کے ایک فرد نے آپ کے لیے ماہنامہ وظیفہ بھی مقرر دیا حضرت شارح بخاری کی بھی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج آپ معیاری درسگاہ میں بیٹھ کر از ابتداء تا انتہا مروجہ علوم وفنون کو سیراب وفیضیاب فرما رہے ہیں۔

وہاں کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پہونچے جہاں علمی لیاقت کا جائزہ لینے کے بعد ہی

جس لائق ہوتا ہے اس جماعت میں داخلہ لیا جاتا ہے آپ نے جماعت سابعہ میں داخلہ کا فارم بھرا امتحان دینے کے لیے حضرت علامہ عبداللہ خان عزیزی صاحب کے پاس بھیجے گئے اس وقت طلبہ میں یہ مشہور تھا کہ شیخ القرآن یعنی علامہ عبداللہ خان بڑے سخت امتحان لیتے ہیں طلبہ کو اکثر نا کامیاب ہو کر لوٹنا پڑتا ہے انہوں نے مشکوٰۃ شریف، تفسیرِ جلالین، ملاحسن وغیرہ کا بھرپور ٹیسٹ لیا مکمل جائزہ لینے کے بعد بغیر کسی رعایت و سفارش کے بخوشی جماعت مطلوبہ (سابعہ) میں تصدیقی دستخط فرمادیا جب کہ ان کے پاس کوئی امیدوار کامیاب بھی ہو جاتا تو بھی عموماً ایک دو سال نیچے کر کے دستخط فرماتے یہ اس بات کے طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے بڑی محنت و لگن سے کتابوں کو پڑھا اور سمجھا اور آپ نے مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ میں ہی منتہی تک کی تعلیم حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی قبلہ شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ، حضرت علامہ محمد شفیع صاحب۔ ناظم تعلیمات (رحمۃ اللہ علیہما) اور حضرت علامہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب۔ حضرت علامہ حافظ عبد الشکور صاحب۔ حضرت علامہ بابا اسرار صاحب۔ حضرت علامہ افتخار احمد صاحب، شیخ الادب، جیسی شخصیتوں سے علم حاصل کیا اور سلطان المناظرین مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج الشان حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست مبارک پر ختم بخاری شریف کر کے آپ کی دعاؤں سے ۱۹۸۰ میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے عرس مقدس کے موقعہ پر فراغت پائی۔

رفقائے درس: بزرگوں سے یہ سنا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے ہمدرس ساتھی ہے اس کا مطلب یہیں ہوتا ہے کہ جس طرح فلاں علم و فضل سے مزیّن ہے اسی طرح فلاں بھی ہے سن نے والوں کا ذہن قریب ہو جاتا ہے اور ان کو سبھی عظمت کی نگاہوں سے دیکھنے لگتے ہیں آپ مادرِ علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں جس وقت تعلیم حاصل کر رہے تھے تو ان کے درسی ساتھیوں میں محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی استاذ جامعہ ھذا اور حضرت علامہ قمر عالم صاحب اشرفی شیخ الحدیث دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی جیسی عبقری شخصیتوں کے حامل رہے ہیں گویا کہ اس سال کے دورے حدیث کے فارغین میں اکثر مایہ ناز علماء کرام بن کر نکلیں جو آج دین و سنیت کے فروغ دار الافتاء میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد نجم الدین قادری مصباحی صاحب جہاں تدریسی خدمات سے تشنگان علوم و فنون کو سیراب کر رہے ہیں وہیں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے ہوئے ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کا سایۂ کرم تادیر صحت و سلامتی کے ساتھ قائم و دائم رکھے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم۔

عقد مسنون: ۱۹۸۰ھ میں قبل فراغت عالی جناب محمد سلیم انصاری صاحب رضوی ازہری متوطن مقام پر سنڈی بہار کی صاحبزادی صابرہ خاتون سے عقد مسنون ہوا ان سے تین صاحبزادیاں دو صاحبزادے ہیں تین صاحبزادیوں کی شادی ہو چکی ہے اور ایک صاحبزادہ میڈیکل لائن سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور دوسرے بھی زیرِ تعلیم ہیں مولا ان دونوں کو ہر موڑ پر کامیابی عطا فرمائے آمین۔

تدریسی خدمات: حضرت بحر العلوم صاحب قبلہ حضرت علامہ عبد الشکور صاحب قبلہ، دیگر اساتذہ کرام الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے حکم پر سب سے پہلے دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا یوپی تشریف لے گئے آپ کے تشریف لے جانے سے

قبل دارالعلوم ھذا کے حالات ناگفتہ بہ تھے آپ نے بڑی دلچسپی وذمہداری سے ایک سال کے اندر ہی بیرونی طلبہ ومطبخ کا انتظام کیااور بنام جشن افتتاح حدیث ایک عظیم الشان جلسہ کیا جس میں مفتی عبیدالرحمن رشیدی صاحب و مناظر اہل سنت مفتی عبد المنان کلیمی صاحب کاانقلابی زوردار خطاب ہوااس وقت مولانا سجاد حسین صاحب رشیدی نے بھی ساتھ دیا مگر آخری تعلیم تک انتظام نہ کرنے کی وجہ سے آپ وہاں سے مستفتی ہوگئے، بعدہ دارالعلوم غوثیہ اشرفیہ کانپور جو اہل سنت وجماعت کی معیاری درسگاہ جہاں باقاعدہ از ابتداء تا انتہاء تعلیم ہوتی ہے اس میں آپ حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی محمد محبوب اشرفی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی دعوت پر آکر درس وتدریس کا کام بحسن وخوبی انجام دیتے رہے وہاں چند سال رہ کر تشنگانِ علوم وفنون کو سیراب کرتے رہے بعد میں گورمنٹی سروس کی وجہ سے مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ ششتر خانہ کانپور میں بحال کئے گئے تادمِ تحریر وہیں تدریسی وفتوی نویسی کی خدمات انجام دے رہے ہیں مدرسہ تعلیم القرآن رحمانیہ شترخانہ کانپور میں دارالافتاء افتاء قائم ہے جس میں شرعی مسائل سے متعلق ہر قسم کے سوالات آتے ہیں آپ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں بالخصوص فتویٰ رضویہ کے حوالوں سے مبرہن کرکے اطمینان بخش جوب دیکر عوام وخواص کی دادو تحسین کرتے ہیں اور مسلک حق المعروف بہ مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ واشاعت میں سعی پیہم کرتے رہتے ہیں کچھ سالوں سے دارالعلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جاجمئو کانپور میں تخصص فی الفقہ کا شعبہ قائم کیا گیا ہے آپ ہفتہ میں ایک دن مفتی کورس کی کتابیں پڑھاتے اور نوآموز علماء کو فتویٰ نویسی کی بھی مشق کراتے ہیں اور جو استفتاء دارالعلوم ھذا میں آتے ہیں اس کا شرعی جواب دیتے ہیں سوالوں کے جواب میں مستند ومعتبر کتابوں کے ساتھ فتویٰ رضویہ کا بھی حوالہ دیتے ہیں تاکہ مسلک اعلیٰ حضرت (رضی اللہ تعالی عنہ) کی ترویج وفروغ بھی ہوتا رہے

علمی اسناد: جہاں آپ نے بڑی محنت ولگن سے تعلیم پائی وہیں اکثر امتحانوں کی کامیابی اعلیٰ نمبروں سے حاصل کرکے ذیلی سندات بھی حاصل کیں اشرفیہ مبارک پور کی سند فضیلت کے علاوہ منشی، مولوی، عالم، فاضل دینیات ، معقولات، ادب، طب، الہ باد بورڈ اترپردیش اور فاضل تک کے امتحانات مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ (بہار) وادیب کامل علی گڑھ وغیرہ میں بھی کامیابیاں حاصل کیں۔

شرف بیعت: حصولِ فیوض وبرکات کے لیے سلسلہ حقہ مفیضہ سے وابستہ ہونا ضروری ہے اس کے پیش نظر تاجدارِ اہل سنت شہزادئے اعلیٰ حضرت حضرت علامہ الحاج الشان مفتی مصطفیٰ رضاخاں صاحب قبلہ مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے آپ کو اکثر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھکو اپنے شیخ ومرشد کی غلامی پر ناز ہے ورنہ میرے اندر کچھ بھی نہیں اور نہ میں کسی لائق ہوں مولیٰ تعالیٰ مجھے ان کی روحانی فیوض وبرکات ﷺ کے صدقہ، غوث اعظم کی توجہ ومرشد گرامی وقار کے عرفاں سے مجھے مسلک حق یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم ودائم اور اسی مسلک پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے میرے ان کلمات مذکورہ کو قبل مات بطورِ نصیحت وعقیدہ اور بعد ممات بطورِ وصیّت وترغیب سمجھا جائے۔

سند خلافت واجازت: سلسلۂ حقہ کے فروغ کے لیے اس سلسلہ کے جامع الشرائط شیخ سے خلافت واجازت بھی ضروری

ہے تاکہ اس کے ذریعہ سلسلہ وسنیت کو فروغ بخشا جائے اور غیروں کے حملے سے عوام کی عقائد کی حفاظت کی جا سکے ایسی صورت میں اپنے مرشد کی ظاہر زندگی نہ ہونے کی وجہ سے ان کے جانشین قائم مقائم حضور مفتی اعظم ہند یعنی حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ نے آپکو زبانی وتحریری خلافت واجازت سے نوازا اور سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے مشائخ کرام کے معمولات اور وظائف کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا فالحمد للہ علی ذالک۔

طالب قارئین حضرات کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ آپ قطب زمانہ شبیہ غوث اعظم تاجدار اہل سنت شہزادئے اعلیٰ حضرت حضور مصطفیٰ رضا خاں قدس سرہ العزیز کے مرید ہیں اور احسن العلماء مرشد اعظم ہند حضور حسن میاں قبلہ برکاتی مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کے طالب فیض ہیں۔

فروغ رضویات کا ایک اہم گوشہ: غالباً ۲۰۰۸ میں مسلک اعلی حضرت کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کے تعلق سے کانپور میں شوروغوغا اٹھا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال صحیح نہیں کیونکہ مسلک تو صرف چار ہیں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی مسلک اعلیٰ حضرت یہ کہاں سے آیا اور مسلک اعلی حضرت کو مسلک اعلیٰ حضرت کیوں کہتے ہیں نیز اگر مسلک ہونا چاہیے تو مسلک غوث اعظم ہونا چاہئے کیوں کہ یہ تمام ولیوں کے سردار ہیں ایسے کشیدہ ماحول میں آپ نے بڑی تفصیل سے شاندار اور سکت جواب عطا فرمایا وہ یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں ہے بلکہ زمانۂ رسالت سے لیکر تبع تابعین تک جو تعلیمات ہیں اس کا ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت اور مسلک امام اعظم ابو حنیفہ کا نام ہے اس لیے یہ کہنا یا سمجھنا مسلک اعلیٰ حضرت پانچواں کوئی مسلک ہے یا غلط ہے۔

مذہب حق اہل سنت وجماعت کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے اس لیے ضرورت کے لحاظ سے مذہب حق کو امتیاز کے لیے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے مثال کے طور پر صحابہ وتابعین کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اس وقت کے تمام صحابہ وتابعین جن میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی وتابعی بھی تھے سب نے معتزلہ کے عقائد باطلہ کا رد کیا لیکن حضرت ابو الحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور انکے اصحاب نے بڑی سختی سے رد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کی جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لیے اشعری، کیا گیا اسی طرح موجودہ دور میں اولیائے کرام ودیگر علمائے عظام نے بدعقیدہ فرقوں کا رد کیا اور مذہب اہل سنت کی خدمات انجام دی ہیں لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑی سختی سے ان کا رد کیا اور انکے باطل عقائد کے خلاف بے شمار کتابیں تصنیف فرما کر اولیاء کرام کے عقائد ونظریات کو عام کیا اس لیے مذہب حق اہل سنت وجماعت کو تمام باطل فرقوں یعنی دیوبندی، وہابی، قادیانی، مودودی وغیرہم سے ممتاز کرنے کے لیے مسلک اعلی حضرت خاص وعام میں رائج ہوئے عامتہ المسلمین نے پسند کیا اور حدیث شریف میں ہے ماراہ المسلمون حسنا فھو عنہ للہ حسن یعنی جس کو عامتہ المسلمین اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔...............

(بقیہ صفحہ ۳۰۰/ پر)

باب ششم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

قاضیِ شہر راے بریلی اور فروغ رضویات

خود نوشت

وطن اصلی: ملک نیپال کا مشہور ضلع دھنوشہ انچل جنک پور کے ایک معروف بستی ”تلسیاہی“ آبائی وطن ہے۔

تعلیم: حضرت مولانا محمد ابراہیم رضا مرحوم و مغفور نے بسم اللہ شریف پڑھاکر قاعدہ بغدادی شروع کرایا، یسرنا القرآن ختم کراکے عم پارہ شروع کرایا تھا کہ آپ کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے تلسیاہی گاؤں چھوڑ کر چلے گئے کہ تعلیم ٹھپ ہوگئی، انتظامیہ کی لاپرواہی وعدم توجہی کے سبب کافی دنوں تک تعلیمی و تربیتی سفر موقوف رہا کہ ناگاہ خال محترم جناب ماسٹر محمد قطب الدین صاحب میرے گھر بغرض ملاقات واحوال پرسی آئے، تعلیمی رکاوٹ دیکھ کر کافی متفکر ہوئے بعدہ اپنے ہمراہ گلاب پور سسواکٹیا لے آئے، اور بہار نیپال کے سنگم پر مرکزی بافیض درس گاہ مدرسہ مظہر العلوم میں داخلہ کرادیا، جسے سعدی زماں، خلیفہ تاج الشریعہ، استاذ العلما حضرت علامہ مفتی محمد حنیف القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قائم فرمایا ہے، یہاں ناچیز نے استاذ العلما علیہ الرحمہ کی سرپرستی و نگرانی میں مشفق وباکمال اساتذہ سے قرآن شریف، اردو، پہلی فارسی، تسہیل المصادر، مفتاح القواعد، منہاج العربیہ وغیرہ کی ابتدائی تعلیم حاصل کی، مدرسہ ہذا میں ناچیز کا دو ڈھائی سال کا عرصہ گذرا ہوگا کہ مدرسہ مظہر العلوم کی جانب سے حضور استاذ العلما علیہ الرحمہ کی سرپرستی میں ایک عظیم الشان دینی، ملی تاریخ جلسہ بنام ”رسول اعظم کانفرنس“ (شعبان، ۱۴۰۵ھ) منعقد ہوا، جس میں ہندو نیپال کے مشائخ کبار، خطباے اسلام و شعراے عظام تشریف فرما تھے، اسی تاریخی اجلاس کے حسین موقع سے میری مشفقہ والدہ اور کریم گستر حضرت مولانا الحاج محمد فرمان علی رضوی (متوفی ۱۷ شوال ۱۴۲۳ھ) حضرت علامہ مولانا محمد الیاس صاحب نوری مصباحی دام ظلہ العالی کے دولت کدے پر آئے، اونچی اور اچھی تعلیم و تربیت کے لیے ان سے اپنے خاص ادارہ میں ساتھ لے جانے کے لیے کہا اور بہت اصرار کیے، بالآخر شبری بہن و حاجی صاحب مرحوم کی بات رکھ کر راضی و تیار ہوگئے، اور شوال میں ساتھ چلنے کے لیے کہا، پھر کیا تھا قسمت کی بلندی مل گئی اور ترقی کی راہیں کھل گئیں۔

غالباً ۸۸/۱۹۸۷ء مطابق ۱۴۰۵ شوال یوپی کی مشہور درس گاہ دار العلوم سرکار آسی قصبہ سکندر پور ضلع میں درجہ اولا میں داخلہ ہوا، اور شعبان ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۹۰ء تک ۳ سال بڑے اطمنان و سکون محنت و لگن اور پوری توجہ وانہماک کے ساتھ دار العلوم سرکار آسی سکندر پور بلیا میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں نحو میر، میزان و منشعب، گلستاں، بوستاں، سخن نو، شعرباستاں، پنج گنج، ہدایۃ النحو، علم الصیغہ، نور الایضاح، کافیہ، قدوری وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہیں معلوم ہوا کہ طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو میں مروجہ درس نظامی کی معیاری تعلیم کے ساتھ فنون عربی ادب کا بہت اچھا اہتمام ہے، اور کہنہ مشق ماہر اساتذہ کی نگرانی میں عربی ادب پر تحریراً و خطاباً پورا زور دیا جاتا ہے اس لیے طلب علم کے شوق و جستجو کے ہاتھوں مجبور ہوکر ۱۱ر شوال مطابق

۱۹۹۱ء طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی میں داخلہ لیا اور از ۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۴ء از درجہ ثالثہ تا درجہ عالمیت مکمل چار سال اپنی علمی تشنگی بجھاتا رہا۔ بعدہ برصغیر ہندوپاک میں اہل سنت وجماعت کی سب سے عظیم اور بافیض درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ۱۹۹۵ء میں درجہ سابعہ میں داخلہ لیا، اور ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۸ء درجہ سابعہ سے تحقیق فی الفقہ الحنفی تک چار سال تعلیم حاصل کی۔

دستار فضیلت: یکم جمادی الاخرہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز منگل بموقع عرس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بفضلہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہیں تعلیمی سفر پورا ہوا، اور دو دو دستار اور سند سے نوازا گیا۔

مشاہیر اساتذۂ کرام: میرے اساتذہ کی فہرست لمبی ہے ان میں سے چند مشاہیر کے اسما درج ذیل ہیں:

شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، استاذ العلما حضرت علامہ عبد الشکور مصباحی، سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفی قادری، خیر الاذکیا، عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی، سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، نازش اشرفیہ حضرت علامہ محمد اسرار احمد، حضرت مولانا محمد شمس الہدیٰ خاں مصباحی، حضرت علامہ مفتی محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی، حضرت علامہ عبد الرحمن مصباحی، حضرت مفتی آل مصطفی مصباحی، حضرت علامہ صدر الوریٰ قادری مصباحی، حضرت مولانا حافظ الحاج محمد صدیق مصباحی، حضرت مولانا محمد علاء المصطفی قادری، حضرت مولانا الحاج محمد سجاد احمد رشیدی، حضرت مولانا محمد الیاس نوری مصباحی، حضرت مولان عبد الغفار اعظمی مصباحی، حضرت مولانا محمد ذاکر حسین لطیفی کٹیہاری وغیرہم دامت فیوضہم القدسیہ۔

علاوہ ازیں نیز ۱۷/ شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰/ اگست ۲۰۰۷ء بروز جمعرات دار العلوم انوار مصطفی رضا آرگنائزڈ امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ قصبہ دھرول ضلع جام نگر گجرات کا سالانہ پروگرام جلسہ دستار کے پربہار موقع سے بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کتاب بخاری شریف کتاب الایمان کے چند احادیث مبارکہ بڑھ کر شرف تلمذ حاصل کیا، میری فیروز بختی وسعادت مندی رہی کہ دار العلوم ہذا کے موجودہ جملہ اساتذہ میں عبارت خوانی کا موقع مجھ ناچیز ہی کو ملا۔ (فالحمد للہ)۔

تعلیمی لیاقت واسناد: سند عالمیت درس نظامی ۱۰/ شعبان ۱۴۱۵ھ/ ۱۲/ جنوری ۱۹۹۵ء (جامعہ امجدیہ گھوسی) سند فضیلت ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۶ء وسند تخصص فی الفقہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ۔

سند اجازت للفقہ الحنفی: از فقیہ عصر حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ شارح بخاری ومدیر التعلیم، ورئیس قسم الافتا بالجامعۃ الاشرفیہ مبارکبور ۴ شعبان ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸/۱/۲۴ء۔

منشی (۱۹۹۰) مولوی (۱۹۹۲) عالم) (۱۹۹۳) کامل (۲۵۰۰) فاضل دینیات (۱۹۹۶) فاضل طب (۱۹۹۸) (عربی وفارسی الہ آباد بورڈ اترپردیش)

تدریسی خدمات: مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم نوادہ مبارکپور بحیثیت استاذ وقاضی از ۱۰/ شوال ۱۴۱۹ھ مطابق یکم فروری تا ۲۱/ محرم ۱۴۲۰ھ مطابق مئی ۱۹۹۹ء، دار العلوم محبوب یزدانی، قصبہ بسکھاری شریف (کچھوچھہ مقدسہ)، از ۲۵/ ربیع النور ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۱۹۹۹ء تا ۱۱/ شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۳/ دسمبر ۲۰۰۳ء، دار العلوم انوار مصطفی رضا آرگنائزڈ امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ قصبہ دھرول راجکوٹ ہائیوے ضلع جام نگر گجرات از ۱۷/ شوال ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳/ دسمبر ۲۰۰۳ء تا ۱۸/ شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق یکم ستمبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ، مرکز اہل سنت دار العلوم حبیبیہ گلشن رضا جگپال تال شہر وضلع رائے بریلی

یوپی از ۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱/ نومبر بروز بدھ تا حال (بحثیت رئیس الاساتذہ و مفتی شہر)

بیعت وارادت: ۱۸/ جمادی الاولی ۱۴۲۲ھ مطابق ۹/ اگست ۲۰۰۱ء شب جمعہ بوقت عشا محلہ سوداگران بریلی شریف یوپی نبیرہ اعلی حضرت فخر ازہر تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ النورانی کے دست اقدس پر خاص آپ کی نشست گاہ وآرام گاہ میں بیعت وارادت کا شرف حاصل ہوا، پھر ۱۵/ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۱ء مدرسہ اظہار العلوم نیا بازار جہانگیر گنج ضلع امبیڈکر نگر کے سالانہ جلسہ کے حسین موقع سے امین ملت حضرت ڈاکٹر امین میاں قادری برکاتی صاحب دام ظلہ العالی سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ میں طالب فیض وکرم ہوا۔

اجازت وخلافت: سیدی حضرت مولانا محمد رفیق القادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ قادریہ فریدیہ آبادانیہ تیغیہ مظفر پور بہار، وحضرت سید غیاث الدین احمد قادری سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ قادریہ محمدیہ کالپی شریف، یوپی، بموقع تاجدار حرم کانفرنس، منعقد ۴/ ۵/ اپریل ۲۰۱۵ء بمقام تلسیاہی ببری دھنوشہ نیپال۔

فقہی سیمناروں میں شرکت: فقہی سیمینار بورڈ دہلی زیر اہتمام وانصرام امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ دھرول جام نگر گجرات کے کل سات سیمینار جولائی ۲۰۰۳ء سے جولائی ۲۰۰۵ء تک مختلف تواریخ میں مختلف مقامات پر منعقد ہوئے، ان میں کل ۲۵ اہم موضوعات زیر بحث وتمحیص آے، اور بحث ومذاکرہ کے بعد ان کے شرعی احکام پر اتفاق ہوا، جس کے تیسرے سیمینار منعقد ۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۷/ فروری ۲۰۰۴ء بمقام دہلی سے لے کر ساتویں سیمینار تک سبھی سیمیناروں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔

علاوہ ازیں مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت اور اس کے لیے مقالہ نویسی۔

شرعی کونسل آف انڈیا مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی کے زیر انصرام منعقد ہونے والے سیمینار میں شرکت اور مقالہ نویسی۔

رشحات قلم: حافظ ملت کا فیضان نظر (جمع وترتیب، انٹرویو، تعارف وغیرہ)، شجرہ بیعت اور اس کی حقیقت، مشمولہ بر سلسلہ قادریہ فریدیہ تیغیہ مظفر پور، مصنف کا سوانحی خاکہ، مشمولہ بر (نعت حبیب خدا ﷺ کا حسین گلدستہ) جام حجاز، فضائل ومسائل عید قرباں (رسالہ) ناشر دار العلوم حبیبیہ گلشن رضا جگپا لتال، رائے بریلی۔

مضامین: علم فقہ ضرورت واہمیت، (جام شہود کلکتہ)، مارچ/اپریل ۹۸)، اولیات عمر فاروق رضی اللہ عنہ (جام شہود کلکتہ)، رسول گرامی ﷺ صحابہ کی نظر میں (جام شہود کلکتہ)، فقہ اعظم کی فقہ دانی (انوار حبیب خدا الہ آباد)، شعائر اللہ کی عظمت (انوار حبیب خدا)۔ اور امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ کا ترجمان ماہنامہ یاد کربلا میں بزبان گجراتی مضامین، فتاوی کی مسلسل اشاعت۔

منصب قضا: ۱۲/ ربیع النور ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲/ ۱۲/ ۲۰۱۵ بموقع، جشن عید میلاد النبی ﷺ بدست قلم، حضرت مولانا مفتی ابو العرفان نعیم الحلیم قادری صاحب، فرنگی محل، شہر لکھنؤ۔

باب: ششم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

خطیب ملت اور فروغ رضویات

محمد اظہر القادری

ہم اپنی زندگی میں بے شمار افراد سے ملتے ہیں ان میں سے کچھ حضرات کے روز و شب کے معمولات اور دینی خدمات دیکھ کران کی مشک بار یادیں ذہن میں ثبت ہوجاتی ہیں، اور جب کوئی اچانک ان کی حیات و خدمات کے متعلق کچھ رقم کرنے کو کہتا ہے تو گومگو کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے کہ ان کے بارے میں کیا کیا لکھوں اور کیا کیا نہیں، کچھ اسی طرح کے حالات میرے والد گرامی مربی، استاذ حضرت مولانا محمد اسلم القادری دام ظلہ العالی کے ہیں، حضرت کی معیت میں ہر لمحہ کھانا، پینا، اٹھنا بیٹھنا، رہنا سہنا ہوا مگر کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ والد ماجد کے حالات مجھے قلم بند کرنے پڑیں گے، خیر فروغ رضویات کے حوالے سے حضرت کے کچھ حالات وواقعات کے نقوش سپرد قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت اور تعلیم و تربیت: حضرت کی ولادت اپنے آبائی گاؤں اٹھروا، ضلع مدھوبنی، بہار ہند میں ۱۹۷۰ء میں ہوئی، ہوش سنبھالنے کے بعد مقامی مدرسہ حنفیہ میں حضرت مولانا حکیم محمد یونس مہدیاوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، بعدہ بحرالعلوم (جئے نگر) جامعہ قادریہ رضویہ (مقصود پور مظفرپوراورئی بہار) میں اپنے مشفق و مربی استاذ شیر بہار خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اسلم رضوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے زیر سایہ متوسطات تک پڑھنے کے بعد دار العلوم شاہ اعلی قدرتیہ (کان پور یوپی انڈیا) سے ۱۹۹۰ء میں حضور شاہد ملت حضرت علامہ محمد احمد شاہدی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی سرپرستی میں تکمیل علوم وفنون کیا اور وہی سے دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

اپنے مشفق اساتذہ کے حکم سے لکھنؤ کی ایک مشہور و معروف ادارہ جامعہ عربیہ تعلیم القرآن (لکھنؤ، یوپی) کی مسند تدریس کو زینت بخشی اور یہی سے باظابطہ تدریسی سلسلہ کا آغاز ہوا، وہاں سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۹۹۲ء میں ترائی نیپال کی راجدھانی تاریخی شہر جنک پور دھام محلہ جانکی نگر میں مجاہد دوراں حضرت علامہ محمد مستقیم برکاتی مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ کے حکم پر مرکزی ادارہ دار العلوم حنفیہ برکاتیہ میں بغرض درس و تدریس تشریف لائے اور نائب صدر المدرسین کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا، مدرسہ حنفیہ برکاتیہ میں سلسلہ تدریس برسوں جاری و ساری رہا، اور کہا جاتا ہے کہ ابتدائی دور میں دارالعلوم کی مالی حیثیت بہت خستہ تھی، محض ایک جھوپڑی کی شکل میں جنک پور واطراف کے لوگوں کی قیادت کر رہی تھی، آپ نے حضور مجاہد دوراں کی معیت میں دارالعلوم کی ترقی کے لیے انتھک کوششیں کیں، گاؤں گاؤں شہر شہر اور دور دراز

مقامات سے دارالعلوم کے لیے فنڈ اکٹھا کیا اور مدرسہ کی تعمیر وترقی میں اہم رول ادا کیا، آپ کی آمد سے دارالعلوم کی شہرت ومقبولیت کافی بڑھ گئی اور علاقہ کے بچے تعلیم وتربیت کے لیے دارالعلوم کا رخ کرنے لگے جس کی وجہ سے دار العلوم کی بلڈینگیں تنگ پڑنے لگی اور تقریبا سو سے زائد بچوں کی کفالت مدرسہ کے ذمہ آگیا، طالبان علوم دینیہ کے خورد ونوش اور قیام ومعالجہ میں دارالعلوم نے کوئی کسر نہ چھوڑی، دار العلوم میں اعدادیہ تارابعہ یعنی متوسطات تک پڑھانے کے بعد اساتذہ اپنے ہونہار طلبا کو ازہر ہند الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ہند ودیگر دارالعلوم میں داخلہ لینے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے اور مکمل اپنی نگرانی میں داخلہ کرواتے تھے، دوران قیام دار العلوم حنفیہ برکاتیہ سے لے کر اب تک آپ نے فروغ رضویات میں جو کارنامے انجام دیے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

فروغ رضویات بذریعہ درس وتدریس :۔ قوم وملت کے تحفظ وبقا کے لیے تعلیم کتنی ضروری ہے اہل دانش پر مخفی نہیں، والد گرامی نے بھی اہل سنت وجماعت کے فروغ وارتقا کے لیے تدریسی ذمہ داری سنبھالی، ۱۹۹۰ ء میں فراغت کے بعد سے اب تک آپ نے طالبان علوم نبویہ کی علمی تشنگی بجھانے میں اپنی زندگی کی طویل مدت گزاردی اور اب تک مصروف عمل ہیں، دوران قیام دارالعلوم حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر میں آپ مسلسل بارہ تیرہ اسباق روزانہ پڑھاتے تھے، پھر بعد ظہر سے عصر تک تعلیم کا سلسلہ چلتا رہتا تھا اور بعد مغرب تا عشا طلبائے کرام کو اسباق یاد کرانے میں مشغول ہوجاتے تھے، درسی اوقات میں کسی سے ملاقات نہیں کرتے، غیر درسی یا ناشتہ کے وقت اہل محبت وعقیدت سے ملاقات کرنے میں مشغول رہتے، الغرض آپ نے اہلسنت کے فروغ واشاعت کے لیے ایک سے ایک ہیرے جواہرات تیار کیے جو سیکڑوں کی تعداد میں ہندونیپال میں اہل سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں، آپ کے ممتاز تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی محمد محبوب رضا مصباحی جنک پوری، خطیب ہندونیپال حضرت مولانا شفیق اللہ چترویدی برداہوی، حضرت مولانا مجاہد رضا صاحب برداہوی، حضرت مولانا ناظر حسین، حضرت مولانا محمد رحمت علی رضوی برداہوی، حضرت مولانا محمد علاء الدین امن رضوی مہدیاوی وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

دارالعلوم حنفیہ برکاتیہ کی تشکیل جدید: دارالعلوم حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر کا آغاز ایک مکتب کی شکل میں ہوا تھا لیکن اسکی تعمیر وترقی کا دور اس وقت اپنے شباب پر پہنچا جب ۱۹۹۲ء میں حضرت والد معظم دارالعلوم میں بحیثیت نائب صدر المدرسین تشریف لائے، اور اپنی جہد مسلسل اور دور اندیشی سے ایک جھوپڑی نما مکتب کو شہرہ آفاق دارالعلوم بنا دیا، ممدوح مکرم نے حضور مجاہد دوراں کے زیر سایہ دارالعلوم کی علمی وبنیادی تحریک میں جس طرح قربانیاں دی ہیں انہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا، مجاہد دوراں حضرت علامہ محمد مستقیم برکاتی مصباحی دام ظلہ کی قیادت میں آپ ان کے سب سے بڑے معاون ثابت ہوئے، حنفیہ برکاتیہ کی ترقی کے لیے آپ نے روز وشب محنتیں کیں اور مخیر حضرات ودیگر اہل ثروت کو اس جانب متوجہ کیا جس سے دارالعلوم کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا اور دارالعلوم نے مسلک امام احمد رضا کی فروغ واستحکام میں ایک کلیدی کردار ادا کیا، جس سے اہل علاقہ خوب خوب واقف ہیں، الحمد للہ آج یہ ادارہ ملک نیپال کی ترائی میں مرکزی ادارہ کہا جاتا ہے۔

قیام الجامعۃ القادریہ مدینۃ العلوم :۔ دار العلوم حنفیہ برکاتیہ سے کسی سبب مستعفی ہونے کے بعد آپ نے اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت اور حفاظت وصیانت کے لیے ایک عظیم ادارہ کی ضرورت محسوس کی، اور اس کی پلائنگ میں مشغول ہوگئے، چند ہی سالوں بعد آپ نے اپنے منصوبہ کو زمین پر اتار دیا، اور شہر جنک پور محلہ آنند نگر میں بنام ” الجامعۃ القادریہ مدینۃ العلوم “ادارہ کا قیام فرمایا، آپ ادارہ کی تعلیمی وتنظیمی امور کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش میں رہتے ہیں اور ادارہ میں تعلیمی نصاب عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ڈھال کر نونہالان علم وفن کو سنوارنے میں اپنے قیمتی لمحات کو صرف کرتے ہیں، بحمدہ تعالی آپ کی مخلص کاوشوں اور جہد مسلسل ، فکر وتدبر اور محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ آج اس ادارہ میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم سے بھی طلباے اہل سنت مشرف ہو رہے ہیں۔

قیام مساجد: دوران قیام دارالعلوم حنفیہ برکاتیہ جانکی نگر میں شہر جنک پور سے متّصل ایک مقام ” رجول “ میں مسلمانان اہل سنت کے حالات اور ان کے عقائد واعمال کی بے خبری سے کافی غمگین ہوئے اور محسوس فرمایا کہ اس جگہ ایک مسجد کا قیام ضروری ہے، فروغ اہل سنت وتحفظ مسلک اعلی حضرت کی غرض سے آپ نے وہاں کے مخیر حضرات بالخصوص جناب صدیق صاحب سے رابطہ فرما کر ایک شان دار مسجد کی بنیاد رکھی جو ” مسجد اقصی “ کے نام سے جانی جاتی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے اسلامی بھائی عقائد واعمال اہل سنت پر مکمل کار بند ہیں۔

اپنے ادارہ جامعہ مدینۃ العلوم کے بالکل متّصل آنند نگر میں ایک مسجد کی بنیاد رکھی جو اہل محلہ کے لیے خوش بختی کی علامت ہے، اس کا نام ”مدینہ جامع مسجد “ تجویز کیا، اور اس مسجد میں بھی امامت وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں، اور اس کی مکمل نگرانی آپ ہی کے ذمہ ہیں۔

جلوس محمدی ﷺ کا آغاز : رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت کی نسبت سے بغرض حصول فیوض وبرکات جلوس محمدی ﷺ نکالنا سڑکوں پر نعرے لگانا، ذکر واذکار کا ورد کرنا باعث خیر وبرکت ہے، شہر جنک پور میں سب سے پہلے جلوس محمدی کا انعقاد بھی حضرت ہی کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے، ہوا یوں کہ حضرت نے علماے اہل سنت کی نگرانی میں ۱۹۹۶ ء میں ایک کمیٹی بنام ”ربیع النور شریف کمیٹی “ کی بنیاد رکھی، جس کے سرپرست اعلی تلمیذ حضور حافظ ملت حضرت علامہ مولانا عبدالحمید قادری مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور زیر قیادت حضور مجاہد دوراں حضرت علامہ محمد مستقیم برکاتی مصباحی دام ظلہ العالی (ناظم اعلی وصدر المدرسین دار العلوم حنفیہ برکاتیہ) اور نگراں کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی، مذکورہ کمیٹی نے خوب ترقی کی اور اس کے زیر اہتمام ہر سال نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ جلسہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا انعقاد کیا جاتا تھا اور بعد فجر جلوس محمدی ﷺ کا اہتمام۔

خطابات : دین ومسلک کی ترویج واشاعت کے کار آمد ذرائع میں تقریر وخطابت کی افادیت اور ان کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا یہ فن بڑا ہی مؤثر اور قدرے آسان اور لوگوں کے لیے منافع بخش بھی ہے، حضرت ممدوح میں دیگر خوبیوں کے ساتھ ایک خوبی یہ ہے کہ آپ بہترین خطیب بھی ہیں، آپ کے خطابات گھن گرج، حقائق ومعارف سے لبریز،

دلکش آواز، اور ساحرانہ طرز بیان اور نکات ودقائق سے لبریز ہوتے ہیں، حضرت اپنے خطابات کے ذریعہ بھی مسلک اہل سنت کی اشاعت میں سرگرم رہتے ہیں، اور اسی مسلک اعلی حضرت کی نشرواشاعت کے لیے دور دور مقامات پر خطابت کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔

تصنیف وتالیف:۔ تبلیغ اہل سنت کے ذرائع میں تحریر وقلم کی افادیت اپنی جگہ برقرار ہے، یہ خاصاں مشکل فن ہے، حضرت کو تحریری مہارت بھی حاصل ہے، آپ کے قلم کی برق رفتاری اور نثر ونظم کے خوبیوں کا اندازہ اہل علم سے مخفی نہیں، حضرت کو درس وتدریس اور مدارس کے دیگر امور نے اس طرح مصروف کر رکھا ہے کہ تصنیف وتالیف کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے پارہے ہیں، پھر بھی مصروفیات زندگی میں سے کچھ وقت نکال کر جو تحریری خدمات اب تک انجام دی ہیں ان میں سے تجلیات زہد ملت (مطبوعہ)، خطابت اسلمی اور وآتوا الزکوۃ (غیر مطبوعہ) قابل ذکر ہیں۔

مولی تعالی سے صمیم قلب سے دعا گو ہوں کہ پروردگار عالم حضرت والد گرامی کی اان خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے، یوما فیوما ترقی درجات بخشے اور خدمت دین متین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ علیہ وسلم۔

* * *

(..........صفحہ نمبر ۲۹۳/ کا بقیہ)

اور یہ کہنا کہ غوث اعظم کا مسلک ہونا چاہئے کیوں کہ وہ تمام ولیوں کے سرادا ہیں صحیح نہیں کیوں کہ جب مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے تو اس سے مراد وہی مسلک ہوتا ہے جو اولیاء امت کا مسلک ہے لیکن دیوبند وہابی جیسے فرقہ باطلہ بھی اس بات کے دعویدار ہیں کہ ہم اولیاء امت کے مسلک پر ہیں اس لیے وہ بھی اپنے اکابر کو اولیاء مانتے ہیں اور مشہور بزرگوں کے مزار پر حاضر ہوتے ہیں بلکہ بعض اولیاء امت کے مزار پر ان کا قبضہ بھی ہے لہذا بدمذہبوں سے امتیاز کے لیے مسلک غوث اعظم یا مسلک اولیاء امت کہنا کافی نہ ہوگا نیز دیوبندی بھی اپنے کو اہل سنت وحنفی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کرتے ہیں اگر مسلک اہل سنت یا مسلک حنفی ہی کہا جائے تو دیوبندی بھی اس میں شامل ہوجائینگے اور انہیں کو دیکھانے کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت ہی کی اصطلاح وضع کی گئی اس لیے دورِ حاضر میں حق وباطل کے درمیان امتیاز مسلک اعلیٰ حضرت ہی سے پیدا ہوتا ہے ورنہ یہ الگ سے پانچواں مسلک نہیں ہے اس تفصیل تسلی بخش جواب سے سب مطمئن ہوگئے یہ بھی فروغ رضویات کا ایک اہم گوشہ ہے۔

* * *

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

فخر بھیونڈی اور فروغ رضویات

مولانا صدام امجدی

مفتی صاحب ایک باصلاحیت عالم دین، اعلی مدرس، نکتہ رس مفتی، زود نویس مصنف اور اچھے خطیب بھی ہیں۔ مسلک اعلی حضرت کے فروغ میں بھیونڈی اور اس کے اطراف میں ان کی کوششیں نمایاں ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰/اپریل ۱۹۸۳ء کو ضلع دھنوشا کے ”پرساہی“ نام کی بستی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم ”حنفیہ برکاتیہ“ جنک پور سے حاصل کی۔ ۱۹۹۹ء میں الجامعۃ الاشرفیہ میں داخل ہوئے۔ درجہ اولی سے فضیلت تک کی تعلیم حاصل کی اور ۲۰۰۶ء میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ ۲۰۰۸ء میں الجامعۃ الامجدیہ الرضویہ گھوسی سے اختصاص فی الفقہ کی تکمیل کی۔ ۲۰۰۹ء میں نوری دار الافتا، کوٹر گیٹ، بھیونڈی میں بحیثیت مفتی تشریف لائے اور سات سالوں تک فتاوی نویسی کرنے کے بعد اگست ۲۰۱۵ء میں مستعفی ہوئے۔ اس کے بعد الجامعۃ الرضویہ کلیان، بھیوندی میں شیخ الحدیث اور برکاتی دار الافتا کے مفتی کے طور پر کام شروع کیا جو ہنوز جاری ہے۔ بعد مغرب تا ۱۰ بجے شب رضا دار الافتا، صمد نگر بھیونڈی میں بھی فتاوی نویسی کا کام انجام دیتے ہیں۔ قلیل عرصہ میں آپ نے ۳۳/ کتابیں تصنیف و تالیف اور ترتیب فرمائی ہیں۔ اب ذیل میں مفتی صاحب کی رضویاتی خدمات پیش ہیں:

فروغ رضویات بذریعہ تصنیف و تالیف:

مصباح المقال فی شرح لاتشد الرحال: اس کتاب میں زیارت قبر رسول کے ارادہ سے سفر کے جواز، افضلیت قبر رسول اور زیارت کے آداب پر دلائل اور دیابنہ و وہابیہ کے اعتراضات کے مدلل جوابات موجود ہیں رضا اکیڈمی سے سات سال قبل چھپی ہے۔

علوم خمسہ اور صحاح ستہ: کل کیا ہوگا؟ کون کہاں مرے گا؟ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟ کون کہاں مرے گا؟ بارش کب ہوگی؟ یہ تمام علوم رسول اکرم کے لیے کتب صحاح ستہ سے ثابت کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کو بھی رضا اکیڈمی ممبئی نے شائع کیا۔

یک مجلس کی تین طلاق محدثین کی عدالت میں: ایک مجلس کی تین طلاق کے تین ہونے پر ۴۰/ احادیث پیش کی گئی ہیں ساتھ ہی اہل حدیث کی مستدل احادیث کا محدثانہ جائزہ لیا گیا ہے اور عقل و نقل کے ذریعہ اہل حدیث کے نظریات کا رد ہے۔ اسے بھی مذکورہ اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔

فتاوی رضا دار الافتا، اول: آپ ایک اچھے مفتی بھی ہیں اور اب تک کئی دار الافتا سے فتوی نویسی کی خدمات انجام دے چکے ہیں اور دے رہے ہیں۔ انھی دار الافتا میں سے ایک رضا دار الافتا، صمد نگر، بھیونڈی ہے، جہاں آپ فتوی نویسی کی ذمہ داری بخوبی ادا کر رہے ہیں۔ مذکورہ مجموعہ فتاوی اسی دار الافتا سے جاری کردہ فتاوی کا مجموعہ ہے۔ دار الافتا ہذا منتظمین نے ہی اسے طبع کروایا ہے۔

فروغ رضویات کے حوالے سے ان کے علاوہ مزید کت ہیں جو ابھی تشنۂ طباعت ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

نیپال کے آفتاب و ماہتاب: ملک نیپال میں فروغ رضویات میں اولین اور اہم کردار ادا کرنے والے چار امین شریعت یعنی امین شریعت اول زاہد ملت، امین شریعت ثانی پاسبان ملت، امین شریعت ثالث محدث اعظم نیپال اور امین شریعت رابع فخر نیپال کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ ابھی یہ غیر مطبوعہ ہے۔

تفسیر خمس لا یعلمھن الا اللہ: علوم خمسہ اور صحاح ستہ کت تعارف میں مذکور پانچ علوم کے بارے میں نازل آیت کریمہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، یہ کتاب عربی زبان میں اور ابھی زیور طباعت سے محروم ہے۔

فتاوی رضا دار الافتا دوم، مصباح البیان فی ردّ تقویۃ الایمان، علماے دیوبند کی تکفیر کیوں؟، پیشواے اہلحدیث کے عقائد و نظریات، علماے دیوبند کے متضاد نظریات وغیرہ۔

مفتی اعظم ہند ایوارڈ: آپ کی انھی خدمات اور مسلک اعلی حضرت کی اشاعت میں کاوشوں کو دیکھ کر تاج الشریعہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علیہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا اور بھیونڈی کی تنظیم، فیضان رضا کمیٹی کی جانب سے مفتی اعظم ہند ایوارڈ بھی پیش کیا گیا۔ جیسا کہ سپاس نامہ میں لکھا ہے:

”آج ہم تمام علماے اہل سنت اور مسلمانان بھیونڈی انتہائی مسرور و شاداں ہیں کہ ہم سب فیضان رضا کمیٹی کی جانب سے مفتی شہر بھیونڈی کی دینی، علمی، تحقیقی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات کے اعتراف میں انھیں مفتی اعظم ہند ایوارڈ تفویض کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں... حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنی تحریر و تقریر اور درس و تبلیغ کے ذریعہ مسلک اعلی حضرت کی ترویج واشاعت میں مصروف ہیں۔ (سپاس نامہ)

فروغ رضویات بذریعہ ردو مناظرہ:

پہلا مناظرہ: علم غیب کے موضوع پر بھیونڈی میں اہل حدیث مولوی سے یہ مناظرہ ہال میں ہوا۔ اہل حدیت مولوی عبدالرشید سلفی سامنے تھا۔ یہ فیصلہ کن ثابت ہوا اہل حدیث نے حضور کو مطلع علی غیب مانا عالم غیب نہیں۔

دوسرا مناظرہ: ارجولی تعلقہ بھیونڈی میں تعویذ کے موضوع پر ہوا اہل حدیث مولوی عبیدالرحمان مدنی سامنے تھا۔

تیسرا مناظرہ: ہبلی کرناٹک میں عید میلاد پر صرف شرائط طے کرتے وقت ہی اہل حدیث نے شکست تسلیم کر کے تحریر دے دی۔

چوتھا مناظرہ: صمد نگر میں۔ مگر شرائط طے کرتے وقت اہل حدیث مولوی نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا اور تحریر لکھ کر دی۔

فروغ رضویات بذریعہ افتا وقضا:

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید عالم نہیں لیکن علماے اہل سنت کی ارسو کتابیں پڑھ کر اتنا علم رکھتا ہے کہ بعض موضوعات پر زبانی بیان کر سکتا ہے تو اس کا زبانی بیان کرنا کیسا؟ جب کہ وہ ابتدائی عربی صرف و نحو سے بھی نابلد ہے۔

الجواب بعون الملک الوہاب: اردو کتاب پڑھنے سے کوئی عالم نہیں ہو جاتا لہذا ایسے مقرر کے لیے زبانی بیان کرنا حرام اور اس کا بیان سننا بھی حرام ہے۔ اگر وہ معتمد و مستند علماے اہل سنت کی کتابیں پڑھ کر سنائے تو حرج نہیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے: ”

جاہل اردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ علما کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ جاہل خود کچھ بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کہنا حرام اور اس کا وعظ سننا حرام۔" اھ۔ (ج:۹، ص:۳۰۶ نصف آخر) واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین مسئلہ ذیل کے متعلق

عصا ہاتھ میں لے کر بلا عذر علماے کرام جمعہ کا خطبہ دیتے ہیں اس میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ عصا لے خطبہ دینا کیسا؟

الجواب بعون الملک الوہاب: عصا لے کر خطبہ دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ میں نے بہت سی مسجدوں میں خطیب عصا نہیں بلکہ پلر لے کر خطبہ دیتا ہے جب کہ نہ وہ بوڑھا ہوتا ہے اور نہ کمزور، وہ سنت سمجھتا ہے حالاں کہ عصا لے کر خطبہ دینا اگر سنت ہے بھی تو ضعیف اور ناتواں خطیب کے لیے نہ کہ طاقت ور جوان کے لیے۔ فتاوی رضویہ میں ہے:" خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علما نے سنت لکھا، بعض نے مکروہ۔ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہوئی تو کوئی سنت موکدہ تو نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔" (ج:۳، ص:۶۸۴) واللہ اعلم بالصواب۔

فروغ رضویات بذریعہ شعر و شاعری:

فخر بھیونڈی مفتی محبوب رضا مصباحی: آپ شاعری میں اپنا تخلص قمر رکھتے ہیں

میری فکر و فہم سے ماسوا احمد رضا تم ہو
رسول پاک کا اک معجزہ احمد رضا تم ہو
رہِ شیطاں وہابی دیوبندی کو مبارک ہو
ہم اہل حق ہمارا پیشوا احمد رضا تم ہو
تمھارے علم و فن کا بج رہا ہے ہر طرف ڈنکا
فنا کے بعد بھی اک رہنما احمد رضا تم ہو
کلام رب اگر اردو میں ہے تو کنزالایماں ہے
لکھے جو صاف ستھرا ترجمہ احمد رضا تم ہو
مجدد دین و ملت کا امام عشق و محبت کا
یقیناً عاشق خیرالوری احمد رضا تم ہو
قمر حاضر در دولت پہ ہے آس عطا لے کر
علوم و معرفت کے بادشاہ احمد رضا تم ہو

مزید ایک منقبت میں شان امام اہل سنت یوں بیان کرتے ہیں:

تو نقیب مصطفیٰ ہے اے امام احمد رضا
اہل حق کا مقتدا ہے اے امام احمد رضا
حشر تک جلتا رہے گا عشق احمد کا چراغ
تو نے جو روشن کیا ہے اے امام احمد رضا
سارے علم و فن کی راہوں پر ہے تیری رہبری
تو مکمل رہنما ہے اے امام احمد رضا
تیری ہیبت سے سسکتی نجدیت ہے آج بھی
مردہ باطل ہو چکا ہے اے امام احمد رضا
نعمت عشق رسالت مل گئی تیرے طفیل
عاشقوں کا پیشوا ہے اے امام احمد رضا
واصف بطحا کی صف میں ہو گیا شامل قمر
تیری مدحت کا صلہ ہے اے امام احمد رضا

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

مُؤرخ نیپال اور فروغ رضویات

جاوید اختر رضوی

نام و نسب: محمد رضا قادرِی مصباحی بن مولانا محمد عیسی برکاتی بن محمد صدیق قادری رضوی بن محمد جان بن مولوی محمد مہدی میاں بن پرِحسَن میاں بن نجمَ میاں بن جھلّو میاں ایک اندازہ کے مطابق ۳؍ فروری ۱۹۸۴ء کو اپنے نانیہال ہنسپور، ضلع دھنوشہ نیپال میں پیدا ہوئے اور نشو نما آبائی مقام ”کپٹول“، ضلع دھنوشہ میں پائی۔

مفتی صاحب نے ایک علمی گھرانے میں آنکھیں کھولیں۔ والد ماجد کا شمار اس علاقے کے قدیم ترین علماے دین میں ہوتا ہے جن کی دینی و علمی خدمات اس دیار میں مشہور ہیں۔ ان کو حضور سید العلما سید آل مصطفی قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ سے بیعت و ارادت کا شرف حاصل ہے۔ ان کے چچا حضرت مفتی محمد عثمان برکاتی مصباحی ملک نیپال کے جید عالم دین، مناظر، خطیب، مفتی اور قاضیِ اسلام ہیں اس طرح ان کا پورا خانوادہ علمی و روحانی طور پر پورے دیار میں ممتاز ہے۔

تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم مقامی مکتب میں اور گھر پہ والدہ ماجدہ سے حاصل کی، قرآن مجید اور اردو و فارسی کی ابتدائی کتب اپنے عم مکرم حضرت مولانا احمد حسین برکاتی مرید حضور احسن العلما سید حسن برکاتی مارہروی قدس سرہ سے حاصل کی۔ دار العلوم حامدیہ، جگدر بازار ضلع سیتامڑھی میں حضرت حافظ و قاری محمد اظہار عالم صاحب دام ظلہ سے حفظ قرآن پاک کیا، ۱۹۹۸ء میں آپ کا داخلہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہوا اور حضرت حافظ محمد عمر صاحب (مبارک پور) کی بافیض درسگاہ میں ایک سال دورۂ قرآن کر کے ۱۹۹۹ء میں بدست شارح بخاری علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ دستار حفظ حاصل کی۔

متعدّد اہم مدارس اسلامیہ سے ابتدائی درجات کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے ۲۰۰۳ء میں دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، بستی سے مولویت کی تکمیل کی اور ۵۔۲۰۰۴ میں جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی، ضلع مئو، یوپی میں رہ کر عالمیت اور روایت حفص کی تکمیل کی۔ ۲۰۰۶ء میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجۂ سابعہ میں داخل ہوئے اور کامل دو سال تک اس بافیض درسگاہ سے اکتساب علم و فیض کرتے ہوئے ۲۰۰۷ء میں درجۂ فضیلت و قراءت سبعہ سے اعلی نمبروں کے ساتھ فراغت حاصل کی۔ فن قراءت میں تلمیذ حضور حافظ ملت و قاری محب الدین احمد ابن ضیا، حضرت مولانا قاری مقری نور الحق مصباحی قدس سرہ (ولادت: ۱۹۴۷ء۔ وصال: ۱۳؍ فروری ۲۰۱۸ء) سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے التیسیر للعلامہ دانی، شاطبیہ للعلامہ شاطبی کا درس لیا اور دس پارے قرآن سبقاً سبقاً جمع حرفی میں سنائے۔

۲۰۰۹ء میں جامعہ اشرفیہ ہی میں درجۂ اختصاص فی الفقہ سے فراغت حاصل کی۔ اور اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فقہی کمال پر تحقیقی مقالہ لکھا۔

آپ کی خوبیوں اور صلاحیتوں کو دیکھ کر ۲۰۰۹ء میں طالب علمی کے دوران، شیخ الجامعہ، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم نے عربی ادب و انشا کی ایک گھنٹی معین المدرسین کے طور پر آپ کے حوالے کی تھی جسے آپ نے بہت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔ ۲۰۱۳ء میں الدبلوم فی اللغۃ العربیۃ الوظیفیہ کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ ۲۰۱۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی سے اسلامک اسٹڈیز میں بی، اے کیا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد سے تاریخ میں ایم، اے کیا۔ اترپردیش مدرسہ بورڈ، لکھنؤ سے منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل دینیات اور فاضل معقولات کی ڈگریاں حاصل کیں۔

تدریسی سرگرمیاں: اکتوبر ۲۰۰۹ء سے جولائی ۲۰۱۴ء تک ہندوستان کی معروف درسگاہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر نئی دہلی میں بحیثیت پرنسپل خدمت انجام دیں اور تخصص فی الادب والدعوہ کے طلبہ کو پڑھایا۔ یہاں کے لکچرز زیادہ تر عربی زبان میں ہی ہوا کرتے تھے۔ اس جامعہ کا الحاق جامعۃ الازھر قاہرہ، مصر سے ہے۔ آپ نے اس کے معیار تعلیم و تربیت کو کافی عروج بخشا اور اپنی پیہم جدو جہد سے اس کے اندر ایک نئی جان ڈال دی۔ جنوری ۲۰۱۵ء میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور دیگر اساتذہ کی طلب پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں مدرس ہوئے۔ تاحال جامعہ ہذا کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

فتاوی نویسی: جامعہ حضرت نظام الدین اولیا میں قیام کے دوران جب جامعہ کے ارباب حل و عقد نے ادارۂ شرعیہ کی شاخ یہاں قائم کی تو ۱۴؍ فروری ۲۰۱۰ء کو امیر جامعہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب ہیوسٹن، امریکہ، مفتی محمد قاسم براھیمی، بہار، مولانا محمد فیضان المصطفی قادری، (امریکہ) و دیگر بہت سے علماے کرام و عوام اہلسنت کی موجودگی میں مفتی ادارۂ شرعیہ کی حیثیت سے آپ کی دستار بندی عمل میں آئی اور نئی دہلی کے اندر باضابطہ پہلی بار دارالافتا کا قیام عمل میں آیا۔ مفتی صاحب اس مدت میں پورے شہر دہلی و مضافات سے آنے والے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔

اجازات مشائخ کرام: ۱۔ اجازت حدیث روایۃً و درایۃً، محدث جلیل، علامہ عبدالشکور مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارک پور ۲۔ اجازت حدیث روایۃً و درایۃً، خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی، سابق صدر المدرسین جامعہ ہذا۔ ۳۔ سند فقہ حنفی و اجازت قرآن کریم: سراج الفقہا، مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی۔ صدر المدرسین جامعہ ہذا۔ ۴۔ تمام مرویات و سنن کی تحریری اجازت، محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفی قادری بتاریخ ۳؍ صفر ۱۴۳۱ھ ۵۔ حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت: محدث کیرلا، حضرت شیخ ابوبکر احمد، ملباری، بانی: جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کالی کٹ، ۲۰۱۰ء بمقام مارہرہ شریف ٦۔ حضور غوث اعظم کی جملہ تالیفات و وظائف و اذکار اور خدمت سلسلۂ قادریہ کی تحریراً اجازت: اولاد غوث اعظم، شیخ طریقت، ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی حسنی حسینی، استنبول، ترکی۔ ۲۰۱۱ء ۷۔ اجازت حدیث روایۃً و درایۃً، تحریراً مفتی اعظم احناف، یمن شیخ قاسم صالح محمد کظیم

زَبیدی خالدی حنفی دام ظلہ، ۳۱/ جنوری ۲۰۱۲ء۔ ۸۔ اجازت اذکار نقشبندیہ: شمس العارفین حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان مجددی کمال پوری، (بنارس) ۲۰۱۲ء ۹۔ اجازت حدیث و وظیفۂ قادریہ: شیخ المشائخ، نقیب الاشراف، سید توفیق عدنان الگیلانی، یکے از سجادگان حضور غوث الاعظم دستگیر، بغداد شریف ۲۰/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ۵ نومبر ۲۰۱۳ء۔

بیعت و سلوک: قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، داعئ اسلام، ظہیر العالم حضرت مولانا شاہ محمد ظہیر عالم قادری چشتی برکاتی، زیب مسند ارشاد خانقاہ قادریہ چشتیہ راہ سلوک چاندپور، مرادآباد، یوپی

خلافت و اجازت: سلسلۂ رضویہ از خلیفۂ حضور مفتئ اعظم ہند، شیخ طریقت حضرت مفتی غلام یٰس قادری رضوی، قاضئ شہر بنارس، ۲۷/ نومبر ۲۰۱۵ء، بمقام جنک پور۔ سلسلۂ قادریہ، چشتیہ، رزاقیہ، سلیمانیہ، فردوسیہ، نقشبندیہ از نبیرۂ قاضی حمید الدین ناگوری صدیقی، شیخ طریقت، رئیس الاصفیا حضرت صوفی شاہ محمد رئیس احمد قادری چشتی برکاتی دہلوی (م ۴/ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ۔ ۱۳/ستمبر ۲۰۱۸ء) خلیفہ ذاکر خاندان برکات، حضرت مفتی مظفر احمد داتا گنجوی بدایونی قدس سرہما (شوال ۱۴۳۹ھ)

قلمی نگارشات: ۱۔ تعلیق علی مجانی الأدب العربي (عربی) ۲۰۰۹ء غیر مطبوعہ ۲۔ تعلیق علی تاریخ الأدب العربي، احمد حسن الزیات (عربی) ۲۰۱۴ء غیر مطبوعہ ۳۔ تذکرہ حضرت محمد صدیق قادری و مسلمانان کپٹول ۲۰۱۴ء غیر مطبوعہ ۴۔ مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم، نظم تدریس اور نظام مالیات (ایک تجزیاتی مطالعہ) ۲۰۱۵ء غیر مطبوعہ ۵۔ ہندو دھرم کے بنیادی نظریات، ۲۰۰۸ء غیر مطبوعہ ۶۔ التصوف یکافح الارھاب ویتحدی التطرف الفکری (عربی) ۲۰۱۶ء مطبوعہ ۷۔ نیپال میں اسلام کی تاریخ ساڑھے چھ سو صفحات ۲۰۱۷ء مطبوعہ (۱) ۸۔ The sufism fiths the terrorism and the Challenges the Redical Idea.

چند اہم مقالات: یوں تو آپ نے درجنوں مقالات اردو اور عربی زبانوں میں لکھے جو ملک و بیرون ملک کے رسائل و جرائد میں شائع ہوئے لیکن یہاں صرف چند ہی مقالات کی فہرست پیش کی جارہی ہے۔

۱۔ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور معمولات اہلسنت، مطبوعہ ۲۔ دو عظیم المرتبت داعیان اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی و علامہ ارشد القادری، مطبوعہ ۳۔ اکیسویں صدی میں یورپ و امریکہ اسلام کی دہلیز پر۔ مطبوعہ ۴۔ الشیخ أسید الحق محمد عالم القادری۔ شخصیۃ عبقریۃ ھندیۃ۔ (عربی) غیر مطبوعہ ۵۔ اشرف العلما، مفتی محمد اشرف القادری ایک جامع کمالات شخصیت مطبوعہ ۶۔ فروغ رضویات میں علماے نیپال کی قلمی کاوشیں (زیر طبع)

امام احمد رضا قادری کا فقہی کمال فتاوی رضویہ جلد ہفتم کے آئینے میں

یہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم پر ریسرچ کا ایک مقالہ ہے جسے آپ نے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں شعبۂ اختصاص فی الفقہ میں قیام کے دوران ۲۰۰۸ء/ سے ۲۰۰۹ء کے درمیان لکھا تھا یہ فل اسکیپ سائز میں ۱۱۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں

---

(۱) نیپال میں اسلام کی تاریخ، حالات مصنف مطبوعہ ۲۰۱۷ء

اعلی حضرت قدس سرہ کے فقہی کمال کو اجاگر کرنے کے لیے خود ان کے فتاوی جلد ہفتم سے مضبوط شواہد فراہم کیے گئے ہیں۔ اور ۱۲ عناوین کے تحت اس پر گفتگو کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) مشکلات و مبہمات کی توضیح۔ فقہاے سلف کے کلام میں جہاں ابہام و خفا اور اشکال رہ گیا تھا اعلی حضرت نے اس کی تبیین و توضیح فرمائی ہے۔ (۲) مختلف اقوال میں ترجیح، اس باب میں اس کا بیان ہے کہ کس طرح اعلی حضرت نے فقہاے اسلام کے اقوال مختلفہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے۔ (۳) کثیر جزئیات کی فراہمی (۴) مراجع و مصادر کی کثرت (۵) تنقیح طلب مسائل کی توضیح (۶) فکر انگیز تحقیقات (۷) تخریج احادیث (۸) فقہاے متقدمین پر تطفلات (۹) مخالفین پر تعاقبات، (۱۰) غیر منصوص مسائل کے احکام کا استنباط (۱۱) علوم حدیث اور جرح و تعدیل میں مہارت (۱۲) اعلی حضرت کی دنیاوی امور سے آگاہی۔ اسی جلد میں اعلی حضرت کا مشہور رسالہ کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم بھی شامل ہے۔

یہ ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب ہے جو اہل فکر و نظر کے درمیان اعلیٰ حضرت کا قرار واقعی علمی تعارف کراتی ہے استاذ گرامی، خیر الاذکیا، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتھم، ناظم تعلیمات و سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی نظر ثانی اور تصحیح کے بعد کمپوزنگ کے مرحلہ سے گزر چکی ہے، جلد ہی فتاوی رضویہ: جہان علم و معارف میں مجلس برکات، مبارک پور سے طبع ہو کر منظر عام پر آنے والی ہے۔

امام احمد رضا قادری اور ان کا تفقہ فی الدین

یہ راقم سطور کا ایک تحقیقی مقالہ ہے جو تقریبا ۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں اختصاص فی الفقہ کے دوران ۲۰۰۸ء میں لکھا گیا تھا۔ اپنے موضوع پر جامع ہونے کے ساتھ اعلی حضرت قدس سرہ کا ایک سائنٹفک تعارف کراتا ہے اس میں اعلی حضرت کی مختصر سوانح کے ساتھ، تصنیف و تالیف، فقہی تبحر، فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق و توضیح، افضلیت سید الانبیا و افضلیت قرآن کا مسئلہ، ایک صاع پانی سے غسل اور ایک مد پانی سے وضو کا مسئلہ ان موضوعات پر گفتگو کے ذریعہ ان کے تفقہ فی الدین کو اجاگر کیا گیا ہے یہ مقالہ ۲۰۰۹ء میں کاروان رئیس القلم دہلی کے سالانہ مجلہ میں شائع ہو چکا ہے۔

نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ نوریہ کی تنظیم

نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ کب اور کس طرح پہونچا، اس سلسلے نے یہاں کیسے فروغ پایا، کن مشائخ نے یہاں کام کیا اس حوالے سے اب تک کوئی تاریخ مدون نہ ہوئی تھی نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر تھا۔ پہلی بار آپ نے نیپال میں سلسلۂ رضویہ کے فروغ و توسع اور ترویج کا جائزہ لیا ہے۔ اور اپنی کتاب ”نیپال میں اسلام کی تاریخ“ کے اندر ایک مستقل عنوان ”نیپال میں سلسلۂ قادریہ رضویہ کا فیضان“ رکھا اور ۱۰۱ صفحات میں ۳۱۷ سے لے کر ۴۱۸ تک اس سلسلہ سے وابستہ ۱۰ علما و مشائخ کا تعارف کرایا۔ اسے نیپال کے حوالے سے فروغ رضویات کا ایک اہم حصہ مانا جا سکتا ہے۔ اس باب میں موصوف نے سلسلۂ رضویہ کے مشائخ مثلا حضور مفتی اعظم ہند، مفسر اعظم ہند، ریحان ملت اور حضور تاج الشریعہ علیہم الرحمہ کی نیپال میں خدمات و اثرات اور ان کی دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں سے لوگوں کو واقف کرانے کی کوشش کی ہے۔.........

(بقیہ صفحہ ۳۱۶/ پر)

باب ششم

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

محقق نیپال اور فروغ رضویات

محمد معراج احمد مصباحی

نام و نسب: آپ کا نام محمد عطاء النبی حسینی ہے اور سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد عطاء النبی حسینی بن حکیم ملت مولانا محمد اسمٰعیل حسینی (چترویدی) بن میاں جی محمد ادریس راعین بن مولوی میاں بن حاجی محمد عرف حاجی لوٹن میاں۔

ولادت: آپ کی ولادت ۲۲/ اگست ۱۹۸۸ مطابق محرم الحرام ۱۹۰۹ھ کو کھردہ بڑی مسجد کولکاتا ۱۱۷ کے ماتحت ایک باڑی میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت: شروع میں والد محترم نے آپ کو انگلش میڈیم اسکول میں داخل کر دیا جہاں آپ نے از ابتدا تا چار کلاس تعلیم حاصل کی پھر ۲۰۰۱ء میں جب آپ کی عمر ۱۲/ سال ہوئی تو علوم دینیہ کی طرف توجہ ہوئی اور اسی سال کولکاتا کے ایک مدرسہ "دار القرآن مدرسہ اخلاقیہ" توپسیا میں آئے اور ابتدائی اردو سے اعدادیہ تک تعلیم حاصل کی پھر ۲۰۰۳ء میں شہر کولکاتا کی ایک نام ور دینی درس گاہ "دار العلوم رضائے مصطفیٰ" میں داخل ہوئے اور اعدادیہ سے رابعہ تک حصول علم میں مشغول رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لیے دنیاے اہل سنت کی عظیم دینی و مرکزی درس گاہ "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور اعظم گڑھ میں ۲۰۰۷ء میں داخلہ لیا اور یہیں سے ۲۰۱۳ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور پھر عرس حافظ ملت کے موقع سعید پر رفیق ملت حضور نجیب حیدر میاں مارہروی اور اساتذۂ اشرفیہ کی موجودگی میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

بیعت و ارادت: ۲۷/ مئی ۲۰۱۶ء کو دوپہر کے وقت مفسر قرآن حضرت علامہ سید ظہور الحسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست بابرکت پر اپنا ہاتھ رکھ کر اپنے ہی گھر بیلا، جنک پور دھام، نیپال میں بیعت و ارادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

اجازت و خلافت: ۲۷/ جون ۲۰۱۶ء کو چشم و چراغِ حضور محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں مد ظلہ العالی نے سلسلہ منوریہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

درس و تدریس: بعد فراغت ۲۰۱۳ء ہی میں دنیاے اہل سنت اور عشقِ رضا کا جام پلانے والی سب سے بڑی تحریک و تنظیم "دعوت اسلامی" کے مرکزی ادارے "جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار" نیپال گنج، نیپال میں ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۳ء سے تدریس کا آغاز کیا لیکن تقریباً تین ماہ بعد ماہ ۲۵/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق ۳۰/ نومبر ۲۰۱۳ء کو ہند میں چل رہے دعوت

اسلامی کے تعلیمی ادارے ”جامعۃ المدینہ فیضان حاجی پیر“ مانڈوی، کچھ گجرات میں آئے اور ۲۰۱۳ء سے مئی/ ۲۰۱۶ء مطابق رمضان المبارک ۱۴۳۷ھ تک درس و تدریس کا فریضہ پہلے پہل نائب ناظم اعلیٰ پھر ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے انجام دیتے رہے۔ جولائی/ ۲۰۱۶ء مطابق شوال/ ۱۴۳۷ھ میں دعوت اسلامی ہی کے ادارے ”جامعۃ المدینہ فیضان صابر پاک“ کلیر شریف، اتراکھنڈ میں آئے اور یہاں بھی بحیثیت ناظم اعلیٰ جولائی/ ۲۰۱۶ء مطابق شوال/ ۱۴۳۷ھ سے ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ مطابق ستمبر ۲۰۱۷ تک درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ میں مصروف عمل رہے اور محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۷ء میں تحریک دعوت اسلامی ہی کے تحت مرکز اہل سنت بریلی شریف میں شروع ہونے والا ادارہ ”جامعۃ المدینہ فیضان رضا“ بریلی شریف میں تشریف لائے اور تاحال یہیں سے خدمت دین کی سعادت پا رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف: آپ کو تحریر و قلم اور تصنیف و تالیف سے بھی کچھ دل چسپی ہے جس کے سبب درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ سے وقت نکال کر کچھ وقت اس کام میں بھی صرف کرتے ہیں جس کے نتیجے میں اب تک آپ کے قلم سے درج ذیل کتب و تراجم مطبوعہ و غیر مطبوعہ معروض وجود میں آچکے ہیں:

(۱) فرزندان اشرفیہ اور میدان مناظرہ۔ مطبوعہ، صفحات ۱۰۲۔ یہ کتاب آپ نے اپنی فراغت کے سال دعوت نامہ کے لیے لکھی تھی جسے علماے کرام نے پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

(۲) حیات زاہد ملت مطبوعہ ۲۰۱۶ء صفحات ۲۱۶۔ ملک نیپال کی ایک عظیم دینی و علمی شخصیت حضور زاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات و خدمات پر ایک تحقیقی اور مستند دستاویز۔

(۳) طہارت کے مسائل غیر مطبوعہ صفحات ۹۰۔ یہ کتاب طہارت کے مسائل پر مشتمل ہے جیسا کہ نام سے ہی واضح ہے۔ اس کتاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ زیادہ تر مسائل فتاویٰ رضویہ شریف اور بہار شریعت سے ماخوذ ہے۔

(۴) ترجمہ، آداب الحسن البصری للعلامۃ ابن جوزی غیر مطبوعہ، صفحات ۱۸۰۔ علامہ ابن جوزی کی کتاب ”آداب الحسن البصری“ کو اردو قالب میں ڈھالا گیا ہے۔

(۵) ترجمہ، تنبیہ الغافل الوسنان علی أھل أحکام ھلال رمضان للعلامہ ابن عابدین الشامی غیر مطبوعہ صفحات ۵۰۔ علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ کے ایک رسالہ کو اردو کا جامہ پہنایا گیا ہے۔

(۶) ترجمہ، رفع الأشباہ عن عبارۃ الأشباہ للعلامۃ الشامي غیر مطبوعہ، صفحات ۳۰۔ یہ بھی علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ عنہ کا رسالہ ہے جسے اردو زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

(۷) ترجمہ تنزیہ الأنبیاء عن تسفیۃ الأغبیاء للعلامۃ جلال الدین السیوطي غیر مطبوعہ صفحات ۵۰۔ ایک نازک موضوع پر امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ عنہ کے اس رسالہ کا افادۂ عام کے لیے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۸) ترجمہ و حاشیہ ، شرح الأربعين للنووي زیر تالیف۔ امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف نووی ﵁ کی مشہور زمانہ کتاب ”شرح الاربعین“ کا ترجمہ اور حاشیہ کے کام کا آغاز گجرات زمانہ تدریس میں کیا گیا تھا اور ترجمہ وہیں قریبًا ایک ماہ میں مکمل ہو چکا تھا لیکن حاشیہ کا کام ۹/ حدیث پاک پر ہی ہو سکا کہ پھر اس کی تکمیل نہیں ہو سکی۔ امید ہے کہ آپ جلد ہی اس ادھورے کا کی تکمیل کریں گے۔

(۹) ترجمہ النظام الخاص لاہل الاختصاص۔ کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی ﵁ کی تصوف کے موضوع پر ایک اہم کتاب کا ترجمہ لیکن یہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

فروغ رضویات میں آپ کا کردار: آپ نے جن ذرائع سے فروغ رضویات میں حصہ لیا ہے ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) تحریر و قلم (۲) تقریر و خطابت (۳) شعر و شاعری (۴) صحافت۔ اب ان کی تفصیل پیش خدمت ہے:

تحریر و قلم: تحریر و قلم کی اہمیت و افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ تحریر و قلم کے ذریعہ انجام دیے ہوئے کام نہ صرف موثر ہوتے ہیں بلکہ دیرپا بھی ہوتے ہیں۔ آپ نے فروغ رضویات کے لیے تحریر و قلم کا سہارا لیا اور اس کے ذریعہ فروغ رضویات میں جو خدمات انجام دیں ان کو دو حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے: (۱) بذریعہ مضامین (۲) بذریعہ کتب۔

بذریعہ مضامین فروغ رضویات: آپ نے وقتاً فوقتاً رضویات کے فروغ کے لیے امام اہل سنت، خانوادۂ امام اہل سنت، خلفا و تلامذۂ امام اہل سنت، معاصرین امام اہل سنت پر مضامین تحریر فرمائے جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) ترسیل فکر رضا اور الجامعۃ الاشرفیہ: دور طالب علمی میں تنظیم پیغام اسلام کے تحت ہونے والے تحریری مقابلہ کے لیے لکھا گیا مضمون، جس کی تصحیح و نظر ثانی مصلح قوم و ملت حضرت عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ نے فرمائی۔ یہ مقالہ اب تک غیر مطبوع ہے۔

(۲) تفسیر میں اعلیٰ حضرت کی خدمات: یہ مضمون بھی زمانہ طالب علمی میں تحریر کیا گیا اور اس کی بھی نظر ثانی حضرت عبد المبین نعمانی صاحب قبلہ نے فرمائی۔ اس مضمون میں آپ نے امام اہل سنت کی تفسیری خدمات بیان کیے ہیں۔ ابتداءً کتب اعلیٰ حضرت سے چند مثالوں کے ذریعہ فن تفسیر میں آپ کے کارناموں کا ذکر ہے پھر بعد میں اس فن میں آپ کی کتب و حواشی کا تذکرہ شامل ہے۔ بعد فراغت یہ مقالہ ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، ماہ نامہ سنی دعوت اسلامی ممبئی اور کرناٹک سے امام اہل سنت پر شائع نمبر میں اشاعت پذیر ہوا ہے۔

(۳) حضرت رضا اور سرکار مجلیٰ: یہ مقالہ بھی دوران طالب علمی ہی لکھا گیا جس میں دونوں بزرگوں کے اپنی روابط و مراسم، الفت و محبت اور امام اہل سنت کی سرکار مجلیٰ پر ہونے والی نوازشات کا ذکر ہے۔ یہ مقالہ مولانا ریحان انجم مصباحی صاحب قبلہ کی تحویل میں ہے اور اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

(۴) خوف خدا اور امام احمد رضا: حقیقی عالم دین وہی ہے جس کے دل میں خوف خدا موجود ہو۔ امام اہل سنت کی پوری

زندگی خشیتِ الٰہی سے معمور رہی۔ مذکورہ مقالہ میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور آپ کی حیات کے ایام طفلی، ایام جوانی اور ایام ضعیفی میں خوف خدا سے لبریز واقعات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ ماہ نامہ کنزالایمان دہلی اور ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف میں شائع ہوا۔

(۵) امام احمد رضا اور تربیت اولاد: اس مضمون میں امام اہل سنت کی حیثیات میں سے ایک اہم سماجی حیثیت "باپ" پر خامہ فرسائی کی گئی ہے جس کا انداز یہ ہے کہ پہلے قرآن و حدیث سے تربیت اولاد کے جلوے، پھر ان کی روشنی میں امام اہل سنت کا رسالہ "مشعلۃ الارشاد" سے تربیت اولاد کے نقوش اور پھر ان کے تحت امام اہل سنت کی اپنی اولاد کی تربیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۶) حامد رضا نائب امام احمد رضا کیوں؟: اس مضمون میں حضور اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام کے مابین مختلف جہات سے مماثلت دکھائی گئی ہے۔ یہ مضمون رضا بک ریویو کے "حجۃ الاسلام نمبر" کے لیے لکھا گیا لیکن افسوس مفتی امجد رضا امجد صاحب کے بقول کچھ گھریلو ذہنی الجھن کے سبب اس مضمون کو شامل کرنے کی طرف توجہ نہیں رہی۔

(۷) استاذ زمن امام اہل سنت کی نظر میں: جشن صد سالہ کے موقع پر سہ ماہی امین شریف کے تحت شائع ہونے جا رہے "استاذ زمن نمبر" کے لیے لکھا گیا مقالہ۔

(۸) امین شریعت ارباب علم و دانش کی نظر میں: خانوادۂ رضا میں اپنا ایک مقام رکھنے والی شخصیت امین شریعت علامہ سبطین رضا خان قدس سرہ دنیائے اہل سنت میں بھی اپنا ایک مقام رکھتی تھی جس کا اعتراف اہل علم حضرات نے کیا انہی اعترافات پر مشتمل یہ مقالہ ہے جو سہ ماہی امین شریعت کے "امین شریعت نمبر" میں زینت نگاہ ہے۔

(۹) صحیح البہاری ارباب علم ودانش کی نظر میں: خلیفہ امام اہل سنت ملک العلما علامہ سید محمد ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات زندگی کا ایک اہم اثاثہ "جامع الرضوی المعروف بصحیح البہاری" ہے۔ حضور ملک العلما کی اس عظیم کارنامے کے منظر عام پر آنے کے بعد اہل علم حضرات تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے، اپنے تو اپنے بھی غیر بھی اس کتاب سے متاثر ہوئے اور چند تعریفی جملے مصنِف و مصنَف کی شان کہہ گئے۔ انہی اہل علم کے "صحیح البہاری" پر تاثراتی تحریر کو اس مقالہ میں یکجا کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ شہر نشاط کولکاتا میں اپنی ایک پہنچان رکھنے والا ادارہ "جامعہ عبد اللہ ابن مسعود" کے تحت ہونے والے سیمینار کے لیے لکھا گیا اور پھر "عرفان ملک العلماء" میں اشاعت پذیر بھی ہوا۔

(۱۰) تاج الشریعہ کا اسلوب تحریر: ۲۰۱۵ء میں پٹنہ سیٹی میں اشاعت مسلک اعلیٰ حضرت میں مصروف ادارہ "الجامعۃ الرضویہ" کے تحت ہونے والے "تاج الشریعہ عالمی سیمینار" کے لیے لکھا گیا مقالہ۔ جس میں حضور تاج الشریعہ کے کتب و رسائل میں سے صرف ۷ر کتب و رسائل کی روشنی میں حضور تاج الشریعہ کا تحریری اسلوب بیان کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ حضور

تاج الشریعہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہونے والی ضخیم کتاب ”معارف تاج الشریعہ“ میں شامل ہے۔

(۱۱) تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف: ۲۰/ جولائی دنیائے اہل سنت کے لیے نہایت افسوس ناک دن تھا جس کی شام موجودہ دور میں خانوادۂ امام اہل سنت کی سب سے عظیم شخصیت ضور تاج الشریعہ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے مختلف رسائل نے نمبرات شائع کرنے کا اعلان کیا۔ یہ مقالہ بھی انہی نمبرات کے لیے لکھا گیا ہے۔ مذکورہ مقالہ اے ۴ سائز کے ۲۳ صفحات پر مشتمل ہے جسے ترتیب دیا جائے تو ایک مختصر رسالہ کا وجود ہو جائے۔

(۱۲) تاج الشریعہ کی تصانیف کی فہرست: ”تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف“ سہ ماہی امین شریعت کے تحت شائع ہونے والے ”تاج الشریعہ عظیم مصنف نمبر“ کے لیے لکھا گیا تھا لیکن مقالہ کی طوالت کے سبب شامل نہ کیا گیا اس لیے اس کی تلخیص کی گئی اور مذکورہ مقالہ ”تاج الشریعہ کی تصانیف کی فہرست“ معرض وجود میں آیا جو سہ ماہی امین شریعت کے نمبر میں شامل ہے۔

(۱۳) سید سلیمان اشرف بہاری کے ۵/ بہاری معاصرین: فخر بہار مولانا طفیل احمد مصباحی صاحب قبلہ نائب ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کی فرمائش پر امام اہل سنت کے اجل خلفا میں ایک رئیس المتکلّمین علامہ سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ۵/ بہاری معاصرین کے تعلق سے یہ مقالہ لکھا گیا۔ اس مقالے کی خاص بات یہ ہے کہ علامہ سید سلیمان اشرف بہاری خود تو خلیفہ اعلیٰ حضرت تھے ساتھ ہی ان کے جن ۵/ معاصرین کا تذکرہ اس مقالہ میں کیا گیا ہے وہ بھی امام اہل سنت کے خلفا ہی ہیں لیکن یہ مقالہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

بذریعہ کتب فروغ رضویات: آپ زمانہ طالب علمی ہی سے فروغ رضویات میں کوشاں رہیں جیساکہ آپ کے مضامین کی تفصیل سے واضح ہے۔ مضامین کے علاوہ آپ نے فروغ رضویات کے لیے کتب بھی تحریر فرمائے ہیں جن کی تعداد ۲/ ہے۔

(۱) امام احمد رضا اور القاب نوازی: امام اہل سنت جس طرح اپنے عصر میں ایک عظیم اور قابل تسلیم و تقلید ذات تھی اسی طرح آپ کے زمانہ میں آپ کے اکابرین، معاصرین اور اصاغرین بھی اپنی مثال آپ تھے یہی وجہ ہے کہ جس طرح آپ کے اکابرین، معاصرین اور اصاغرین کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تو آپ بھی ان حضرات کوکی شایان شان القابات و خطابات سے یاد فرماتے۔ مذکورہ کتاب میں ان علمائے اہل سنت کے مختصر حالات ذکر ساتھ ہی ان القابات و خطابات کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے جن کو امام اہل سنت نے کسی نہ کسی خطاب یا لقب سے یاد فرمایا، یہ کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ اور ان شاء اللہ جشن صد سالہ کے موقع پر منظر عام پر آرہی ہے۔

(۲) حضور تاج الشریعہ: حیات و تصنیفی خدمات: یہ کتاب ان شاء اللہ تاج الشریعہ کے عرس چہلم میں عام ہو جائے گی۔

اس کتاب کے لیے آپ نے مستقل ذہن سازی کے ساتھ قلم نہیں اٹھایا بلکہ تاج الشریعہ کا اسلوب تحریر کے بعد جب آپ نے تاج الشریعہ کی تصانیف کا تعارف لکھنا شروع کیا اس وقت آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیوں نہ حضور تاج الشریعہ پر ایک تعارفی تحریر تیار کرکے اور مذکورہ دونوں مقالات میں ترمیم و اضافہ کرکے ایک کتاب تیار کرلی جائے پھر کیا تھا ذہن بنا اور کتاب تیار۔ اس کتاب میں کیا ہے نام ہی سے واضح ہے مزید کچھ بیان کی حاجت نہیں۔

تقریر و خطابت: کسی بات کی ترسیل و تبلیغ کا سب سے عام ذریعہ تقریر و خطابت ہے کہ اس سے اپنی بات نہ صرف اہل علم بلکہ عوام تک بھی بآسانی پہنچائی جاسکتی ہے۔ آپ نے فروغ رضویات کے لیے تقریر و خطابت کو بھی ذریعہ بنایا۔ اس کو بھی دو حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے: (۱) امام اہل سنت پر خطابت (۲) اپنی خطابت میں امام اہل سنت یا آپ کے اشعار کا ذکر۔

امام اہل سنت پر خطابت کے ذریعہ فروغ رضویات: آپ کو تقریر و خطابت سے زیادہ دل چسپی نہیں لیکن اس کے باوجود آپ وقتاً فوقتاً خطابت میں بھی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ آپ نے اپنی میں خطابت میں امام اہل سنت کو مستقل عنوان بھی بنایا ہے۔ قیام گجرات کے دوران آپ نے دو سال عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر منعقد ہونے والی محفل "جشن رضا" میں آپ نے خطاب فرمایا جس سے عوام اور اہل علم مستفید بھی ہوئے اور متاثر بھی۔ عنوان تھے امام احمد رضا اور خوف خدا و اہتمام نماز اور امام احمد رضا اور عشق رسول ﷺ۔

اپنی خطابت میں امام اہل سنت یا آپ کے اشعار کا ذکر کے ذیعہ فروغ رضویات: آپ وقفے وقفے سے قوم کی اصلاح کے لیے قیام گجرات کے دوران خطاب کے لیے جایا کرتے تھے جس میں آپ اپنی خطابت میں اصلاحی پہلو پر روشنی ڈالتے ساتھ ہی دوران خطابت موضوع سے متعلق امام اہل سنت یا آپ کے اشعار بیان فرماتے۔ معراج میں عقائد اہل سنت، اہمیت و فرضیت نماز، عظمت والدین، محبت رسول ﷺ وغیر عنوانات پر آپ کے خطاب ہوئے ہیں۔

شعر شاعری: مصروفیت و مشغولیت کے سبب آپ شعر و شاعری کی طرف زیادہ توجہ نہیں پاتے لیکن اب تک جس قدر بھی شعر گوئی کی اس کے مطالعہ کے بعد واضح ہوتا ہے کہ آپ نے اس جہت سے بھی فروغ رضویات میں حصہ لیا ہے۔ اس جہت کو بھی بطور تفہیم دو خانوں میں تقسیم ہم کرسکتے ہیں: (۱) حضرت رضا کی شان میں منقبت (۲) طرز رضا کی پیروی۔

حضرت رضا کی شان میں منقبت کے ذریعہ فروغ رضویات: جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ شعر و شاعری کی طرف آپ کی زیادہ توجہ نہ رہی جس کے سبب آپ نے حضرت ضا یا خانوادۂ رضا کی شان میں منقبت نگاری نہ کرسکے البتہ آپ برادر صغیر مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی خواہش پر صرف ایک منقبت حضور اعلیٰ حضرت کی شان میں لکھی جو درج ذیل ہے:

میرے احمد رضا میرے احمد رضا — اہل دل کی صدا میرے احمد رضا
کان لطف و عطا میرے احمد رضا — شان حلم و حیا میرے احمد رضا
دین و دنیا میں اہل سنن کے لیے — تو ہے رب کی عطا میرے احمد رضا
عشق احمد میں جینا بھی مرنا ترا — عاشق با وفا میرے احمد رضا
فقہ و افتا میں تو ثانی بو حنیف — اور ان کی ضیا میرے احمد رضا
تیغ براں تھے اعدائے دیں کے لیے — عاشقوں پر فدا میرے احمد رضا
علم کا ہے رواں بحر تحریر میں — خامہ تیرا چلا میرے احمد رضا
اہل حق کی صدا اہل حق کی ندا مسلک — حق نگر حق نما میرے احمد رضا
اعلیٰ حضرت ہے حق کی نشاں — سب کی تر ہے زباں میرےاحمد رضا
روز و شب ہورہا ہرطرف ہر جگہ — خوب چرچا ترا میرے احمد رضا
رکھ حسینؔ کے سر پر کرم کی ردا — کر مجھے بھی عطاؔ میرے احمد رضا

طرز رضا کی پیروی کے ذریعہ فروغ رضویات: رضویات کے فروغ کا ایک ذریعہ آپ نے یہ بھی اپنایا کہ امام اہل سنت نے جس طرز پر کلام نظم فرمایا ہے آپ نے بھی اس طرز کی پیروی کرتے ہوئے اس طرز پر کلام نظم کیا، اس کی چند مثال پیش خدمت ہے:

امام اہل سنت کا ایک مشہور کلام ہے:

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے — میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

امام اہل سنت کی طرز کی پیروی کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

نبیوں میں اعلیٰ شرف پانے والے — حبیبِ خدا کا لقب پانے والے
علامت ہے ایماں کی تیری محبت — رہیں ہم سدا اس سے سج جانے والے
قیامت کی سختی میں امت کو اپنی — خدا کے یہاں ہیں وہ بخشانے والے
چلیں پُل پہ کیسے ہم اپنے قدم سے — کہیں ہم نہ ہوجائیں کٹ جانے والے
چلو! نہ ڈرو اے مسلمانو! پُل سے — کہ ہیں ”رب سلم“ وہ فرمانے والے
حسینؔ کو در پر بُلا لیجے آقا — عطاؔ کر مجھے بھی عطا کرنے والے

امام اہل سنت کا ایک اور شہرت یافتہ کلام ہے:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی   سب سے بالا و والا ہمارا نبی

اما اہل سنت کی اس طرز کی پیروی کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

سب سے افضل و اعلیٰ ہمارا نبی   سب میں بہتر و بالا ہمارا نبی
جس کے صدقے ملے دین و ایماں جہاں   ہے بڑی شان والا ہمارا نبی
جس مکاں کا ہوا ہے نہ کوئی مکیں   ہیں مکیں اس مکاں کا ہمارا نبی
شمس لوٹا دیے چاند ٹکڑے کیے   قوت و زور والا ہمارا نبی
اذھبوا ، انبیاء کی ہمیں فکر کیوں   جب ہمارا سہارا ہمارا نبی
ہم گنہگار کا اور سیہ کار کا   تیری رحمت سہارا ہمارا نبی
ہو عطاؔ اس حسینیؔ کو تجھ سے سند   ”ہے ہمارا ہمارا“ ہمارا نبی !

اسی طرح امام اہل سنت کا ایک اور کلام ہے:

راہ پُر خار ہے کیا ہونا ہے   پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے

آپ اس طرز رضا کی اتباع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

رہ گزر خار ہے کیا ہونا ہے   پاؤں بیکار ہے کیا ہونا ہے
کر لے کچھ کام یہاں ورنہ   کل نہیں کار ہے کیا ہونا ہے
جب شب و روز گناہوں کی   تیز رفتار ہے کیا ہونا ہے
بچتے انگارے سے ہم ہیں ، وہاں   آگ بھرمار ہے کیا ہونا ہے
دور ہے اپنا سفر پھر بھی مگر   توشہ نہ یار ہے کیا ہونا ہے
نفس وشیطاں کا ہم پر حملہ   سلسلہ وار ہے کیا ہونا ہے
حشر میں نگہِ کرم کرنے کو   آقا تیار ہے کیا ہونا ہے
بخشوانے کے لیے امت کو   میرے سرکار ہے کیا ہونا ہے
کر لے اس کی تَو تُو توبہ کو قبول   یہ شرم سار ہے کیا ہونا ہے
چل گزر پُل سے تُو خوف نہ کر   ”سلّم“ گفتار ہے کیا ہونا ہے
ڈر حسینیؔ نہ تُو ، بخشش کی عطاؔ   دیتے سرکار ہے کیا ہونا ہے

صحافت: آپ نے جن جہات سے فروغ رضویات میں حصہ لیا ان میں سے ایک صحافت بھی ہے۔ یوں تو آپ دور طالب علمی میں اشرفیہ میں جاری ہونے والے نیپالی جداریہ "**ہلال**" کے مدیر کی حیثیت سے اپنی خدمت انجام دیا کرتے تھے جس میں وقفے وقفے اور موسم کی مناسبت سے مضامین شائع ہوتے جس میں حضرت رضا اور افکار رضا پر بھی مضامین ہوتے اسی جداریہ کے تحت عرس حافظ ملت کے موقع پر "**مجدد دین اسلام نمبر**" بھی اشرفیہ کی دیوار پر چسپاں ہوا جو منظور نظر بھی ہوا۔ اور بعد فراغت ۲۰۱۷ء میں **ملک نیپال** سے **سوادِ اعظم مسلک اعلیٰ حضرت** کا بے باک ترجمان "سہ ماہی سنی پیغام" کا جب اجرا ہوا تو اس کی ادارت بھی آپ ہی کے ذمہ آئی جس سے امام اہل سنت اور **مسلک اعلیٰ حضرت** کی ترویج و اشاعت جاری ہے اور ابھی جشن صد سال کے موقع پُر بہار پر اسی رسالہ کے تحت اپنی نوعیت کا نہایت اہم نمبر "**فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر**" شائع ہونے جا رہا ہے جس کی تیاری زور و شور سے جاری ہے اور ان شاء اللہ عز و جل بروقت منصۂ شہود پر آکر نذر قارئین ہو گا۔

* * *

(......... صفحہ نمبر ۳۰۷؍ کا بقیہ)

موصوف نے خصوصاً ولادت و وفات، پرورش و پرداخت، تعلیم و تربیت، درس و تدریس، خاندانی پس منظر، اجازت و خلافت اور بیعت و ارادت کے ساتھ ساتھ ان کے علمی اور فقہی مقام و مرتبہ کے تعلق سے اجمالاً گفتگو کی ہے اور نیپال میں ان حضرات کے ناقابلِ فراموش دینی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ مثلاً: جا بجا مساجد و مدارس کا قیام، کافروں کو حلقہ بگوش اسلام کرنا، دیوبندی، وہابی، تبلیغی شمع نیازی اور ہتھیاروی اثرات کا قلع قمع کرنا، دعوت و ارشاد کے ذریعہ مسلمانان نیپال کی رہنمائی کرنا اور سلسلۂ رضویہ کی ترویج و اشاعت کرنا وغیرہ۔

بشمول خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے ۲۱؍ علما و مشائخ کے حالات اور سلسلۂ رضویہ کی توسیع میں ان کی خدمات کو پیش کیا ہے۔ قائد اہلسنت علامہ ارشد القادری، علامہ ضیاء المصطفیٰ، خلیفۂ مفتی اعظم ہند مولانا صبغۃ اللہ قادری، حنیف ملت حضرت مولانا حنیف القادری علیہما الرحمہ کے تذکرے بھی اس میں شامل ہیں۔

* * *

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

ثمر مصباحی اور فروغ رضویات

محمد شاہد رضا مصباحی

نام ونسب: نام: عبدالرحیم، قلمی نام: ثمؔر مصباحی، تعلیمی نسبت: مصباحؔی، والد ماجد کا نام: محمد امیر الدین۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

عبدالرحیم بن امیر الدین بن محمد دل جان راعین بن محمد ظاہر راعین۔

ولادت : آپ کی ولادت ۵/جمادی الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۵/ دسمبر ۱۹۸۸ء بروز جمعرات موضع پرڑیا ضلع مہوتری، نیپال کے ایک مزدور گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے جد محترم محمد دل جان راعین موضع بھمرپورہ ضلع مہوتری کے رہنے والے تھے۔ جب آپ کے والد صاحب کی عمر ۸ سال رہی ہوگی آپ کے دادا اس دنیا سے چلے گیے اس لیے والد صاحب پہلے بہن کے گھر پھر شادی کے بعد پرڑیا آگیے اور یہیں رہنے لگے۔

تعلیم و تربیت : آپ کی تعلیم کا سلسلہ گاؤں کے مکتب سے شروع ہوا اور مدرسہ اسلامیہ بیت العلوم خالص پور ادری مئو اور طیبۃ العلما جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی ہوتے ہوئے الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی میں ۲۰۰۹ء میں تکمیل فضیلت پر جاکر ختم ہوا۔ الجامعۃ الاشرفیہ میں رہتے ہوئے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے کمپیوٹر اور اردو میں ڈپلوما کا کورس مکمل کیا۔ پھر ۲۰۱۱ء میں Shree Higher Secondary School سیتا پور بھنگہا مہوتری نیپال سے SLC پاس کیا۔

درس و تدریس : فراغت کے بعد ۲۰۰۹ء ہی میں دار العلوم نوری برکاتی نزد ریلوے اسٹیشن جنک پور نیپال میں بحیثیت صدر المدرسین آپ کی تقرری ہوئی جہاں مسلسل دو سالوں تک آپ درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ میں مصروف رہے۔ پھر گاوں والوں کے اصرار پر ۲۰۱۱ء میں جامعہ صوت الرضا پرڑیا ضلع مہوتری کے اول صدر المدرسین و ناظم تعلیمات کے عہدہ کو سنبھالا اور تین سالوں تک جامعہ صوت الرضا میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ ۱۸اکتوبر ۲۰۱۴ء میں آپ مرکز الثقافۃ السنیہ کے تحت جزائر انڈمان نیکوبار المعروف بہ کالا پانی کی راجدھانی پورٹ بلیئر بحیثیت نائب صدر المدرسین تشریف لے گیے، تاحال انڈمان ہی میں مدرسہ عین الھدی اور حنفی دار الافتا و القضا کے صدر کی حیثیت سے آپ مسلک وملت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

تصنیف وتالیف: درس وتدریس اور تقریر وخطابت کے علاوہ آپ تحریر وقلم سے بھی دل چسپی رکھتے ہیں۔ انڈمان آنے کے بعد دو دو مدرسے اور دار الافتاء والقضا کی ذمہ داریاں، اور مختلف جزائر کے دعوتی و تبلیغی اسفار کی وجہ سے بہت زیادہ مصروف رہتے ہیں۔ اس کے باوجود اس میدان میں آپ نے جو کام کیا ہے وہ درج ذیل ہے:

(۱) **ضیاے اربعین**، مطبوعہ۔ حفظ حدیث سے دلچسپی رکھنے والے مبتدی طلبہ کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔ انڈمان کے اکثر و بیشتر مکاتب میں اساتذہ اس کی مدد سے بچوں کو احادیث یاد کرواتے ہیں۔

(۲) **احقاق حق و ابطال باطل**، مطبوعہ۔ امین شریعت نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ فخر نیپال صاحب قبلہ کے چند مضامین کا مجموعہ جو آپ کی تحقیق و تخریج اور جمع و ترتیب کے بعد منظر عام پر آئی جس میں نیپال کے اہل علم دانشور اور مسلم سیاسی رہنما کے ذریعہ اسلامی احکام اور عقائد اہل سنت پر اٹھائے گیے شکوک و شبہات کا مدلل اور شافی جواب دیا گیا ہے۔

(۳) **ہندی ترجمہ، استعانت اسلام اور سائنس کی نظر میں**، مطبوعہ۔ یہ مولانا جاوید احمد عنبر مصباحی کا اردو رسالہ ہے جسے انڈمان کے بدعقیدوں سے متاثر افراد کے لیے ہندی زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

(۴) **رضوی پریوار کا پریچے**، ہندی، غیر مطبوعہ۔ بالخصوص انڈمان کے لوگوں کے لیے لکھی گئی یہ کتاب ان شاء اللہ عرس صد سالہ کے موقع سے منظر عام پر ہوگی۔

(۵) **اسلام کا پریچے ہندی**، غیر مطبوعہ۔ نومسلموں کو اسلام سیکھانے کے لیے لکھی گئی یہ ایک ایسی ضخیم کتاب ہے جس میں اسلام کی ساری بنیادی باتیں آسان اور اخباری زبان میں اکٹھا کی گئی ہے۔ تھوڑا بہت کام باقی ہے ان شاء اللہ جلد منظر عام پر ہوگی۔

(۶) **حیات فخر نیپال**، زیر ترتیب۔ ملک نیپال میں مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت اور مختلف میدان میں نمایاں دینی و ملی خدمات انجام دینی والی عبقری علمی شخصیت امین شریعت نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی مصباحی المعروف بہ فخر نیپال دامت برکاتہم العالیہ کی حیات و خدمات پر مستند دستاویز۔ چند ابواب کا کام باقی ہے ان شاء اللہ جلد اس کی تکمیل کی جائے گی۔

مذکورہ کتابوں کے علاوہ تذکرہ علماے نیپال، مفید الخطبا، تاریخ مدارس اسلامیہ نیپال وغیرہ کئی کتابیں زیر ترتیب ہیں، امید ہے موصوف انھیں بھی جلد منظر عام پر لانے کی کوشش کریں گے۔

صحافت: آپ قیام جامعہ امجدیہ کے دوران سہارا اردو اخبار کے لیے اکثر و بیشتر مضامین و مراسلات لکھتے تھے اور جامعہ امجدیہ کے جداریہ "پندرہ روزہ ادبی میزان" کے نائب مدیر اور جامعہ اشرفیہ میں "ہفت روزہ ہلال" جداریہ کے آپ مدیر رہ

چکے ہیں۔ فی الحال ملک نیپال میں سواد اعظم مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان "سہ ماہی سنی پیغام" کے نائب مدیر ہیں اور انڈمان میں "آل انڈیا رڈیو" سے رمضان، قربانی، محرم، عرس رضوی، عید میلاد النبی، عرس غریب نواز اور گیارہویں جیسے مواقع سے آپ کے بیانات نشر ہوتے ہیں۔

فروغ رضویات میں آپ کا کردار: رضویات کی ترویج و اشاعت اور فروغ میں آپ نے جن ذرائع سے حصہ لیا ہے وہ درج ذیل ہے:

فروغ رضویات بذریعہ تقریر و خطابت: یوں تو آپ کی اکثر و بیشتر تقریر کا محور سرکار رضا کی ذات ستودہ صفات ہوا کرتی ہے لیکن جب سے انڈمان نیکوبار گیے آپ کی یہی کوشش رہتی ہے کہ کسی نہ کسی زاویہ سے سرکار اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ضرور کروں جس کے پیچھے ایک اہم وجہ کار فرما ہے جو یہ ہے:

در اصل کالا پانی کی سزا کے لیے مشہور انگریزوں کی دریافت نو آباد خطہ اَنڈمان نیکوبار پانچ سو سے زائد جزائر پر مشتمل ہندوستان کی خشکی سے تقریباً بارہ سو کیلو میٹر دور واقع ایک ایسا صوبہ ہے جہاں زیادہ تر قیدیوں کی اولادیں آباد ہیں۔ پانچ لاکھ کی کل آبادی میں مسلمانوں کا تناسب تقریباً ایک لاکھ کی آبادی کے ساتھ ۲۰ فیصد ہے اور سلطان العلما شیخ ابو بکر احمد مسلیار کے معتقدین کی کوششوں سے یہاں زیادہ تر اہل سنت و جماعت سے منسلک مسلمان ہیں لیکن سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات بابرکات سے بہت زیادہ متعارف نہیں ہیں جس کی اہم وجہ کسی بھی سنی حنفی عالم کی عدم موجودگی تھی مگر اب الحمد للہ مرکز الثقافۃ السنیہ کے زیر سرپرستی مولانا ثمر مصباحی اور ان کے احباب کی انتھک کوششوں سے لوگ دھیرے دھیرے سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اسی لیے آپ اپنی تقریر و خطابت میں زیادہ سے زیادہ سرکار اعلیٰ حضرت کی ذات بابرکات، اوصاف و کمالات اور خدمات پر روشنی ڈالنے اور چھوٹی بڑی محفلوں میں موضع سخن بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

فروغ رضویات بذریعہ عرس رضوی: سال ۲۰۱۵ء سے پہلے انڈمان کی تاریخ میں کبھی بھی عرس رضوی یا سرکار رضا کے نام سے کسی بھی پروگرام کا انعقاد نہیں ہوا لیکن آپ اور آپ کے چند احباب کی کوششوں سے ۲۰۱۵ء میں عرس رضوی کے موقع سے مرکز فضل حق اکیڈمی انڈمان کے زیر اہتمام آپ ہی کی صدارت میں مختلف جگہوں پر عرس اعلیٰ حضرت کا انعقاد ہوا اور مجاہد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی کی آخری آرام گاہ تک اعلیٰ حضرت کے نام سے ریلی نکالی گئی۔ تب سے لے کر آج تک لوگ عرس رضوی اور ولادت رضا کے موقع سے کچھ نہ کچھ پروگرام ضرور منعقد کرتے ہیں۔

فروغ رضویات بذریعہ تقسیم کنز الایمان: پہلے آپ نے یہاں کے لوگوں کو بد عقیدوں کے ترجمہ قرآن پڑھنے کے نقصانات اور سرکار اعلیٰ حضرت کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کی خوبیاں بیان فرمائی اور پھر کنز الایمان ہندی اور

اردو تقسیم کروائی۔ اب تک درجنوں کنز الایمان ہندی، اردو یہاں کی مسجدوں اور لوگوں کے گھروں تک پہونچ چکا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ ردو مباحثہ: عرس رضوی منعقد کرنے کے بعد آپ کھل کر (open Stage) سرکار اعلی حضرت کا ذکر کرنے لگے اور محافل میں قیام اور سلام رضا "مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھنے لگے تو یہاں کے کچھ بد عقیدہ مولویوں کو ناگوار گزرنے لگا کہ ہماری پچاس سالہ محنت برباد ہونے والی ہے اس لیے وہ آپ کو تنگ کرنے لگے لیکن سلطان العلما شیخ ابو بکر احمد دامت برکاتہم العالیہ کے معتقدین نے آپ کا قدم بقدم ساتھ نبھایا اور وہ لوگ خاموش ہوئے۔ اس بیچ ان مولویوں اور ان کے ہمنواوں سے بالمشافہ یا بذریعہ ٹیلوفون کئی مباحثے ہوئے جن میں آپ نے سرکار حافظ ملت اور سرکار اعلی حضرت کے فیضان کرم سے دنداں شکن جواب دے کر احقاق حق اور ابطال باطل کیا۔ آج تک یہ ردو ابطال کا سلسلہ جاری ہے اور ہمہ وقت آپ کو ان سے بحث و مباحثہ یا مذبذب قسم کے لوگوں کی افہام وتفہیم کے لیے تیار رہنا پڑتا ہے۔

فروغ رضویات بذریعہ تحریر وقلم: قیام جامعہ صوت الرضا پرڑیا ضلع مہوتری کے دوران ۲۰۱۲ء میں آپ نے ایک ہفت روزہ جداریہ بنام "صوت الرضا ہندی اردو" کا اجرا کیا تھا جو مزارات اولیا روضہ شریف ضلع مہوتری پر لگایا جاتا تھا جس کی تمام تر ذمہ داریاں آپ کے سر تھی۔ اس میں مزارات سے متعلق سرکار اعلی حضرت علیہ الرحمہ کے ارشادات وفرمودات اور فتاوی جات کو شائع کیا جاتا تھا لیکن کسی وجہ سے چند ماہ سے زیادہ یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

۲۰۱۶ء میں انڈمان میں عرس رضوی کے موقع سے ایک پمفلٹ بنام "کون اعلی حضرت؟" ہندی اردو زبان میں مفت تقسیم کروایا تھا جس میں سرکار اعلی حضرت کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی گئی تھی۔

فی الحال عرس صد سالہ کے حسین موقع سے انڈمان میں فروغ رضویات کے سلسلہ کی ایک اور کڑی آپ کی کتاب "رضوی پریوار کا پریچے" ہندی میں منظر عام پر آنے والی ہے اور ساتھ ہی نیپال سے نکلنے والا سہ ماہی سنی پیغام کا ایک ضخیم تاریخی نمبر "فروغ رضویات میں علمائے نیپال کا کردار" حضرت مولانا عطاء النبی حسینی مصباحی کی ادارت اور آپ کی نیابت میں شائع ہونے جا رہا ہے اور ان شاء اللہ جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔

* * *

فروغ رضویات میں علماے اہل سنت کا کردار

مولانا حسینی اور فروغ رضویات

محمد عبدالقادر

یوں تو تمام فرزندان اشرفیہ جنھیں دنیا مصباحی کے اعزازی نام سے یاد کرتی ہے، فروغ رضویات کے لیے کوشاں رہتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ اشرفیہ کے در و دیوار کے رگ رگ میں عشق رسول کے ساتھ عشق رضا کا خون دوڑ رہا ہے۔ تمام فرزندان اشرفیہ کی رضویاتی خدمات کا احاطہ کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہوئے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ”فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کا کردار“ کے عنوان کو پی ایچ ڈی کا موضوع بنایا جا سکتا ہے۔ سر دست میرا مقصد انھیں فرزندان اشرفیہ میں ایک نوجوان فاضل حضرت مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ کی رضویاتی خدمات کو بیان کرنا ہے۔

میرا عنوان ”مولانا اظہار النبی حسینی اور فروغ رضویات“ ہے۔ چوں کہ اس عنوان کے دو جز ہیں: (۱) مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی اور (۲) فروغ رضویات۔ اس لیے پہلے ہم حضرت حسینی مصباحی کے مختصر حالات زندگی بیان کریں گے، پھر آپ کی فروغ رضویات میں خدمات و کردار کا ذکر کریں گے۔

ولادت، تعلیم و تربیت: آپ کی ولادت بمقام کھردہ، کولکاتا - ۱۱۷ ۲۲/ اگست ۱۹۸۸ء کو ہوئی۔ ابتداءً انگلش میڈیم اسکول میں چار کلاس تک تعلیم حاصل کی، پھر دینی تعلیم کے لیے دار القرآن مدرسہ اخلاقیہ، توپسیا، کولکاتا میں داخلہ لیا۔ یہاں اردو کے ابتدائی درجات پاس کیا اور درس نظامیہ کا آغاز کرتے ہوئے اعدادیہ کی کتابیں پڑھیں۔ بعدہ دار العلوم رضاے مصطفی، ٹیابرج، کولکاتا میں داخلہ لیا اور متوسطات یعنی اعدادیہ تا رابعہ کی تعلیم پائی۔ ۲۰۱۷ء میں جامعہ اشرفیہ کا رخ کیا، یہاں داخلہ لیا، فضیلت تک کا سفر ختم کیا اور ۲۰۱۳ء میں عرس حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موقع پر دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

تعلیمی اسناد: الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور سے عالمیت: ۲۰۱۱ء - ۲۰۱۲ء، فضیلت: ۲۰۱۳ء، یو پی بورڈ آف مدرسہ ایجوکیشن سے منشی تا فاضل کی سندیں، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان سے ۲۰۱۱ء - ۲۰۱۲ء میں اردو ڈپلومہ کی سند، ۲۰۱۲ء میں کمپیوٹر ڈپلومہ کی سند، ۲۰۱۲ء میں ہی Course on Computer Concepts کی سند حاصل کی۔

بیعت و ارادت: ۲۷/ مئی ۲۰۱۶ء کو دوپہر کے وقت مفسر قرآن حضرت علامہ سید ظہور الحسین رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست بابرکت پر اپنا ہاتھ رکھ کر اپنے ہی گھر بیلا، جنک پور دھام، نیپال میں بیعت و ارادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔

اجازت و خلافت: غالباً ۲۰۱۳ء میں خلفاے امام علم و فن کے موضوع پر مضمون تحریر کرنے کے دوران قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری صاحب نے علوم و فنون اور سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ ۲۷/ جون ۲۰۱۶ء کو چشم و چراغِ حضور محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں مدظلہ العالی نے تمام سلاسل کے ساتھ بطور خصوصی سلسلہ

منوریہ کی بھیہ اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

درس وتدریس: جامعہ اشرفیہ سے دستار فضیلت کے بعد آپ نے عملی دنیا میں قدم رکھا اور درس وتدریس کا میدان منتخب فرمایا۔ سب سے پہلے دعوت اسلامی کے تحت چلنے والے جامعۃ المدینۃ فیضان مخدوم لاہوری، موڈاسا، گجرات میں آپ کی تقرری ہوئی، یہاں دو سال آپ نے نظامت وتدریس کی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ ۲۰۱۵ء میں مادر علمی ازہر ہند جامعہ اشرفیہ سے شعبہ تربیت تدریس کے دو سالہ کورس کے لیے منتخب و مدعو ہوئے۔ دو سال کے بعد ۲۰۱۷ء میں آپ کی مستقل استاذ کی حیثیت سے بحالی ہوئی اور تادم تحریر اسی ازہر ہند میں خدمت تدریس سے منسلک ہیں۔

تصنیفی خدمات: آپ کو تصنیف و تالیف اور تحقیق و تراجم سے بھی بڑی دلچسپی ہے، یہی وجہ ہے کہ درس و تدریس کی مصروفیات کے باوجود اب تک آپ نے تقریباً نصف درجن عربی کتابوں کو اردو کا جامہ پہنایا اور کچھ مستقل رسائل بھی تصنیف کی۔ اس کے ساتھ وقتاً فوقتاً مقالات ومضامین بھی لکھتے رہتے ہیں جو ملک وبیرون ملک کے رسائل جرائد میں شائع بھی ہوئے۔

آپ کی تصانیف وتراجم درج ذیل ہیں:

(۱) العلم الظاہر فی نفع النسب الظاہر

(۲) شرح عقود رسم المفتی

(۳) الابانہ عن اخذ الأجرۃ علی الحضانۃ

(۴) اتحاف الذکی النبیۃ بجواب ما یقول الفقیہ

(۵) الفوائد المخصصہ بأحکام فی الحمصہ

درج بالا پانچ رسائل صاحب ردالمختار علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہیں۔

(۶) البرہان فی علاماتِ مہدی آخر الزمان

یہ رسالہ صاحب کنز العمال علامہ علی بن حسام الدین متقی ہندی علیہ الرحمہ کا ہے۔

(۷) تطبیق حکم الطریقۃ العلیۃ علی الاحکام الشرعیۃ النبویۃ۔

یہ رسالہ ابوالہدی محمد صیادی رفاعی کا تصنیف کردہ ہے۔ آپ نے اس کا ترجمہ ۲۰۱۲ء جماعت سابعہ میں پڑھنے کے زمانے میں کیا تھا جو ۲۰۱۳ء فضیلت کے سال ماہ شوال میں شائع ہوا۔

فروغ رضویات میں کردار: میں نے اپنے ہم درس ساتھیوں سے سنا ہے کہ دوران تدریس آپ کی تقریر اور نصیحت سے یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ آپ کو اعلی حضرت اور مسلک اعلی حضرت سے محبت ہے۔ تدریس کے دوران عموماً فتاوی رضویہ اور بہار شریعت کے مطالعے کی ترغیب دلاتے ہیں اور کبھی کوئی طالب علم اختلافی مسئلہ پوچھتا ہے تو آپ اختلاف ذکر کرنے کے بجائے یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے، اعلی حضرت اس بارے میں یہ فرماتے ہیں اور ہمیں اور آپ کو یہ چاہیے کہ اسی پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ ہاں! ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اختلافی مسئلے میں کسی اور موقف پر عمل کرنے والوں کو طعن و تشنیع نہیں کریں گے البتہ ان کے دلائل کا رد کرکے اپنے موقف کا قائل بنانے کی کوشش کریں گے۔

رضویات کے حوالے سے آپ کی خدمات کو ہم قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

(۱) امام احمد رضا اور فقہاے سلف سے اختلاف

یہ کتاب پاکستان کے مشہور سنی عالم دین، عمدۃ المحققین علامہ فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف ہے اور بڑی ہی معرکۃ الآرا اَبحاث پر مشتمل ہے کتاب کے کل صفحات کی تعداد ۴۲ ہے۔ اس پر آپ کا گراں قدر تحشیہ اور تخریج ہے۔ جس سے اس کتاب کی ثقاہت، افادیت اور اہمیت میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ آپ کا خالص علمی و تحقیقی کارنامہ ہے۔ حضرت مولانا مفتی شمس الہدیٰ مصباحی، استاذ الجامعہ الاشرفیہ، مبارک پور کی تصحیح و نظر ثانی کے بعد منتظر طباعت ہے۔ ان شاء اللہ جشن صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر بیک وقت ہندو پاک سے شائع ہوگا۔ پاکستان سے تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے زیر اہتمام جب کہ ہند سے راعین فاؤنڈیشن، اندھیری ویسٹ ممبئی سے شائع ہو رہا ہے۔

(۲) علم سیرت اور امام احمد رضا

یہ رسالہ دراصل ماہنامہ پیغام شریعت کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ”مصنف اعظم نمبر“ کے لیے لکھا گیا مضمون ہے۔ مضمون A4 سائز کے تقریباً ۳۰/ صفحات پر مبسوط ہے اور رسالے کی صورت میں ۶۴/ صفحات پر مشتمل ہے۔ الحمد للہ یہ مضمون پسند کیا گیا اور جشن صد سالہ عرس رضوی کے موقع پر بیک وقت نیپال و پاکستان سے شائع ہونے جا رہا ہے۔ نیپال سے فخر ملت فاؤنڈیشن اور پاکستان سے تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی کے زیر انتظام شائر ہو رہا ہے۔ اس کی کتاب کی تصحیح و منظر ثانی کے فرائض مصّحِ قوم و ملت علامہ عبد المبین نعمانی نے انجام دیا ہے۔ اپنے موضوع پر منفرد ہونے کے سبب دل پذیر بھی ہے۔ اس میں تصانیف اعلیٰ حضرت سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت نے سیرت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موضوع پر جو مستقل رسالے لکھے ہیں اس کا بھی احسن تعارف کرایا گیا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے سیرت کے گوشے پر جو رسالے لکھے وہ حسب ذیل ہیں:

۱۔ تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ) ۲۔ الأمن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء (۱۳۱۱ھ) ۳۔ اجلال جبریل بجعلہ خادما للمحبوب الجمیل (۱۲۹۸ھ) ۴۔ انباء المصطفی بحال سر و أخفی (۱۳۱۸ھ) ۵۔ زواھر الجنان من جواھر البیان (۱۲۹۷ھ) ۶۔ شمول الاسلام لأصول الرسول الکرام (۱۳۱۵ھ) مؤلف کتاب نے سیرت کے موضوع پر ۱۸ مستقل تصانیف اور تین حواشی کا ذکر کیا ہے۔

ان دو رسالوں کے علاوہ آپ نے فروغ رضویات کے حوالے درج ذیل مضامین و مقالات لکھنے کی سعادت پائی ہے۔

(۱) امام احمد رضا اور احترام اکابر

یہ آپ کے ذوق انتخاب کا حسین شاہکار ہے گو کہ اس موضوع پر اس سے پہلے بھی بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن موصوف نے سینکڑوں کتابوں میں منتشر ان شہ پاروں کو اپنے مقالے میں یکجا کر کے کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل کرنے والوں کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے۔ یہ مقالہ بھی اپنے عنوان پر خوب ہے، A4 سائز کے گیارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ عرس صد سال کے موقع پر دو ماہی رضاے مدینہ، جمشید پور کی خصوصی اشاعت میں منتظر طباعت ہے۔

(۲) خواجہ غریب نواز اور امام احمد رضا

کم فہم اور سطحی نظر رکھنے والے بہت سے عوام و خواص اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ سلطان الہند، عطاے رسول خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ سے امام اہل سنت کا رشتۂ عقیدت مضبوط دکھائی نہیں دیتا ہے اگر ایسا ہوتا تو ان کی شان میں کوئی کتاب یا منقبت ضرور لکھتے۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔ مولانا اظہار النبی صاحب نے زیر نظر مقالہ میں انھیں مغالطوں کا جواب دینے اور ان کے مقدس روابط کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ اعلی حضرت یا دیگر مصنفین کی کتابوں سے حسن عقیدت اور اظہار محبت عیاں کرنے والے جملوں کو کشید کرکے ایک لڑی میں جمع کر دیا ہے۔ اس تحریر کو پڑھ کر یقینا معاندین و حاسدین کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ بارگاہ غریب نواز میں متعدّد بار اعلی حضرت کی حاضری کو ثابت کیا ہے۔ یہ مقالہ A4 سائز میں ۵/ صفحات پر مشتمل ہے۔ کئی رسائل میں چھپ چکا ہے لیکن سب سے پہلے الجامعۃ الرضویۃ، مغل پورہ، پٹنہ سے نکلنے والے ماہنامہ نور مصطفی میں طبع ہوا۔

(۳) فکر رضا کی ترسیل میں الجامعۃ الاشرفیہ کا کردار:

آپ نے اس مقالے کو زمانہ طالب علمی میں لکھا اور مصلح قوم و ملت نعمانی صاحب سے تصحیح بھی کرائی تھی۔ اس مقالے میں مختصر حالات رضا، فکر رضا کا معنی و مفہوم، عصر حاضر میں فکر رضا کی اہمیت و معنویت اور فکر رضا کی اشاعت میں فرزندان اشرفیہ کی تحریری، تعمیری، اور تنظیمی خدمات کو بیان کیا گیا ہے۔ فل اسکیپ میں ۱۰/ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) (برادر اعلی حضرت) استاذ زمن علامہ حسن اور اصلاح مفاسد ندوہ، (۶/ صفحات اے فار سائز، منتظر اشاعت استاذ زمن نمبر زیر اہتمام سہ ماہی امین شریعت) (۵) (تلمیذ اعلی حضرت) ملک العلما کی تصنیفی خدمات، (۱۶/ صفحات A4 سائز، سالنامہ ضیاے مصطفی، کولکاتا ۲۰۱۷-۱۸ کے خصوصی شمارہ ”عرفان ملک العلما“ میں مطبوع۔ (۶) (وکیل اعلی حضرت) صدر الافاضل ایک عظیم مصنف و مفکر، (۱۰/ صفحات فل اسکیپ، غیر مطبوعہ) (۷) (محبوب اعلی حضرت) سرکار مجی کی کتاب ”دیور بھاوج“ ایک مطالعہ، (۵/ صفحات فل اسکیپ، غیر مطبوعہ) (۸) (نبیرۂ اعلی حضرت) تاج الشریعہ کے خلفا، (۱۲/ صفحات A4 سائز، مطبوعہ تاج الشریعہ نمبر، مغل پورہ، پٹنہ) (۹) تاج الشریعہ کے اساتذہ، (۸/ صفحات A4 سائز، مطبوعہ جہان تاج الشریعہ زیر اہتمام امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف) (۱۰) ملفوظات تاج الشریعہ ایک مطالعہ، (۸/ صفحات A4 سائز، مطبوعہ تاج الشریعہ نمبر زیر اہتمام سہ ماہی امین شریعت، بریلی شریف)۔

بذریعہ صحافت فروغ رضویات: آپ نے صحافت کے ذریعہ بھی افکار رضا کو فروغ دینے میں کردار ادا کیا ہے۔ ملک نیپال سے شائع ہونے والے سواد اعظم مسلک اعلی حضرت کے بے باک ترجمان ”سہ ماہی سنی پیغام“ کی مجلس ادارت کے اہم رکن ہیں۔ معتبر معلومات کے مطابق اب تک کے اس کے تمام شماروں کی تصحیح و نظر ثانی آپ نے ہی کی ہے۔ اور فی زیر ترتیب خصوصی اشاعت ”فروغ رضویات اور علماے نیپال نمبر“ کے لیے آپ نے کئی مضامین بھی تحریر کیے اور اس کے تقریبا تمام مضامین و مقالات کی تصحیح و نظر ثانی کا کام بھی آپ نے ہی کیا ہے۔ یہ نمبر تقریبا ۲۵۰/ صفحات پر مشتمل ہوگا۔

* * *

باب ہفتم

تحریری مباحثہ

★ مسلکِ اعلی حضرت اور فروغِ رضویات کے لیے تدابیر ولائحہ عمل
اور اس راہ کی رکاوٹیں اور ان کا سدباب

باب ہفتم: تحریری مباحثہ

مسلک اعلیٰ حضرت اور فروغِ رضویات کے لیے تدابیر ولائحہ عمل اور اس راہ کی رکاوٹیں اور ان کا سدباب

مفتیان کرام

اس نمبر کی خاکہ سازی کے وقت یہ بات طے پائی کہ ایک باب تحریری مباحثے کے لیے رکھا جائے جس میں مسلک اعلیٰ حضرت اور اس کے فروغ واستحکام کے بارے میں چند سوالات مرتب کرکے ملک نیپال اور اس کے قرب وجوار کے چند مفتیان کرام کی بارگاہ میں ارسال کیے جائیں اور ان کی آرا سے رہ نمائی لی جائے۔ جن چند مفتیان کرام کا انتخاب عمل میں آیا، وہ درج ذیل ہیں:

(۱) مناظرہ اہل سنت مفتی عبد المنان کلیمی، جامعہ اکرام العلوم، مرادآباد، (۲) فخر نیپال مفتی اسرائیل رضوی، بھمرپورہ، نیپال، (۳) قاضیِ نیپال مفتی عثمان رضوی، بیلاجنک پور، نیپال (۴) شہزادۂ حنیف ملت مفتی نجم الدین مصباحی، کٹیا، نیپال، (۵) فقیہ عصر مفتی محمود عالم مصباحی، قاضی شہر رائے بریلی۔

ان مفتیان کرام کی بارگاہ میں سات سوالات ارسال کیے گئے تھے، انھوں نے جوابات کے لیے اپنے مصروف ترین اوقات میں سے قیمتی وقت نکالا اور معلوماتی جوابات ارسال فرمائے۔ ادارہ اس کرم فرمائی پر تہ دل سے شکر گزار ہے۔

اب ذیل میں ہمارے سوالات اور مفتیان کرام کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال (۱): مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟ اور مسلک کو اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کرنے کا پس منظر کیا ہے؟

مفتی عبد المنان کلیمی: مسلک اعلیٰ حضرت سے قطعاً یہ مراد نہیں ہے کہ یہ سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی اپنا نیا مسلک ہے بلکہ اس اصطلاح کا صحیح مفہوم اور منطوق بہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں مجدد اسلام سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک وہی ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں اسلاف کرام کا مسلک تھا، ہاں یہ امر ضرور قابل ذکر ہے کہ اسلاف کرام کے مسلک کو دور حاضر میں سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیوں منسوب کیا گیا؟ تو اس کا واضح سبب یہ ہے کہ خلفاے راشدین کے بعد جب رافضیوں اور خارجیوں نے اسلام وسنت کی صحیح تصویر کو مسخ کرنے کی کوشش کی اور اپنے خود ساختہ فکر ونظر کو اسلام وسنت کا آئینہ دار بنا کر پیش کرنے کی ناروا جرأت وجسارت کی تو اس وقت کے اسلاف حق نے رافضیوں اور خارجیوں

کے مسلک سے اپنے مسلک حق کو ممتاز اور منفرد رکھنے کے لیے مسلک اہل سنت کی اصطلاح قائم فرمائی اور یہ سلسلہ تقریبا چودھویں صدی تک قائم رہا۔ لیکن جب چودھویں صدی کے بعد اسلام و سنت کے نام پر اپنی خود ساختہ تحریکوں اور افکار و عمل کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی، جیسا کہ ارباب علم و دانش خوب جانتے ہیں کہ چودھویں صدی کے آغاز سے ہی کئی باطل تحریکیں بنام دیوبندیت، وہابیت، قادیانیت، چکڑالوی اور اہل حدیث نام کے مختلف فرقہاے باطلہ معرض وجود میں آئیں اور ان سبھوں نے بھی اپنے کو قرآن و سنت کے ترجمان اور مسلک اہل سنت کے دعویدار کی حیثیت سے اپنے کو پیش کرنا شروع کیا تو اس چودھویں صدی کے علماے حق و صداقت نے ان باطل فرقوں کے مسلک سے اپنے کو ممتاز رکھنے کے لیے مسلک اعلی حضرت لکھنا اور کہنا شروع فرما دیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس دور میں مسلک اہل سنت کا امتیازی نام مسلک اعلی حضرت ہے اور مسلک اعلی حضرت مسلک اہل سنت ہی کا دوسرا نام ہے۔

مفتی اسرائیل رضوی: مسلک اعلی حضرت کوئی نیا مسلک نہیں بلکہ فی الواقع اہل سنت و جماعت کے عقائد اجماعیہ، قطعیہ ظنیہ کے مجموعے کا دوسرا واضح نام اس دور میں مسلک اعلی حضرت ہے۔ قرون اولی سے اب تک جماعت حقہ کا علامتی نام اہل سنت و جماعت ہے اور یہ نام دو احادیث کریمہ ’عليكم بسنتي“ اور ”يدالله على الجماعة“ کے مفہوم سے ثابت ہے۔ اب رہی بات کہ جب مسلک اہل سنت و جماعت ہی کو مسلک اعلی حضرت کہتے ہیں تو پھر اس مسلک کو اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ جب نئے نئے مذاہب پیدا ہونے لگے اور اپنے عقائد باطلہ اور خیالات کاسدہ کی تبلیغ و اشاعت اسی نام یعنی اہل سنت و جماعت کے لبادہ زیب تن کر کے کرنے لگے۔ ایسے پُر فتن پُر آشوب دور میں سرکار اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ محدثین و مجتہدین کی روشنی میں ان کا ردو ابطال فرما کر باطل کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا اور اس امت کو ان کے مکر و فریب سے آگاہ فرما کر ایمان کی حفاظت و صیانت کا سامان مہیا کیا اور عشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جام پلا کر پکا سچا عاشق رسول بننے کا نسخہ عطا کیا۔ تو اس وقت کے بڑے بڑے علما و محدثین اور اصفیا و اولیا کاملین نے ان تمام فرقہاے باطلہ سے امتیاز کے لیے اس مسلک کو اعلی حضرت کی طرف منسوب کر دیا پھر اسی نام سے ہم اہل سنت و جماعت جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔ اس زمانے میں اِس نام کی اور بھی سخت ضرورت ہے کیوں کہ آج کے دور میں کچھ اپنے کہے جانے والے حضرات بھی لوگوں کو اپنے سے قریب کرنے کے لیے مسلک اعلی حضرت کا تو نام لیتے ہیں مگر پس پردہ غیروں کو خوش کرنے والا کام کرتے ہیں۔

مفتی عثمان رضوی (الف): مسلک اعلی حضرت حقیقت میں اہل سنت و جماعت کے عقائد حقہ صحیحہ اجماعیہ قطعیہ ظنیہ کے مجموعے کا دوسرا روشن نام ہے، جس کی تعبیر محبت رسول و عشق مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کی جاتی ہے، جیسا کہ اعلی حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

جان ہے عشق مصطفی روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

اور ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے:

بمصطفی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبیست

اور جس کی تشریح وتفصیل سیدی اعلی حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف حسام الحرمین، تمہید ایمان، الدولۃ المکیہ، تجلی الیقین اور سبحان السبوح وغیرہا میں موجود ہے۔

(ب): مخلوقات میں جو چیزیں قدرے مشترک ہوتی ہیں ان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے لیے اہل علم وفن کا دستور رہا ہے کہ جب کسی چیز کی کما حقہ معرفت کرانی مقصود ہوتی ہے تو اس کا معرف جامع ومانع لاتے ہیں، اور جامعیت مابہ الاشتراک اور مانعیت مابہ الامتیاز سے ہوتی ہے، اگر مابہ الاشتراک نہ ہو تو معرف یعنی جس کی معرفت کرانی مقصود ہے اس کا وجود ذہن میں اغیار سے ممتاز ہو کر نہیں ہوگا، بلکہ ابہام باقی رہے گا اور تعریف کا مقصد اعلی فوت ہو جائے گا۔

جیسے نحویوں نے اسم کی تعریف کی ہے تو ایسے الفاظ لاتے ہیں جس سے اسم کی تعریف جامع ومانع ہو جایا کرتی ہے، علامہ ابن حاجب نے اپنی مشہور زمانہ کتاب کافیہ میں اس طرح تعریف کی ہے الاسم مادل علی معنی فی نفسه غیر مقترن باحد الازمنة الثلثه جس میں مادل علی معنی فی نفسه مابہ الاشتراک کا کام کرتا ہے اور غیر مقترن باحد الازمنة الثلثه مابہ الامتیاز کا جس سے اسم اپنے دونوں قسم فعل اور حرف سے ممتاز ہوتا نظر آتا ہے، اسی طرح اہل منطق "انسان" کی تعریف حیوان ناطق سے کرتے ہیں جس میں حیوان مابہ الاشتراک اور ناطق مابہ الامتیاز ہے جس سے انسان فرس، غنم، بقر وغیرہ سے ممتاز ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اور یہی طریقہ ودستور اہل صرف کا بھی ہے، کہ جب کسی چیز کی تعریف کرانی مقصود ہوتی ہے تو مابہ الامتیاز لاتے ہیں جو شئی معرف کو کما حقہ اغیار سے ممتاز کر دے اور مخاطب کے ذہن ودماغ میں اسی شئی مخصوص کا وجود خوب اچھی طرح جاگزیں ہو جائے۔

یہی سلسلہ حضرت آدم سے لیکر ایں دم تک اہل حق وباطل کی معرفت کا چلا آرہا ہے، ابتدائے اسلام سے لے کر آج تک اور قرون اولی سے لے کر اب تک منافقین اور دشمنان دین مذہب اسلام کا علامتی نشان اختیار کرکے مسلمانوں کا دوست وہمنوا بن کر اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنے اور مسلمانوں کو پس پردہ جانی ومالی نقصان پہنچانے کے درپے رہے ہیں۔

یہاں تک کہ بنام اسلام بشکل مسلمان رافضی، خارجی اور معتزلہ وغیرہ جیسے فرق ضالہ مضلہ کا وجود ہوا تو ان کی سرکوبی کے لیے حضرت شیخ ابوالحسن اشعری اور حضرت شیخ منصور ماتریدی علیہما الرحمہ کا وجود مسعود ہوا، اور انہوں نے سنت کی اتباع اور فرق باطلہ کی تردید کی تو ان کا نام اہل سنت وجماعت ہوا اور یہی اہل حق کا امتیازی نشان ہوا، اور پھر وہ دور آیا کہ بنام مسلمان وہابی، دیوبندی، ندوی وغیرہم فرق ضالہ مضلہ کا وجود ہوا تو اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کا نام دے کر مسلمانوں کے ساتھ مل کر دین کے خلاف اپنے باطل افکار ونظریات کے ذریعہ مسلمانوں کو دین حق سے منحرف کرنے کی ناپاک تدبیریں کرنے لگے اور مسلمانان اہل سنت وجماعت ان کو سنی حنفی سمجھ کر اور ان کی نماز وظاہری تقوی اور پیشانی پہ نمازوں کے سمٹے دیکھ کر ان کے دام

ترویز میں پھنسنے لگے، جہاں انسانیت مردہ اور شریعت وطریقت کے پرخچے اڑائے جارہے تھے، نجدیت، چکرالویت باغیان خدا ومصطفی جل وعلی و ﷺ سینہ تانے کھڑے تھے، ہر چہار جانب سے اسلام اور بانی اسلام پر حملے ہورہے تھے، آقا کی شان تقدس میں گستاخیاں ہورہی تھیں، تو اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانان عالم پر سیدی سرکار اعلی حضرت، مجدد اعظم دین وملت، عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیدا فرماکر حد درجہ کرم واحسان فرمایا، آپ نے چومکھی لڑائی لڑی اور دلائل واضحہ وبراہین ساطعہ قاطعہ کے ذریعہ ان فرق باطلہ کا پرجوش مقابلہ کیا اور ان کے خرمن باطل کو خاکستر کردیا، اور اپنے اقوال وافعال اور تحریر وقلم سے ان کی بیہودہ گوئیوں، بدتمیزیوں اور گستاخیوں کا پردہ چاک کرکے مذہب حق کے سچے متبعین کو ہمیشہ کے لیے ان کی فریب کاریوں سے بچانے کی خوب سے خوب ترسعی بلیغ فرماکر مسلمانوں پر احسان عظیم فرمایا، اور آپ نے حسام الحرمین، تمہید ایمان، الدولۃ المکیہ وغیرہا تحریر فرماکر ان کے قصر باطل کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور حکم صادر فرمایا کہ جو ان کے کفریات پہ اطلاع یقینی رکھنے کے باوجود ان کے کفر وعذاب میں شکوک وشبہات سے کام لینے والے سب کے سب علی الاطلاق کافر ومرتد ہیں: من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر، اور اس پر تمام عرب وعجم کے اصاغر واکابر علمائے ربانین نے بالاتفاق مہر تصدیق ثبت فرمادی۔

آپ نے اس طرح ان فرق باطلہ ضالہ کے خلاف جہاد بالقلم فرماکر مسلک اہل سنت وجماعت کی حفاظت وصیانت فرماکر بے مثال کارنامہ انجام دیا، یہاں تک کہ آپ کا نام "سنی اور دیوبندی"، "سنی اور وہابی"، "سنی وقادیانی" وغیرہ کے درمیان وجہ امتیاز بن گیا، اسی وجہ سے اس دور میں مسلک کی نسبت اعلی حضرت کی طرف کی جاتی ہے، اور مسلک اعلی حضرت بولا اور لکھا جاتا ہے۔

اور اس دور میں یہی مسلک اعلی حضرت ہم سنیوں کے درمیان طرہ امتیاز اور علامت وشناخت ہے، اور اس سے انحراف واختلاف گمرہی وبے دینی وباعث استحقاق جہنم وعذاب ہے۔

جب یہ امر مسلم ہوگیا کہ وہابی وغیرہم بھی اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت سے کہتے ہیں، تو جب سنی وہابی، سنی دیوبندی وغیرہم اسی لفظ "سنی" کو استعمال کرتے ہیں اور اسی لفظ سے اپنی معرفت لوگوں کے سامنے کرواتے ہیں، تو ضرورت ہوئی کہ ایک ایسی اصطلاح وضع کی جائے جس سے اہل حق کی معرفت بھی ہو اور شاتمان رسول ﷺ ودشمنان دین وہابیوں، دیوبندیوں وندویوں وغیرہم فرق باطلہ کی رد بلیغ بھی، اور وہ ہماری علامت وشناخت ہوجائے، ایسی حالت میں ہمارے مقتدر علما ومحققین عظام واولیائے کاملین نے "مسلک اعلی حضرت" کی اصطلاح کو وضع فرمایا، اور اسی پر تمامی علمائے کرام کا اجماع ہوگیا، اور اب یہ ہمارے لیے ایمانی علامتی نشان بن گیا، اور الحمد للہ اب تک اہل سنت وجماعت اسی کو اپنی شناخت قرار دیتے ہیں۔

مفتی نجم الدین مصباحی: مسلک اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ وصحیحہ کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ نسبت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دلائل قاہرہ سے اپنے زمانے کے جملہ فرق باطلہ کے عقائد فاسدہ کا رد بلیغ مکمل ومحکم طور پر کرکے سب کو ساکت وصامت کرکے لاجواب کردیا۔ فی الواقع جو بھی ان کے دلائل شرعی سے مدلل فتاوی کی زد میں آیا۔ آج تک جواب صحیح سے قاصر ہے۔ دوسری طرف عقائد صحیحہ حقہ کو آیات قرآن، احادیث صحیحہ، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہا ومشائخ کے ارشادات واقوال سے اس طرح برھن ومدلل کیا کہ کسی کو مجال سخن وراہ فرار نہ رہا جیسا کہ ان کے فتاوی

سے ظاہر و روشن ہے، اسی لیے اہل حق کے جملہ علمائے عرب و عجم نے کھل کر ان کے فتاوی کی تصدیق و توثیق کی اور بڑے بڑے آداب والقاب کے ساتھ ان کی شان میں تقریظیں تحریر کیں، ان کے دلائل قاہرہ و قاطعہ کی روشنی میں اہل حق و اہل سنت کا عقیدہ صحیحہ آفتاب شہروز سے زیادہ روشن اور ظاہر و باہر ہو گیا، اسی زبردست احقاق حق و ابطال باطل کے سبب یہ عقیدہ اہل حق ان کی طرف منسوب ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کے اسم سے موسوم ہوا اور اہل سنت و جماعت کی شناخت و پہچان بن گیا، نیز یہ کہ ہر دور میں اہل حق کی پہچان رہی ہے، اس دور کی سب سے بڑی پہچان مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اس لیے کہ بہت سے باطل بھی اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کہلاتے ہیں مگر واقع میں وہ حدیث کے مطابق اہل حق و عقیدہ اہل حق سے ایسے دور ہیں جیسے تیر کمان میں۔ در حقیقت اعلیٰ حضرت سے وابستگی ہی میں ایمان و عقیدہ کا تحفظ اور پختگی ہے، باطل جس کے بارے میں جان لیتا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہے اس کے قریب آنے کی اس کو ہمت نہیں ہوتی ہے، وہ سمجھتا ہے کہ یہ کبھی ہمارے بہکاوے میں نہیں آئے گا۔ بخلاف اس کے جو وابستگی سے گریزیا مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت یا اس پر تنقید کرتا ہے بالفرض اگر اس میں نہیں تو اس کے ماتحت و ماننے والوں میں ضرور تذبذب و تزلزل آنے لگتا ہے، تشخص قائم نہ رکھنے کے سبب بد عقیدے ان کو اپنے قریب کرنے کی کوشش کرتے ہیں پھر باطل کے لیے ان کو راہ حق سے بہکانا آسان ہو جاتا ہے اس لیے کہ سواد عظم اہل سنت کے اہم ستون سے لاتعلق اور ان کی عظیم قیادت و فدایت سے دوری حدیث کے مطابق ضرور ضلالت و گمراہی کا پیش خیمہ ہے ارشاد حدیث ہے: ”اتبعوا السواد الاعظم فمن شذ شذ فی النار“ آج مشاہدہ شاہد ہے کہ جب سے ہمارے علما نے اعلیٰ حضرت کے بتائے ہوئے رد و ابطال کو رد کر دیا ہے باطل کی تنظیمیں زیادہ سرگرم عمل نظر آتی ہیں، دیہات سے سنیوں کے بچوں کو زیادہ سہولیات کی لالچ اور فریب دے کر جوق در جوق اپنے مدارس میں لے جا کر اپنا ہم خیال بنا کے گمراہ کرتے ہیں۔ اس عیاری و مکاری و فریب سے اپنی تعداد روز بروز بڑھاتے جاتے ہیں اور ہماری تعداد میں کمی لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ہماری جماعت کے علما، خطبا و مشائخ کو دین کے تحفظ کی ذمہ داری کا کچھ بھی احساس نہیں رہ گیا ہے۔ وہ عیش و عشرت، زراندوزی، جاہ طلبی، اور اقتدا پرستی کی ہوس میں اپنا فرض منصبی فراموش کر کے خواب خرگوش میں خراٹے لے رہے ہیں۔ دینی تحفظ کی ذمہ داری اور مواخذہ اخروی دونوں سے غافل و بے بنیاد ہو کر بے حس ہو چکے ہیں چندہ سے مدرسہ قائم کر کے اس کا ناظم یا صدر بننا کافی سمجھتے ہیں، حالاں کہ ذمہ دار علما، خطبا و مشائخ پر ہر طبقہ کے عقائد و اعمال کے اصلاح کی کوشش اور اس کا تحفظ لازم ہے، مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو خیر کی توفیق دے اور شر و فتنہ و معصیت سے محفوظ رکھے آمین۔

مفتی محمود اختر: مسلک اعلیٰ حضرت وہی مسلک اور مذہب حق ہے جو حضور اقدس ہادی عالم ﷺ لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے۔ اور انہیں عقائد و اعمال کا نام ہے جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تھا جسے صحابہ کرام سے تابعین نے لیا تھا، تابعین سے تبع تابعین نے لیا اور قرناً بعد قرنٍ اسلاف کرام سے الی یومنا ھذا منتقل و متوارث ہوتا ہوا آ رہا ہے جو سرکار غوث اعظم اور سرکار خواجہ غریب نواز اور تمام اولیائے کرام و جملہ علمائے اہل سنت کا تھا انہیں عقائد و اعمال کی اشاعت اور تائید و تنقیح ماضی قریب میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا امام احمد رضا محقق بریلوی نے فرمائی۔

الحاصل یہ کہ مسلک اعلیٰ حضرت اسلام، اہل سنت وجماعت اور مسلک ائمہ اربعہ (چاروں اماموں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے مذہب مہذب کے سوا اور کوئی چیز نہیں۔ اور عرف ناس شاہد عدل ہے کہ "اعلیٰ حضرت" کا لفظ اس زمانے میں اہل سنت وجماعت سے کنایہ ہے بلکہ اعلیٰ حضرت کا لفظ۔ سنیت کا شعار" اور اہل سنت کی شناخت وپہچان ہے عرف عام وناس میں اہل سنت کا مترادف ہے اس لیے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا معنٰی ہے "مسلک اہل سنت" یہی وجہ ہے کہ آج یہ لفظ "اعلیٰ حضرت" اہل سنت وجماعت کی شناخت وپہچان بن چکا ہے کسی بھی مقام پر کوئی شخص اگر عقیدت ومحبت سے اعلیٰ حضرت کا لفظ بول دیتا ہے تو سننے والے بلا تامل وتفکر اسے سنی، یقین کر لیتے ہیں اور ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ یہ اہل سنت وجماعت سے ہے۔ اجل علمائے مکہ معظمہ حضرت علامہ محمد مغربی جزائری شیخ المحدثین حرم مکہ فرماتے ہیں۔ "اذاجاءرجل من الهند نسئله عن الشيخ احمدرضا خان فان مدحه علمنا انه من اهل السنة وان ذمه علمنا انه من اهل البدعة هذا هو معيارالحق عندنا" جب ہندوستان سے کوئی شخص آتا ہے تو ہم اس سے شیخ احمد رضا خان کے بارے میں پوچھتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں یہ سنی (اہل سنت) سے ہے اور اگر وہ ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ بدمذہب ہے یہی ہماری کسوٹی ہے۔

چوں کہ ہندو نیپال کے تمام علمائے اہل سنت وجماعت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو اپنا امام وپیشوا مانا۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات اور فتاویٰ سے اتفاق کیا۔ اس لیے مسلک اعلیٰ حضرت کا مطلب ہوا ہندو نیپال کے تمام اہل سنت کا مسلک اور مسلک اعلیٰ حضرت کا معنٰی ہے مسلک اہل سنت، جو سنیت کا شعار ومعیار ہے۔

رہا یہ شبہہ کہ جب "مسلک اعلیٰ حضرت" کا معنی ومفہوم "مسلک اہل سنت" ہے تو پھر لفظ "اعلیٰ حضرت" سے مسلک کو منسوب کرنے کا پس منظر اور فائدہ کیا ہے۔ تو ہم ذیل میں مذہب، مسلک جیسے الفاظ کے اجرا وانتساب کی مختصر تاریخ وکہانی لکھتے ہیں جس سے یہ حقیقت واضح وآشکار ہو جائے گی کہ عہد بعہد اسلامی تاریخ میں باطل پرستوں اور افکار وعقائد سے امتیاز کے لیے اہل حق نے ایسے امتیازی ناموں کو اختیار کیا ہیں جو خلاف شرع محمدی نہیں۔ چناں چہ شرح عقائد نسفی میں ہے:

"قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عقائد ونظریات صاف ستھرے تھے یہ بات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت اور ان کے زمانہ کے قرب کی سعادت اور قلت واقعات واختلاف اور علما ثقہ کی طرف رجوع کی سہل وآسانی کی وجہ سے تھی اور انہیں وجوہ واسباب سے یہ حضرات علم کلام وعلم فقہ کی تدوین اور ترتیب سے مستغنیٰ وبے نیاز تھے۔ لیکن جب مسلمانوں میں فتنے اور ائمہ دین ومذہب سے بغاوت شروع ہوئی اختلاف آرا اور فتنہ وگمرہی کی طرف میلان ورجحان بڑھا اور واقعات وفتاویٰ کی بہتات وکثرت ہوئی اور بڑی تعداد میں لوگ علمائے دین ومذہب کی طرف رجوع کرنے لگے تو یہ حضرات بھی نظر واستدلال، اجتہاد واستنباط اور تمہید قواعد واصول ترتیب ابواب وفصول اور تبیین مذاہب واختلاف کی طرف متوجہ ہوئے اور احکام شرعیہ کو ان کی تفصیلی دلائل وبراہین سے جاننے کا نام "علم اصول فقہ" رکھا اور عقائد کو دلائل تفصیلی سے جاننے کا نام "علم کلام" رکھا اور گمرہی سے امتیاز وشناخت کے لیے اپنا نام "اہل سنت وجماعت" رکھا۔ (ملخصاً ۲۴/۲۵، سبب تدوین علم، مجلس برکات)

اور صرف اسی پر اقتصار واکتفا نہیں کیا بلکہ اسلامی عقائد واعمال میں سے ایسے امور جو اس زمانے میں اہل حق کے ساتھ مخصوص تھے انہیں اہل سنت وجماعت کی علامت وشعار قرار دیا اگرچہ یہ اعمال وعقائد، فرائض وواجبات میں سے نہ تھے چناں چہ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت کی علامت کیا ہے تو فرمایا: تفضیل الشیخین و حب الختنین والمسح علی الخفین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم کو تمام صحابہ سے افضل تسلیم کرنا۔ اور حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔ (ملاحظہ ہو، شرح العقائد مع جمع الفرائد، ص: ۱۴۷، مجلس برکات، بیان الخلفاء الراشدین)

اسی طرح ائمہ عقائد میں بھی جو جزوی وفروعی اختلافات تھے اگرچہ ہر اختلاف نزاع لفظی کے مرتبہ ودرجہ میں تھا ان میں بھی باہمی امتیاز والگ پہچان کے لیے عقائد کے میدان میں اپنے امام حضرت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ کی طرف منسوب کرکے ”مذہب اشعری“ اور حضرت امام ابومنصور ماتریدی کی طرف منسوب کرکے ”مذاہب ماتریدی“ رکھا۔ حضرت علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی ۷۹۱ھ رقم طراز ہیں۔

”المعتزلة لانهم اول فرقة ـــ قواعدالخلاف لما ورد به ظاهرالسنة وجرىٰ عليه جماعة الصحابة رضوان الله اجمعين فى باب العقائدـــــوترک الاشعر مذهبه فاشتغل هو ومن تبعه بابطال رائى المعتزلة واثبات ماورى به السنة ومضىٰ عليه الجماعة فسموا اهل السنة والجماعة“ (شرح عقائد باب وجوہ تسمیہ العلم بالکلام، ص: ۲۵تا۲۹ ملخصًا)

یونہی ائمہ اربعہ میں بھی احکام شرعیہ واعمال فرعیہ میں جو جزوی اختلافات تھے ان میں باہمی امتیاز وپہچان کے لیے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اسمائے گرامی کا رواج وچلن ہوا۔

اس طرح اصحاب معرفت نے وصول الی اللہ کے لیے عبادت، ریاضت، اصول اعتقادات ی حدیں دین وسنت کی روشنی میں متعیّن فرمائے تو اپنے اپنے لطریقوں کا نام سلوک، مشرب اور مسلک رکھا اور چار سرآور سلسلہ بزرگوں کے نام پر قادریت، چشتیت، سہروردیت اور نقشبندیت رکھا۔ اور ان کے متبعین کو قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی کہنے لگے اور ان سب کو کلی ومجموعی طور پر ”اہل سنت وجماعت“ کہنے لگے تاکہ سچے وحق اسلام کو باطل وجھوٹ سے الگ وممتاز پہچانا جائے۔

اسی طرح وقتی گمرہی وفتنہ کے عروج وخمود کے ساتھ عالم اسلام میں سواد اعظم اہل سنت وجماعت کا سکہ رواں دواں رہا۔ تیرہویں صدی ہجری میں دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشن گوئی کے موافق عرب کے علاقہ نجد سے محمد بن عبدالوہاب کی شکل وصورت میں ایک عظیم فتنہ رونما ہوا جو صرف اپنے معتقدین کو موحد کہتا اور تمام مسلمانوں کو ابوجہل کے برابر مشرک قرار دیتا اور جملہ اہل سنت کے ساتھ قتل وغارت گری اور ان کے جان ومال کو اپنے لیے حلال سمجھتا تھا۔ انگریزوں کی حمایت حاصل کرکے اہل حجاز سے اپنی لوٹ وغارت گری کا سلسلہ شروع کیا۔ حرمین شریفین کے دین دار مسلمانوں کا قتل عام کیا اور ان کی حرمت اور مال کو مباح وحلال قرار دیا انجام کار پورے جزیرۃ العرب پر غالب اور مسلط ہوگیا۔ انہوں نے چوں کہ خود ہی اپنے کو اہل اسلام سے علاحدہ کرلیا تھا اس لیے پورے عالم اسلام کے مسلمانوں نے ان کو اسلام سے خارج سمجھا اور غیر منقسم ہندوستان کے مسلمانوں کو

ان سے اس درجہ نفرت ہوگئی کہ ”وہابی“ کا لفظ سب وشتم بن گیا اس لیے یہاں اس کے متبعین اپنے کو اہل سنت وجماعت مشہور کرتے خود کو حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی بتاتے بلکہ ان کا وہ گروہ جو اپنے کو حنفی کہتا قادری، چشتی، سہروردی، نقش بندی مشہور کرتا، بیعت وارشاد کا سلسلہ اور پیری مریدی کا کاروبار جاری کر رکھا۔ اور انبیا ومرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم اولیاے کاملین وبزرگان دین کے خلاف اپنی تقریروں وتحریروں میں زہر افشانی بھی کرتا رہتا جس سے مذہب اہل سنت وجماعت اور عام وسادہ لوح سنیوں کو بہت نقصان وخسارہ پہونچ رہا تھا (دیکھیے ”فتنوں کا ظہور اور اہل حق کا جہاد“ باب ہندوستان میں وہابیت کا فروغ) ان تاریخی حقائق کی روشنی میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پر طائرانہ وغائرانہ نظر ڈالیں تو آپ نے قدیم مذہب اہل سنت وجماعت کی حمایت وصیانت کا بیڑا اٹھایا اور باطل فرقوں کی سرکوبی وتردید اپنے علم وقلم سے کی اور باطل وگمرہی کی ان آندھیوں کے خلاف تردیدی کتابوں کی سد سکندری چن دی اور دلائل وبراہین کے انبار وپہاڑ کھڑے کر کے اپنی عملی جدوجہد وانتھک کوشش سے مراسم اہل سنت کی تائید وتقویت اور اماتت بدعت واحیاے سنت فرمائی۔

آپ کی ان غیر معمولی سعی جمیل وکوشش کی نتیجے میں پورے ہندوستان کے مراکز اہل سنت کے اجلہ علماے کرام نے انہیں مجدد دین وملت کا خطاب نایاب دیا۔ اور اپنی دینی ومذہبی خدمات کو محسوس کرتے ہوئے گمراہوں، باطل فرقوں سے اہل سنت وجماعت کو ممتاز کرنے کے لیے امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات کو سنیت کی علامت قرار دیا۔ اور مسلک اہل سنت وجماعت کو ان سے منسوب کیا۔ اور آج وہابی، دیوبندی، ندوی، چکڑالوی، شیعی وغیرہم سے امتیاز کے لیے ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کے لفظ سے زیادہ جامع وموزوں کوئی لفظ نہیں کیوں کہ سنیت کا شعار یہی لفظ ہے اور بدمذہبوں سے امتیاز اسی کا خاتمہ ہے۔

چناں چہ دستور اساسی آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت ص ۱۲ پر ہے:

”سنی سے مراد وہ افراد ہیں جو مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے عقائد واعمال میں بالکل متفق ہوں اور عملاً اس کی موافقت کرتے ہوں“

دستور اساسی دار العلوم اہل سنت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ص ۵ پر ہے:

”ادارہ کا مسلک موجودہ زمانہ میں جس کی واضح نشانی یہ ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے عقائد واعمال میں بالکل متفق ہوں“

ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار کے دستور العمل ص ۸ پر ہے:

”اس دستور میں جہاں سنی یا اہل سنت کا لفظ آئے اس سے وہ صحیح العقیدہ مسلمان مراد ہے جو باب عقائد میں علماے بریلی کے مسلک سے متفق ہو“

اور تاریخ گواہ ہے کہ پورے غیر منقسم ہندوستان کی عظیم ترین تنظیم ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ جس میں پشاور سے بنگلہ دیش تک تمام مراکز اہل سنت کے سارے علما شریک ہوئے، اس میں ”اہل سنت“ کی پہچان وشناخت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ کے مسلک کو قرار دیا گیا ہے۔

سوال (۲): کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی وجہ سے مسلک محدود و محصور ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بعض اوقات نقصان اٹھانا پڑتا ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟

مفتی عبدالمنان کلیمی: کچھ لوگوں کا یہ سوچنا اور کہنا کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی وجہ سے مسلک محدود و محصور ہو کر رہ جاتا ہے، بالکل غلط ہے۔ بات در اصل یہ ہے کہ ہر دور میں قرآن و سنت کی صحیح ترجمانی کے لیے کسی نہ کسی ذات اور شخصیت کو عصری تقاضوں کے تناظر میں اپنا نمونہ عمل اور آئیڈیل مانا گیا ہے اور اس دور کے علمائے ربانین، اصحاب فقہ و افتا اور متبحرین علم و فضل نے قرآن و سنت کی جو تشریح و توضیح پیش فرمائی ہے اس دور کے عوام و خواص نے اس کو قبول کیا اور اس پر عمل کر کے فائز المرام ہوئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا ضلالت و گمرہی عام ہو جاتی اور ہر شخص شتر بے مہار کی طرح جو چاہتا کہ گذرتا اور شریعت مطہرہ کو بڑی آسانی کے ساتھ اہل ہوس کھلونا بنا دیتے، اور کوئی کسی کا پابند نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے اس دور کے اہل سنت و جماعت نے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور علامہ فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے اساطین اسلام و سنت کو اپنا مقتدا مانا اور انھیں کی فکر و عمل کو صحیح اور حق تصور کیا اور ان بزرگوں سے پہلے حضرت سیدنا شیخ محدث عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے متبحر علم کو اپنا مرجع تسلیم کیا پھر ان سے پہلے دنیاے علم و فضل نے حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہما کو اپنا سرمایہ شریعت و طریقت قبول کیا۔ ٹھیک اسی طرح دور حاضر کے اہل علم نے سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا مجدد مانا اور ان کے مسلک کو قرآن و سنت کا ترجمان اور اپنا مسلک سمجھا۔ لہٰذا جب اسلاف متذکرہ کے مسلک کو اپنا مسلک ماننے سے ان ادوار کے اہل اسلام و سنت کا مسلک محدود و محصور نہیں ہوتا تو پھر عصر حاضر میں سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک کو اپنا مسلک حق تسلیم کر لینے سے کیسے ان کا مسلک محدود و محصور ہوگا؟ اور یہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک کو مسلک اہل سنت کی صحیح شکل اور ترجمان مان لینے سے کسی کو کسی طرح کا کوئی نقصان اٹھانا نہیں پڑتا، جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں وہ سراسر جہل مرکب کے شکار ہیں یا ان کی یہ سوچ مکمل عصبیت و تنگ نظری اور حسد و انقباض پر مبنی ہے۔ ہماری اس رائے میں کہاں تک سچائی ہے اس کو باور کرنے کے لیے سیدنا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی تحقیقات و تصنیفات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔

مفتی اسرائیل رضوی: جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی وجہ سے مسلک محدود و محصور ہو کر رہ جاتا ہے وہ اپنی کم علمی اور کج فہمی کی بنا پر غلط فکر کو فروغ دے رہے ہیں یا یہ وہی لوگ ہیں جو پس پردہ غیروں کا کام کرتے ہیں اسی بنیاد پر انہیں نقصان سمجھ میں آ رہا ہے ورنہ تو اس نام سے اپنے اور بے گانے کی پہچان ہوتی ہے جیسا کہ مفتی مکہ سید محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی ہند سے آتا ہے تو ہم ان کے سامنے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں کا تذکرہ کرتے ہیں اگر وہ ان کی تعریف کرتا ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اہل سنت و جماعت ہے اور اگر وہ ان کی برائی بیان کرتا ہے تو ہم سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اہل بدعت ہے اور ساتھ ہی فرمایا ”ھذا ھو المعیار عندنا“۔ مگر آج کچھ لوگوں کو مسلک محدود و محصور نظر آتا ہے اور اس کی وجہ سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے یہ ان کی تنگ نظری اور امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان سے بغض و عناد کی دلیل ہے ورنہ تو اس نام سے

برصغیر ہندوپاک، نیپال، یورپ، امریکہ اور دنیا بھر میں کس قدر مذہب و مسلک کا کام ہو رہا ہے وہ سب پر عیاں ہے۔

مفتی محمد عثمان رضوی: کچھ لوگوں کا یہ کہنا کہ مسلک اعلی حضرت کی وجہ سے مسلک محدود و محصور ہوکر رہ جاتا ہے الخ، یہ نظریات کاسدہ وخیالات فاسدہ ہے اور وہ لوگ دقیانوسی ذہن وفکر کے حامل اور علمی اضمحلال کے عامل ہیں، کیا انہیں معلوم نہیں کہ آج پورے ہندوستان میں مسلک اعلی حضرت کی شہرت ہے، بلکہ ہندوستان ہی نہیں ایشیاو یورپ، امریکہ و جرمن ہر جگہ مسلک اعلی حضرت کی دھوم ہے، اور وہ خانقاہیں جو تذبذب کے شکار تھے مسلک اعلی حضرت نے ان کے تذبذب کو دور کر دیا اور متصلب فی الدین ہوگئے، ہم نے دیکھا ہے اکثر مدارس و مساجد میں مسلک اعلی حضرت کی تختیاں آویزاں ہیں، گاؤں ہو یا شہر ہر جگہ اس کا تذکرہ ہے، ہندوستان کی کورٹ ہو یا پولیس کا محکمہ، یونیورسیٹی ہو یا کالج، حکومت کا ایوان بالا ہو یا ایوان زیریں، ہندوپاک کے ہر محکمہ اور ہر صوبے میں لوگ اعلی حضرت کو جانتے ہیں، جرمن، جاپان، ساؤتھ افریقہ، ہالینڈ، برطانیہ، روس وچین، سعودیہ، مصروشام، روم ویمن، سری لنکا موریشش وغیرہ پوری دنیا میں لوگ اعلی حضرت و مسلک اعلی حضرت کو بخوبی جانتے مانتے اور پہچانتے ہیں، کہ اعلی حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے دشمنان دین متین وشاتمان رسول امین کی اپنے نوک قلم سے دھجیاں بکھیر دیں، عشق رسول ﷺ اور عظمت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین اور عظمت اولیا رضی اللہ تعالی اجمعین کا انوکھا اور نرالا درس دیا، بہرکیف وہابیوں، دیوبندیوں، نجدیوں نے اور اہل حق کے علم برداروں نے حمایت اور مسلک اعلی حضرت کا نعرہ لگاکر خوب خوب شہرت دی بایں وجہ ذات اعلی حضرت، مسلک اعلی حضرت ونعرہ مسلک اعلی حضرت الحمدللہ اہل حق کی معرفت کا ایک مسلم نشان بن گیا، نیز غیر محدود و غیر محصور شہرت کا حامل بن گیا بلکہ جنھوں نے مسلک اعلی حضرت سے اپنا رابطہ اور تعلق رکھا وہ بھی مشہور ہوگئے۔

مفتی نجم الدین مصباحی: اس کی کوئی حقیقت وبنیاد نہیں ہے۔ یہ وہی لوگ کہتے ہیں جو اب تک مسلک اعلیٰ حضرت کے صحیح مفہوم سے واقف نہیں ہوسکے ہیں۔ مسلک اہل سنت ہی کے عقائد صحیحہ کا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اعلیٰ حضرت نے کسی کتاب یا اپنے کسی فتوی میں مسلک کو محدود و محصور نہیں کیا بلکہ کچھ لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کو نقصان پہنچاکر مسلک اہل سنت کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اس لیے کہ مسلک اہل سنت نہیں ہے مگر مسلک اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت وہی ہے جو ان کی کتابوں اور فتاوی سے ظاہر ہے جو مسلک اہل سنت سے فرق نہیں ہے، جو فرق بتائے وہ اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت کرے۔ ان شاءاللہ العزیز وہ کبھی کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ تمام سنی صحیح العقیدہ مسلک اعلیٰ حضرت کے۔۔ میں ہمارے شریک ہیں اور وہ ہمارے اپنے ہیں، بعض لوگ صرف تسمیہ سے اختلاف رکھتے ہیں ان سے ہماری گزارش ہے کہ مسلک اہل سنت وجماعت کی صحیح پہچان مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ وجہ تسمیہ اور اس کے متعلق دیگر فوائد نمبر ایک میں ذکر کردیے گئے ہیں۔

مفتی محمود اختر مصباحی: جو لوگ یہ کہتے اور بکتے ہیں کہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کی وجہ سے مسلک محدود و مقصور ہوکر رہ جاتا ہے یہ عامیانہ باتیں ہیں جو سادہ لوح عوام کو فقہا، صوفیہ، علما سے برگشتہ کرنے کے لیے حاسد و معاند کہا کرتے ہیں اور ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کے خلاف جو آواز ملاتے اور سُر میں سُر ملاتے ہیں یہ یا تو لاعلمی کی بنا پر یا قصداً وعمداً از راہ انا نیت

ونفسانیت اور ضد و عناد میں کرتے ہیں اور ایسا اس لیے بھی کہتے ہیں کہ وہ شاید اپنا بجھتا و ٹمٹماتا چراغ جلانے کے لیے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ راستہ کا یہ مینارۂ نور ڈھا دیا جائے تاکہ ہمارا مطلوبہ نشان پورا ہو، اور اپنے مشن میں کامیابی ملے۔

سب ان سے جلنے والوں کے گل ہو گئے چراغ
احمد رضا کا شمع فروزاں ہیں آج بھی

سوال (۳): مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے ہے یا مسائل سے؟

مفتی عبدالمنان کلیمی: گزشتہ سطور میں راقم السطور نے عرض کیا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت اسلاف کرام کے مسلک کی ترجمانی کا نام ہے اور یہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ اسلاف کرام کا مسلک عقائد و مسائل پر محیط ہے تو گویا کہ اس لحاظ سے مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے بھی ہے اور مسائل سے بھی۔

علاوہ ازیں یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ جو عقائد و مسائل منصوص ہیں ان میں تقلید ہے نہ تاویل اور جو امور غیر منصوص ہیں ان میں صحیح مراد و مقاصد تک پہونچنے کے لیے سخت ترین علمی و فکری اور اجتہادی جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔ اور ایسے ہی عقائد و مسائل میں اسلاف حق کی تشریح و توضیح کی اشد ضرورت ہے ورنہ بڑی آسانی کے ساتھ مسلمان اصل موضوع سے دور چلا جائے گا بلکہ بعض صورتوں میں وہ گمراہ بھی ہو جائے گا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد میرے نزدیک مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد سے بھی ہے اور اعمال سے بھی۔ جہاں تک شافعی مالکی اور حنبلی حضرات کی بات ہے تو عقائد منصوصہ میں کسی خاص شخصیت کے مسلک کی تقلید و پیروی کا سوال نہیں پیدا ہوتا کیوں کہ اس معاملہ میں چاروں ائمہ برابر ہیں اور نہ ان معاملات میں کسی خاص امام کی تقلید کا کوئی مسئلہ پیدا ہوتا ہے کیوں کہ یہ مسائل منصوص ہیں۔ اور جو عقائد غیر منصوص ہیں اس میں کہیں کسی طرح کا کوئی تشریحی و اجتہادی اختلاف پیدا ہوتا ہے تو سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مسلک میں اس کی وضاحت فرمادی ہے لہذا اس نکتہ نظر سے بھی مسلک اعلیٰ حضرت تمام شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کو شامل ہے۔

مفتی اسرائیل رضوی: مسلک اہل سنت و جماعت جس کو اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا تعلق عقائد سے ہے نہ کہ مسائل فروعیہ سے ورنہ تو بہت سے علماے متقدمین و متاخرین اہل سنت و جماعت سے نکل جائیں گے۔ کیوں کہ ائمہ اربعہ کے مابین بہت سارے مسائل فروعیہ میں اختلاف روز روشن کی طرح عیاں ہے باوجود اس کے تمامی ائمہ مجتہدین جماعت حقہ اور اہل سنت و جماعت ہیں۔

مفتی محمد عثمان رضوی: مسلک اعلیٰ حضرت جو مسلک اہل سنت و جماعت کا دوسرا نام ہے آج کے دور میں یہ اسی کی واضح شناخت اور پہچان ہے، اس کا تعلق عقائد سے ہے مسائل سے نہیں، خواہ وہ عقائد ضروریات دین سے ہوں یا ضروریات اہل سنت سے ہوں یا اس سے بھی نہ ہوں صرف ظنی ہوں، اسی مسلک سے عہد رسالت سے لے کر آج تک ساری دنیا کے مسلمان وابستہ رہے۔

مفتی نجم الدین مصباحی: مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق عقائد اہل سنت سے ہے، جن میں حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب حضرات شامل ہیں۔ اس لفظ نے مذاہب اربعہ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کر دیا ہے، اس لیے کہ۔ عقیدۃً سب ایک ہیں۔

مفتی محمود اختر مصباحی: سوال نمبر ا کے جواب میں درج کردہ تفصیل سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہے کہ ”مسلک اعلیٰ حضرت“ کا تعلق عقائد واعمال سے ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت اسلام، اور اہل سنت وجماعت اور چاروں امام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے سوا اور کوئی (پانچواں یا چھٹواں یا ساتواں) مسلک نہیں۔

سوال (۴): رضویات کا کیا مطلب ہے اور اس میں کس قدر معنویت و وسعت پائی جاتی ہے؟

مفتی عبالمنان کلیمی: میرے نزدیک مسلک اعلی حضرت اور رضویات میں کوئی خاص فرق نہیں ہے اور زبردست معنویت اور وسعت ہے۔ کیوں کہ مسلک اعلی حضرت ادلہ اربعہ کی ترجمانی اور سیرت رسول اکرم ﷺ، سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم، سیرت اہل بیت رضی اللہ عنہم اور سیرت اولیاے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مجموعہ اور مسالک شافعیت، مالکیت اور حنبلیت کی توضیح وتبیین کا نام ہے۔

مفتی اسرائیل رضوی: رضویات یوں تو سلسلہ ارادت اور نسبت کا نام ہے مگر مفہوم کے اعتبار سے مسلک اعلی حضرت یعنی مسلک اہل سنت وجماعت ہی کو کہتے ہیں یہ دونوں تعبیری نام ہیں۔

مفتی عثمان رضوی: رضویات یہ رضوی کی جمع ہے جو امام اہل سنت اعلی حضرت احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب منسوب ایک اسم ہے۔ رضوی ایک اسم منسوب ہے جس کا عرفی معنی سلسلہ رضویہ میں بیعت وارادت رکھنے والا۔ مگر بعد میں اس معنی میں وسعت ہوئی اور وسعت کا دامن اس قدر پھیلا کہ ” رضویات“ تحقیق وتدقیق کا ایک مستقل باب قرار پایا جس میں امام اہل سنت سے نسبت رکھنے والی ہر شئ کا بیان ہوتا ہے۔ گویا خانوادۂ رضا، مشائخ رضا، اکابرین رضا، اساتذۂ رضا، معاصرین رضا، احباب رضا، تلامذۂ رضا، خلفاے رضا، مریدین رضا، تصانیف رضا، ملفوظات رضا وغیرہ پر کچھ تحریر کرنا یا کلام کرنا رضویات کہلاتا ہے۔ اور اب گزشتہ چند سالوں میں رضویات مسلک اہل سنت مسلک اعلی حضرت کے مترادف کے طور پر بھی استعمال کیا جانے لگا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ رضویات پہلے ایک مخصوص ومحدود معنی میں استعمال کیا جاتا تھا پھر بعد میں اس میں اس قدر وسعت ہوئی کہ امام احمد رضا سے منسوب کوئی بھی کام کرنا رضویات کہلاتا ہے۔

مفتی نجم الدین مصباحی: رضویات کا مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی علمی ودینی تعلیمات وخدمات وہدایات کو عام کیا جائے، عقائد حقہ مذاہب اربعہ کو اس کی معنویت عام ومحتوی ہے۔ ائمہ احناف اور فقہا ومشائخ کے اصول وفروع، کلیات وجزئیات سے اور مفتیٰ بہ ومرجح ومحقق اقوال ومسائل کو جامع وسیع ہے۔

سوال (۵): ملک نیپال میں مسلک اعلی حضرت اور رضویات کے فروغ کے حوالے سے کیا کام ہوئے؟ اگر نہیں ہوئے تو اس کے اسباب وعوامل کیا ہیں؟

مفتی عبدالمنان کلیمی: ملک نیپال میں بحمدہ تعالی مسلک اعلی حضرت کا زبردست کام ہوا ہے اور میری معلومات میں مشرقی نیپال میں مسلک اعلی حضرت کے فروغ واستحکام میں مندرجہ ذیل اسلاف کرام کی قربانیوں اور جدوجہد کا زیادہ حصہ ہے:

۱. حفیظ ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باسوپٹی مدھوبنی بہار
۲. زاہد ملت حضرت علامہ حافظ محمد زاہد حسین صاحب قادری مجیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی پٹی مہوتری نیپال
۳. حکیم ملت حضرت علامہ حافظ عبد الشکور صاحب عزیزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ براہی سورسنڈ سیتامڑھی بہار
۴. حنیف ملت حضرت علامہ مفتی محمد حنیف صاحب قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سسواکٹیا مہوتری نیپال

اور ان بزرگوں کے اخلاف میں

۱. پاسبان ملت حضرت علامہ محمد یوسف صاحب رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیلا دھنوسہ نیپال
۲. غزالی دوراں محدث اعظم نیپال حضرت علامہ محمد کلیم الدین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمٰن پور مہدیا مہوتری نیپال
۳. ساجد ملت حضرت علامہ محمد ساجد حسین صاحب رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی پٹی مہوتری نیپال
۴. امین شریعت فخر نیپال حضرت علامہ مفتی محمد اسرائیل صاحب رضوی، بھمر پورا مہوتری نیپال
۵. فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد عثمان صاحب رضوی، بیلا دھنوسہ نیپال

مفتی اسرائیل رضوی: مسلک اعلیٰ حضرت اور رضویات کے فروغ کے حوالے سے میں جہاں تک سمجھتا ہوں کہ نیپال میں بہت کام ہوئے اور ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ شروع ہی سے پورے نیپال میں علما کرام و عوام الناس مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار اور کثیر تعداد میں لوگ رضوی نسبت سے منسوب ہیں۔ ہاں چند سالوں سے اس علاقے کے اندر اس راہ میں روکاوٹیں آئیں اور تعطل کا شکار ہوا اس کی چند وجہیں ہیں سب سے پہلی اور بڑی وجہ مولانا جیش محمد کا بوجہ نفسانیت اہل سنت وجماعت کے درمیان اختلاف کو رونما کرنا جس کی بنا پر یہاں کے علما اور عوام کی ساری توجہ انھیں اختلاف کی طرف مبذول رہی اور مسلک کا کام جس تیزی و سرعت کے ساتھ ہو رہا تھا تعطل کا شکار رہا اور کام سست روی سے ہونے لگا۔ دوسری وجہ مدارس اسلامیہ میں غیر مرتب نصاب تعلیم اور تربیت کا فقدان، تیسری وجہ خطبا و مقررین ونعت خواں حضرات کی اکثریت کا غیر سنجیدہ اور دلائل و براہین سے خالی صرف واقعات وقصص پر مشتمل انداز خطابت ونعت خوانی حد تو یہ کہ آج کل شعرا کی اکثریت غیر مہذب یعنی گانے وغیرہ کے طرز پر نعت خوانی کرتی ہے جس کی شریعت مطہرہ میں جواز کی کوئی صورت نہیں، چوتھی وجہ غیر مربوط و غیر منظم تنظیم وتحریک کا فقدان وغیرہ وغیرہ۔ مگر ایسا بھی نہیں کہ کچھ نہ ہوئے بلکہ اس کے باوجود فروغ رضویات کے تعلق سے بہت کچھ ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ مثلاً آل نیپال سنی جمعیۃ العلما کا قیام اور جلسہ و جلوس میں بعض علما کے خطابات و بیانات کے ذریعہ اسی طرح سہ ماہی سنی پیغام نیپال کا رسم اجرا وغیرہ وغیرہ۔

مفتی محمد عثمان رضوی: الحمدللہ! دیگر ممالک کی طرح ملک نیپال میں بھی ملک کے ماحول کے اعتبار رضویات اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے حوالے سے کافی کام ہوا۔ مثلاً یہ کہ آج ملک نیپال کا اکثر علاقہ ایسا ہے جہاں اعلیٰ حضرت کو لوگ جانتے ہیں، صبح کے وقت سلام رضا کی گونج کانوں میں رس گھولتی ہے، اعراس رضا اور محافل رضا کا انعقاد ہوتا ہے، رضویات سے متعلق مناقب پڑھے اور لکھے جاتے ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگتا ہے، شرعی معاملات میں فتاوی رضویہ فیصل مانا جاتا

ہے، مرکز اہل سنت بریلی سے روابط و رجوع کا سلسلہ جاری ہے، خانوادۂ رضا کی شخصیات کی دعوت اور ان سے بیعت و ارادت کا سلسلہ جاری اور مدارس و مساجد اور لائبریری وغیرہ ان سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ الغرض ملک نیپال میں یہاں کے ماحول کی وجہ سے مسلک اعلی حضرت کا کافی کام ہوا اور ہو رہا ہے۔

ہاں! تصنیفی لحاظ سے رضویات پر کام بہت کم ہوا؛ جس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم و تعلم کے اعتبار سے ملک نیپال ایک پس ماندہ ملک ہے اور تعلیم کی شرح یہاں انتہائی پستی کی جانب تھا، لوگ یا تو علم سے کورے تھے یا پھر بہت کم پڑھے لکھے تھے۔ ایسی صورت میں ان کے سامنے کتابیں پیش کرنا سود مند نہ ہوتا نیز وسائل کی بھی بڑی دشواری تھی، خواہ مالی وسائل ہوں یا کتب و رسائل کی دست یابی کے وسائل؛ اس لیے یہاں کے علما نے تقریر و خطابت اور درس و تدریس کے ذریعہ خصوصا اور دیگر مناسب ذرائع سے عموما رضویات کے فروغ میں حصہ لیا۔ مزید یہ

مفتی نجم الدین مصباحی: رضویات کو فروغ دینے کے لیے ہر علاقہ میں ایک تنظیم قائم ہو، تحریر و تقریر، وعظ و نصیحت و خطابت کے ذریعے اعلیٰ حضرت کی تعلیمات و عقائد حقہ سے وہاں کے لوگوں کو متعارف کیا جائے۔ وقت کا تقاضہ اور اہم ضرورت کے طور پر موثر انداز میں ذہن کو ہموار کرکے ان کے دل نشیں کیا جائے تاکہ ان پر حق واضح ہوجائے اور خود بخود بخوشی حق قبول کرنے کی طرف ہوجائے لقولہ تعالیٰ: **اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ**۔ اس سلسلہ میں وسیع الذہن ماہر و مدبر علما و خطبا و مشائخ اور باصلاحیت مفتیوں اور مدرسوں سے طریقہ اور ضروری معلومات فراہم کرتے رہیں لقولہ تعالیٰ: **فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳** و يقول رسول الله ﷺ: **ألا سألوا إذا لم يعلموا فإنما شفاء العي السؤال.**

سوال (٦): رضویات کے فروغ کے لیے کون کون سے تدابیر اختیار کرنے چاہیے اور اس راہ کی رکاوٹیں اور ان کا سدباب کیسے ہوں؟

مفتی عبدالمنان کلیمی: مسلک اعلی حضرت اور رضویات فقیر راقم السطور کے نزدیک نہ کسی خاندان و خانوادہ، نہ پیری مریدی، نہ کسی خطہ و علاقہ اور نہ کسی ذات و برادری کا نام ہے بلکہ مسلک اعلی حضرت اور رضویات اس فکر و نظر اور کردار و عمل کا نام ہے جو تصنیفات اعلی حضرت سے عیاں ہے۔ اور اس کے فروغ کے لیے سب سے زیادہ ذمہ داری مرکز اہل سنت بریلی شریف یعنی خانوادہ اعلی حضرت پر عائد ہوتی ہے۔ ان کو چاہیے کہ عصر حاضر کے تقاضوں کی روشنی میں تمام علما و مشائخ اہل سنت اور تمام مفتیان ذوی الاحترام اور ائمہ کرام اور ذمہ داران ادارہ سے روابط قائم رکھیں اور سب کو ساتھ لے کر اور سر جوڑ کر بیٹھیں اور کوئی مضبوط و مستحکم لائحہ عمل اور نظام فکر و عمل مرتب کریں اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی سعی جمیل کریں۔

مفتی اسرائیل رضوی: اس حوالے سے میں جہاں تک سمجھتا ہوں کہ نیپال بشمول ہندوستان چوں کہ ہمارے بہت سے معاملات خاص کر دینی تعلیم اور مذہب و مسلک کے فروغ کا تعلق ہندوستان سے زیادہ ہی منسلک ہیں لہذا اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہندوستان کے موجودہ اکابر علماے عظام کا فروعیات میں اختلاف و انتشار کی وجہ سے ایک دوسرے کے دست و

گریباں ہونا اور بے جا تنقید و تفسیق کرنا نیز ان کے اندر خلوص و للّٰہیت کا فقدان اور نفسانیت و عصبیت کا غالب ہونا ہے جب تک یہ حضرات آپس میں اتحاد و اتفاق نہیں کرتے یوں ہی رکاوٹیں کھڑی رہیں گی اور دھیرے دھیرے لوگ بے راہ روی اور مسلک سے بیزاری کا شکار ہوتے رہیں گے اور علماے کرام کی ہزاروں کوششیں رائیگاں جائیں گی اور انھیں خاطر خواہ کامیابی نہیں مل پائے گی۔ فروغ رضویات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کے سدباب کے لیے ضرورت ہے اس بات کی کہ ہمارے اکابرین خلوص و للّٰہیت کے مجسمہ بن جائیں۔

مفتی نجم الدین مصباحی: دینی کام کرنا دینی ذمہ داروں کے ذمہ ہے، کہیں پر اگر کوئی دینی کام نہیں ہو پا رہا ہے تو وہاں کے ذمہ دار علما و مشائخ و مبلغین و واعظین اس کے ذمہ دار اور جواب دہ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ کلکم راع و کلکم مسئول من رعیتہ و دینہ یعنی تم میں سے ہر ایک دین کے محافظ ہو ہر ایک سے اس کے ماتحت کے دین کے بارے میں سوال ہوگا۔

سوال (۷): سہ ماہی سنی پیغام اور اس کے قارئین کے لیے آپ کی جانب سے کوئی پیغام؟

مفتی عبد المنان کلیمی: فقیر راقم السطور بلا ناغہ سہ ماہی سنی پیغام کا مطالعہ کرتا ہے اور اس رسالہ کو ہر لحاظ سے معیاری پاتا ہے۔ میری تمام تر نیک دعائیں اور تمنائیں اس رسالہ اور اس کے معاونین کے ساتھ ہیں اور میں جس لائق ہوں اس رسالہ کے فروغ و ترقی کے لیے حاضر ہوں اور ساتھ ہی اس رسالہ کے قارئین سے اپیل ہے کہ اس رسالہ کے فروغ و استحکام کے لیے ہر ممکن تعاون فرمائیں۔

مفتی اسرائیل رضوی: الحمد للہ علی احسانہ! یہ رسالہ جو کہ مسلک اعلی حضرت کا بے باک ترجمان کی حیثیت سے مکمل ایک سال سے جاری و ساری ہے اور ان کے تمام مشمولات خوب سے خوب تر پڑھنے کو ملے اسی طرح ان شاء اللہ المولیٰ تعالیٰ اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ ہمیشہ جاری رہے گا۔ قابل مبارک باد ہیں اس رسالے کے تمام شرکا یعنی مجلس ادارت، مجلس مشاورت، اس کے سرپرست و نگراں اور مضامین نگار خصوصیت کے ساتھ مدیر اعلی فاضل نوجوان مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی، نائب مدیر مولانا عبد الرحیم ثمر مصباحی، معاون مدیر مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی اور ان کی پوری ٹیم اطال اللہ عمرہم وزاد علمہم کہ جن کی سعی پیہم سے یہ رسالہ بحسن و خوبی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ آل نیپال سنی جمعیۃ العلما جن کی رہنمائی میں یہ کام چل رہا ہے اور فخر ملت فاؤنڈیشن جو کہ اس رسالے کے تمام اخراجات کا بار گراں اپنے ناتواں کاندھوں پر لیے ہوئے ہے اور ان کے دست و بازو بن کر کام کر رہا ہے۔ اخیر میں میں تمام قارئین سے عرض گذار ہوں کہ جس طرح اب تک آپ حضرات اس رسالے کے ممبر و خریدار بن کر ان حضرات کی حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں اور اس رسالے کے پیغام کو عام کرنے میں حصہ لیتے رہے ہیں اسی طرح آئندہ بھی آپ سے امید ہے کہ اپنے دوست و احباب کو بھی اس کا ممبر و خریدار بنا کر اس کے پیغام کو عام فرمائیں گے تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلک و ملت کا کام ہو۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب لبیب نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اس رسالہ کو بام عروج بخشے اور آپ سب کو دارین کی بھلائیاں عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین۔

مفتی محمد عثمان رضوی: سہ ماہی سنی پیغام بلاشبہہ قابل قدر ہے جس کا مطالعہ خواص و عوام دونوں کے لیے مفید ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات ایمان و عقیدہ کو درست کرنے کے ساتھ ساتھ تعلق باللہ و تعلق بالرسول اور تعلق بالاولیا پیدا کرنے میں ممد و معاون ہیں۔ اور ایک سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو اس کے علاوہ اور کیا چاہیے اللہ تعالی اس مجلہ اور اس کے کارکنان و معاونین و ممبران کو شاد و آباد رکھے اور مزید ترقی عطا فرمائے، آمین۔

مفتی نجم الدین مصباحی: علاقائی حالات کے پیش نظر جن چیزوں کی اصلاح کی ضرورت ہے اس پر تحریری اور تقریری طور پر کام کی ضرورت ہے جیسے نیپال میں جو مروجہ جہیز کا معاملہ ہے اس کے سدباب کے لیے منظم و مستحکم تنظیم کے ذریعہ کام کرنا۔ کسی مسلم کے انتقال کے بعد زبردستی برادری کا کھانا مانگنا اور کروانا گرچہ قرض لے کر ہو اس کا سدباب کیا جائے۔ سنی صحیح العقیدہ کی ہر مسجد میں مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق جو کتاب مناسب ہو کسی باجماعت نماز کے بعد درس دیا جائے اگرچہ دس منٹ کے لیے۔ نیپال کے تقریبًا ہر گاؤں میں برادری اعتبار سے لوگ بٹ گئے ہیں اس کو دور کر کے ہر سنی بریلوی ایک ہیں۔ اس مشن کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہر گاؤں میں بلاوجہ دو انجمن قائم نہ کیا جائے۔ ہندوانہ بعض مراسم مسلم سماج پر غالب ہیں اس کو دور کیا جائے۔ ہر سنی سلسلہ روحانی و معنوی اعتبار سے ایک ہیں اس کو اختلاف کا ذریعہ نہ بنایا جائے یہ مذکورہ چند پیغامات مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ☆☆

مفتی محمود اختر مصباحی: ملک نیپال سے مطلع اہل سنت پر طلوع ہونے والا سہ ماہی مجلہ ”سنی پیغام“ کا تیسرا شمارہ ”قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی عثمان رضوی مدظلہ العالی کے دست کرم سے بست پور، نیپال کے فقہی سیمینار میں ملا تھا۔ سہ ماہی ”سنی پیغام“ کے سربراہ اعلیٰ، نگران اعلیٰ، مجلس مشاورت و ادارات کی پوری ٹیم اور خصوصًا گرامی قدر و منزلت حضرت مولانا محمد عطاء النبی حسینی مصباحی و حضرت مولانا عبدالرحیم ثمر مصباحی زادہما اللہ شرفًا مبارک باد و شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ”فروغ رضویات اور علماے نیپال“ پر تحریری مباحثہ و خصوصی شمارہ منظر عام پر لانے کا عزم کیا اور نئی نسل کو علماے نیپال کے کارناموں اور قلمی نگارشات سے روشناس کرانے کا قصد کیا۔ امید واثق ہے کہ یہ خصوصی اشاعت علماے نیپال کے ارباب علم و فضل اور اصحاب کمال کے معیاری مضامین، وقیع مقالات، تاثرات و خیالات اور شعری و نثری اور حسن صوری و معنوی سے مرصع و مزین ہوگا۔ ناچیز ”سنی پیغام“ کی اس عظیم پیش کش پر آل نیپال سنی جمیعۃ العلما اور فخر ملت فاؤنڈیشن کے جملہ ممبران و ذمہ داران کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قلبی دعا و دلی مبارک باد پیش کرتے ہوئے، امام اہل سنت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دس نکاتی پروگرام پر پُر خلوص کام کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حالات حاضرہ کے مدنظر مسلمانان اہل سنت کو متحد رکھ کر عقائد و اعمال کی اصلاح کی جائے اور مسلمان نئی نسلوں کو حدود شرع میں لانے کی مؤثر تدابیر اختیار کی جائیں۔ علماے نیپال کے کتب و رسائل نیز سنی لیٹریچرس کی اشاعت کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

باب ہشتم

متفرقات

- ★ مسلک اعلی حضرت کی توضیح وتشریح
- ★ مرکز سے علماے نیپال کے روابط

باب ہشتم : متفرقات

مسلک اعلیٰ حضرت کی توضیح وتشریح

مفتی محمد نظام الدین رضوی

« مسلکِ اعلیٰ حضرت » کی اصطلاح بلا شبہہ جائز و درست ہے کیوں کہ یہ « مسلکِ اہل سنت و جماعت » کا ہی دوسرا نام ہے۔ اور آج کے دور میں یہ اسی کی واضح شناخت اور پہچان ہے۔

مسلک اہل سنت و جماعت کا تعلق عقائد سے ہے خواہ وہ عقائد ضروریاتِ دین سے ہوں یا ضروریاتِ دین سے تو نہ ہوں مگر اجماعی قطعی ہوں، یا ضروریاتِ اہل سنت سے ہوں۔ اسی مسلک سے عہد رسالت سے لے کر آج تک ساری دنیا کے مسلمان وابستہ رہے پھر بہت بعد میں فقہی، فروعی اجتہادی مسائل میں دلائل کی بنا پر اسی مسلک سے وابستہ فُقہا کے چار مذاہب وجود میں آئے۔

☆حنفی ☆مالکی ☆شافعی ☆حنبلی

یہ چاروں مذاہب ناجی ہیں اور آج جوان سے الگ ہے وہ ناری۔ یہ چاروں مذاہب صرف فقہی، فروعی، اجتہادی مسائل میں باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں اور عقائد میں سب کا مسلک ایک ہے « مسلک اہلِ سنت و جماعت » — تمام اہلِ اسلام و مجدّدینِ اسلام کا مسلک یہی رہا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شیخ محقّق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، تاج الفحول مولانا عبد القادر محبِّ رسول بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سب اسی مسلک پر قائم تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف مسلک کو منسوب کرنے کی وجہ:

چودہویں صدی ہجری میں جب دیوبندی مذہب کے لوگوں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کھلی گستاخیاں کیں، آپ کے بعد نیا نبی آنا جائز و ممکن بتا کر ایک عقیدۂ قطعیہ اجماعیہ کا جو ضروریاتِ دین سے ہے انکار بھی کیا، ساتھ ہی قادیانیت نے بھی سر ابھارا جب کہ وہابیت پہلے ہی سے اسلام کے نام پر اپنے باطل عقائد کو فروغ دے رہی تھی تو اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جہاد بالقلم فرما کر فتنۂ دیوبندیت و وہابیت وغیرہ کی سرکوبی کی اور اہل سنت و مسلکِ اہلِ سنت کی حفاظت کا بے مثال کارنامہ انجام دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا نام سنی اور دیوبندی، یوں ہی سنی اور وہابی اور سنی و قادیانی، وغیرہ کے درمیان وجہِ امتیاز بن گیا۔ اسی وجہ سے آج کے زمانے میں مسلک کی نسبت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف کی جاتی ہے اور « مسلکِ اعلیٰ حضرت » بولا اور لکھا جاتا ہے۔

بسا اوقات ایک ہی چیز کے دو یا کئی نام و اَلقاب ہوتے ہیں اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ ایک ہی چیز کو متعدّد اَلقاب و اَسما سے کیوں یاد کیا جاتا ہے اور اس میں کسی کو کوئی خلجان بھی نہیں ہوتا مثلاً خود « مسلکِ اہل سنت » کے متعدّد نام ہیں: « ما أنا علیہ و أصحابِي » اور « مسلکِ سوادِ اعظم » تو اگر آج وہابیوں، دیوبندیوں ندویوں، قادیانیوں، چکڑالویوں اور نیچریوں سے امتیاز کے لیے مسلکِ اہل سنت کے بجاے مسلک اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے تو اس پر بھی کسی مُنصف کے قلب و دماغ میں خلجان نہیں پیدا ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید کا یہ کہنا کہ: « مسلکِ اعلیٰ حضرت کہ کر پانچواں مسلک ایجاد کرنا جائز نہیں » جرأتِ بیجا ہے۔ اس طرح کا اظہار خیال وہی کرتا ہے جسے « مسلکِ اعلیٰ حضرت » کا عرفان وشعور حاصل نہیں اور بہر حال کسی شخص یا لفظ پر بلا علم و تحقیق عدم جواز کا فتوی صادر کرنے سے احتراز لازم ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی حنبلی یہ چاروں سَوادِ اعظم اہلِ سنت کے فروعی مذاہب سے ہیں جو فقہی، اجتہادی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں اور دلائل میں تعارض یا قوت وضعف یا عموم وخصوص و اطلاق و تقیید یا نسخ و عدم نسخ وغیرہ اسباب کی بنا پر یہ وجود میں آئے ہیں، اس طرح کے امور میں ایسے اختلافات بھی بندوں پر اللہ کی رحمت ہیں۔ اور دلائلِ شریعت کی بنیاد پر اختلاف کرنے والے فقہاے کرام بہر حال ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ صحیح حکم نکالنے والے فقہا کو دونا ثواب ملتا ہے اور جن سے خطا ہو جائے ان کے حصے میں صرف ایک ثواب آتا ہے۔

”عَنْ أبِي ھریرة قال: قال رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: إذَا حَكَمَ الحَاكِمُ فَاجْتَهَد، فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاَخْطَاءَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ.“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حاکم اجتہاد سے کوئی حکم نکالنا چاہے اور صحیح اجتہاد کرے تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب حاکم اجتہاد سے حکمِ شرعی نکالنا چاہے اور اس سے خطا ہو جائے تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔ (۱)

مگر یہ اجر « خطا » پر نہیں بلکہ اجتہاد پر ملتا ہے، جو عبادت ہے۔ ہاں خطا کے سبب کوئی گناہ ذمہ میں نہیں آتا اور یہ بھی اجتہاد و عبادت ہی کا فیض ہے۔

یہی حکم بعد کے فقہاے محققین کے فقہی فرعی اختلاف کا بھی ہونا چاہیے۔ اور مسلک اہلِ سنت و جماعت بلفظ دیگر مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق جیسا کہ بیان ہوا امورِ اعتقادیہ سے ہے، جس کا مخالف کافر اور بسا اوقات گمراہ و گمراہ گر ہوتا ہے۔ چند فروعی و استثنائی امور کے سوا عام عقائد کے احکام یہی ہیں۔

اب غور فرمائیے کہ کہاں مسلکِ اعلیٰ حضرت جو مسلک سوادِ اعظم اہل سنت کا دوسرا نام ہے۔ اور کہاں یہ چاروں مذاہب۔ جو مسلکِ اہل سنت سے نکلی ہوئی چار شاخیں ہیں، یہ مسلک ان مذاہبِ فروع پر اضافہ نہیں، اضافہ تو اس وقت ہوتا جب مسلکِ اعلیٰ حضرت کا تعلق بھی فقہی، فروعی، اجتہادی امور سے ہوتا۔ لأنّ الزّیادةَ لا تکون إلّا مِن جنس المزید علیہ اس لیے یہ سوچ ہی غلط ہے کہ چاروں فقہی مذاہب پر « مسلکِ اعلیٰ حضرت » کی اصطلاح اضافہ ہے۔

---

(۱) جامع الترمذي، ج: ۱، ص: ۱۵۸، أبواب الأحکام، بابُ ماجاء في القاضي یُصیب و یخطئ، مجلس برکات، مبارکفور.

سچائی یہ ہے کہ مسلک اہل سنت و جماعت یا مسلکِ سَوادِ اعظم (جس کی ایک تعبیر آج «مسلک اعلیٰ حضرت» ہے) کا وجود حضور سید عالم ﷺ کے عہد پاک سے ہے کیوں کہ یہ ترجمانی ہے ارشادِ رسالت: «ما أنا عليه و أصحابي» اور ''وهي الجماعة'' کی۔ صحابہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا تھا، یارسول اللہ! تہتر فرقوں میں جنتی فرقہ کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ گروہ جو میری اور میرے صحابہ کی سنت پر چلے اور وہ گروہ جماعت ہے۔ جیسا کہ ترمذی اور مشکاۃ المصابیح کے حوالے سے آگے [ص: ۳۲، ۳۳ پر] آرہا ہے۔

کھلی ہوئی بات ہے کہ بہتر فرقے جو جہنمی ہوئے وہ عقائد میں ضرور اہل سنت و جماعت کے مخالف ہیں اور ایک فرقہ جو جنتی ہے وہی اہل سنت و جماعت ہے۔ تو اس کا تعلق بابِ عقائد سے ہی ہے اور اس کا وجود بھی آج سے نہیں بلکہ عہد رسالت سے ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے:

وجدا می شوند امتِ من از آنہا کہ ایمان آوردہ و روی بقبلہ دارند بر ہفتاد و سہ مذہب دراصولِ عقائد ہمہ ایشاں مستحق در آمدنِ دوزخ باشند بہ جہتِ سوءِ اعتقاد و الّا بہ جہتِ عمل شاید کہ فرقۂ ناجیہ نیز در آیند ...... ''وهي الجماعة'' و اہل یک ملت در بہشت و آن یک ملت مسمّٰی ''الجماعة'' ست از جہت اجتماعِ ایشاں بر کلمۂ حق و بر آں چہ اجماع کردہ اند بر اں سلف کہ براہ راست بودہ اند۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میری امت «اصولِ عقائد» میں تہتر مذاہب میں تقسیم ہو جائے گی اور سوائے ایک گروہ کے تمام فرقے بداعتقادی کی وجہ سے جہنم میں جانے کے سزاوار ہوں گے اور بدعملی کی وجہ سے تو ناجی گروہ کے لوگ بھی جہنم میں جا سکتے ہیں، نجات پانے والے گروہ کا نام «جماعت» اس لیے ہے کہ یہ لوگ کلمۂ حق اور اجماعِ سلف و صراطِ مستقیم پر مجتمع ہیں۔ (۲)

نیز اسی میں ہے:

''وبالجملہ سوادِ اعظم در دینِ اسلام مذہبِ اہل سنت و جماعت ست۔''

ترجمہ: دین اسلام میں «سوادِ اعظم» اہلِ سنت و جماعت ہے۔ (۳)

یہ حقیقت واضح رہے کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں سوادِ اعظم کا اتباع لازم ہے اور فروعی اعتقادیات کا جہاں تک سوال ہے تو ان میں بھی اشاعرہ و ماتریدیہ کا اختلاف واضح ہے، اسی طرح فقہی مذاہبِ اربعہ میں ان کے درمیان بے شمار احکام و مسائل اور خود ان کے اصولِ فقہ میں بھی بہت سے اختلافات ہیں جو امت کے لیے رحمت ہیں کیوں کہ سنّتِ نبوی کے ہر پہلو پر ان کے ذریعہ عمل ہو جاتا ہے۔

ان اختلافات کے باوجود اشاعرہ و ماتریدیہ اور احناف و شوافع و مالکیہ و حنابلہ چوں کہ عقائد قطعیہ، اجماعیہ میں متحد و متفق ہیں اس لیے یہ سب کے سب سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت میں شامل اور اہل سنّت کے ہی طبقات و مسالک ہیں۔ عالم اسلام کے مسلمانانِ اہل سنت اعتقادی طور پر اشعری یا ماتریدی اور فقہِ اسلامی میں ائمۂ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد ہیں، چناں چہ عموماً احناف

---

(۲) اشِعَّۃ اللمعات ص ۱۵۳، ج ۱، باب الاعتصام

(۳) اشِعَّۃ اللمعات ص ۱۵۲، ج ۱، باب الاعتصام

ماتریدی اور شوافع اشعری ہیں۔

مرقاۃ المفاتیح میں ہے:

”اِتّبِعوا السَّواد الأعظم“ و المراد ما علیه أكثر المسلمين. قيل: وهٰذا في أصول الاعتقاد كأركان الإسلام و أمّا الفروع كبطلان الوضوء بالمسّ مثلًا فلا حاجة فيه إلى الإجماع، بل يجوز اتباع كلّ واحدٍ من المجتهدين كالأئمّة الأربعة وما وقع من الخلاف بين الماتريدية و الأشعرية في مسائل فهي ترجع إلى الفروع في الحقيقة فإنها ظنّيات، فلم تكن من الاعتقاديات المبنية على اليقينيات، بل قال بعض المحققين: إنّ الخلف بينهما في الكل لفظي.اھ.(۴)

«سوادِ اعظم» کی پیروی کرو۔ اس سے مراد اکثر مسلمانوں کا مذہب ہے، یعنی ”**اصولِ عقائد** جیسے ارکانِ اسلام(۵) میں اکثر مسلمانوں کا مذہب۔“

رہے فروعی مسائل: جیسے عورت کا بدن یا آلۂ تناسل چھونے سے [امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک] مثلاً وضو کا ٹوٹ جانا، تو اس کے لیے اجماع کی حاجت نہیں، بلکہ اس میں مجتہدین -جیسے چاروں ائمہ- میں سے ہر ایک کا اتباع جائز ہے۔ اور چند مسائلِ عقائد

---

(۴) مرقاۃ المفاتیح ص ۳۸۳، ج ۱، حدیث ۱۷٤، دار الكتب العلمية، بيروت

(۵) - ارکانِ اسلام پانچ ہیں ☆اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے و رسول ہیں ☆نماز قائم کرنا☆ زکاۃ دینا☆ بیت اللہ شریف کا حج ☆رمضان شریف کے روزے۔

[صحیح مسلم شریف، جلد: ۱، ص: ۳۲، کتاب الایمان، مجلس البرکات]

یہ اسلام کے پانچ بنیادی امور ہیں جن کی فرضیت پر مسلمانوں کا اجماع ہے اور ان کی فرضیت کا منکر کافر، اسلام سے خارج ہے۔

اس کے برخلاف عورت وغیرہ کو چھونے سے وضو کا ٹوٹ جانا، تکبیرِ تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا، یا لٹکتا ہوا چھوڑ دینا، تکبیرِ تحریمہ کے بعد دونوں ہاتھ سینے پر یا ناف کے نیچے باندھنا، رفعِ یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے مسائل فروعی ہیں، ان میں ایک امام کے مذہب سے دوسرے امام نے اختلاف کیا ہے اور اس طرح کے اختلافات بے شمار ہیں، پھر بھی سب مسلمان ہیں اور اہلِ سنت و سوادِ اعظم سے ہیں۔

یوں ہی چلتی ٹرین میں نماز کی صحت کا مسئلہ بھی فرعی و اختلافی ہے، کبھی ایک حکم پر تمام علمائے اہلِ سنت کا اتفاق نہ ہوا، البتہ امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ یہ ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز صحیح نہیں، پھر ہند و پاک کے اکثر علمائے اہلِ سنت آپ کے اتباع میں اسی موقف کے حامی ہو گئے، لیکن جس بنیاد پر آپ نے وہ فتویٰ جاری کیا تھا وہ بنیاد آج بدل چکی ہے، اس لیے وہ حکم بھی خود ہی بدل گیا، اس کی تحقیق و تشریح ہمارے مقالات «چلتی ٹرین میں نماز کی اجازت کیوں اور کیسے؟» اور «نماز کے احکام پر ریل کے بدلتے نظام کا اثر» میں ہے۔ الغرض جب ریل میں نماز کا یہ مسئلہ بھی فروع سے ہے وہ بھی شروع سے ہی اختلافی، اور آج کے زمانے میں عدم جواز کی بنیاد بھی بدل چکی ہے، تو اب سب کا موقف جواز کا ہونا چاہیے اور یہ سوادِ اعظم سے اختلاف نہیں ہے کہ سوادِ اعظم کا تعلق اصولِ عقاید سے ہے جو قطعی و اجماعی ہے، اور نماز کا یہ مسئلہ فرعی، ظنی، غیر اجماعی، بلکہ سچ یہ ہے کہ یہ کسی سے بھی اختلاف نہیں ہے، اسے دل سے قبول کیجیے اور بہر حال عقاید اور فروع کا فرق ہمیشہ یاد رکھیے، تاکہ دونوں کے حدود کا احترام باقی رہے۔ محمد نظام الدین رضوی غفرلہٗ

میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کے درمیان جو اختلاف ہے، وہ مسائل حقیقت میں فروع سے ہی ہیں، کیوں کہ وہ ظنّی مسائل ہیں، اعتقادیات سے نہیں ہیں جن کی بنیاد یقین پر ہوتی ہے، اور بعض محققین نے فرمایا کہ ان دونوں گروہوں کے سارے اختلافی مسائل حقیقی و معنوی اختلافات سے نہیں بلکہ سب کے سب لفظی اختلافات سے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح)

سَوادِ اعظم اہل سنت و جماعت ہی ہمیشہ حق و ہدایت پر اور کثیر التعداد رہے ہیں لیکن بالفرض کبھی قلیل التعداد ہو جائیں تب بھی وہ حق و ہدایت پر ہی رہیں گے۔ فرض کیجیے اگر کبھی ایک ہی شخص پوری روے زمین پر « اللہ اللہ » کہنے والا ہو جیسا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے ایسا ہو سکتا ہے تو وہی سوادِ اعظم ہو گا کہ اس کا رشتہ سوادِ اعظم سے ہے، وہ قطرہ ہے مگر بحر سے وابستہ ہے۔

اسی « مسلکِ اہل سنت » سے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی مذاہب کی چار شاخیں نکلیں جن کے باعث چار فروعی مذاہب وجود میں آئے۔ فروع کا یہ اختلاف باعثِ رحمت و ثواب ہے اور بہتر فرقوں کا وہ اختلاف باعث ہلاکت و عذاب ہے۔ اس لیے ایک کا مُوازنہ دوسرے سے نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی فروع پر عقائد کا حکم جاری کیا جا سکتا ہے، دونوں میں کھلا فرق ہے۔

درِ مختار اور شامی کی درج ذیل فقہی عبارات « فروع » اور « عقائد » کے درمیان نمایاں طور پر خطِ امتیاز کھینچتی ہیں۔

درِ مختار میں ہے:

وفيها: إذا سُئلنا وعَن مذهبنا ومذهب مُخالفنا، قُلنا وجوبًا: مذهبُنا صَوابٌ يَحتِملُ الخَطأَ وَمَذهبُ مُخَالِفنا خطاءٌ يحتمل الصَّواب.

وإذا سُئلنا عن مُعتقدنا ومعتقدِ خصومنا، قلنا وجوباً : الحقُّ ما نحنُ عليه، والباطلُ ما عليه خصومنا. اه

ردالمختار میں ہے:

(وفيها) أي في الاشباه عن أخِرِ «المصفىٰ» للإمام النَّسفى. (قوله: مخالِفنا) أى مَن خالفنا في الفروع من الأئمة المجتهدين .... فلا نجزم بأنّ مذهبنا صواب البتّة، ولا بأنّ مذهبَ مخالِفنا خطاءٌ البتّة، بناءً على المختار مِن أنّ حكم الله في كلّ مسئلة واحدٌ معين واجبٌ طلبُهٗ فمن أصابه فهو المصيب ، ومَن لا فهو المخطئُ. ونقل عن الأئمة الأربعة : ثم المختارُ أنّ المخطئَ مَأجور، كما في التحرير و شرحہٖ.

قولهٗ: (عن مُعتقدِنا) أي عمّا نعتقِدُهٗ من غير المسائل الفرعيّة ممّا يجب اعتقاده علىٰ كلِّ مكلّفٍ وهو ما عليه «أهلُ السُّنَّة والجماعة»وهُم الأشاعرةُ والماتُرِيديَّةُ، وهم متوافقون إلّا في مسائل يسيرة أرجعها بعضُهُم إلىٰ الخلاف اللّفظي. إهـ ملتقطًا

ترجمہ: اور اشباہ میں امام نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب « مصفّٰی » سے ہے کہ ہم سے جب یہ سوال کیا جائے کہ فروعی مذاہب

میں ہمارا مذہب صواب ہے یا ہمارے مخالف ائمۂ مجتہدین کا؟ تو ہم پر یہ جواب دینا واجب ہے کہ ہمارا مذہب صواب ہے، اس میں احتمالِ خطا ہے اور ہمارے مخالف امام کا مذہب خطا ہے، اس میں احتمالِ صواب ہے، کیوں کہ ہمیں اس بات پر جزم نہیں ہے کہ ہمارا مذہب یقیناً صواب ہے، اور نہ اس بات پر جزم ہے کہ ہمارے مخالف امام کا مذہب یقیناً خطا ہے، کیوں کہ مذہبِ مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر مسئلے میں ایک ہے جو معیّن ہے، اس کی جستجو واجب ہے، تو جو اسے پا جائے وہ صواب پر ہے، اور جو نہ پاسکے وہ خطا پر ہے اور ائمۂ اربعہ سے منقول ہے کہ مختار یہ ہے کہ جس سے اجتہاد میں خطا ہو جائے، اسے بھی اجر و ثواب ملے گا، جیسا کہ تحریر و شرحِ تحریر میں ہے۔

اور جب ہم سے ہمارے اور ہمارے خصم کے عقیدے کے بارے میں سوال کیا جائے تو ہم پر یہ کہنا واجب ہو گا کہ عقائد میں ہمارا مذہب حق ہے، اور ہمارے خصم کا مذہب باطل۔

«عقیدے» سے مراد مسائل فرعیہ کے سوا وہ امور ہیں جن کا اعتقاد ہر مکلف پر واجب ہے۔ اور یہ وہی عقیدے ہیں جن پر اہلِ سنت و جماعت قائم ہیں اور اہلِ سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں، یہ حضرات چند مسائل کے سوا تمام عقائد پر باہم اتفاق رکھتے ہیں اور بعض علما نے فرمایا کہ جن مسائل میں ان حضرات کے درمیان ہلکا پھلکا اختلاف ہے وہ بھی اختلافِ لفظی ہے۔ (٦)

اور جس مسلک کا وجود عہدِ رسالت سے ہے صرف نام کے فرق کا سہارا لے کر اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔ اسے ناجائز کہنا، نادانی ہے یا ناانصافی یا عناد۔

اور بکر جو یہ کہتا ہے کہ «درحقیقت یہ مسلکِ حنفی کا ہی دوسرا نام ہے» بے جا ہے۔ مذہبِ حنفی تو مسلکِ اہل سنت و جماعت سے جُڑی ہوئی چار شاخوں میں سے ایک مضبوط اور سایہ دار شاخ کا نام ہے، جسے علم نہ ہو اسے یہ حق نہیں کہ اس طرح کے امور میں دخل دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آج کے علماے محققین اور فقہاے دین متین کے درمیان اگر فقہی فروعی نوپیدا مسائل کے احکام کے بارے میں دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہو جائے تو اس کی وجہ سے وہ مستحق اجر و ثواب تو ہو سکتے ہیں مگر ان پر یہ الزام عائد کرنا بڑی ناانصافی ہو گی کہ وہ مسلکِ اہل سنت و جماعت بلفظِ دیگر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے منحرف یا اس کے مخالف ہو گئے، کیوں کہ مسلک اہل سنت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف و اختلاف باعثِ استحقاقِ جہنم و عذاب ہے۔ جب کہ فقہی فروعی نوپیدا مسائل میں اختلاف باعثِ رحمت و ثواب ہے۔ جو بھی سنی ہے وہ مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے اور جو بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے وہ سنی صحیح العقیدہ ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اپنی شامتِ نفس سے معاذ اللہ کسی گناہ کا مرتکب ہو جائے تو وہ گنہ گار تو ہے جیسے بے نمازی، داڑھی منڈانے والے، شراب پینے والے وغیرہ۔ مگر اس کی وجہ سے وہ اہلِ سنت و جماعت یا مسلکِ اعلیٰ حضرت سے خارج نہیں قرار پائیں گے پھر فقہا کے درمیان اگر شرعی دلائل کی بنیاد پر کسی نوپیدا مسئلہ میں بالفرض اختلاف بھی ہو جائے تو وہ، یا جو فقہ شافعی، مالکی، حنبلی پر کاربند ہیں وہ اہل سنت یا مسلک اعلیٰ حضرت سے کیسے خارج قرار دیے جا سکتے ہیں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ فہمِ دلیل و تحقیقِ حکم میں

---

(٦) درِ مختار و ردّ المحتار، ج:١، ص:١٣٩، کتاب الطهارة.

کہیں کسی سے لغزش ہو جائے تو اسے بعدِ وضوحِ تام خاطی کہہ سکتے ہیں مگر یہ حق بھی صرف صاحبِ بصیرت و وسعتِ اطلاع علما و فقہا کا ہے، ان کے سوا کسی اور کو یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت کیا ہے؟

« مسلک اعلیٰ حضرت » فی الواقع اہل سنت و جماعت کے عقائد اجماعیہ، قطعیہ، ظنیہ کے مجموعے کا دوسرا واضح نام ہے۔ ان تمام عقائد کو اگر ایک لفظ سے بیان کیا جائے تو وہ « محبتِ رسول » و « عشقِ مصطفیٰ » ﷺ ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ خود فرماتے ہیں۔

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں

اور اسے پھیلایا جائے تو درج ذیل کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

حسام الحرمین، تمهید ایمان، تجلی الیقین، الدولة المکیه، انباء المصطفیٰ، خالص الاعتقاد، الکوکبة الشهابیه، سلّ السیوف الهندیه، سبحٰن السبوح، الامن و العلیٰ، برکات الامداد، الجراز الدیّانی، السّوء والعقاب، رد الرَّفَضه، فتاوی الحرمین، وغیرها.

ان کتابوں میں مذہب اسلام کے کچھ ایسے عقائد بیان کیے گئے ہیں جو اجماعی اور قطعی ہونے کے ساتھ ضروریاتِ دین سے بھی ہیں اور ان کا منکر بلا شبہہ کافر، اسلام سے خارج، جیسے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کی فرضیت اور آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کی تکفیر قطعی، خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیا کا لاریب عقیدہ جس کا منکر بلا شبہہ کافر و مرتد۔ یہ عقائد ایسے قطعی یقینی ہیں کہ جو حق واضح ہونے کے بعد ان میں شک کرے وہ بھی کافر قرار پاتا ہے۔

اور کچھ ایسے عقائد ہیں جن کے حق ہونے پر ایمان رکھنا فرض ہے اور ان کا منکر جماہیرِ فقہاے کرام کے مذہب پر کافر اور اسلام سے خارج ہوتا ہے ان عقائد کا بیان رسالۂ مبارکہ الکوکبۃ الشهابیۃ وغیرہ میں ہے۔

اور کچھ عقائد قطعیت کے ایسے اعلیٰ معیار پر تو نہیں ہیں تاہم وہ اہل سنت و جماعت کے مسلّمات یا ضروریات سے ہیں ان کا منکر گمراہ، گمراہ گر اور فاسق قرار پاتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ کے درج ذیل اقتباس میں ان امور کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارقام فرماتے ہیں:

❁ اگر علم غیب بہ عطاے الٰہی کثیر و وافر اشیا و اسما و صفات و احکام و برزخ و معاد و اَشراطِ ساعت گزشتہ و آئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بد دین و منکرِ قرآن عظیم و احادیثِ متواترہ ہے۔

❁ اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس ﷺ کو ملنا ضروریاتِ دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر۔

- یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے۔
- اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر و مرتد ہے، یوں ہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں۔ در مختار و مجمع الانہر و بزازیہ وغیرہا میں ہے: مَن شكّ في كفره فقد كفر۔
- ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علمِ غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف «اِحاطۂ جمیع ما کان و ما یکون» میں کلام کرے اور ان میں ادب و حرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے۔ ”(۷)

جو شخص درج بالا کتابوں اور اس طرح کی دوسری تصانیف مثلا ازالۃُ العار اور جزاءُ الله عدوّہ، وغیرہا کو صحیح مانتا اور دل سے ان کی تصدیق کرتا ہے وہ ضرور مسلکِ اہلِ سنت و مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہے اور سنی صحیح العقیدہ۔ یہ کسی نو پیدا فرعی فقہی مسئلے میں الگ تحقیقی راے رکھنے کی وجہ سے مسلک اعلیٰ حضرت سے خارج نہ ہوگا جیسا کہ اس طرح کے بہت سے مسائل میں ہمارے علما الگ راے رکھتے ہیں مگر وہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم مانے جاتے ہیں۔ مثلاً

- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مسجدوں اور گھروں میں برقی لائٹ اور برقی پنکھا لگانا ناجائز لکھا ہے مگر آج عوام و خواصِ اہلِ سنت کا عمل بلا انکارِ نکیر اس کے خلاف ہے جس سے جواز کا رجحان صاف سمجھا جا سکتا ہے۔
- اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور عامۂ فقہاے حنفیہ وادیِ محسِّر (جو در اصل «وادیِ عذاب» ہے) میں وقوفِ مُزدلفہ جائز نہیں مانتے اور کوئی عذر شرعی در پیش ہو جائے تو وقوفِ مُزدلِفہ کو ساقط مانتے ہیں اور وادیِ عذاب میں وقوف کی اجازت نہیں دیتے مگر علماے شرعی کونسل نے عذرِ ناگزیر کی صورت میں اجازت دی ہے۔
- لڑکیوں کو لکھنا سکھانا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ صرف ناپسند کرتے ہیں، بلکہ بڑے بلیغ الفاظ میں اس سے ممانعت فرماتے ہیں مگر اب کچھ علماے کبار اس کی کھلی اجازت دیتے ہیں۔

پھر فروعی مسائل میں اپنے اکابر سے «جدا راے» یا «اختلافِ راے» (۸) رکھنے کا یہ معاملہ کوئی آج کے دور کی ایجاد نہیں ہے بلکہ عہد صحابہ و عہد تابعین سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ خود سراج الاُمّہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلامذہ نے آپ سے اختلاف راے کیا ہے اور جدا راے کے نظائر بھی بہت ہیں جن پر قدرے بسط کے ساتھ ہم نے اپنے ایک رسالہ «مذہب حنفی میں حالاتِ زمانہ کی رعایت» میں روشنی ڈالی ہے۔ اگر فقہی فروعی مسائل میں جداگانہ راے یا اختلاف راے «مسلک اعلیٰ حضرت» سے انحراف کا باعث ہو تو عہد صحابہ سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک اکابر و اصاغر کے درمیان جو بے شمار فقہی اختلافات ہوئے وہ معاذ اللہ ان کے «مسلکِ اہل سنت» سے انحراف کا باعث قرار پائیں گے۔ حالاں کہ اس طرح کا وہم کسی فہم میں نہیں آتا تو پھر آج انحراف کا حکم کس

---

(۷) فتاوی رضویہ ج ۳ ص ۲۱۸، سنی دار الاشاعت، مبارک پور

(۸) «جدا راے» اور «اختلافِ راے» میں فرق ہے، وضاحت کے لیے میرا مقالہ: «فقہی اختلافات کے حدود» ملاحظہ فرمائیں۔ نظام غفرلہ

دلیل اور کس بنیاد پر دیا جا سکتا ہے۔

ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے کہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تکریمًا کے بہت سے مالکی اور شافعی علما نے حسام الحرمین پر زور دار تصدیقات لکھی ہیں، مثلاً:

☆حضرت مولانا شیخ عابد حسین مالکی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ
☆حضرت مولانا محمد علی بن حسین مالکی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ
☆صاحب الہام ملکی سید شریف مولانا سید احمد جزائری مالکی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ
☆حضرت مولانا محمد عزیز وزیر مالکی مغربی اندلسی، مدنی، تونسی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ
☆حضرت مولانا مفتی محمد سعید بابُصیل شافعی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ
☆حضرت مولانا مفتی سید شریف احمد برزنجی شافعی رَحِمَہُ اللہ تعالیٰ وَرَضِی عَنْہُ

اور زبانی طور پر تایید و تصدیق فرمانے والے تو بہت ہیں، مگر فروعی مسائل میں یہ حضرات فتاویٰ رضویہ کے مسائلِ کثیرہ سے اختلافِ رائے رکھتے تھے تو کیا یہ حامیانِ اعلیٰ حضرت وائمۂ مسلکِ اہلِ سنت خود «مسلکِ اعلیٰ حضرت» بلفظِ دیگر «سوادِ اعظم اہلِ سنت و جماعت» سے خارج اور بد مذہب قرار پائیں گے، یا معاذ اللہ اس سے بھی بڑھ کر ٹھہریں گے، یوں ہی کیرلا کے موجودہ علمائے شافعیہ جنھوں نے حُسام الحرمین کی تصدیق فرمائی وہ کیا فروعی مسائل میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے الگ موقف رکھنے یا فتاویٰ رضویہ کے خلاف عمل و فتویٰ کی وجہ سے مسلکِ اعلیٰ حضرت سے خارج ہیں؟

اللہ کی پناہ، ایسا ہرگز نہیں، اسے تو سب لوگ آسانی کے ساتھ سمجھ لیتے ہیں، تو آج اگر بالفرض کوئی عالمِ محقّق، یا مجلسِ فقہا کسی فرعی مسئلے میں جدا رائے رکھے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرے تو اسے بھی مسلکِ اعلیٰ حضرت کا مخالف نہیں سمجھنا چاہیے، خوفِ خدا سے جذبۂ انصاف کو زندہ کیجیے اور سنت و سنیت پر خدارا رحم فرمائیے۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا　　کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر　　چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

واضح ہو کہ مسلکِ اعلیٰ حضرت کوئی نیا مسلک نہیں، بلکہ وہی مسلکِ اہل سنت ہے جو ہمیشہ سے تمام مسلمانوں کا مسلک رہا ہے اور چاروں مذاہب کے امام بھی باہم بہت کچھ فقہی فروعی اختلافات رکھنے کے باوجود ہمیشہ اسی مسلک کے حامی و عامل مانے گئے۔ اب اس مقام پر مجددِ اعظم، امام احمد رضا قُدّس سرہ کا درج ذیل ارشاد ٹھنڈے دل سے بغور پڑھیے:

«اِتّباعِ سَوادِ اعظم» کا حکم اور «مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ» [جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا] کی وعید صرف دربارۂ عقائد ہے، مسائلِ فرعیہ فقہیہ کو اس سے کچھ علاقہ نہیں۔

صحابۂ کرام سے ائمہ اربعہ تک (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کوئی مجتہد ایسا نہ ہو گا جس کے بعض اقوال خلافِ جمہور نہ ہوں۔

- سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلقًا « جمعِ زر » (مال جمع کرنے) کو حرام ٹھہرانا۔
- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا « نَوم » (سونے) کو حدث (ناقض وضو) نہ جاننا۔
- عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مسئلۂ ربا۔ (۹)
- امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ مُدّتِ رضاع۔ (۱۰)
- امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ متروكُ التَّسمية عَمداً۔ (۱۱)
- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ طہارتِ سورِ کلب ● و تعبُّد غسلات سَبع۔ (۱۲)
- امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسئلۂ «نقضِ وُضو بلحم جزور» (۱۳) وغیر ذلك (۱۴) مسائلِ کثیرہ

کو جو اس وعید کا موردِ جانے خود ”شَذَّ فِي النَّار“ [جہنم میں جانے] کا مستحق بلکہ اجماعِ اُمّت کا مخالف اور ”نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا“ [ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے] کا مُستوجِب (حقدار) ہوگا۔ (۱۵)

فتاوی رضویہ کی اس عبارت سے چند باتیں بہت کُھل کر سامنے آگئیں:

الف : « اِتّباعِ سَوادِ اَعظم » کا تعلق صرف عقائد سے ہے، فقہی، فرعی مسائل سے نہیں (اور واضح ہو کہ « مسلکِ اعلیٰ حضرت » مسلکِ سوادِ اَعظم سے ہی عبارت ہے)

---

(۹) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب سود کے بارے میں یہ تھا کہ جنس کی بیع جنس کے بدلے میں کمی، بیشی کے ساتھ جائز ہے، سود نہیں ہے جیسے چاندی یا سونے کے ایک سکّے کی بیع دو سکّے کے بدلے میں یا مثلاً ایک کلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کی بیع دو کلو کھجور یا گیہوں یا جَو یا نمک کے بدلے میں۔ یہی مذہب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی تھا جب کہ عامۂ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ان حضرات کے بر خلاف یہ تھا کہ یہ معاملہ سود و حرام ہے، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعد میں دونوں حضرات کا رجوع بھی نقل کیا ہے جیسا کہ ان کی شرح صحیح مسلم ص ۲۷ ج ۲ میں ہے مگر جب تک یہ حضرات وہ موقف رکھتے تھے اس وقت تک تو وہ جمہور صحابہ کے خلاف ہی تھا۔ ۱۲ نظام

(۱۰) -امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ ”مُدّتِ رضاع ڈھائی سال ہے“ یعنی ڈھائی سال کی عمر تک بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو وہ اس کی ماں ہو جائے گی اور یہ اس کا بیٹا، اس کے بر خلاف فقہاے صحابہ و تابعین و علماے اَمصار کا مذہب یہ ہے کہ ”مدّتِ رضاع“ دو سال ہے، امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شرح صحیح مسلم میں ایسا ہی لکھا ہے، دیکھیے ص ۴۶۹، ج ۱، کتاب الرضاع، مجلس البرکات۔ ۱۲ نظام

(۱۱)- امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جانور ذبح کرنے والے نے قصداً ذبح کے وقت « بسم اللہ » نہ پڑھی تو بھی جانور حلال ہے، اس کے بر خلاف عامۂ فقہاے اَمصار و صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ قصداً « بسم اللہ » چھوڑ دینے کی وجہ سے جانور مُردار و حرام ہو جائے گا۔ ۱۲ نظام

(۱۲)- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا پاک ہے جب کہ ان کے سوا دوسرے فقہاے امت کا مذہب یہ ہے کہ ناپاک ہے۔ نیز امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھونے کا حکم بطور عبادت ہے، تطہیر کے لیے نہیں یعنی سات کا عدد تعبُّدی ہے اور قولِ طہارت پر یہ مذہب جمہور فقہا کے خلاف ہے۔ ۱۲ نظام

(۱۳) -امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جب کہ جمہور فقہا کا مذہب یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں ہے، ایسا ہی شرح صحیح مسلم ص ۱۵۸ ج ۱ میں ہے۔ ۱۲ نظام

(۱۴)- جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رکوع میں ”تطبیق“ کا قول، یعنی دونوں ہتھیلیوں کو باہم ملا کر دونوں رانوں کے بیچ میں کر دینا ☆ اور دو مقتدی ہوں تو امام کا دونوں کے برابر بیچ میں کھڑا ہونا ☆ گھر میں جماعت سے نماز پڑھے تو بغیر اذان و اقامت کے پڑھنا، جیسا کہ صحیح مسلم اور اس کی شرح نووی ص ۲۰۲، ج ۱، مجلس برکات میں ہے، اور اس طرح کے مسائل بہت ہیں جو مذاہبِ فقہا کا مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ ۱۲ نظام غفرلہ۔

(۱۵) - فتاوی رضویہ. جلد ھفتم. صفحہ ٤٨١ ، ٤٨٢ ،کتابُ القضاو الدعاوی، سنی دار الاشاعت مبارك پور

ب : صحابۂ کرام سے لے کر ائمۂ اربعہ تک کوئی مجتہد ایسا نہیں جس کا کوئی قول جمہور کے خلاف نہ ہو پھر بھی وہ حضرات سوادِ اعظم سے ہیں۔

مثلاً امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے کہ کوئی شخص جان بوجھ کر جانور ذبح کرتے وقت «بسم اللہ اللہ اکبر» نہ پڑھے تو بھی وہ جانور حلال ہے جب کہ ان کے سوا دوسرے ائمہ وفقہا اسے مُردار و حرام کہتے ہیں مگر اس قولِ شاذ کے باوجود بالاتفاق وہ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت سے ہیں۔

ج : جو شخص ایسے اقوال پر «جماعت» سے انحراف یا «شَذَّ فِي النّار» واستحقاقِ جہنم کا حکم لگائے وہ خود اجماعِ اُمّت کا مخالف اور جہنمی ہے قرآن پاک میں اس کے لیے فرمایا گیا: وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

* * *

واضح ہو کہ دیوبندی، وہابی، قادیانی، نیچری، صلح کلی اور چکڑالوی جماعت کے علما نے اہل سنت و جماعت سے اصولِ عقائد میں اختلاف کیا ہے اس لیے وہ سَوادِ اعظم سے منحرف اور شَذّ فِي النّار کے مصداق قرار پائے اور در حقیقت یہی لوگ «مسلکِ اعلیٰ حضرت» کے مخالف ہیں مگر جو لوگ عقائد میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ساتھ ہیں مگر فروع میں کہیں بھی ان کی رائے الگ ہو گئی ہے جیسے حضرت سیدی اشرفی میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قوّالی کو جائز ماننا، تو وہ ہرگز سَوادِ اعظم یا مسلک اعلیٰ حضرت سے باہر نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور میں سوادِ اعظم کے سچّے علم بردار و ناشر مبلّغ تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے ساتھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تعلّقات بہت اچھے رہے۔

جواب میں ان چند سطور کا اضافہ اپنے ان بھائیوں کی رہنمائی اور خیر خواہی کے لیے کیا ہے جو بات بات پر مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کے فرمان جاری کر دیتے ہیں اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا کہ اس کا تعلق مسلکِ اعلیٰ حضرت سے نہیں جس سے انحراف کفر و گمراہی ہے بلکہ خالص فروع سے ہے اور ان میں اختلاف جیسا کہ بیان ہوا رحمت ہے ارشاد ہے: اِختلافُ اُمتي رحمةٌ۔ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ (۱۶) اگر فروعی اختلافات پر اس طرح کے احکام جاری کرنا روا ہو تو چاروں مذاہب کے ائمہ وفقہا اور خود «حسام الحرمین» کی تصدیق فرمانے والے مالکی و شافعی علما اس سے نہیں بچ سکتے۔ اس لیے خدارا بے تحقیق، احکام جاری نہ کیے جائیں۔ جیسا کہ پیش نظر سوال میں زید نے کیا ہے اور توجیہ میں اسی طرح کی روش بکر نے بھی اپنائی ہے۔ اور بہر حال عقائد و فروع کے فرق کو ہمیشہ یاد رکھیں۔ ساتھ ہی ان کے حدود کا احترام بھی لازمی طور پر کریں کہ اسی میں مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمُہٗ جَلَّ مجدہٗ اتمُّ و اَحکم

* * *

---

(۱۶) مقدّمۂ رد المحتار بحوالہ المقاصد الحسنہ، ومختصر ابن حاجب، وغیرہ ص ٤٦، ٤٧، ج ١.

مرکز سے علمائے نیپال کے روابط و تعلقات

مولانا محمد نصیب اختر امجدی

مرکزِ اہل سنت بریلی شریف مرکز ہے۔۔۔ عقیدت کا، مرکز ہے۔۔۔ محبت کا، مرکز ہے۔۔۔ صداقت کا، مرکز ہے۔۔۔ عدالت کا، مرکز ہے۔۔۔ شریعت کا، مرکز ہے۔۔۔ فقہ و فقاہت کا، مرکز ہے۔۔۔ دین و شریعت کا، مرکز ہے۔۔۔ اصلاح امت کا، مرکز ہے۔۔۔ اصلاح ملت کا، مرکز ہے۔۔۔ حمایت سنت کا، مرکز ہے۔۔۔ نکایت بدعت کا، مرکز ہے۔۔۔ گستاخان انبیا و اولیا سے نفرت کا، مرکز ہے۔۔۔ اعداء اللہ سے عداوت کا، مرکز ہے۔۔۔ تحفظِ شان الوہیت کا، مرکز ہے۔۔۔ تحفظِ ناموسِ رسالت کا۔ ایسا کیوں کر نہ ہو کہ اسی شہر بریلی میں میرے رضا، اچھے رضا، سچے رضا، پیارے رضا، دلارے رضا، سب کے رضا، رب کے رضا نے اپنی زندگی کی آنکھیں کھولیں جن کی ذات سے تجدیدِ دین متین جیسا عظیم کارنامہ انجام پایا اور جس ذات کے جذبات صیانتِ دین اور دشمنِ دین کی سرکوبی کے لیے ایسے تھے:

”بحمد اللہ تعالیٰ بچپن سے مجھے نفرت ہے اَعداءُ اللہ سے اور میرے بچوں کے بچوں کو بھی بفضل اللہ تعالیٰ عداوت اَعداءِ اللہ (یعنی اللہ کے دشمنوں سے دشمنی) گھٹی میں پلادی گئی ہے اور بِفَضْلِہٖ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوگا“۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، مفتی اعظم ہند، المدینۃ العلمیہ، ص:۴۱۱)

ظاہر ہے جو ذات سراپا شریعت اسلامیہ کا سچا پاسبان و نگہبان ہو وہ مرکز تسلیم نہیں کیا جائے گا تو کون کیا جائے گا؟ اور ایسی ذات اور اس ذات کے خانوادے سے عقیدت و محبت نہیں ہوگی تو اور کس سے ہوگی؟ ایسی ذات ہستی سے اور ان کے خاندان سے مراسم و روابط اور تعلقات استوار نہیں رکھے جائیں گے تو کس سے رکھے جائیں گے؟ اس پر مستزاد یہ کہ خود خانوادے کے افراد بھی علم و فضل و زہد و تقویٰ میں ایک شان رکھتے ہوں۔ جی، ہاں! اسی لیے نہ صرف بریلی، نی صرف یوپی، نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیاے اہل سنت اس عظیم ذات اور ان کے خانوادے سے خوب عقیدت و محبت کرتی ہے اور اپنے مراسم و روابط مضبوط و مستحکم اور تعلقات استوار رکھتی ہے۔ اسی شمار و قطار میں ملک نیپال کے علمائے اہل سنت و مسلمانان اہل سنت ہیں جنھوں نے محبت و عقیدت تک ہی خود کو محدود نہیں رکھا بلکہ مزید قدم بڑھاتے ہوئے مراسم و روابط کی راہ ہموار کی اور تعلقات کی سبیل استوار کی۔ اور یہ معاملہ صرف یک طرفہ نہیں بلکہ خانوادۂ رضا کی طرف سے بھی اس عقیدت و محبت اور مراسم و روابط کی خلافت و اجازت کے چشمۂ صافی سے آبیاری کی کوششیں کل بھی رہی ہیں اور آج بھی ہیں۔ علمائے اہل سنت و مسلمانان اہل سنت کے مراسم و تعلقات رضا اور خانوادۂ رضا سے کس قدر مضبوط و منضبط ہیں اور خانوادۂ رضا کے افراد کی اس

میں مضبوطی کے لیے کیا کوششیں ہیں؟ اگر فرصت سے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی جائے تو شاید یہ مقالہ کتاب نہیں تو کم از کم ایک رسالہ کی شکل ضرور اختیار کر جائے اس لیے ذیل کے سطور میں اس کی صرف ہلکی جھلک پیش کی جاتی ہے۔ تقریب فہم کے لیے راقم الحروف اس کو پانچ خانوں میں تقسیم کرتا ہے:

(۱) اپنی شرعی مسائل میں رضا اور خانوادہ رضا سے استفادہ

(۲) اجلاس و کانفرنس میں خانوادۂ رضا کی دعوت

(۳) خانوادۂ رضا سے شرف بیعت و ارادت

(۴) خانوادۂ رضا کی جانب سے علماے اہل سنت کو اجازت و خلافت

(۵) علماے نیپال کی کتاب یا فتویٰ پر تقریظی یا دعائیہ یا تصدیقی تحریر

اب ہر ایک پر مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

اپنی شرعی مسائل میں رضا اور خانوادہ رضا سے استفادہ: اس تعلق سے دکھا جائے تو ملک نیپال کے اہل علم نے صرف خانوادہ رضا نہیں بلکہ خود حضرت رضا سے استفتا کیا ہے۔ چناں چہ فتاویٰ رضویہ، مترجم، جلد:۶، مسئلہ نمبر:۱۷۶ کے تحت نیپال کے بارڈر نیپال گنج، روپے ڈیہہ سے سید علی ناریل فروش نے امام اہل سنت کی بارگاہ میں شرعی رہنمائی کے جذبے کے سبب استفتا کیا۔

اسی طرح فتاویٰ رضویہ کی جلد:۱۶ کے تحت مسئلہ نمبر ۲۵۵ تا ۲۶۴ پر ایک استفتا درج ہے جس کے مستفتی مولوی حبیب اللہ محبوب علی شاہ ہیں اور پتہ کی جگہ نیپال گنج، روپے ڈیہہ ہے۔ لیکن ضلع کے تحت بہرائچ شریف کا نام درج ہے جس سے کلی طور پر واضح نہیں ہوتا کہ یہ ملک نیپال سے ہی استفتا کیے گئے تھے یا،،،،؟

اجلاس و کانفرنس میں خانوادۂ رضا کی دعوت: منلک نیپال میں ہونے والے اجلاس و کانفرنس میں خانوادہ رضویہ کی شرکت کی جہاں تک بات ہے تو اس شرف سے ملک نیپال مشرف ہے۔ چناں چہ حضور مفتی اعظم ہند، حضور مفسر اعظم ہند، حضور ریحان ملت، حضور تاج الشریعہ، حضور قمر العلماء رحمۃ اللہ علیہم اور حضور تاج السنہ اور حضور عمر میاں مد ظلہما العالی ملک نیپال میں کئی دورے فرما چکے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند ۱۹۶۶ء میں ضلع سرلاہی کے سندر پور اور بھانٹر سر تشریف لائے، حضور مفسر اعظم ہند ۱۹۵۶ء میں بھانٹر سر جلسہ سیرت النبی ﷺ میں اور ۱۹۶۰ء میں ملنگواں میں قدم رنجہ ہوئے۔ اسی دورہ میں ملنگواں میں کئی روز قیام رہا اور محلہ جیلانیہ میں "مدرسہ جیلانیہ" کا قیام عمل میں آیا، حضور ریحان ملت نے بھی کئی دورے فرمائے اور آخری دورہ ۱۹۸۴ء میں فرمایا، حضور تاج الشریعہ نے ۱۹۶۷ء میں سرلاہی میں، اس کے بعد عرس سلامی کے کسی تقریب میں تشریف لائے۔ علاوہ ازیں ۱۹۸۷ء میں کٹیا ضلع مہوتری میں منعقد ہونے والے "رسول اعظم کانفرنس" اور ۱۹۹۵ء میں لہان کے "سرکار مدینہ کانفرنس" میں بلائے گئے۔ حضور قمر العلماء علامہ قمر رضا خان نے بھی ۱۹۸۷ء میں ہونے والے "رسول اعظم کانفرنس" میں، ۱۹۹۲ء میں "آل نیپال نوری کانفرنس" بیلا میں، ۱۹۹۴ء میں سرلاہی کے سندر پور میں "سرکار مدینہ کانفرنس" ۱۹۹۷ء

میں مدرسہ جیلانیہ، سراہی کے ”مفسر اعظم کانفرنس“ میں رونق افروز ہوئے، حضور تاج السنہ ۱۹۸۸ء کے ”عرس زاہد ملت“ میں، ۱۹۹۲ء میں ”آل نیپال نوری کانفرنس“ میں، ۱۹۹۵ء میں مہندر نگر کے ”امام احمد رضا کانفرنس“ میں، ۱۹۹۶ء میں بھمر پورہ کے ”صبح طیبہ کانفرنس“ میں، ۱۹۹۷ء میں ملنگواں میں منعقد ہونے والے ”مفسر اعظم کانفرنس“ میں، ۲۰۰۸ء میں بیلا جنک پور کے ”عطاے مصطفیٰ کانفرنس“ میں اور ۲۰۱۱ء میں نکال دھنوشہ کے ”اصلاح معاشرہ کانفرنس“ میں جلوہ افروز ہوئے اور شہزادۂ قمر العلماء علامہ عمر رضا خان صاحب قبلہ ۱۹۹۲ء میں اپنے والد ماجد کے ساتھ کاٹھمانڈو تشریف لے گئے اور ۱۹۱۲ء سے مستقل نیپال کا دورہ ہوتا رہتا ہے۔

خانوادۂ رضا سے شرف بیعت وارادت: اس ضمن میں اگر دیکھا جائے تو شاید ملک نیپال میں دیگر سلاسل کی بنسبت خانوادہ رضویہ سے نہ صرف مسلمانان نیپال بلکہ کثیر تعداد میں علماے اہل سنت بھی سلسلہ رضویہ سے بیعت وارادت کا شرف رکھتے ہیں۔ ذیل میں اپنی معلومات کے مطابق کچھ اسماے گرامی پیش کرنے ی سعادت حاصل کرتا ہوں جنھوں نے خانوادہ رضویہ کی غلامی کا شرف حاصل کیا۔

شہزادہ حضور زاہد ملت علامہ ساجد حسین نوری مصباحی ، محدث اعظم نیپال مفتی کلیم الدین نوری براہیمی، حضور حمید ملت مولانا حافظ عبد الحمید نوری ، حضور پاسبان ملت علامہ محمد یوسف رضوی قادری ، تسلیم ملت حضرت حافظ تسلیم الدین قادری، صوفی عبد السلام رضوی ، مولانا صبغۃ اللہ قادری نوری ، مولانا عبد الوحید نوری ، مولانا عین الحق شاہد نوری ، حضور فخر نیپال مفتی محمد اسرائیل رضوی (نوری)، قاضیِ نیپال مفتی محمد عثمان رضوی قادری (نوری)، شہزادۂ حنیف ملت مفتی نجم الدین قادری نوری ، مفتی شمس الدین نوری ، مفتی حبیب اللہ مصباحی نوری ، مفتی عبد العزیز مصباحی نوری، مولانا داود مصباحی نوری، ، مولانا علیم الدین نوری ، مولانا عباس نوری ، مولانا الیاس نوری ، حضرت مولانا بدر الدین بدر گلابیوری صاحب، مولانا غلام سرور صاحب ، حضرت مولانا کمال الدین صاحب قبلہ گلابیوری ، حضرت مولاما عبد الشکور صاحب قبلہ گلابیوری ، حضرت مولانا مفید عالم صاحب قبلہ گلابیوری ، شیخ الادب حضرت مولانا الیاس نوری صاحب ، مولانا نظام الدین قادری صاحب قبلہ ، حضرت مولانا محمد اسرائیل رضوی فیضی صاحب ، مفتی محبوب رضا قادری رضوی، مولانا ایوب رضوی، مولانا امجد رضوی بیلاوی ، مولانا منظور مصباحی رضوی ، مولانا عبد الرحیم رضوی بیلاوی، مفتی پھول محمد مصباحی سراہی ، مولانا پھول محمد نعمت رضوی ، ڈاکٹر وصی مکرانی، مولانا عبد الرحمٰن رضوی رجول ، مولانا رحمت علی رضوی برداہا ، مولانا مستقیم رضوی پرریا ، مولانا نصیب اختر رضوی بشنپور ، مولانا خورشید رضوی مہدیا ، مولانا علاء الدین امن رضوی ، مولانا عظمت علی رضوی، مولانا محمد انور علی رضوی مہدیاوی، مولانا مناظر حسین پرریا وغیرہ۔

علماے اہل سنت نیپال کے یہ چند اسماے گرامی جو ذہن میں آئے اور دیگر حضرات سے معلوم ہوئے درج کر دیے گئے اور امید یہی ہے کہ جتنے علماے اہل سنت بیعت شرف سے مشرف ہیں ان کا نصف بھی ذکر کردہ نام نہیں ہیں ورنہ اسما شماری کی جائے تو شاید کافی اسماے گرامی مزید معلومات کے پردے پر ابھر کر سامنے آجائیں گے۔ اور یہ نام علماے اہل سنت کے ہیں

اور عوام اہل سنت کا تو شمار نہیں۔

خانوادۂ رضا کی جانب سے علمائے اہل سنت کو اجازت و خلافت: ملک نیپال کے علمائے اہل سنت اور ان کے ذریعہ سے عوام اہل سنت کا رشتہ خانوادۂ رضا سے ہمیشہ استوار رہا اور یہ استواری صرف ایک طرف سے نہیں بلکہ یہ رشتہ محبت اس طرح نبھا ہے اور نبھ رہا ہے کہ کچھ علما و عوام اہل سنت عقیدت و محبت کے ساتھ قدم آگے بڑھا رہے ہیں اور کچھ (جو حقیقت میں بڑی بات ہے) خانوادہ رضا کی شخصیات بخشش و نوازش کے ساتھ قدم بڑھا رہے ہیں۔ جی، ہاں! علما و عوام اہل سنت نیپال کی طرف سے قدم آگے بڑھانے کی بات تو اوپر مذکور ہوئی اب خانوادہ رضا کی طرف سے قدم بڑھانے کی بات بھی پیش کی جاتی ہیں:

سب سے پہلی پیش رفت تو یہ کہ خانوادۂ رضا کی شخصیات کی طرف سے علمائے اہل سنت کو سلسلہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت اور عوام اہل سنت کو دعاوں اور ان بزرگوں کی زیارت کی نوازشیں ملی اور مل رہی ہیں۔ ذرا ایک نظر ان علمائے اہل سنت پر بھی کر لیتے ہیں جن کو خانوادہ رضا سے اجازت و خلافت کی دولت ملی۔

اجازت و خلافت از جانب حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ: خانوادہ رضویہ سے جن بزرگ ہستیوں نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ملک نیپال کو سرفراز فرمایا ان میں حضور مفتی اعظم سب سے بزرگ ہیں۔ آپ نے علمائے اہل سنت نیپال سے کس کس کو خلافت سے سرفراز فرمایا کامل طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں! صرف دو کے بارے میں ملتا ہے کہ مفتی اعظم ہند نے انہیں خلافت عطا فرمائی:

(۱) حضرت مولانا مفتی یوسف علی مظہری مصطفوی

(۲) حضرت مولانا صبغۃ اللہ قادری

اجازت و خلافت از جانب تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ: حضور تاج الشریعہ نے بھی ملک نیپال کا دورہ فرمایا ہے جس کی جھلک اوپر مسطور ہے اور آپ نے سلسلہ رضویہ کے استحکام کے لیے کئی علمائے اہل سنت کو اجازت و خلافت سے نوازا۔ ان میں سے چند کے اسما یہ ہیں:

(۱) حنیف ملت حضرت مولانا محمد حنیف القادری علیہ الرحمۃ

(۲) شہزادۂ حنیف ملت حضرت مفتی نجم الدین قادری صاحب قبلہ

(۳) فخر بھیونڈی حضرت مفتی محمد محبوب رضا قادری مصباحی صاحب قبلہ

(۴) مقرر ذیشان مولانا شفیق اللہ امجدی صاحب قبلہ

اجازت و خلافت از جانب تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان: خانوادہ رضویہ سے جس شخصیت کو ملک نیپال میں زیادہ دورہ کا موقع ملا ان میں ایک نام تاج السنہ علامہ توصیف رضا خان مد ظلہ العالی کا بھی ہے۔ آپ نے اپنے دورۂ نیپال میں جن علمائے اہل سنت کو اجازت و خلافت کا تاج عطا فرمایا ان میں سے کچھ کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

(۱) فخر نیپال حضرت مفتی محمد اسرائیل رضوی صاحب قبلہ

(۲) قاضی نیپال مفتی محمد عثمان رضوی قادری صاحب قبلہ

(۳)حضرت مفتی عبد العزیز مصباحی نوری

(۴) بلبل نیپال حضرت مولانا سعادت حسین اشرفی صاحب قبلہ

(۵)عزیز العلماء مولانا محمد داود حسین رضوی صاحب قبلہ

علماے نیپال کی کتاب یا فتویٰ پر تقریظی یا دعائیہ یا تصدیقی تحریر: علماے اہل سنت کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ ان کو خانوادہ رضویہ کے افراد سے صرف سلسلہ رضویہ کی اجازت و خلافت ہی نہیں ملی بلکہ علماے اہل سنت نیپال کی کتابوں پر افراد خانوادہ نے دعائیہ کلمات تحریر فرمائے یا فتویٰ پر تصدیقی تحریر رقم فرمائے۔ چناں چہ مشائخ قادریہ رضویہ برکاتیہ پر لکھی گئی اپنے موضوع پر ایک اہم کتاب ”تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ“ پر حضور تاج الشریعہ نے دعائیہ کلمات تحریر فرمائے جو کتاب کی زینت ہے۔ نیز فخر بھیونڈی کے کئی فتاویٰ پر تصدیق بھی فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں خانوادہ رضویہ سے یہ بھی نوازش ہوئی کہ حضور تاج الشریعہ کے زیر سرپرستی شائع ہونے والا مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان ماہ نامہ سنی دنیا، بریلی شریف کے مجلس ادارت میں مفتی محبوب قادری صاحب کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

* * *

ہم تمام کارکنان ”سہ ماہی سنی پیغام“، ”فخر ملت فاؤنڈیشن“ اور ”آل نیپال سنی جمعیۃ العلما“ صد سالہ عرس رضوی کے پر بہار موقع پر عالم اسلام کے تمام سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کو عرس اعلی حضرت مجدد اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کی پر خلوص مبارک بادی پیش کرتے ہیں۔ ☆ ☆ ☆

سہ ماہی سنی پیغام نیپال کا علمی و تاریخی خصوصی شمارہ فروغ رضویات اور علمائے نیپال نمبر

فروغ اہل سنت کے لیے امام اہل سنت کا دس نکاتی پروگرام

- عظیم الشان مدارس کھولے جائیں۔ باقاعدہ تعلیمیں ہوں۔
- طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔
- مدرسین کی بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔
- طبائع طلبہ کی جانچ ہو جو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے، معقول وظیفہ دے کر اس میں لگایا جائے۔
- ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریراً وعظاً ومناظرۃً اشاعت دین ومذہب کریں۔
- حمایت مذہب ورد بدمذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔
- تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ اور خوش خط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کیے جائیں۔
- شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں، آپ سرکوبی اعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔
- جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگائے جائیں۔
- آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم از کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

حدیث کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درم ودینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ صادق ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۱۲، ص ۱۳۳)

Published by:
Fakhre Millat Foundation, Nepal